یلغار

اسلم راہی ایم اے



.....اسلامی تاریخی ناول.....

یلغار

اسلم راہی، ایم۔اے

مکتبہ القریش
قذافی مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور۔
فون: 7231595۔7352835

تعارف یلغار

یلغار اُن مجاہدوں کی داستانِ حیات ہے جو خون میں بھگوئے دھندلکوں میں ریاضت کا خلوص بن کر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ یہ ان پاسبانوں کی روداد ہے جو راکھ کا ڈھیر بنتی بستیوں سے چنگاریوں کے ہجوم کی طرح اُٹھ کھڑے ہونے کا ہنر جانتے ہیں۔

یہ اُندلس کے اس دور کا کرب خیز المیہ ہے جب مسلمانوں کی حکومت قرطبہ کے گرد و نواح تک سمٹ کر رہ گئی تھی۔ ان کے سامنے شمال میں صلیبیوں کی چار طاقت ور مملکتیں تھیں جن کے سامنے مسلمانوں کی حالت ساگر سے کٹے دھارے، بے انت مالنوں کے بھٹکتے کاروانوں اور سائے سے محروم مسافر نواز اشجار سے بدتر ہو کر رہ گئی تھی۔

پھر وقت کی کوکھ سے ظلمت شب میں شعاعوں کے تبسم اور اُجالوں کے سرور کی طرح کچھ سرفروش اٹھے۔ اپنے رب کریم، اپنے لازوال آقا، اپنے خداوندِ آب و آتش کو مدد کے لئے پکارا۔ انہوں نے آندھیاں اور طوفان اوڑھ لئے۔ ہر اونچے آدرش کو اپنے سامنے زیر کیا۔ اُجلی خواہشوں کو جلا بخشی۔ یہی مجاہد زندان کے سکوت میں آتش و آہن کا سیلاب بن کر نکلے۔ استبداری قوتوں کی ہر نظر کو بے بصیر، ہر ساعت کو بے نوا، ہر لمحے کو بے اثر بنا کر رکھ دیا اور یلغار کرتے ہوئے فرانس میں جا داخل ہوئے۔

یلغار میں صلیبی قوتوں کا ناقابل تسخیر سورما ''رومیر'' مجاہدوں کے ہاتھ پٹتا دکھائی دے گا۔ یلغار میں یہ بھی ملے گا کہ کیسے رومیر کی شہزادی مسلمانوں کے حق میں رومیر کے خلاف بغاوت کرتی ہے اور کیسے رومیر اپنے بھائی افونش کو زندان میں ڈالتا ہے۔

یلغار میں نبرہ کی نصرانی سلطنت کی ملکہ تھیوڈورہ مسلمانوں کے سامنے سرنگوں

ہوتی دکھائی دے گی۔ اس کا شوہر گارشیا اور بیٹا شانجہ مجاہدوں کے آگے بھاگتے دکھائی دیں گے۔ یلغار میں ملکہ تھیوڈورہ کی شہزادی انفنطا ملکہ سے بے وفائی کرتی دکھائی دے گی۔

یلغار میں اسلامی غلام بھی متحرک نظر آئیں گے۔ یلغار میں صلیبیوں کی چار مملکتیں عبدالرحمٰن الثالث کے سامنے بھاگتی دکھائی دیں گی۔ اسی بناء پر دشمن قوتوں نے بھی اس کی سرفروشی اور بے باکی کی بناء پر اسے خلیفۂ اعظم اور الناصر کہہ کر پکارا۔ یلغار جذبوں، احساسات اور چاہتوں سے بھرپور ایک ناول ہے۔

اسلم راہی ایم۔اے

ایک سوار اپنے گھوڑے کو میانہ روی سے ہانکتا ہوا قرطبہ شہر کے مشرقی محلے ربض الظاہرہ میں داخل ہوا تھا۔ ایک حویلی کے قریب جا کر وہ گھوڑے سے اترا، حویلی کا جائزہ لیا پھر حویلی کے دروازے پر اس نے دستک دی تھی۔

دو تین بار دستک دینے کے باوجود جب وہ نہ کھلا تو وہ سوار عجیب سے شش و پنج میں کھڑا تھا کہ ساتھ والی حویلی کا دروازہ کھلا اور اس میں سے ڈھلتی ہوئی عمر کا ایک شخص نمودار ہوا اور دستک دینے والے شخص سے کہنے لگا۔

''میرے عزیز کیا بات ہے ..... کس سے ملنا چاہتے ہو .....؟''

دست دینے والے نے ساتھ والی حویلی سے نکلنے والے شخص کی طرف غور سے دیکھا پھر کہنے لگا۔

''اگر آپ برا نہ مانیں تو کیا آپ بتائیں گے کہ آپ کون ہیں ..... آپ کے ساتھ تعارف ہو جائے تو میں اپنی آمد کا مقصد کہوں گا۔''

ساتھ والی حویلی سے نکلنے والے اس سوار کو غور سے دیکھا پھر کہنے لگا۔ ''میں طبیب خروئی بن واحنہ ہوں ..... شاید تم نے میرا نام سن رکھا ہو گا۔''

دستک دینے والے کے چہرے پر تبسم نمودار ہوا کہنے لگا۔ ''آپ قرطبہ میں نہیں پورے اندلس کے مانے ہوئے طبیب ہیں ..... میں جانتا ہوں آپ یہودی ہیں اور قرطبہ کے چند چوٹی کے طبیبوں میں سے ایک ہیں .....کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ یہاں کوئی شخص ایسا بھی رہتا ہے جس کا نام سلیمان بن فرح ہو۔''

طبیب خروئی نے غور سے سوار کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔ ''یہ جس حویلی پر تم نے دستک دی ہے یہ حویلی سلیمان بن فرح ہی کی ہے ..... اب دستک نہ دینا۔ پہلے

یہ بتاؤ تم کس سلسلے میں سلیمان بن فرح سے ملنے آئے ہو ..... وہ بوڑھا آدمی ہے، کمرے میں پڑا آرام کر رہا ہوگا لہٰذا دستک دو گے تو اسے اٹھ کر دروازے تک آنا پڑے گا ..... وہ پہلے ہی بیمار اور لاغر ہے، میرے خیال میں تم نے اب تک جو دستک دی ہے وہ اس نے سنی نہیں ..... کہو، کیا معاملہ ہے؟''

اس پر دستک دینے والا کہنے لگا۔ ''میں ان لوگوں کے لئے ایک بری خبر لے کر آیا ہوں۔''

ان الفاظ پر طبیب خروئی بن واحنہ کا چہرہ پیلا ہوگیا تھا کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اتنی دیر تک اس کی حویلی سے ایک گیارہ بارہ برس کی لڑکی اور دس سال کے قریب ایک لڑکا نمودار ہوا۔ دونوں طبیب فروئی بن واحنہ کے پہلو میں آ کر کھڑے ہو گئے تھے پھر لڑکی اپنے باپ طبیب خروئی کو مخاطب کر کے تشویش بھرے انداز میں کہنے لگی۔

''اے میرے باپ لگتا ہے یہ دادا سلیمان بن فرح اور ہمارے بھائی احمد بن یعلیٰ کے لئے کوئی بری خبر لے کر آیا ہے ..... اے میرے باپ! اگر میرا اندازہ درست ہے تو ابھی دادا کو اس کی خبر نہیں ہونی چاہیے بہتر ہے سوار کو اپنی حویلی میں لے چلیں ..... اسے دیوان خانے میں بٹھائیں اور اس سے تفصیل پوچھتے ہیں کہ کیا معاملہ ہے۔''

طبیب خروئی اپنی بیٹی کی بات مان گیا پھر آنے والے سوار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''یہ میرے ساتھ میری بیٹی اور میرا بیٹا ہے ..... بیٹے کا نام یوحنا، بیٹی کا نام رحیق ہے۔'' وہ سوار مسکرا دیا یہاں تک کہ طبیب خروئی نے اسے مخاطب کیا۔ ''بہتر ہے آپ ہمارے ساتھ آئیں پھر تفصیل سے گفتگو کرتے ہیں۔''

وہ سوار مان گیا۔ طبیب خروئی اس سوار کو اپنے ساتھ لے گیا اس کا گھوڑا بھی اندر باندھ دیا پھر چاروں دیوان خانے میں بیٹھ گئے۔ اس کے بعد یہودی طبیب خروئی بن واحنہ نے اس سوار کو مخاطب کیا۔

''میرے عزیز! اب بتا کیا معاملہ ہے۔'' جواب میں اس سوار نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

دراصل میں سرحدی علاقوں کا ایک چھوٹا سالار ہوں ..... ہم ایک لاش لے کر

آ رہے ہیں جو ایک مسلمان کی ہے ..... اس نوجوان کو کسی نے مار کر بری طرح زخمی کر دیا تھا اور اس کے گلے میں ایک تحریر لکھ کر ڈال دی تھی ..... اس تحریر میں لکھا تھا کہ اگر اس کا کوئی مددگار یا وارث ہو تو اس کا انتقام ضرور لے۔ وہ نوجوان جس کی لاش ہم ساتھی لے کر آ رہے ہیں جس وقت اس نے سرحد پار کی، مسلمانوں کے علاقوں میں داخل ہوا اس وقت وہ زندہ تھا۔ وہ لاش کی صورت میں گھوڑے پر پڑا ہوا تھا ہم نے اسے اتارا، مرنے سے پہلے اس نے انتہائی کرب میں ایک جملہ تین بار دہرایا تھا ..... دھیمی دھیمی ٹوٹی ہوئی آواز میں وہ بار بار کہتا تھا۔

''سرحد کے قریب ہی خجندہ نام کی ایک بستی ہے اس کا ایک چرواہا نام جس کا ہارون ہے بستی کے مغرب میں کوہستانی سلسلے کے اوپر اپنے ریوڑ چراتا ہے وہ جانتا ہے سرواندو اور ابن حسنتہ کہاں ہیں۔''

یہی وہ جملہ تھا جو اس مرنے والے نے کہا تھا اور اب تھوڑی دیر تک اس کی لاش وہاں پہنچ جائے گی ..... یہ سرواندو اور ابن حسنتہ تو کسی دور میں ابن حفصون کے ساتھی ہوا کرتے تھے ..... کیا مرنے والے کی ان دونوں کے ساتھ کوئی دشمنی تھی؟''

یہ خبر سن کر رحیق بنت خروئی اور اس کا بھائی یوحنا بن خروئی دونوں رونے لگے تھے۔ رحیق کی ہچکی اور سسکیاں بلند ہونا شروع ہوگئی تھیں۔ خود طبیب خروئی کی حالت بھی بگڑ گئی تھی پھر آنے والے اس اجنبی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''مہربان اجنبی! تیرا کہنا درست ہے ..... جس مرنے والے کی لاش تمہارے ساتھی لے کر آ رہے ہیں یہ چار بھائی تھے اور ہمارے ہمسائے میں رہنے والا سلیمان بن فرح ان کا دادا ہے ..... جب ابن حفصوں کا خاتمہ ہوگیا تو سرواندھ اور ابن حسنتہ نے شمال کی طرف بھاگنے سے پہلے مرنے والے کے بڑے بھائی کو ہلاک کر دیا تھا۔ سرواندو اور ابن حسنتہ دونوں کے ساتھ اس کی دیرینہ دشمنی چل رہی تھی اس کے بعد اس کا چھوٹا بھائی اس کا انتقام لینے کے لئے گیا وہ بھی ہلاک کر دیا گیا اور اب یہ تیسرا بھائی ہے جو انتقام لینے میں ناکام ہوا ہے ..... سرواندھ اور ابن حسنتہ یا ان کے ساتھیوں نے اسے بھی ہلاک کر دیا ہے ..... یوں جانو اس مہم میں اب تک تین بھائی مارے جا چکے ہیں۔''

خروئی بن واحنہ کے اس انکشاف پر آنے والا وہ شخص بھی اداس اور افسردہ ہ گیا تھا۔ کپکپاتے لہجے میں کہنے لگا۔

''کیا ان کی نسل میں سے اب ان کا دادا ہی رہ گیا ہے .....؟''

خروئی دکھ بھرے انداز میں کہنے لگا۔

''نہیں یہ چار بھائی تھے۔ تین تو بے چارے انتقام لیتے لیتے ہلاکت کے منہ میں چلے گئے ..... اب چوتھا جو سب سے چھوٹا ہے وہ باقی ہے ..... نام اس کا احمد بن یعلیٰ ہے وہ دن بھر مشرقی چراگاہوں میں اپنا ریوڑ چراتا ہے ..... شام کو لوٹتا ہے تھوڑی دیر بعد میرے خیال میں جب وہ بے چارا لوٹ کر آئے گا تو اسے اپنے تیسرے بھائی کے مرنے کی خبر ہو گی تو اس کی جو حالت ہو گی اس کا منظر جب میں اپنے ذہن میں لاتا ہوں تو مجھ پر ہول طاری ہوتا ہے ..... یہ میری بیٹی اور میرا بیٹا دونوں اسے اپنے سگے بھائیوں جیسا خیال کرتے ہیں ..... وہ دونوں دادا پوتا رہتے ہیں ..... احمد بن یعلیٰ اکثر اپنا کام کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن میری بیٹی اسے گھر کا کام نہیں کرتے دیتی ..... ان کا کھانا پکانے اور دوسری ضروریات کا سارا اہتمام میری بیٹی اور بیٹا ہی مل کر کرتے ہیں اور احمد بن یعلیٰ بھی میری بیٹی کو سگی بہنوں جیسا خیال کرتا ہے ..... اب تمہارے ساتھی لاش لے کر آئیں گے اور احمد بن یعلیٰ کے بوڑھے دادا سلیمان بن فرح کو اس کی جب خبر ہو گی تو میں ڈرتا ہوں کہ شاید وہ بوڑھا دم ہی نہ توڑ دے۔''

خروئی جب خاموش ہوا تب آنے والا سوار دکھ بھرے انداز میں کہنے لگا۔

''اس کا مطب ہے تینوں مرنے والوں کا چھوٹا بھائی چرواہا ہے اور وہ اپنے بھائیوں کا انتقام لینے کے قابل نہیں اس لئے کہ چرواہا مرنے والے تین بھائیوں کا انتقام کیا لے گا''

اس شخص کے ان الفاظ پر خروئی کی بیٹی تڑپ کر سیدھی ہو بیٹھی تھی۔ عجیب سے انداز میں اس اجنبی کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ یہاں تک کہ خروئی بن واحنہ نے اسے مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

''اجنبی! تیرا اندازہ درست نہیں ہے ..... احمد بن یعلیٰ بے شک نوعمر اور نوجوان ہے لیکن خوب دراز قد کڑیل جسم کا مالک ہے ..... اے اجنبی! وہ ابدیت کے جگمگاتے

[illegible] میں وقت کو اپنے قدموں کی دھول بنا دینے والے کو آتشی نعروں کو سرسام [illegible] شاخ، [illegible] کو بے سمت کر دینے والی عذاب علیم کی اذیتوں جیسا دلیر اور [illegible] طاری کرتی شوریدہ مزاجی اور درہم برہم کر دینے والی خودداری جیسا [illegible] ہے۔

''اجنبی! وہ قہرمانیوں کی بے کرانیوں میں آتشی بگولوں جیسا طاقتور، آفاق کی [illegible] میں آزم کی گرد اُڑا دینے والے آندھیوں کے مہیب جھکڑوں جیسا زور آور [illegible] صحراؤں سے اٹھتی قضا کی طرح تشدد اور تباہ کاری جیسا پُرقوت ہے۔ جب کسی سے [illegible] دشمنی ہوتی ہے، اس سے وہ ٹکراتا ہے تو اس پر اس طرح حاوی ہو جاتا ہے [illegible] ریت پر سے پانی گزر جاتا ہے۔''

خروئی جب خاموش ہوا تو آنے والا شخص خوش کن انداز میں اسے مخاطب کر [illegible] لگا۔

''جس نوجوان کا نام تم نے احمد بن یعلیٰ بتایا ہے جو تعریف تم نے اس کی کی اگر یہ حقیقت پر مبنی ہے تو پھر میں تمہارے سامنے پیش گوئی کرتا ہوں کہ یہ [illegible] اپنے مرنے والوں کا انتقام ضرور لینے میں کامیاب ہو جائے گا.....''

اس سے آگے وہ اجنبی کچھ نہ کہہ سکا اس لئے کہ باہر کچھ لوگ لاش لے کر آ [illegible] تھے خروئی اس اجنبی کے ساتھ باہر نکلا۔ رحیق اور یوحنا دونوں بہن بھائی ان کے [illegible] تھے۔ باہر کچھ لوگ ایک کھاٹ پر لاش کو لئے کھڑے تھے۔ اس موقع پر رحیق اور [illegible] کی حالت ناقابل برداشت تھی دونوں اس کھاٹ کے پائے پکڑ کر دھاروں دھار [illegible] رونے لگے تھے۔

اتنی دیر تک ساتھ والی حویلی کا دروازہ کھلا۔ دروازہ کھولنے والا ایک انتہائی لاغر اور بوڑھا شخص تھا جب وہ باہر نکلا تو خروئی اس اجنبی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''یہی سلیمان بن فرح ہے جو مرنے والے کا دادا ہے۔''

یہ الفاظ سلیمان بن فرح نے بھی سن لئے تھے۔ اس کی گردن جھک گئی تھی۔ اپنے جسم کا سارا بوجھ اس نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے عصا پر ڈال دیا تھا۔ اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے یوحنا اور رحیق دونوں بہن بھائی بھاگتے ہوئے آگے بڑھے، دونوں اس سے لپٹ گئے تھے۔ خروئی اور لاش لانے والوں نے دیکھا بوڑھا سلیمان

بن فرح کی ٹھوڑی اپنے عصا پر جمی ہوئی تھی اس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے تھے۔ گلے سے اٹھتی ہچکیوں اور سسکیوں کو بڑی مشکل سے روک رہا تھا۔ پھر خروئی نے لاش لانے والوں کو کہا۔

''لاش اندر لے چلو۔''

سلیمان بن فرح کو سہارا دے کر یوحنا اور رحیق نے ایک طرف کر دیا۔ وہ لوگ لاش لے کر اندر داخل ہوئے، لاش کو انہوں نے سامنے برآمد کے اندر رکھ دیا پھر خروئی سے اجازت لے کر وہ چلے گئے تھے۔

اس موقع پر خروئی، یوحنا اور رحیق کی حالت بہت عجیب ہو گئی تھی۔ تینوں سلیمان بن فرح سے لپٹے ہوئے تھے۔ اسے سنبھالنے کی کوشش کر رہے تھے۔ سلیمان بن فرح دوبارہ حویلی میں داخل ہوا، آہستہ آہستہ بوجھل قدموں سے حویلی کے صحن کو عبور کرتا ہوا وہ کھاٹ کے قریب آ کر بیٹھا، لاش کے اوپر سے اس نے چادر کا پلو اٹھا کر جب لاش کا چہرہ دیکھا تو آنکھیں اس نے بند کر لی تھیں۔ چہرہ خون آلود تھا۔ چہرہ کو دیکھتے ہوئے یوحنا اور رحیق دھاڑیں مار کر رونے لگے تھے۔ خروئی بھی وہاں بیٹھ گیا تھا۔ اس کے آنسو زمین پر گرنے لگے تھے۔ سلیمان بن فرح کچھ دیر تک آنکھیں بند کیے زمین کی ننگی پیٹھ پر بیٹھا رہا، آہیں بھرتا رہا، روتا رہا اور کبھی کبھی اپنا ہاتھ لاش کے اوپر پھیرتے ہوئے عجیب سے انداز میں کرب اور بے چینی اور بے قراری کا اظہار کرتا تھا۔

آس پاس کے گھروں اور محلے کے لوگ بھی آہستہ آہستہ حویلی کے اندر جمع ہونا شروع ہو گئے تھے۔ کچھ ہمدرد نوجوان حرکت میں آئے، بھاگ دوڑ کرتے ہوئے انہوں نے ایک کمرے میں عورتوں کے بیٹھنے کے لئے قالین بچھوا دی تھیں اور باہر صحن کے اندر مردوں کے بیٹھنے کے لئے انہوں نے کھجور کی چٹائیاں بچھا دی تھیں۔

کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ حویلی کے اندر بکریوں کا ایک ریوڑ داخل ہوا۔ ان کے اندر ایک خوبصورت توانا اور سفید رنگ کا گھوڑا بھی تھا اور ریوڑ کے پیچھے پیچھے ایک نوجوان حویلی میں داخل ہوا۔ وہ خوب دراز قد، کسے اور کڑیل جسم کا مالک تھا اور اپنی پیٹھ پر لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے ہوئے تھا۔ وہی مرنے والے کا چھوٹا بھائی احمد بن یعلیٰ تھا۔

گھر کا منظر دیکھتے ہوئے شاید وہ سارے معاملے کو سمجھ گیا تھا۔ پیٹھ پر رکھا ہوا لکڑیوں کا گٹھا اس نے غصے کی حالت میں صحن میں پھینک دیا تھا جب کہ بکریاں اور گھوڑا بائیں جانب جو چھپر نما اصطبل تھا اس کی طرف چلے گئے تھے۔

اس نے آہستہ عجیب سے انداز میں احمد بن یعلیٰ برآمدے میں رکھی لاش کی طرف دیکھا وہاں اس کا دادا سلیمان بن فرح بیٹھا تھا۔ جب وہ اس کے قریب گیا ایک دم اس کا اور یوحنا دونوں بہن بھائی اٹھے، بھاگ کر احمد بن یعلیٰ کی طرف گئے پھر اس سے لپٹ کر بے چارے دھاڑیں مار کر رونے لگے تھے۔

احمد بن یعلیٰ نے ان دونوں کو اپنے ساتھ لپٹا لیا تھا اس سے اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب بہہ نکلا تھا۔ لاش کے قریب آیا، کپڑا ہٹا کر بھائی کا چہرہ دیکھا، پھر لاش کے لئے آنکھیں بند کیے رکھیں، آنسو گرتے رہے پھر قریب بیٹھے دادا کو اس نے اپنے ساتھ لپٹا لیا تھا۔ احمد بن یعلیٰ سے لپٹ کر سلیمان بن فرح بچوں کی طرح آہ و فغاں اور سسکیاں لینے لگا تھا۔

اس موقع پر خروئی بن واحنہ آگے بڑھا، دادے اور پوتے کو اس نے علیحدہ کیا اور مرنے والے اجنبی نے جو گفتگو اس سے کی تھی وہ تفصیل اس نے احمد بن یعلیٰ اور اس کے دادا سلیمان بن فرح سے کہہ دی تھی۔ اتنی دیر تک محلے اور آس پاس کے گھروں کے لوگ بڑی تیزی سے وہاں جمع ہونا شروع ہو گئے تھے اور سلیمان بن فرح اور احمد بن یعلیٰ سے ہمدردی اور تعزیت کا اظہار کرنے لگے تھے۔

مغرب اور عشاء کے درمیان لاش کو دفن کر دیا گیا تھا۔ لوگ تعزیت اور افسوس کرنے کے بعد اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے تھے۔ تاہم خروئی اور یوحنا دونوں باپ سلیمان بن فرح اور احمد بن یعلیٰ کو تسلی اور تشفی دینے کے لئے ان کے پاس ہی ٹھہر گئے تھے جب کہ رحیق بے چاری سب کا کھانا تیار کرنے کے لئے اپنی حویلی کے مطبخ کے اندر بری طرح مصروف تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ کھانے کے برتن لے کر آئی۔ احمد بن یعلیٰ اور اس کے دادا کی حویلی دو کمروں پر مشتمل تھی اور اس کے سامنے لمبا سا برآمدہ تھا جس کے سامنے کھلا اور وسیع صحن تھا جس کے ایک طرف بکریوں اور گھوڑوں کے لئے اصطبل بنا ہوا تھا۔

یوحنا اور رحیق نے کمرے کے اندر پہلے دو چٹائیاں بچھائیں دونوں بہن بھائی

نے مل کر وہاں کھانا لگایا پھر اس جگہ آئے جہاں سلیمان بن فرح اور احمد بن یعلیٰ دونوں دادا پوتا مسہری پر اداس اور پریشان بیٹھے ہوئے تھے۔ رحیق نے دونوں ہاتھ آگے بڑھائے۔ ایک ہاتھ میں سلیمان بن فرح کا ہاتھ پکڑا، دوسرے میں احمد بن یعلیٰ کا پھر ہمدردی اور کرب میں ڈوبی آواز میں کہنے لگی۔ ''اٹھ کر کھانا کھائیں۔''

احمد بن یعلیٰ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور ٹوٹتی بکھرتی ہوئی آواز میں کہنے لگا۔ ''آپ لوگ کھالیں مجھے بھوک نہیں ہے۔''

رحیق نے اسے کھینچا اس پر وہ بھی بکھرتی، روتی ہوئی آواز میں کہنے لگی۔

''میں کہتی ہوں اٹھ کر کھانا کھائیں۔''

سر پر بندھے ہوئے رومال سے احمد بن یعلیٰ نے اپنے آنسو صاف کیے، بکھرتی ہوئی آواز میں کہنے لگا۔ ''میری بہن ..... میری بھوک مرگئی ہے .....''

اس کے ان الفاظ پر رحیق کٹ کر رہ گئی تھی۔ بے چاری وہاں بیٹھ گئی، اس کے گھٹنے پر سر رکھ کر دھاڑیں مار کر رونے لگی تھی۔ احمد بن یعلیٰ اس کے سر پر شفقت بھرا ہاتھ پھیرتے ہوئے اسے تسلی دینے لگا تھا پھر اٹھا، اسے بھی اٹھایا کہنے لگا۔

''اٹھ ..... تیری جیسی بہن کو میں روتا ہوا نہیں دیکھ سکتا ..... چل تیرے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتا ہوں .....''

ساتھ ہی اس نے اپنے دادا سلیمان بن فرح کو بھی اٹھایا۔ پانچوں چٹائی پر بیٹھ گئے۔ غم زدہ سے ماحول میں انہوں نے کھانا کھایا پھر احمد بن یعلیٰ اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے دادا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''دادا! میری بدقسمتی کہ میں آپ کو حالات کے سپرد کرتے ہوئے رخصت ہونے لگا ہوں ..... دادا! میں، سرواندھ اور ابن حسنہ دونوں کو یوں ہی بے نتھے بیل کی طرح آزاد نہیں چھوڑوں گا ..... ان سے اپنا خاندانی انتقام لوں گا ..... اگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ میرے خاندان میں کوئی ایسا فرد نہیں جو انتقام لے تو یہ ان کی بھول ہے ..... دادا اب تک وہ ڈھیلوں سے کھیلتے رہے ہیں ..... میں جب پتھر بن کر ان کے سامنے آؤں گا تو انہیں اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کر دوں گا ..... دادا! نہ مجھے روکنے کی کوشش کرنا نہ انتقام سے دست بردار ہونا میں ابھی تھوڑی دیر یہاں سے کوچ کروں گا۔''

بوڑھا سلیمان بن فرح تھوڑی دیر تک احمد بن یعلیٰ کی طرف اس طرح دیکھتا رہا، پھر وہاں کا مارا شخص پانی کی طرف دیکھتا ہے پھر دکھ بھرے انداز میں احمد بن یعلیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''احمد میرے بیٹے! میں انتقام سے دست بردار ہوتا ہوں ..... میرے بچے! تو میرے منصب کی آخری ٹہنی کا آخری ثمر ہے میں تجھ سے محروم نہیں ہونا چاہتا ..... میرے بچے! تو ہی میرے خاندان کی منزلوں کا آخری نشان ہے ..... میں چاہوں گا کہ تو اسی طرح تو روز مرہ کے کاموں میں مصروف ہے ویسے ہی مصروف رہ ..... انتقام کی آگ کو خاموش کر دے ..... میں بھی دل پر پتھر رکھ کر یہ سمجھ لوں گا کہ ہم لوگ دراز دستوں کا شکار ہو کر رہ گئے تھے جنہوں نے ہمیں اپنے سامنے زیردست بنا کر رکھ دیا۔''

سلیمان بن فرح جب خاموش ہوا تب احمد بن یعلیٰ کی چھاتی تن گئی کہنے لگا۔

''دادا! میں آپ کے خیالات سے اتفاق نہیں کرتا ..... اگر میرے سب سے بڑے بھائی کے مرنے پر انتقام سے آپ لوگ دست بردار ہو جاتے تو کوئی اور بات تھی میں سمجھتا آپ لوگوں نے قاتلوں کو معاف کر دیا اس کے بعد میرے دو اور بھائی ان کے ظلم کا شکار ہو گئے پھر اب انہوں نے ایک طرح سے ہمیں یہ لکھ کر ہماری انا، ہماری انانیت پر ضرب لگانے کی کوشش کی ہے کہ اگر میرے بھائی کے خاندان کا کوئی فرد ہو تو ان کا انتقام ضرور لے ..... میرے دادا! جب تک میری رگوں میں خون کی گردش جاری ہے، میں انتقام کی یہ بھٹی گرم رکھوں گا اور جب تک میں قاتلوں کا صفایا نہیں کر دیتا، اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھوں گا ..... اس کے ساتھ ہی تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا احمد بن یعلیٰ اپنی حویلی سے باہر نکل گیا تھا۔ رحیق اور یوحنا اس کے پیچھے بھاگے تھے، اسے روکنا چاہ رہے تھے لیکن وہ تقریباً بھاگتا ہوا چلا گیا تھا۔

رحیق اور یوحنا دونوں بہن بھائی سلیمان بن فرح اور اپنے باپ خروئی کے پاس آ کر بیٹھ گئے تھے۔ اس موقع پر رحیق نے خدشات کا اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ ''بھائی نجانے کہاں چلا گیا ہے۔''

اس پر سلیمان بن فرح کہنے لگا۔ ''کہیں نہیں گیا ہوگا بیٹے ..... اپنے کسی جاننے والے کے پاس گیا ہوگا ..... وہ انتقام لینے سے ٹلے گا نہیں ..... میں اس کی سرشت، اس کے مزاج کو سمجھتا ہوں ..... میرا اندازہ ہے کہ اپنے ساتھی چرواہوں کے پاس گیا ہوگا اور انہیں یہ کہنا چاہ رہا ہوگا کہ اس کی غیر موجودگی میں اس کے ریوڑ کا خیال

رکھیں ..... میری بیٹی! میرا دل تو نہیں چاہ رہا تھا کہ انتقام کے اس سلسلے کو منقطع کیا جائے اس لئے کہ قاتلوں کا مرنا میرا قلبی سکون ہے لیکن میں احمد سے محروم نہیں ہونا چاہتا اس لئے کہ یہ میرے بیٹے کی آخری نشانی ہے اور اس کے علاوہ یہ میرے بڑھاپے کی لاٹھی بھی ہے ..... ہائے حیف، ہم پر کیسا کڑا وقت آن پڑا ہے کہ میں کوئی آخری فیصلہ کرنے سے بھی قاصر ہو گیا ہوں۔"

سلیمان بن فرح کے ان الفاظ کا کسی نے جواب نہ دیا۔ کمرے میں تاسف اور افسوس بھری خاموشی طاری رہی یہاں تک کہ احمد بن یعلیٰ پھر لوٹ آیا۔ اپنے دادا کے پاس آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"دادا! میرے بعد آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے ..... میں اپنے ساتھی چرواہوں سے کہہ آیا ہوں ..... وہ روزانہ ریوڑ کو چروانے کے لئے لے جایا کریں گے اور واپس لا دیا کریں گے ..... رحیق اور یوحنا جیسے پہلے بکریوں کا دودھ دوہتے تھے اسی طرح میری غیر موجودگی میں بھی یہ خیال رکھیں گے ..... دادا! اس وقت یہ خیال نہ کرنا کہ میں تمہارا اکلوتا اور آخری پوتا نہیں بلکہ تمہارے دو پوتے احمد بن یعلیٰ، یوحنا بن خروئی ہیں اور پوتی تمہاری خدمت کے لئے جس کا نام رحیق بنت خروئی ہے ..... دادا! مجھے خوشی سے رخصت کرنا ..... اگر مسکراتے ہوئے رخصت کرو گے تو دشمنوں کے سامنے جاتے ہوئے میری چھاتی تنی رہے گی اور خداوند نے چاہا تو میں قاتلوں کو ان کے انجام تک پہنچا کر سرخروئی کی حالت میں تمہاری سامنے آن کھڑا ہوں گا۔"

اس موقع پر دعائیہ انداز میں سلیمان بن فرح نے ہاتھ اٹھائے اور کچھ دیر تک انتہائی کرب میں دعا مانگتا رہا پھر احمد کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"بیٹے! اگر تمہارا یہی ارادہ، تمہارا یہی فیصلہ ہے تو پھر میں تمہیں رخصت کی اجازت دیتا ہوں۔"

سلیمان بن فرح کے ان الفاظ پر احمد بن یعلی کے لبوں پر تبسم پھیل گیا تھا۔ پھر سلیمان بن فرح کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"دادا! پہلے میں ساتھ والے کمرے میں جاتا ہوں ..... اپنا لباس تبدیل کرتا ہوں، فالتو کپڑے خرجین میں رکھتا ہوں اس کے بعد میں اپنے گھوڑے کو تیار کرتا ہوں۔"

اتنی دیر تک رحیق بھی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اور احمد کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"احمد بھائی! آپ تیاری کریں میں اپنی حویلی میں جا کے آپ کے لئے زادِراہ تیار کرتی ہوں اس کے ساتھ ہی رحیق تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی احمد کی حویلی سے نکل گئی تھی۔

احمد ساتھ والے کمرے میں گیا، لباس تبدیل کیا، لکڑی کے ایک صندوق سے اس نے زرہ نکالی، وہ پہنی، نیا چمکتا ہوا خود نکالا سر پر رکھنے کے بعد اس پر اس نے عمامہ باندھ لیا تھا۔ دیوار سے لٹکتی ہوئی اپنی ڈھال اور تلوار سنبھالی، کونے میں پڑی ہوئی دو کمانیں اس نے اٹھائیں، ایک کمان کافی بڑی تھی اور ایک چھوٹی دونوں کمانوں کے چھوٹے بڑے تیر بھی ترکش میں بھرے ہوئے تھے۔

اس کے بعد وہ کمرے سے نکلا، ساری چیزیں اس نے اصطبل میں رکھ دیں اس کے بعد دوبارہ کمرے میں گیا۔ اپنے کچھ فالتو کپڑے لے کر خرجین میں ڈالے، ایک بستر باندھا۔ وہ چیزیں بھی اٹھا کر وہ اصطبل میں لایا۔ اس کے بعد وہ اپنے گھوڑے پر زین ڈالنے کے بعد ضرورت کا سامان زین کے ساتھ باندھنے لگا تھا۔

زین کے ساتھ سامان باندھتے باندھتے اس کے ہاتھ اچانک رک گئے اس لئے کہ ساتھ والی حویلی میں مطبخ کے اندر کام کرتے ہوئے اسے رحیق کی آواز سنائی دی تھی وہ روتی اور کرب خیز آواز میں عربی میں کوئی نغمہ الاپ رہی تھی جس کا مفہوم کچھ اس طرح تھا۔

تیری ہچکیاں ترنم ، تیری آہ بنے تبسم
کوئی غم نہ تجھ پہ آئے ، تو رہے خوشی مجسم
تیرے عزم میں رفعت ، تیرا نام سربلند ہو
میری رب سے یہ دعا ہے تو رہے سدا تبسم

کچھ دیر بڑے غور سے احمد بن یعلیٰ، رحیق کی آواز کی طرف متوجہ رہا اس کی آنکھیں نمناک ہو گئی تھیں پھر دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گیا تھا۔ گھوڑے کو اس نے دھانہ چڑھا دیا تھا۔ زین ڈالنے کے بعد ضرورت کا سامان اس نے زین کے ساتھ باندھ دیا تھا۔

اتنی دیر تک اپنی حویلی سے رحیق بھی آ گئی تھی۔ زادِ راہ اس نے احمد کے

گھوڑے سے باندھ دیا۔ پانی کی چھاگل بھی بھر کر زین سے باندھ دی پھر انتہائی کرب اور تقریباً روتی ہوئی آواز میں اسے مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''بھائی میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے، میں نے کبھی بھی اپنے ذہن میں یہ بات نہیں آنے دی کہ میں ایک اکلوتے بھائی کی بہن ہوں ..... میں نے ہمیشہ آپ کو اپنا بڑا بھائی خیال کیا ہے ..... میری آپ سے التجا ہے کہ جان بوجھ کر اپنے آپ کو خطرات میں مت ڈالئے گا ..... اپنا خیال رکھئے گا ..... خداوند سے میری دعا ہے کہ آپ کو اس مہم میں کامیاب اور کامران رکھے۔''

احمد بن یعلیٰ نے مسکراتے ہوئے اس کا سر تھپتھپایا پھر اسے ساتھ لے کر اسے اس کمرے میں آیا جس میں اس کا دادا، طبیب خروئی اور یوحنا بیٹھے ہوئے تھے۔ اسے جنگی لباس میں دیکھ کر تینوں کھڑے ہو گئے تھے۔ اس موقع پر خروئی نے احمد کو مخاطب کیا۔

''احمد میرے بیٹے! تمہارا جانا ہمیں کس قدر شاق گزر رہا ہے ..... یہ میں کم از کم الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا ..... میں یہ بھی جانتا ہوں کہ یوحنا اور رحیق تم سے کس قدر پیار کرتے ہیں ..... تمہارے بغیر رہنے کا یہ سوچ بھی نہیں سکتے لیکن جس مہم پر تم نکل رہے ہو بیٹے! میری خداوند سے دعا ہے کہ تم اس مہم میں کامیاب اور کامران لوٹو اور جس طرح پہلے تم تینوں بہن بھائیوں کی طرح زندگی بسر کرتے رہے ہو ایسے ہی نئی زندگی کی ابتداء کرو۔''

خروئی بن واحنہ جب خاموش ہوا تب سلیمان بن فرح نے کچھ سوچا، اپنے دونوں بازو اس نے پھیلا دیئے اور انتہائی کرب خیز کپکپاتی اور روتی ہوئی آواز میں احمد بن یعلیٰ کو مخاطب کیا۔

''احمد ..... احمد ..... میرے بیٹے آ ..... میرے گلے لگ جا .....''

احمد بھاگ کر آگے بڑھا تھا۔ اپنے دادا سے لپٹ گیا تھا۔ سلیمان بن فرح نے کئی بار اس کی پیشانی، اس کے گال چومے، اس کو اپنے ساتھ لپٹایا پھر اس کے کان میں کہنے لگا۔

''میرے بچے اپنا خیال رکھنا ..... میرا دل کہتا ہے تم اس مہم میں کامیاب اور کامران لوٹو گے ..... دونوں جہاں کا مالک اور کائنات کا رب اس مہم میں تیرا محافظ اور تیرا حمایتی ہو۔''

اس کے ساتھ ہی احمد بن یعلیٰ، سلیمان بن فرح سے علیحدہ ہوا، باری باری خروئی بن واحنہ اور یوحنا بن خروئی سے گلے ملا۔ آخر میں وہ رحیق کی طرف بڑھا بے چاری جذبات میں مغلوب ہو کر اس سے لپٹ گئی تھی پھر کپکپاتی ہوئی آواز میں کہنے لگی۔

''بھائی! جو الفاظ میں نے اصطبل میں کہے ہیں، انہیں اپنے ذہن میں محفوظ رکھئے گا ..... اپنے آپ کو ایسے خطرات میں مت ڈالئے گا جو .....''

احمد نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور کہنے لگا۔

''میری بہن! تو فکر مند نہ ہو خداوند نے چاہا تو میں سرخرو ہو کر تیرے پاس آؤں گا اور اپنے دونوں دشمنوں کو ٹھکانے لگانے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔''

اس کے ساتھ ہی احمد باہر نکلا سلیمان بن فرح، خروئی بن واحنہ، یوحنا بن خروئی اور رحیق چاروں اس کے ساتھ تھے۔ اپنا گھوڑا اس نے کھولا، حویلی سے نکلا، گھوڑے پر سوار ہو کر ہاتھ ہلاتے ہوئے جب وہ الوداع کہنے لگا تب رحیق ایک دم حرکت میں آئی، ہاتھ کے اشارے سے احمد کو رکنے کے لئے کہا ساتھ ہی کہنے لگی۔

''بھائی! تھوڑی دیر رکیے گا ..... میں ابھی آتی ہوں۔'' اس کے ساتھ ہی وہ بھاگتی ہوئی اپنی حویلی میں چلی گئی تھی۔

تھوڑی دیر بعد وہ لوٹی اس کے ہاتھ میں ایک کافی بڑی اور سنہری صلیب تھی۔ یہ صلیب اس نے احمد کی طرف بڑھائی اور کہنے لگی۔

''بھائی جن لوگوں سے آپ نے انتقام لینا ہے، انہوں نے بڑے بھائی کے گلے میں جو رقعہ لکھ کر ڈالا تھا ساتھ ہی یہ صلیب بھی بھیجی تھی ..... آپ یہ صلیب اپنے پاس رکھیں دشمن کے علاقے میں داخل ہونے کے بعد اسے گلے میں ڈالئے گا اس طرح آپ کافی حد تک لوگوں کی نگاہوں میں مشکوک ہونے سے بچ جائیں گے۔''

جواب میں احمد بن یعلیٰ تھوڑی دیر تک بڑی مونیت سے مسکراتے ہوئے رحیق کی طرف دیکھتا رہا۔ صلیب لے کر اپنی خرجین میں ڈال دی تھی اس کے بعد اس نے ہاتھ ہلاتے ہوئے الوداع کیا۔ ساتھ ہی گھوڑے کو اس نے ایڑ لگائی اور رات کی تاریکی میں وہ وہاں سے کوچ کر گیا تھا۔

احمد بن یعلیٰ کے تین بھائیوں کو ہلاک کرنے والے دو اشخاص ابن مستنہ اور سرواندو تھے۔ یہ دراصل اُندلس کے سب سے بڑے باغی اور سرکش کے دست راست تھے۔ اس باغی کا نام عمر بن حفصون تھا۔

مسلمانوں کی تاریخ میں تین بڑے بڑے باغی شمار کئے جاتے ہیں اور کچھ مؤرخین نے ان باغیوں کو پہاڑی چوہوں کا نام بھی دیا ہے۔ ان میں سے پہلا مرہٹوں کا پیشوا شیوا جی تھا جس نے اورنگ زیب عالمگیر کے خلاف باغیانہ روش اختیار کی۔ دوسرا مامون الرشید کے دور میں بغاوت کھڑی کرنے والا مجوسی بابک خرمی تھا اور تیسرا اُندلس میں بغاوت کا علم کھڑا کرنے والا عمر بن حفصون تھا۔

عمر بن حفصون جسے تاریخ کے اوراق میں زیادہ تر ابنِ حفصون ہی لکھا گیا ہے اس کا دادا اور خاندان کے دوسرے افراد نصرانی تھے لیکن اس کے دادا نے اسلام قبول کر لیا اور خلیفہ حکم بن عبدالرحمٰن الداخل کے زمانے میں اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ وہ رندہ کے مقام پر آباد ہو گیا تھا۔

ابنِ حفصون کے دادا کا نام جعفر تھا اور اس جعفر کے بیٹے حفص نے محنت اور کفایت شعاری سے بہت دولت جمع کر لی اور آس پاس کے لوگ اس کی دولت کی وجہ سے اس کا احترام کرتے ہوئے اسے حفص کی بجائے حفصون کہہ کر پکارنے لگے۔ ان دو حرفوں کے اضافے سے گویا اس کا نام ایک خطاب بن گیا تھا۔

حفصون کی امن و امان کی زندگی میں شاید کبھی کوئی چیز مخل نہ ہوتی لیکن اس کا بیٹا اس کے قابو سے باہر ہو گیا تھا اور اس کو ہمیشہ پریشان رکھتا تھا۔ یہ لڑکا جو بعد میں تاریخ کے اوراق میں ابنِ حفصون کے نام سے مشہور ہوا انتہا درجہ کا بے ہودہ، مغرور اور مفسد تھا۔ بد مزاج اتنا تھا کہ کسی کی ذرا سی بات سن کر یا ٹیڑھی نظروں سے اور بدلے ہوئے تیور دیکھتے ہی لڑنے مرنے کو تیار ہو جاتا تھا۔

اکثر ایسا ہوتا کہ لڑ کر شاہراہوں پر زخمی پڑا رہتا اور دوسرے لوگ اٹھا کر اسے اس کے باپ کے گھر پہنچا دیتے۔ اس کی شعلہ مزاجی سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ یا تو ایک دن کسی کو جان سے مار دے گا یا خود مارا جائے گا۔

اور بعد میں ہوا بھی یہی کہ ایک روز ایک آدمی سے کسی معمولی سی بات پر الجھ پڑا اور اسے جان سے مار ڈالا۔ اس کا باپ حفصون یہ سمجھ کر کہ بیٹے کو کسی قدر پھانسی سے بچا لے، گھر اور گاؤں چھوڑ کر جہاں اس کا خاندان پچھتر برس پہلے آباد تھا، رندہ کے کوہستانی سلسلوں کے پاس بیشتر کے مقام پر آ کر آباد ہو گیا۔

اس علاقے میں سوائے پہاڑوں اور کوہستانی سلسلوں کے کچھ نہ تھا لہٰذا ابنِ حفصون اپنے گھر سے نکل کر گھاٹیوں اور جنگلوں میں غائب رہنے لگا اور راہزنوں کی صحبت میں پڑ کر راہزن ہو گیا۔

ایک مرتبہ کسی جرم میں گرفتار ہو کر مقامی حاکم کے حکم سے تازیانوں کی سزا پائی۔ اس سزا کے بعد جب گھر آیا تو اس کے بوڑھے باپ حفصون نے یہ خیال کر کے کہ اب وہ پکا بدمعاش اور قزاق ہو چکا ہے اسے گھر سے نکال دیا۔

جب اندلس میں اس کے گزر کی کوئی صورت نہ رہی تو سمندر کا سفر اختیار کیا اور ایک کشتی میں بیٹھ کر افریقہ جا پہنچا۔

یہاں حالتِ آوارہ گردی میں کچھ دن بعد وہ تاہرت کے مقام پر جا پہنچا۔ وہاں اندلس کے علاقے ریہ کا رہنے والا ایک درزی تھا اس سے ملاقات کی اور اس کی دکان میں کام کرنے لگا۔

ایک دن ابنِ حفصون ریہ کے اس درزی کی دکان میں کام کر رہا تھا کہ ایک بوڑھا آدمی دکان میں آیا۔ اس نے درزی کو کچھ کپڑے سینے کے لئے دیئے۔ درزی نے اس بوڑھے کو بیٹھنے کے لئے کہا۔ بوڑھا بیٹھ گیا۔ اِدھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں اور ابنِ حفصون بھی باتوں میں شریک ہو گیا تھا۔

اس بوڑھے نے بڑے غور سے ابنِ حفصون کی طرف دیکھا پھر درزی سے پوچھا۔

''یہ نوجوان آدمی کہاں کا ہے؟''

درزی کہنے لگا۔

''میں ریہ کا رہنے والا ہوں۔ یہ بھی ریہ میں میرا پڑوسی تھا۔ یہاں کام سیکھنے چلا آیا ہے۔''

اس پر اس بوڑھے نے براہِ راست ابنِ حفصون کو مخاطب کیا اور پوچھا۔

''تم ریہ سے کب آئے؟''

ابنِ حفصون کہنے لگا۔ ''یہی کوئی چالیس دن ہوئے ہوں گے۔''

اس پر بوڑھے نے پھر پوچھا۔

''کیا تم نے کبھی بیشتر کا پہاڑی علاقہ دیکھا ہے؟''

ابنِ حفصون جھٹ سے بولا۔

''ہاں ..... میں نے دیکھا ہے۔ اسی علاقے میں تو میرا گھر ہے۔'' ساتھ ہی اس بوڑھے کو مخاطب کر کے کسی قدر فکرمندی سے پوچھا۔ ''کیا اس علاقے میں حالات خراب تو نہیں ہوئے؟''

بوڑھا کہنے لگا۔

''حالات خراب تو نہیں ہوئے لیکن تھوڑے دن ہوئے.....''

یہاں تک کہنے کے بعد بوڑھے نے بات کا رخ بدلا پھر ابنِ حفصون کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''کیا تم ایک ایسے شخص سے جو بیشتر کے قریب ہی رہا کرتا تھا اور ابنِ حفصون اس کا نام تھا، واقف ہو؟''

ابنِ حفصون اپنا نام سنتے ہی زرد پڑ گیا۔ آنکھیں نیچی کر کے کچھ نہ بولا۔ بوڑھے نے بھی ابنِ حفصون کی صورت سے کچھ پڑھنے کی کوشش کی۔ اس موقع پر اس نے دیکھا ابنِ حفصون کا ایک دانت ٹوٹا ہوا تھا۔ وہ بوڑھا خود بھی اندلس کا رہنے والا تھا اور وہ اندلس میں رہتے ہوئے ابنِ حفصون کے جرائم اور اس کے عزائم سے واقف تھا اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ ابنِ حفصون اندلس سے افریقہ بھاگ چکا ہے۔

اس بوڑھے کو باپ کے اس نافرمان بیٹے اور پہاڑی راہزن میں ایک ایسی صورت نظر آ رہی تھی جو کسی وقت بھی وہاں کے مقامی لوگوں کا راہنما بننے کی اہلیت رکھتا تھا۔

ابنِ حفصون کے چپ ہو جانے سے اور اس کی رنگت زرد ہو جانے پر اور اس

کے ٹوٹے ہوئے دانت کو دیکھتے ہوئے اس بوڑھے نے اندازہ لگا لیا کہ یہی ابنِ حفصون ہے۔ بوڑھا اندلس میں مسلمانوں کی حکومت کے خود خلاف تھا لہٰذا ابنِ حفصون کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''یہاں رہتے ہوئے تمہاری تنگ دستی دور نہ ہو گی۔ اپنے وطن کی راہ لو، اپنے ملک میں پہنچ کر تم اندلس کے حکمران طبقہ بنو امیہ کے حق میں ایک قہر ثابت ہو سکتے ہو۔''

ابنِ حفصون جان گیا تھا کہ بوڑھے کو اس کی اصلیت کی خبر ہو گئی ہے لہٰذا اسے اندیشہ ہوا کہ کہیں افریقہ میں اُسے اندلس کا باغی خیال کر کے گرفتار ہی نہ کر لیا جائے لہٰذا افریقہ سے نکل کر اس نے پھر اندلس کا رخ کا۔

اب اسے اپنے باپ کے گھر جانے کی ہمت نہ ہوئی لہٰذا اپنے ایک چچا کے گھر چلا گیا اور وہاں جتنی باتیں افریقہ میں اس بوڑھے نے کہی تھیں وہ سب اپنے چچا سے بیان کیں۔ اس کا چچا اعتقاد کا ضعیف مگر ہمت کا مضبوط تھا۔ افریقہ کے بوڑھے کے الفاظ سے اسے یقین ہو گیا اور اپنے بھتیجے حفصون کو صلاح دی کہ وہ اندلس میں مسلمانوں کے خلاف بغاوت کھڑی کر دے۔ چچا نے یہ بھی یقین دلایا کہ جہاں تک میرے امکان میں ہو گا میں تمہاری مدد کروں گا۔ چچا ایک بہت بڑا کاشت کار تھا اور اس کے بہت سے خدام تھے جو اس کے لئے کاشت کاری کرتے تھے۔ ان سب کو رقم دے کر بھی ابنِ حفصون کے چچا نے اس کے ساتھ کر دیا۔ اس طرح ابنِ حفصون نے اپنے چچا کی رقوم سے لشکر تیار کرنا شروع کر دیا۔

ابنِ حفصون کی خوش قسمتی کہ اس کے قریب ہی بشتر نام کا قلعہ تھا۔ یہ قلعہ ایک کوہستانی سلسلے کی چوٹی پر تھا اور ان دنوں کسی قدر شکستہ حالت میں تھا۔ مگر اس کی درستگی اور مرمت میں زیادہ دقت پیش نہ آئی۔

ابنِ حفصون نے اس کی مرمت کا کام شروع کر دیا۔ اس کے علاوہ آس پاس کے قزاق اور بلوائی بھی اس کے پاس جمع ہونا شروع ہو گئے۔

اس قلعے کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ ایک پہاڑ کی بلند چٹان پر تھا۔ مشرق اور جنوب کی سمتوں میں سے اس چٹان کے پہلو زمین سے اس طرح سیدھے اٹھے ہوئے تھے کہ حملہ آور اس سمت سے کسی بھی صورت اوپر نہ پہنچ سکتا تھا۔

قلعے کا موقع اس وجہ سے اور بھی اچھا تھا کہ اس کے اطراف میں ہموار اور مزروعہ زمینیں کافی تھیں اور ابنِ حفصون وہاں کے کاشت کاروں پر حملہ آور ہو کر ضروریات کا سامان حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ ان سے مویشی بھی چھین کر اپنے ساتھیوں کی گزر بسر احسن طریقے سے کر سکتا تھا۔

شروع میں ابنِ حفصون نے اسی قسم کی لوٹ مار اور راہزنی پر اکتفا کیا لیکن کچھ دنوں بعد قزاقی کے پیشے کو اپنی شان کے خلاف سمجھا کیونکہ اب اس کے گروہ کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی تھی۔ بہت سے لوگ جو اچھی صحبت سے نکل کر بری صحبت میں رہنا چاہتے تھے وہ اس کے پاس آ کر جمع ہو گئے۔ اس کے علاوہ اندلس کے مختلف شہروں میں جس قدر جرائم پیشہ لوگ تھے اور جو حکومت کی گرفت سے بچنا چاہتے تھے وہ بھی گروہ در گروہ ابنِ حفصون کے پاس جمع ہونا شروع ہو گئے تھے۔ اس طرح ابنِ حفصون کے پاس ایک خاصا بڑا لشکر جمع ہو گیا تھا۔

ان دنوں اندلس کا حکمران امیر محمد تھا۔ اس نے جب ابنِ حفصون پر حملے کرنے شروع کئے تو آس پاس کے چھوٹے لشکروں کو تو ابنِ حفصون نے شکست دی لیکن جب امیر محمد خود حملہ آور ہونا شروع ہوا تو ابنِ حفصون مجبور ہو گیا اور سلطنت کے وزیر ہاشم کے ذریعے اس نے ہتھیار ڈال دیئے اور کچھ ساتھیوں کو اس نے منتشر کر دیا اور کچھ ساتھیوں کے ساتھ وہ قرطبہ شہر کے امیر کی خدمت میں حاضر ہوا اور امیر محمد نے اسے اپنے لشکر میں شامل کر لیا۔

لیکن بدبختی کی بات یہ تھی کہ ابنِ حفصون کو لوٹ مار، قتل و غارت کی چاٹ لگ چکی تھی لہٰذا ایک بار پھر وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر قرطبہ سے بھاگ گیا۔ جن ساتھیوں کو اس نے منتشر کیا تھا انہیں بھی دوبارہ اپنے قلعے بیشتر میں جمع کر لیا۔ امیر محمد کو ابنِ حفصون کی اس حرکت پر بڑا غصہ آیا۔ لہٰذا اس نے اپنے بیٹے منذر کو اس پر حملہ آور ہو کر اسے راہِ راست پر لانے کے لئے مقرر کیا۔

امیر محمد کے بیٹے منذر اور ابنِ حفصون کے ساتھیوں کے درمیان گھمسان کا رن پڑا۔ منذر نے ابنِ حفصون اور اس کے ساتھیوں کو کھنگال کر رکھ دیا۔ منذر نے جان لیوا حملے کرتے ہوئے ابنِ حفصون کے ان گنت ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور ان لڑائیوں میں ابنِ حفصون بھی کافی زخمی ہوا۔ اس کے ایک ہاتھ کا حصہ بھی کٹ

گیا۔ جب اس نے دیکھا کہ اگر جنگ اسی طرح جاری رہی تو منذر اس کے علاوہ اس کے ساتھیوں کو بھی کاٹ کر رکھ دے گا لہٰذا شکست قبول کرتے ہوئے بھاگا اور اپنے پہاڑی قلعے بیشتر میں جا کر محصور ہو گیا۔

منذر چاہتا تھا کہ ابنِ حفصون کے تعاقب میں اس کے قلعے تک جا پہنچے لیکن اسی دوران قرطبہ سے بری خبر آئی کہ اندلس میں مسلمانوں کی سلطنت کا حکمران امیر محمد انتقال کر گیا۔ لہٰذا منذر اپنے باپ کے مرنے کی خبر سن کر اس مہم کو ادھورا چھوڑ کر قرطبہ چلا گیا۔ اپنے باپ کے مرنے کے بعد منذر اندلس کا حکمران ہوا۔ اسے چند ماہ لشکر کو استوار کرنے اور سلطنت کا نظم و نسق درست کرنے میں لگ گئے اور اس دوران میں ابنِ حفصون نے خوب طاقت اور قوت پکڑ لی۔ اپنے پَر پھیلاتے ہوئے ابنِ حفصون نے البیرہ اور جیان کے بہت سے علاقوں کو بھی اپنی گرفت میں لے لیا۔

اپنے حالات درست کرنے کے بعد نیا حکمران منذر بن محمد ابنِ حفصون کے خلاف حرکت میں آیا۔ تابڑ توڑ ابنِ حفصون پر حملہ آور ہوتے ہوئے البیرہ اور جیان کے علاقے اس سے خالی کروا لئے اور کئی مواقع پر اسے بدترین شکستیں دے کر بھاگ جانے پر مجبور کر دیا۔

آخر آگے بڑھ کر خلیفہ منذر نے ابنِ حفصون کے قلعے کا محاصرہ کر لیا اور محاصرہ ایسی سختی اور شدت کے ساتھ کیا کہ ابنِ حفصون نے ہتھیار ڈال دیئے اور صلح پر آمادہ ہوا۔

صلح نامہ تحریر ہونے کے بعد ابنِ حفصون امیر منذر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ منذر اس وقت ابنِ حفصون کے قلعے بیشتر کے نزدیک ہی ایک جگہ قیام کئے ہوئے تھا۔ امیر کی خدمت میں حاضر ہو کر ابنِ حفصون نے عرض کی۔

''میرے حال پر اتنی عنایت فرمائیں کہ ایک سو خچر مجھے مہیا کر دیں تاکہ بیشتر نام کے قلعے میں جو میرا سامان ہے میں اپنا سامان ان خچروں پر لاد کر نکلوں اور قلعہ آپ کے حوالے کر دوں۔''

ابنِ حفصون کیونکہ نو مسلم تھا لہٰذا خلیفہ منذر اس پر سختی بھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کی اس درخواست کو منظور کر لیا اور اسے سو خچر مہیا کر دیئے۔ ساتھ ہی ابنِ حفصون نے یہ بھی گزارش کی کہ وہ اپنے لشکر کا ایک حصہ اس کے ساتھ کر دیں تاکہ وہ قلعے پر

قابض ہو جائے۔

اس طرح خلیفہ منذر نے سو خچروں کے علاوہ اپنے لشکر کا ایک حصہ بھی ساتھ کر دیا جسے ابنِ حفصون لے کر اپنے قلعے بیشتر کی طرف روانہ ہوا۔

لیکن ابنِ حفصون نے بد دیانتی سے کام لیا۔ قلعے کے پاس جا کر اس نے اپنے مسلح جوانوں کو مخصوص اشارہ کیا۔ وہ امیر منذر کے لشکر پر حملہ آور ہوئے، ان کا خاتمہ کر دیا اور خچروں کو لے کر قلعے میں داخل ہو گئے۔ اس طرح ابنِ حفصون ایک بار پھر اپنے قلعے میں محصور ہو گیا۔

ابنِ حفصون کی اس دغا بازی پر خلیفہ منذر کو بہت طیش آیا اور قسم کھا لی کہ وہ بیشتر پر زوردار انداز میں حملہ آور ہو گا اور اس وقت تک محاصرہ نہیں اٹھائے گا جب تک ابنِ حفصون مغلوب نہ ہو جائے۔

لیکن حالات کی ستم ظریفی کہ اسی دوران منذر ہلاک ہو گیا اور اس کی جگہ اس کا چھوٹا بھائی عبداللہ اندلس کا امیر منتخب ہوا۔ اس طرح ابنِ حفصون نے مختلف حکمرانوں کے دور میں اپنی بغاوت کا سلسلہ جاری رکھا۔

اپنی حالت سنبھالنے کے بعد امیر عبداللہ بھی ابنِ حفصون کے خلاف حرکت میں آیا۔ بہت سے مواقع پر امیر عبداللہ نے ابنِ حفصون کو شکستیں دیں اور پھر ابنِ حفصون کے ساتھ رفتہ رفتہ امیر عبداللہ کی جنگیں عام ہو گئیں۔ آخر دونوں کے درمیان فیصلہ کن معرکے کی نوبت آ گئی۔ امیر عبداللہ اور ابنِ حفصون اپنی پوری طاقت اور قوت کو لے کر ایک دوسرے کے خلاف صف آرا ہو گئے تھے اور انہوں نے ایک دوسرے پر زوردار حملے شروع کر دیئے تھے۔

کہتے ہیں جس وقت امیر عبداللہ اور ابنِ حفصون کے لشکریوں کے درمیان جنگ کی ابتداء ہوئی اس وقت امیر عبداللہ بلند آواز میں قرآنِ مقدس کی وہ آیات پڑھ رہا تھا جن کا ترجمہ کچھ اس طرح تھا۔

''کسی کو اپنے لڑنے والوں کی تعداد، آلاتِ حرب اور شجاعت پر اعتماد ہے اور مجھ کو صرف خدائے واحدہٗ لاشریک پر بھروسہ ہے۔''

آخر امیر عبداللہ اور ابنِ حفصون کے درمیان گھمسان کی جنگ ہوئی جس کے نتیجے میں امیر عبداللہ نے ابنِ حفصون کو بدترین شکست دی اور ابنِ حفصون اور اس

کی پیٹھ دکھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

اسی دوران ابنِ حفصون کو دو اشخاص سے بڑی طاقت اور قوت ملی۔ ایک کا نام ...اندو اور دوسرے کا نام ابن مستنہ تھا۔ سرواندو قرطبہ کا ایک تو مسلم تھا اور قرطبہ میں ...بڑی اہمیت حاصل تھی۔ جبکہ ابنِ مستنہ پہلے ہی سے ابنِ حفصون کا ساتھی تھا لہٰذا ...نے اپنے طور پر بھی بہت سے لشکری جمع کر کے ایک طرح سے ابنِ حفصون کی ...اور قوت میں اضافہ کر دیا تھا۔

امیر عبداللہ کی بدبختی کہ جن دنوں ابنِ حفصون، ابنِ مستنہ اور سرواندو تینوں مل ...اس کے خلاف حرکت میں آئے ان دنوں امیر عبداللہ کے خلاف اندلس میں جگہ ...بغاوتیں اٹھ کھڑی ہوئی تھیں اور اس کی حکومت ایک طرح سے قرطبہ اور اس کے ...و نواح میں محدود ہو کر رہ گئی تھی۔

اس کے علاوہ بڑا حادثہ یہ رونما ہوا کہ ابنِ حفصون، سرواندو اور ابنِ مستنہ تینوں ...مسلم تھے، اسلام سے منحرف ہو کر پھر عیسائیت میں چلے گئے اور کھل کر مسلمانوں ...خلاف انہوں نے قتل و غارت گری کی کارروائیاں شروع کر دی تھیں۔

امیر عبداللہ جگہ جگہ سازشوں کو ختم کرتے ہوئے خود ختم ہو گیا اور اس کے بعد ...کا پوتا امیر عبدالرحمٰن الثالث ایک طرح سے اندلس نہیں بلکہ قرطبہ کا حکمران ہوا۔

امیر عبدالرحمٰن الثالث جواں مرد، دراز قد اور خوب صورت انسان تھا۔ حکمران ...ہی اس نے اپنے دادا امیر عبداللہ کی پیچیدہ اور تذبذب تدبیر سیاست کی جگہ ایک ...ہاک اور بالکل پاک صاف طرزِ عمل اختیار کیا جس میں استقلال اور مضبوطی ...چیزیں موجود تھیں۔ سب سے پہلے آس پاس کے باغیوں کی طرف امیر ...الرحمٰن الثالث نے توجہ دی اور بڑے بڑے باغیوں کو اس نے کھنگال کر اپنے ...سامنے جھکنے پر مجبور کر دیا۔ امیر عبدالرحمٰن میں ایسی خوبیاں موجود تھیں جن سے رعایا کو ...شاہ کے ساتھ وابستگی اور بادشاہ پر بھروسہ پیدا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ امیر عبدالرحمٰن ...رعایا کا دل رکھنے، شاہانہ کروفر دکھانے اور حکومت کے فن میں بڑا تاک تھا۔ جس ...وہ اپنے لشکریوں کے اندر موجود ہوتا تو ایسی گفتگو کرتا کہ حاضرین کے قلب اس ...حرکات اور سکنات سے مسخر ہو جاتے تھے۔ اس کے علاوہ فرماں روا کی شان امیر ...الرحمٰن کی ہر ادا سے ظاہر ہوتی تھی۔ جو شخص قریب ہوتا، اس کی لیاقت، قابلیت،

اس کی ہمت، حُسنِ اخلاق، مروت اور رعایا پروری کی تعریف کرتا۔

حکمران بنتے ہی اس نے رعایا پروری کا پہلا ثبوت یہ پیش کیا کہ محصول بالکل کم کر دیئے۔ ضرورت مندوں کی دیکھ بھال کی۔ غرض یہ کہ امیر عبدالرحمٰن جب اندلس کا حکمران بنا تو اسپین کے بڑے بڑے شہروں کے لوگ اس کی شہرت، اس کی جوانمردی اور ہمت کی وجہ سے اسے دیکھنے کے منتظر رہتے اور انتظار کرتے کہ کب امیر الا کے شہر میں آتا ہے۔

امیر عبدالرحمٰن آندھی اور طوفان کی طرح باغیوں کے خلاف حرکت میں آیا۔ ا سے پہلے اس کے دادا کی حکومت صرف قرطبہ شہر کے گرد و نواح تک محدود تھی لیکن امیر عبدالرحمٰن نے اپنی سلطنت کو خوب وسعت دی۔ ہر باغی کا خاتمہ کیا۔ یہاں تک کہ ابنِ حفصون بھی اس کے دور میں اپنے انجام کو پہنچ گیا۔

ابنِ حفصون نے اپنے پیچھے چار بیٹے اور ایک بیٹی چھوڑی تھی۔ ابنِ حفصون کے بعد اس کا بیٹا سلیمان اس کے قلعے کا مالک ہوا لیکن اس کا خاتمہ کر دیا گیا۔ اس کے خاتمے کے بعد اس کا بھائی حفص اپنے باپ کے قلعے کا حاکم ہوا لیکن اب اس باغی خاندان پر تباہی کا نزول شروع ہو چکا تھا۔ امیر عبدالرحمٰن الثالث نے بشتر کا محاصرہ کیا اور مصمم ارادہ کر لیا کہ جب تک قلعہ فتح نہ ہو جائے گا محاصرہ نہیں اٹھائے گا۔

امیر عبدالرحمٰن نے مٹی کے اونچے اونچے مورچے اور پشتے قلعہ بشتر کے اطراف چاروں طرف قائم کئے۔ قریب ہی ایک برباد شدہ پرانے دور کا قلعہ تھا، اس کی مرمت کروائی اور وہاں اپنے لشکریوں کے آرام اور سکون کا اہتمام بھی کیا۔

ابنِ حفصون کا بیٹا حفص اور اس کے لشکری زیادہ دن امیر عبدالرحمٰن کے حملوں کا مقابلہ نہ کر سکے۔ امیر نے بشتر بزورِ قوت فتح کر لیا۔ حفص اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کر کے قرطبہ بھیج دیا گیا۔ وہاں حفص نے معافی مانگ لی اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ امیر عبدالرحمٰن کے لشکر میں شامل ہو گیا۔

ابنِ حفصون کا تیسرا بیٹا جعفر مارا گیا جبکہ اس کے چوتھے بیٹے عبدالرحمٰن نے اطاعت قبول کر لی اور امیر عبدالرحمٰن سے معافی مانگتے ہوئے اس نے قرطبہ شہر میں رہائش اختیار کر لی تھی۔

اب باقی ابنِ حفصون کی بیٹی رہ گئی تھی جس کا نام ارجنتا تھا۔ یہ بڑی متعصب

لی تھی۔ ہر وقت مسلمانوں کے خلاف زہر اُگلتا اس نے اپنا وطیرہ بنا لیا تھا اور اس رم میں وہ بھی اپنے بد انجام کو پہنچ گئی تھی۔ اس طرح ابنِ حفصون اور اس کے ندان کا تو خاتمہ ہوا جبکہ سرواندو اور ابنِ مستنہ دونوں اپنی جانیں بچا کر شمال کی یسائی مملکتوں کی طرف بھاگ گئے تھے کیونکہ سلیمان بن فرح کے بڑے پوتے نے ابن مستنہ اور سرواندو کو کئی مقام پر نقصان پہنچایا تھا لہٰذا دھوکا دہی سے دونوں نے سے قتل کر دیا اور خود شمال کی طرف بھاگ گئے۔ اس کے بعد اس کا دوسرا بھائی انتقام لے لئے نکلا، اس کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ پھر تیسرے کا بھی خاتمہ انہوں نے کر دیا اور اب چوتھا بھائی احمد بن یعلیٰ ان دونوں شیطانی گماشتوں سے نمٹنے کے لئے نکلا تھا۔

ایک روز سہ پہر کے قریب احمد بن یعلیٰ اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا خجندہ نام کی بستی کے نواحی کوہستانی سلسلے کے پاس نمودار ہوا تھا۔ یہ بستی لیون نام کی عیسائی مملکت میں شامل تھی۔ اس کو لیون کے ساتھ ساتھ لیونش کہہ کر بھی پکارا جاتا تھا۔ یہ شمالی اندلس میں واقع تھی اور اس کے دارالحکومت کا نام بھی لیون ہی تھا۔

اس کے شمال میں اویدو کا عالقہ پڑتا تھا۔ مشرق میں بلنیہ، جنوب میں سمورہ اور مغرب میں گ کا علاقہ پڑتا تھا۔

عیسائیوں کی اس مملکت کے بیچ میں ایک بڑا کوہستانی سلسلہ بھی تھا جسے جبلِ لیون کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ قدیم دور میں یہاں کے پہاڑوں سے سونا نکالا جاتا تھا جو بعد میں ختم ہو گیا۔ اس مملکت کا بہت کم علاقہ آباد تھا۔ بڑے شہر صرف دو شمار کئے جاتے تھے۔ ایک کو اشتورقہ یا استورقہ اور دوسرے کو لیون کہتے تھے۔ اس مملکت کے اندر دو بڑے دریا بہتے تھے۔ ایک دریائے مینہ اور دوسرا دریائے دوہرہ۔

اندلس کی اسلامی فتوحات کے بعد جو عیسائی حکومتیں اندلس کے شمال میں یا شمال مغرب میں رفتہ رفتہ پیدا ہونی شروع ہوئی تھیں ان میں لیون کی عیسائی حکومت سب سے پہلے تھی۔ اس حکومت کی حدود مختلف وقتوں میں مختلف رہی ہیں۔

اس مملکت کے مرکزی شہر لیون کے دو حصے تھے۔ ایک پرانا اور ایک نیا۔ پرانے شہر کے گرد ایک فصیل تھی۔ 540ء میں اس پر شمال کی طرف سے آنے والی وحشی قوم قوطی نے قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد 717ء میں مسلمان اس پر قابض ہو گئے تھے۔

یہاں تک کہ 742ء میں عیسائیوں نے پھر اس علاقے پر قبضہ کر لیا۔ ایک مدت تک مسلمانوں اور لیون کے عیسائیوں میں چپقلش اور جنگیں جاری رہیں۔ عیسائیوں کی قوت اس علاقے میں بڑھتی رہی۔ دسویں صدی عیسوی کے شروع میں شہر لیون عیسائی حکومت لیون کا دارالحکومت قرار پایا تھا اور 996ء میں اندلس کے مسلمان

حکمران محمد بن ابی عامر المنصور نے اس شہر اور اس کے علاقے کو فتح کرتے ہوئے مسلمانوں کی مملکت میں شامل کر لیا تھا لیکن بعد میں پھر شمال کی طرف سے آنے والے نصرانی اس پر قابض ہو گئے کیونکہ یہ جگہ ایسے مقامات پر تھی جس کو مسلمان بار بار فتح کرتے تھے مگر وہاں قیام زیادہ نہ رکھتے تھے۔

✲

خجندہ نام کی اس بستی کے نواحی کوہستانی سلسلے کے قریب جا کر احمد نے اپنے گھوڑے کو روک دیا۔ اس وقت اس کے گلے میں سنہری صلیب لٹک رہی تھی۔ کچھ دیر تک وہ اس کوہستانی سلسلے کا جائزہ لیتا رہا۔ اس نے دیکھا کوہستانی سلسلے کے اوپر اور اس کی تدریجی ڈھلانوں میں بہت سے ریوڑ چر رہے تھے۔ اچانک احمد بن یعلیٰ کی نگاہ ایک تیرہ چودہ برس کے بچے پر پڑی۔ وہ ایک پتھر پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی اور وہ بڑے غور سے احمد کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ احمد نے ہاتھ کے اشارے سے جب اسے اپنی طرف بلایا تو وہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور ڈھلان پر بڑی تیزی سے بھاگتا ہوا نیچے اترا اور احمد کے پاس آن کھڑا ہوا۔

وہ بچہ سہما سہما، ڈرا ڈرا سا تھا۔ احمد نیچے اترا، بڑے پیارے انداز میں بچے کے سر پر ہاتھ رکھا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''کیا تُو اس کوہستانی سلسلے میں اپنا ریوڑ چرا رہا ہے؟''

بچے نے جب دیکھا کہ وہ سوار اس کے لئے نقصان کا باعث نہیں بن رہا، بڑی محبت اور چاہت کے ساتھ اس کے ساتھ پیش آ رہا ہے تب اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا، چہرے پر تبسم بھی نمودار ہوا پھر بڑی اپنائیت سے کہنے لگا۔

''آپ کا اندازہ درست ہے ..... میرا ایک چھوٹا سا ریوڑ ہے جو میں اس کوہستانی سلسلے میں چراتا ہوں۔''

احمد نے پھر اسے مخاطب کیا۔

''کیا تمہارا کوئی بڑا بھائی نہیں جو ریوڑ کو چرائے؟''

اس سوال پر وہ بچہ کسی قدر افسردہ اور سوگوار ہو گیا تھا، کہنے لگا۔

''میں ایک ہی ہوں ..... میرا دوسرا کوئی بھائی نہیں ہے۔ ایک چھوٹی بہن ہے۔ میرے ماں باپ بوڑھے ہو چکے ہیں۔ چونکہ انہیں اولاد آخری عمر میں ملی تھی اس بناء

پر یہ ریوڑ مجھے ہی چرانا پڑتا ہے۔''

احمد نے کچھ سوچا، پھر اس کا گال تھپتھپاتے ہوئے کہنے لگا۔

''کیا اس کوہستانی سلسلے میں کوئی ایسا چرواہا بھی ہے جس کا نام مازران ہو؟''

بچہ اس بار پہلے کی نسبت زیادہ پُرسکون انداز میں کہنے لگا۔

''ہاں ..... مازران اسی کوہستانی سلسلے کے اندر اپنا ریوڑ چراتا ہے۔'' پھر وہ مڑا اور کوہستانی سلسلے کے اوپر بیٹھے ہوئے ایک شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''وہ اوپر جو پتھر پر شخص بیٹھا ہوا ہے وہی مازران ہے۔''

اس چھوٹے اور ننھے چرواہے کے اس جواب پر احمد بن یعلیٰ خوش ہو گیا تھا۔ ایک بار پھر اس کی پیٹھ تھپتھپائی اور کہنے لگا۔

''کیا تم جانتے ہو کہ اس مازران کے ہاں کسی ایسے شخص نے قیام کر رکھا ہو جس کا نام مستنہ ہو، اس کے ساتھ اس کا ایک ساتھی بھی ہو جس کا نام سرواندو ہے۔''

وہ بچہ اب کسی قدر پُرسکون اور بے فکر ہو گیا تھا، بغیر کسی توقف کے کہنے لگا۔

''آپ کا اندازہ درست ہے۔ اس نام کے دونوں اشخاص پہلے مازران کے ہاں ہی قیام کئے ہوئے تھے اس لئے کہ ان میں جو ابنِ مستنہ ہے وہ مازران کا عزیز اور رشتہ دار ہے اور جہاں تک سرواندو کا تعلق ہے تو وہ بھی پہلے یہیں قیام رکھتا تھا لیکن اب وہ یہاں سے شمال کی طرف جا چکا ہے۔ کہاں گیا ہے اس کی مجھے خبر نہیں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد وہ بچہ خاموش ہو گیا۔ جواب میں احمد نے کچھ سوچا پھر اس بچے کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''دیکھ میرے عزیز! تُو کوہستانی سلسلے کے اوپر نہ جانا، یہیں کھڑے رہنا۔ میں ذرا مازران کے پاس جاتا ہوں۔ میں نے اس سے ایک رقم لینی ہے۔ اگر رقم مل گئی تو اس میں سے تجھے کچھ دیتا جاؤں گا اور پھر اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جاؤں گا۔''

احمد کے ان الفاظ پر وہ بچہ خوش ہو گیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی جب احمد جست لگاتے ہوئے اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور گھوڑے کو ایڑ لگا کر اس نے کوہستانی سلسلے کے اوپر چڑھنا شروع کیا تو وہ بچہ وہیں ایک پتھر پر بیٹھ گیا تھا۔

اپنے گھوڑے کو ایڑ پر ایڑ لگاتا ہوا احمد کوہستانی سلسلے کے اوپر اس جگہ پہنچ گیا

جہاں ایک شخص بڑے چٹان نما پتھر پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کے سامنے ڈھلوانوں پر ان گنت بھیڑ بکریاں چر رہی تھیں۔ جونہی احمد اس کے قریب ہوا اسے دیکھتے ہی فکرمندی کے انداز میں وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ خوف زدہ اور سہمے سہمے انداز میں احمد کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ احمد اس کے قریب جا کر اپنے گھوڑے سے اترا، اس چرواہے کے قریب گیا پھر انتہائی نرم آواز میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اگر میں غلطی پر نہیں تو تمہارا نام مازران ہے؟''

وہ شخص فکرمندی کے انداز میں احمد کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''آپ کا اندازہ درست ہے ..... میرا نام مازران ہی ہے ..... کیا میں جان سکتا ہوں کہ آپ کون ہیں، مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟''

احمد پیچھے ہٹا، اپنے گھوڑے کی زین سے لٹکتی ہوئی ایک چھوٹی خرجین اتار کر اس نے اپنے کندھے سے لٹکا لی اور دوبارہ مازران کے پاس آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''دیکھ مازران! تمہیں مجھ سے ڈرنے، فکر مند ہونے اور خوف کھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ میں نہ تمہارا دشمن ہوں نہ تمہیں کسی قسم کا نقصان پہنچانا چاہتا ہوں ..... لیکن جو میں پوچھوں اس کا جواب سچائی پر رہتے ہوئے دینا۔ جھوٹ بولو گے تو میں تمہاری گردن کاٹنے میں تاخیر سے کام نہیں لوں گا۔''

احمد کے ان الفاظ پر مازران لرزنے کانپنے لگا تھا۔ خوف زدہ انداز میں ٹکٹکی باندھے احمد کی طرف دیکھ رہا تھا، کچھ کہنا چاہتا تھا کہ احمد نے پھر اسے مخاطب کیا۔

''اگر کوئی آواز نکالنا چاہی، کسی کو مدد کے لئے پکارا یا کوئی ایسی حرکت کی جو میرے لئے ناپسندیدہ ہوئی تو یاد رکھنا میں یہیں کھڑے کھڑے تمہاری گردن کاٹ کر چلا جاؤں گا اور کسی کو خبر تک نہیں ہو گی کہ کس نے تمہارا خاتمہ کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک جھٹکے کے ساتھ احمد نے اپنی بھاری اور چوڑے پھل کی تلوار نکال لی تھی۔ تلوار کی چمک دیکھتے ہوئے مازران مزید سہم گیا تھا۔

احمد نے اسے پھر مخاطب کیا۔

''جہاں بیٹھے ہوئے تھے، وہیں بیٹھ جاؤ۔''

مازران چپ چاپ بیٹھ گیا۔ احمد نے پھر اسے مخاطب کیا۔

''میرا تم سے پہلا سوال یہ ہے کہ کیا ابنِ مستنہ اور سرواندو دونوں نے تمہارے ہاں قیام کیا ہوا ہے؟''

مازران نے لمحہ بھر کے لئے بڑی بے بسی کے عالم میں اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''میں جھوٹ نہیں بولوں گا ..... ابنِ مستنہ میرا عزیز اور رشتہ دار ہے۔ جبکہ سرواندو کے ساتھ میرا کوئی تعلق، رابطہ یا رشتہ نہیں ہے۔ ان دونوں نے میرے ہاں ہی قیام کیا ہوا تھا۔ اب چند دن پہلے سرواندو یہاں سے شمال کی طرف چلا گیا ہے جبکہ ابنِ مستنہ ابھی تک میرے پاس ہی قیام کئے ہوئے ہے۔''

مازران کے اس جواب پر احمد کسی قدر خوش اور مطمئن ہو گیا تھا، دوبارہ اسے مخاطب کیا۔

''میرا دوسرا سوال تم سے یہ ہے کہ سرواندو اس وقت کہاں گیا ہے؟''

مازران پھر سہمے سہمے سے انداز میں بول اٹھا۔

''شمال میں بنبلونہ نام کا ایک شہر ہے۔ اس کے شمال میں شہر کے بالکل قریب ایک بہت بڑا گرجا ہے، اس گرجے میں جو پادری ہے وہ سرواندو کا رشتہ دار ہے۔ اور سرواندو نے اسی کے پاس قیام کر لیا ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد مازران خاموش ہو گیا۔ احمد نے پھر اسے مخاطب کیا۔

''تم نے چونکہ سچ بولا ہے لہٰذا میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔''

جواب میں کپکپاتی ہوئی آواز میں مازران پھر بول اٹھا۔

''اگر میرا اندازہ غلط نہیں تو میں کہہ سکتا ہوں کہ تمہارا تعلق قرطبہ شہر کے رہنے والے ایک شخص سلیمان بن فرح کے پوتوں سے ہے۔''

احمد نے غور سے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''یہ اندازہ تم نے کس طرح لگا لیا؟''

مازران اس بار ذرا پُرسکون انداز میں کہنے لگا۔

''یہ اندازہ میں نے اس لئے لگایا ہے کہ یہ ابنِ مستنہ اور سرواندو دونوں سلیمان بن فرح کے پوتوں کے قاتل ہیں۔ پہلے سلیمان بن فرح کے ایک پوتے کو قتل کیا، اس کے ساتھ ان کی کوئی ذاتی دشمنی تھی۔ اپنے بھائی کا انتقام لینے کے لئے جب اس کا دوسرا بھائی ان سرزمینوں کی طرف آیا تو دھوکہ دہی سے کام لیتے ہوئے ان دونوں نے اس کا کام تمام کر دیا۔ اس کے بعد تیسرا بھائی گزشتہ دنوں ان سرزمینوں کی طرف آیا۔ ان ظالموں نے اسے بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اسی کوہستانی سلسلے میں میری آخری مرنے والے بھائی سے ملاقات ہوئی تھی اور مجھ سے ہی اس نے ابنِ مستنہ اور سرواندو کا پوچھا۔ اتنی دیر تک وہ دونوں بھی یہاں آ گئے۔ ابنِ مستنہ اور سرواندو کے ساتھ ان کے کچھ ساتھی بھی تھے۔ مرنے والے نے ڈٹ کر ان کا مقابلہ کیا۔ ابنِ مستنہ اور سرواندو کے کچھ ساتھیوں کو اس نے موت کے گھاٹ بھی اتار دیا۔ آخر ابنِ مستنہ اور سرواندو دونوں نے اسے گھیر کر اس کا خاتمہ کرنا چاہا، اسے بری طرح زخمی کیا۔ پھر اس کے گلے میں اس کے خون سے ایک پیغام لکھا، ساتھ ایک صلیب بھی رکھی۔ پھر اس کے گھوڑے کو قرطبہ کی طرف بھگا دیا۔ اس کے بعد کیا ہوا مجھے کچھ خبر نہیں۔''

مازران جب خاموش ہوا تب احمد کہنے لگا۔

''اس کے بعد کیا ہوا میں تمہیں بتاتا ہوں۔ ہوا یوں کہ اس تیسرے بھائی کی لاش بھی قرطبہ شہر میں سلیمان بن فرح کے پاس پہنچ گئی۔''

مازران پھر کانپنے لگا تھا۔ کپکپاتی ہوئی آواز میں کہنے لگا۔

''میرا دل کہتا ہے ابنِ مستنہ کی موت اس کے سر پر منڈلانے لگی ہے۔ اگر میرا اندازہ غلط نہیں تو تم ان مرنے والوں کے بھائی ہو۔ عمر میں ابھی بالکل کم عمر ہو، نوعمر ہو لیکن چہرے کے نقش اس شخص سے ملتے ہیں جسے میں نے اس کوہستانی سلسلے میں دیکھا تھا جسے مستنہ اور سرواندو نے بری طرح زخمی کیا تھا۔

مازران کے ان الفاظ کے جواب میں دکھ بھرے انداز میں احمد کہنے لگا۔

''تمہارا اندازہ درست ہے ..... میں مرنے والے تینوں کا سب سے چھوٹا بھائی ہوں ..... ابنِ مستنہ اور سرواندو دونوں سے انتقام لئے بغیر ان سرزمینوں سے لوٹ کر نہیں جاؤں گا۔ دو کاموں میں سے ایک ہو گا۔ یا تو میں اپنے تین بھائیوں کی طرح ان سرزمینوں میں کٹ مروں گا یا ان دونوں شیطانی گماشتوں کے سر قلم کرتے ہوئے اپنے انتقام کی پیاس بجھاؤں گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد احمد رکا، پھر پہلے کی نسبت زیادہ ہمدردی بھرے انداز

میں مازران کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''مازران! میں تمہارے ساتھ ایک حرکت کرنے لگا ہوں ..... برا مت ماننا، نہ ہی خوف زدہ ہونا اور نہ ہی ڈرنا۔ اس لئے کہ میں تمہیں وعدہ دے چکا ہوں کہ تمہیں نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ لیکن جو حرکت میں تمہارے ساتھ کرنے لگا ہوں اس کی وجہ سے میں کم از کم ابنِ مستنہ کو یہاں بلا کر اس کا خاتمہ کرنے میں ضرور کامیاب ہو جاؤں گا۔''

اس کے ساتھ ہی احمد نیچے بیٹھ گیا، ایک دم جھپٹا، مازران کو اس نے اپنے گھٹنوں کے نیچے دبوچ لیا۔ اس موقع پر مازران نے جب آواز نکالنا چاہی تو احمد نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور ساتھ ہی کہنے لگا۔

''آواز مت نکالنا ..... ایسا کرو گے تو مارے جاؤ گے۔''

اس کے ساتھ ہی احمد نے کندھے سے لٹکی خرجین کے اندر سے ایک کپڑا نکالا اور کپڑا اس نے اس کے منہ پر کس کر باندھ دیا۔ پھر اس نے دو رسیاں نکالیں، ایک رسّی میں مازران کے پاؤں جکڑ دیئے، دوسری رسّی اس قدر لمبی تھی اس سے پہلے مازران کے دونوں ہاتھ پشت پر باندھے پھر اس کا دوسرا سرا اس نے ایک کافی بڑے چٹان نما پتھر کے ساتھ باندھ دیا تھا۔ اس طرح مازران نہ اب بول سکتا تھا نہ وہاں سے حرکت کر سکتا تھا۔ یہ کام کرنے کے بعد مازران نے اپنے گھوڑے کی طرف دیکھا، وہ کوہستانی سلسلے کے اوپر ہری ہری گھاس چرنے لگا تھا۔ اس موقع پر احمد کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا، گھوڑے پر سوار ہونے کی بجائے وہ کوہستانی سلسلے سے نیچے اترا، اس جگہ آیا جہاں نیچے وہ ننھا چرواہا پتھر پر بیٹھا ہوا تھا۔

احمد اس کے قریب آیا۔ احمد کو دیکھتے ہی وہ بچہ اٹھ کھڑا ہوا۔ احمد نے مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔ ایک بار پھر شفقت بھرا ہاتھ اس کے سر پر رکھا، پھر اپنے لباس کے اندر سے ایک سکّہ نکالا، اس بچے کا ہاتھ پکڑ کر وہ سکّہ اس کی ہتھیلی پر رکھا اور پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے ننھے بھائی! اب تُو بستی کی طرف، جا، مازران کے ہاں ابنِ مستنہ نے قیام کر رکھا ہے ..... تُو ابنِ مستنہ کو جا کر ایک پیغام دینا۔ اس سے کہنا کوہستانی سلسلے کے اوپر ایک شخص آیا ہوا ہے۔ اس کا مال کے لین دین کے سلسلے میں مازران سے

کوئی جھگڑا ہے۔ لہٰذا مازران نے ابنِ مستنہ کو وہاں بلوایا ہے۔ میں نے اس مازران سے کچھ رقم لینی ہے۔ یہ ادائیگی نہیں کر رہا۔ ابنِ مستنہ کا حوالہ دیتا ہے کہ وہ دے گا۔ لہٰذا تُو ابنِ مستنہ کو جا کر یہ پیغام دے کہ مازران اسے کوہستانی سلسلے میں بلواتا ہے۔ اگر تُو میرا یہ کام کر دے گا تو جب واپس آئے گا تو جو سکّہ میں نے ابھی تیری ہتھیلی پر رکھا ہے ایسے کئی سکّے میں تمہیں مزید دوں گا۔ پر یاد رکھنا، ابنِ مستنہ کو جا کر یہ مت کہنا کہ یہ پیغام میں نے اسے دیا ہے۔ اس سے کہنا یہ پیغام مازران نے دیا ہے۔''

سکّہ پا کر بچہ خوش ہو گیا تھا۔ پھر ہلکے سے تبسم میں کہنے لگا۔

''آپ کوئی فکر ہی نہ کریں ..... میں ابنِ مستنہ سے یہی جا کر کہوں گا کہ اسے مازران بلاتا ہے۔''

اس کے ساتھ ہی بچہ وہاں سے ہٹا اور تقریباً بھاگتا ہوا بستی کی طرف بڑھ گیا۔ جبکہ احمد بڑے مطمئن انداز میں پھر کوہستانی سلسلے کے اوپر چڑھ گیا اور جہاں اس نے مازران کو باندھا تھا وہاں ایک دوسری چٹان کے قریب ہو بیٹھا تھا۔

کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ بستی کی طرف سے تین سوار آتے دکھائی دیئے۔ ان میں ایک سفید گھوڑے پر تھا۔ اس کے پیچھے وہ چھوٹا اور ننھا چرواہا بیٹھا ہوا تھا۔ وہ آگے آگے تھا۔ باقی دو سرخ رنگ کے گھوڑوں پر سوار تھے اور سفید گھوڑے والے کے پیچھے کوہستانی سلسلے کی طرف بڑھ رہے تھے۔

جب وہ کوہستانی سلسلے کے بالکل قریب آئے تب احمد حرکت میں آیا، قریب ہی پڑے ہوئے مازران کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ذرا سر اوپر اٹھا کر دیکھو ..... تین سوار آ رہے ہیں۔ اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ ان میں ابنِ مستنہ کون ہے؟ کیا وہ سرخ گھوڑے پر سوار ہے؟''

مازران نے غور سے انہیں دیکھا پھر نفی میں گردن ہلا دی تھی۔

احمد نے پھر سوال کیا۔

''کیا سفید گھوڑے والا ابنِ مستنہ ہے؟''

اس پر مازران نے اثبات میں گردن ہلائی۔ تب احمد کے چہرے پر تبسم نمودار ہوا تھا۔ ساتھ ہی وہ ایک چٹان کی اوٹ میں چلا گیا اور اپنی چھوٹی کمان اس نے سنبھال لی تھی۔

ابنِ مستنہ اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ کوہستانی سلسلے کے نیچے آ کر اپنے گھوڑے سے اترا۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے اس کے ساتھی بھی اتر گئے۔ جس بچے کو پیغام دے کر احمد نے بھجوایا تھا ابنِ مستنہ نے سہارا دے کر اسے بھی نیچے اتار دیا تھا۔ پھر ابنِ مستنہ اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ کوہستانی سلسلے کے اوپر چڑھنے لگا تھا۔

تینوں جب بڑی تیزی سے چڑھتے ہوئے اوپر آئے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک چٹان کے قریب مازران پڑا ہوا تھا ..... اس کی حالت دیکھتے ہوئے احتیاط کی خاطر ابن مستنہ نے پہلے دائیں بائیں دیکھا پھر اپنے دونوں ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''یہ مازران کی حالت کس نے ایسی بنائی ہے ..... کون ہے جس کے ساتھ اس کا نقدی کا لین دین چل رہا ہے؟ اور وہ اس وقت کہاں ہے؟''

یہاں تک کہنے کے بعد ابنِ مستنہ رکا پھر اپنے دونوں ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ذرا مازران کے ہاتھ اور پاؤں کی رسیاں کھولو، اس کے بعد دیکھتے ہیں معاملہ کیا ہے۔ مازران ہی تفصیل بتا سکے گا۔''

جونہی ابن مستنہ کے وہ دونوں ساتھی مازران کی رسیاں کھولنے کے لئے آگے بڑھے۔ سنسناتے ہوئے یکے بعد دیگرے کئی تیر آئے اور ابن مستنہ کے دونوں ساتھی چھلنی ہو کر زمین پر گر گئے تھے۔

اس صورتِ حال نے ابنِ مستنہ کو خوف اور دہشت میں مبتلا کر کے رکھ دیا تھا۔ ایک جھٹکے کے ساتھ ابنِ مستنہ نے اپنی تلوار سنبھال لی اور احتیاط کی خاطر سہمے سہمے سے انداز میں چاروں طرف بڑے غور سے دیکھنے لگا تھا۔

اتنے میں قریبی چٹان کی اوٹ سے احمد بن یعلیٰ نمودار ہوا۔ اس کے ہاتھ میں برہنہ تلوار اور ڈھال تھی۔ آہستہ آہستہ وہ ابنِ مستنہ کی طرف بڑھا۔ اسے دیکھتے ہوئے ابنِ مستنہ مزید خوف زدہ ہو گیا تھا۔ احمد اس کے قریب آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اگر میں غلطی پر نہیں تو تم ہی ابنِ مستنہ ہو ..... سب سے پہلے میں معذرت

خواہ ہوں کہ تمہارے دونوں ساتھی مارے گئے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد احمد رکا تو ابنِ مستنہ نے رکی رکی، بکھری بکھری آواز میں احمد کو مخاطب کیا۔

''پہلے یہ کہو تم ہو کون ..... تم نے مازران کے ہاتھ پاؤں کیوں باندھ رکھے ہیں؟ اور میرے دونوں ساتھیوں کو کیوں ہلاک کیا ہے؟ اس صورتِ حال سے میں یہ اندازہ بھی لگا رہا ہوں کہ اس چھوٹے بچے چرواہے کو پیغام دے کر مازران نے نہیں، تم نے میری طرف روانہ کیا تھا۔''

ابنِ مستنہ کی اس گفتگو سے احمد کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا تھا اور اپنے سامنے اپنی تلوار لہراتے ہوئے کہنے لگا۔

''ابنِ مستنہ! تمہارا اندازہ درست ہے ..... پیغام تو میں نے ہی اس بچے کو دے کر بھیجا تھا۔ رہا تمہارا یہ سوال کہ میں نے مازران کو کیوں باندھا ہے اور تمہارے دونوں ساتھیوں کو کیوں ہلاک کیا ہے تو اس کی وجہ تم خود ہی جان جاؤ گے۔ بہرحال میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ میں نے تمہارے ساتھیوں کو بھی ہلاک کیا ہے۔ مازران کو بھی میں نے ہی باندھا ہے۔ اب تم پہلے میرے ایک سوال کا جواب دو۔''

ابنِ مستنہ بڑی فکر مندی کی حالت میں کھڑا تھا۔ وہ احمد کی طرف سے اپنے لئے خطرہ بھی محسوس کر رہا تھا۔ جواب میں کچھ کہنا چاہتا تھا کہ احمد نے اسے مخاطب کیا۔

''ابنِ مستنہ! کیا تم یہ بتاؤ گے کہ اپنے بدمعاش اور اوباش ساتھی سرواندو کے ساتھ مل کر تم نے کس بناء پر سلیمان بن فرح کے تین پوتوں کو موت کے گھاٹ اتارا؟''

احمد بن یعلیٰ کے اس سوال پر ابنِ مستنہ کے چہرے پر ہوائیاں اُڑنے لگی تھیں۔ چہرے پر بڑی تیزی سے پیلاہٹ پھیل گئی تھی۔ آنکھوں میں خوف و دہشت ناچ اٹھی تھی۔ کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس کی سماعت سے احمد کی کھولتی ہوئی آواز پھر ٹکرائی تھی۔

''ابنِ مستنہ! جو سوال میں نے تم سے کیا ہے اس کا جواب چپ اور خاموشی نہیں ہے ..... تم سلیمان بن فرح کے تین پوتوں کے قاتل ہو اور اس کوہستانی سلسلے

کی چوٹی پر تمہیں اپنے اس جرم کا حساب دینا ہوگا۔ ابنِ مستنہ! میری طرف ذرا غور سے دیکھو ..... کیا میرا چہرہ تمہیں کسی قدر شناسا نہیں لگتا؟ تمہارے ہاتھوں مرنے والے تینوں کا میں چھوٹا بھائی ہوں ..... میرے تیسرے بھائی کو قتل کرنے کے بعد تم نے اس کی لاش کے ساتھ ایک تحریر بھجوائی تھی کہ اس کے خاندان سے اگر کوئی ہو تو اس کا انتقام لے۔ سو ابنِ مستنہ! میں انتقام لینے کے لئے پہنچ گیا ہوں۔ دیکھو، میں تم پر اچانک حملہ آور نہیں ہوں گا ..... تمہیں دفاع کا پورا موقع دوں گا۔ سنبھل، میں تجھ پر وار کرنے لگا ہوں ..... روک سکتا ہے تو روک لینا۔''

اس کے ساتھ ہی جچے تلے قدموں سے احمد آگے بڑھنے لگا تھا ..... جبکہ ابنِ مستنہ بھی کپکپاتے ہوئے اپنی تلوار اپنے سامنے لہرانے لگا تھا۔

آگے بڑھ کر جب احمد نے اس پر تلوار کا وار کیا تو اس وار کو ابنِ مستنہ نے اپنی تلوار پر روکا۔ جونہی اس نے احمد کی تلوار کو اپنی تلوار پر لیا احمد کا بایاں ہاتھ حرکت میں آیا اور خوب زور سے اس نے اپنی ڈھال ابنِ مستنہ کے سر کے ایک پہلو پر دے ماری تھی۔ ڈھال اس زور اور قوت سے لگی تھی کہ ابنِ مستنہ پلٹیاں کھاتا ہوا دور جا گرا اور اس کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ گئی تھی۔

احمد لپک کر اس کی طرف بڑھا۔ ابنِ مستنہ کو اس نے نیچے لڑھک جانے سے روک دیا ورنہ ابنِ مستنہ کوشش کر رہا تھا کہ لڑھکتا ہوا نیچے چلا جائے لیکن احمد سامنے آ گیا تھا لہٰذا اسے اس کے گریبان سے پکڑ کر اوپر اٹھایا اور پھر کھولتے ہوئے لہجے میں ابنِ مستنہ کو مخاطب کر کے کہا۔

''ابنِ مستنہ! جب کسی سے بیر، دشمنی اور عداوت رکھی جائے تو پھر اس کے ردِعمل کے طور پر تیار بھی رہنا چاہئے۔ میں تم سے مزید گفتگو کرتا پر میرے پاس وقت نہیں ہے۔ اس لئے کہ میں نے تمہارے دستِ راست سرواندو کے تعاقب میں بھی نکلنا ہے۔''

اس کے ساتھ ہی احمد نے اپنی تلوار بلند کر کے گرائی اور ابنِ مستنہ کو اس نے کاٹ کر رکھ دیا تھا۔

ابنِ مستنہ اور اس کے ساتھیوں کی لاشیں ایک کھائی میں پھینکنے کے بعد احمد نے ان پر کچھ پتھر اور مٹی پھینک دی۔ اپنی تلوار صاف کر کے نیام میں کر لی۔ اس کے بعد

وہ مازران کے قریب آیا۔ پہلے اس کے منہ پر بندھا ہوا کپڑا کھول کر اپنی خرجین میں ڈالا، اس کے پاؤں سے رسّی علیحدہ کی، پھر پشت پر بندھے ہوئے ہاتھوں سے بھی اس نے رسیاں کھول دیں۔ دونوں رسیاں لپیٹ کر اس نے اپنی خرجین میں ڈال دی تھیں۔ اتنی دیر تک مازران انتہائی بے بسی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کبھی اپنے بازو کو سہلاتا تھا کبھی اپنی ٹانگوں کے زیریں حصوں کو۔

احمد مسکراتے ہوئے اس کے قریب بیٹھ گیا اور بڑی ہمدردی سے اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''مازران! یہ جو میں نے تمہیں تھوڑی دیر باندھ کر رکھا ہے اس کے لئے میں انتہا درجہ کا معذرت خواہ ہوں ..... تمہیں جو اس سلسلے میں زحمت اٹھانا پڑی اس کے لئے میں تم سے معافی کا خواست گار ہوں۔ دیکھو میری تم سے کوئی دشمنی ہے نہ تھی۔ میں جانتا ہوں ابنِ مستنہ تمہارا عزیز اور رشتہ دار تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ ایک مجرم بھی تھا۔ یہ بھی سن لو، وہ اب اس دنیا میں نہیں رہا۔ مارا جا چکا ہے۔ اور اس کی لاش کو میں نے قریبی کھائی میں پھینک کر اوپر کچھ مٹی اور پتھر ڈال دیئے ہیں۔ اس نے سرواندو کے ساتھ مل کر ناحق میرے تین بھائیوں کا قتل عام کیا تھا ..... اسی سلسلے میں آج میں نے اس سے انتقام لے لیا ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد احمد رکا، کچھ دیر سوچنے کے بعد وہ مازران کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''مازران! واپس بستی میں جا کر اس قتل کا کسی سے ذکر نہ کرنا ..... نہ ہی کسی پر یہ انکشاف کرنا کہ میں سرواندو کے تعاقب میں جاؤں گا۔ اگر تم نے کسی کو اطلاع کرنے کی کوشش کی اور مجھے پتہ چل گیا کہ تم نے ابنِ مستنہ کے قتل کی خبر دینے کے ساتھ ساتھ سرواندو کو بھی مجھ سے بچنے کے لئے آگاہ کرنے کے لئے کوئی عملی قدم اٹھایا ہے تو یاد رکھنا میں پلٹ کر ان سرزمینوں کی طرف آؤں گا اور جو حالت میں نے ابنِ مستنہ کی کی ہے اس سے کئی گنا بری حالت اسی کوہستانی سلسلے کے اوپر تمہاری کروں گا۔''

احمد جب خاموش ہوا تب سہمی سہمی آواز میں مازران کہنے لگا۔

''مجھے نہ کسی کو ابنِ مستنہ کے اس طرح مرنے کی خبر دینے کی ضرورت ہے نہ

ہی میں تمہارے ہاتھوں سرواندو کو بچانے کا خواہش مند ہوں۔ یہ دونوں جرائم پیشہ اختیار کئے ہوئے تھے۔ میں ان کے کاموں سے خود ناخوش تھا لیکن میں ان کے خلاف احتجاج اور اعتراض نہیں کر سکتا تھا۔ اگر میں ایسا کرتا تو ابنِ مستنہ میرا عزیز اور رشتہ دار ہونے کے باوجود میری گردن کاٹ دیتا۔ لہٰذا اجنبی! مطمئن اور آسودہ رہ، میں جانتا ہوں ابنِ مستنہ اور سرواندو کے ہاتھوں تیرے تین بھائی ہلاک ہو چکے ہیں اور تُو نے نہ ان پر جبر کیا ہے نہ ظلم بلکہ ان سے اپنا انتقام لیا ہے۔ سو تُو مطمئن ہو کر سرواندو کے پیچھے جا ..... میں تجھ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں نے سرواندو کو بچانے کے لئے کوئی کارروائی کروں گا نہ ہی ابنِ مستنہ کے اس کوہستانی سلسلے پر قتل ہونے کی کسی کو خبر دوں گا۔''

مازران کی اس گفتگو سے احمد کے چہرے پر تبسم نمودار ہوا۔ اس کی پیٹھ تھپتھپائی پھر اٹھ کھڑا ہوا۔ اپنے گھوڑے کی طرف گیا۔ اتنی دیر تک اس کا گھوڑا کوہستانی سلسلے پر چرتے ہوئے کافی حد تک اپنی بھوک مٹا چکا تھا۔ احمد نے چٹان کے پاس رکھی ہوئی اپنی کمان اٹھائی، گھوڑے کی طرف گیا، کمان گھوڑے کی زین کے ساتھ باندھ دی۔ گھوڑے کی باگ پکڑ کر وہ ایک جست لگاتے ہوئے گھوڑے پر سوار ہوا اور اسے نیچے لے جانے لگا تھا۔

جس ننھے چرواہے کو پیغام دے کر اس نے ابنِ مستنہ کی طرف بھجوایا تھا وہ نیچے ایک جگہ پریشانی کی حالت پر مرنے والے تینوں کے گھوڑوں کے پاس کھڑا ہوا تھا اپنے گھوڑے کو اس بچے کے پاس لا کر احمد نے روکا۔ گھوڑے سے نیچے اترا۔ اپنے لباس کے اندر سے اس نے مزید سکّے نکالے، بچے کا ہاتھ پکڑ کر اس کی ہتھیلی پر وہ سکّے رکھے پھر اس کا گال تھپتھپاتے ہوئے کہنے لگا۔

''میرے ننھے ساتھی! یہ تمہارا انعام ہے۔''

بچہ خوش ہو گیا تھا۔

پھر احمد نے کوہستانی سلسلے کے اوپر دیکھا، وہاں اب مازران کھڑا تھا۔ ہاتھ کے اشارے سے احمد نے اسے نیچے آنے کے لئے کہا۔ اس پر مازران تقریباً دوڑتا ہوا نیچے اترنے لگا تھا۔ جب وہ ہانپتا کانپتا جگہ آیا جہاں اس بچے کے قریب احمد کھڑا تھا تو مازران ایک مرتبہ پھر پیلا ہو چکا تھا۔ اسے شاید شک پڑ گیا تھا کہ جاتے جاتے

اسے بھی سزا دے گا لیکن جب وہ احمد کے قریب آن کھڑا ہوا تب احمد نے پہلے ہمدردی سے اسے مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

''ان تین گھوڑوں کی طرف دیکھو ..... یہ میرے کسی کام کے نہیں ہیں۔ میں ان تمہارے لئے چھوڑتا ہوں ..... اگر تم پسند کرو تو انہیں بیچ کر رقم اپنے پاس رکھ لینا۔'' اس کے بعد احمد نے جس طریقے سے اس بچے کے ذریعے ابنِ مستنہ کو بلایا تھا اس کی تفصیل بھی کہہ دی تھی۔

جواب میں مازران کچھ دیر سوچتا رہا پھر کہنے لگا۔

''جہاں تک ان تین گھوڑوں کا تعلق ہے تو اگر میں ان پر قبضہ کر کے بیچنے کی کوشش کروں گا تو کہیں یہ گھوڑے میرے لئے مصیبت ہی کا باعث نہ بن جائیں۔''

جواب میں احمد نے کچھ سوچا پھر مازران کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''یہ جو دو آدمی ابنِ مستنہ کے ساتھ آئے تھے کیا ان کا تعلق تمہاری بستی سے ہے یا ابنِ مستنہ کے ساتھی تھے؟''

مازران اس بار پُرسکون انداز میں کہنے لگا۔

''ان تینوں کا اس بستی سے کوئی تعلق نہیں ہے ..... ابنِ مستنہ کے ساتھ جو دو اور ہیں ان کا تعلق نجانے کس بستی سے ہے۔ ابنِ مستنہ کے ساتھ ہی انہوں نے میری حویلی میں قیام کیا ہوا تھا۔ میں غریب آدمی ہوں ..... ریوڑ چراتا ہوں اور اسی سے میرے گھر کے اخراجات پورے ہوتے ہیں۔ تاہم جب سے ابنِ مستنہ اور اس کے ساتھی میرے ہاں قیام کئے ہوئے تھے، اپنے اخراجات کے علاوہ وہ میرے اخراجات بھی پورے کرتے رہے ہیں۔''

مازران جب خاموش ہوا تب پُرسکون انداز میں احمد کہنے لگا۔

''پھر تو سارا کام ہی ٹھیک ہو گیا ..... جب ابنِ مستنہ کے ان دو ساتھیوں کا بھی تعلق اس بستی سے نہیں ہے پھر تم سے کوئی باز پرس کرنے والا نہیں ہے ..... تینوں مر گئے ہیں۔ تم یہ کہہ دینا کہ وہ تینوں کہیں چلے گئے ہیں اور اپنے گھوڑے تمہارے حوالے کر گئے ہیں۔ اس طرح گھوڑے بیچ کر تم رقم اپنے پاس رکھ لینا۔ لیکن جانے سے پہلے میں تم سے یہ بھی کہوں کہ ان گھوڑوں کی جس قدر رقم تمہیں ملے اس میں سے کچھ حصہ اپنی ایمانداری سے اس بچے کو بھی دینا۔''

احمد کے ان الفاظ پر وہ بچہ خوش ہو گیا تھا۔ مازران اس بار اپنائیت کے انداز میں کہنے لگا۔

''آپ بالکل کوئی فکر نہ کریں ..... گھوڑوں سے جو رقم حاصل ہو گی اس کا سے خاصا بڑا حصہ میں اس بچے کے لواحقین کے حوالے کروں گا ..... یہ غریب ما باپ کا بیٹا ہے ..... اور یہ رقم ان کے کام آئے گی۔''

مازران کے ان الفاظ پر احمد خوش ہو گیا تھا۔ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا، اسے لگائی پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ اپنے گھوڑے کو شمال کی سمت پر دوڑا رہا تھا۔

شام سے کچھ پہلے ایک روز احمد بن یعلیٰ نبرہ نام کی عیسائی سلطنت کے مرکز شہر بنبلونہ کے شمالی گرجے کے قریب نمودار ہوا۔ نبرہ کی یہ عیسائی سلطنت اسپین کے بالکل شمالی علاقوں میں واقع تھی۔ یہ علاقہ کبھی اندلس کا صوبہ بھی ہوا کرتا تھا۔ پھر انہوں نے ایک آزاد عیسائی ریاست کی حیثیت اختیار کر لی۔ عیسائیوں کی اس سلطنت کے شمال میں فرانس کا علاقہ تھا۔ مشرق میں سرقسط، جنوب میں لوگرونو اور مغرب میں الاوا کا علاقہ تھا۔

اس سلطنت کے بیچوں بیچ کوہستانِ ابرانس کا سلسلہ شرقاً غرباً پھیلا ہوا ہے اور تمام علاقے میں اسی سلسلے کی شاخیں جا بجا دور تک پھیلی نظر آتی ہیں۔ اس علاقے سے جو پہاڑی درّے اور راستے نبرہ سے نکل کر فرانس کی حدود میں داخل ہوتے ہیں ان میں سے شاذر نام کا درّہ تاریخ کے اوراق میں بڑا مشہور و معروف رہا ہے۔

اس سلطنت کا سارا علاقہ نہایت شاداب اور زرخیز تھا۔ کسی دور میں نبرہ کی عیسائی سلطنت نے کافی طاقت اور قوت پکڑ لی تھی لیکن چھٹی صدی ہجری یعنی بارھویں صدی عیسوی میں قشتالہ کی عیسائی سلطنت نے نبرہ کے بہت سے علاقوں پر قبضہ کر لیا یہاں تک کہ تیرھویں صدی عیسوی میں نبرہ کی حکومت کا خاتمہ کر دیا گیا اور اس کے سارے علاقے کو قشتالہ کی سلطنت میں شامل کر لیا گیا تھا۔

عیسائیوں کی اس عظیم سلطنت کے دو بڑے شہر تھے۔ ایک بنبلونہ جو نبرہ کا مرکزی شہر تھا اور دوسرا تاویلہ تھا۔

مرکزی شہر بنبلونہ کے شمال ہی میں جو گرجا تھا اس کے قریب احمد بن یعلیٰ نمو

تھا۔ گرجے کے باہر کھڑے ہو کر گھوڑے پر بیٹھے بیٹھے ہی بیٹھے کچھ دیر تک احمد گرجے عمارت کا جائزہ لیتا رہا اس کے بعد گھوڑے سے اترا، گرجے کے ساتھ ایک چھوٹا راستہ تھا۔ اس کے ساتھ اس نے اپنا گھوڑا باندھ دیا۔ جب وہ اس گرجے اور اس کے صدر دروازے پر آیا اور چاہتا تھا کہ اندر داخل ہو کہ ایک شخص اسے صدر دروازے کے قریب ہی دکھائی دیا۔ اندر داخل ہونے کے بجائے اس نے ہاتھ کے اشارے سے اسے اپنی طرف بلایا اور وہ شخص اس کے قریب آیا۔ تب بڑی ہمدردی سے وہ اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے عزیز بھائی! میں سلطنت لیونا کے علاقے خجندہ کی طرف سے آیا ہوں۔ ان علاقوں میں اجنبی ہوں کچھ دن پہلے سرواندو نام کے ایک شخص نے اس کلیسا میں پناہ اختیار کی ہے اس لئے کہ کلیسا کا پادری اس کا عزیز اور رشتہ دار ہے۔ میں اسی سے ملنا چاہتا ہوں میرا اس سے ملنا انتہائی ضروری اور اہم ہے اس لئے کہ جو پیغام میں اس کے لئے لایا ہوں اس پیغام میں اس کی زندگی موت کا مسئلہ پنہاں ہے۔''

احمد کی گفتگو سے وہ شخص بڑا متاثر ہوا کلیسا کا چھوٹا سا دروازہ اس نے کھول دیا اور کہنے لگا۔

''تم اپنے گھوڑے کو باہر ہی رہنے دو خود اندر آؤ میں تمہیں بڑے پادری کے پاس لے کر جاتا ہوں۔ وہی اس سلسلے میں تمہاری رہنمائی کر سکتا ہے یا سرواندو سے تمہیں ملا سکتا ہے۔ بہرحال میں تم پر یہ انکشاف ضرور کرتا ہوں اور جس شخص کا تم ذکر کر رہے ہو وہ بڑے پادری کے ہاں ٹھہرا ہوا ہے۔''

اس شخص کے ان الفاظ سے احمد مطمئن ہو گیا تھا کلیسا میں داخل ہوا اور اس شخص کا ساتھ ہو لیا تھا۔

کلیسا کے دائیں جانب ایک کھلا احاطہ تھا جس میں پادریوں اور کلیسا کے دوسرے کارکنوں کی رہائش گاہیں تھیں رہنمائی کرنے والا شخص احمد کو ایک عمارت کے پاس لے گیا پھر اس نے ایک دروازے پر دستک دی۔

تھوڑی دیر بعد ایک شخص نے دروازہ کھولا اسے دیکھتے ہی رہنمائی کرنے والا شخص ادب ہو گیا اور دروازہ کھولنے والے کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''مقدس باپ! یہ شخص لیون کے علاقوں سے آیا ہے سرواندو کے لئے کوئی اہم

پیغام رکھتا ہے اور اس سے ملنا چاہتا ہے۔''

بڑے پادری نے ایک گہری نگاہ سر سے لے کر پاؤں تک احمد پر ڈالی آخر میں اس کی نگاہیں احمد کے گلے میں لٹکتی ہوئی سنہری صلیب پر جم گئی تھی پھر شکوک بھرے انداز میں احمد کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

'اس میں شک نہیں کہ سرواندو نے میرے پاس قیام کیا ہوا ہے لیکن یہ تو کہو اس سے کیوں ملنا چاہتے ہو ..... کہاں سے آئے ہو ..... کس طرح کا پیغام رکھتے ہو۔''

اس پر احمد نے بڑے غور سے بڑے پادری کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''میں لیون کے علاقے خجندہ سے آیا ہوں سرواندو نے پہلے وہیں قیام کیا ہوئے تھا وہاں اب بھی اس کا ایک دوست ابن مستنہ قیام کیے ہوئے ہے۔ ابن مستنہ کے ہاں ہی سے اٹھ کر سرواندو یہاں آیا ہے کچھ لوگوں کی طرف سے سرواندو کی جان کا خطرہ ہے اس بنا پر میں اسے یہ پیغام دینے آیا ہوں کہ وہ محتاط رہے۔''

بڑے پادری نے پھر بڑے غور سے احمد کی طرف دیکھا پھر اس نے نیا سوال کیا۔ ''خجندہ نام کی بستی سے کس نے تمہیں سرواندو کی طرف بھیجا ہے۔''

احمد نے پہلے اپنا ہاتھ صلیب پر رکھا پھر پادری کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا

''مقدس باپ! سرواندو نے پہلے اپنے دوست ابن مستنہ کے ہاں خجندہ نام بستی کے ایک چرواہے کے ہاں قیام کیا ہوا تھا۔ وہ چرواہا ابن مستنہ کا عزیز اور رشتہ دار ہے۔ وہیں سے اٹھ کر سرواندو آپ کے اس کلیسا کی طرف آیا ہے۔ اس مجھے.....''

یہاں تک کہتے کہتے احمد کو خاموش ہوجانا پڑا اس لئے کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے بڑا پادری بول اٹھا۔

''کیا تمہیں سرواندو کو خطرات سے آگاہ کرنے کے لئے ابن مستنہ نے روانہ کیا ہے۔''

جواب میں احمد نے نفی میں گردن ہلائی پھر کہنے لگا۔

''نہیں ..... یوں جانیں ابن مستنہ اب اس دنیا میں نہیں ہے جن لوگوں کے خطرے سے میں سرواندو کو آگاہ کرنے کے لئے آیا ہوں انہوں نے ابن مستنہ اور اس کے ساتھ اس کے دو ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ مجھے اس چرواہے نے سرواندو کی طرف بھیجا ہے جس کے ہاں سرواندو اور ابن مستنہ نے اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ قیام کیا ہوا تھا۔ اس چرواہے کا نام مازران ہے۔''

احمد جب خاموش ہوا تب بڑا پادری پھر بول اٹھا۔

''تمہاری باتوں سے سچائی کی بُو آتی ہے تمہارا لہجہ بتاتا ہے کہ تم خیانت سے کام نہیں لے رہے۔ اس کے علاوہ جو انکشاف تم کر رہے ہو یہ حقیقت پر مبنی ہے۔ اچھا یہ کہو کہ سرواندو کو اپنی جان کا خطرہ کسی مسلمان گروہ سے ہے یا نصرانی سے۔''

اس پر احمد نے ہونٹوں پر زبان پھیری پھر کہنے لگا۔

''مسلمانوں کے ایک گروہ سے یقیناً سرواندو اور ابن مستنہ کو خطرہ تھا لیکن ان کا تو خاتمہ ہو چکا۔ اب ان کے خاندان سے تو کوئی ایسا نہیں جو ابن مستنہ یا سرواندو سے انتقام لیتا۔ دراصل جن دنوں ابن مستنہ اور سرواندو مسلمان تھے ان دنوں ان لوگوں نے کچھ نصرانیوں پر بڑے مظالم کیے تھے۔ ان ہی میں سے ایک گروہ ان کے خلاف حرکت میں آیا ہے۔ اس گروہ کے کارکنوں نے ابن مستنہ اور اس کے دو ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اتارا ہے اور اب وہ سرواندو کی تلاش میں ہیں لیکن چرواہے مازران نے مجھے سرواندو کی طرف بھجوایا ہے کہ وہ اس کلیسا میں رہتے ہوئے محتاط رہے ورنہ جن لوگوں نے ابن مستنہ کا خاتمہ کیا ہے وہ اسے بھی موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد احمد رکا کچھ سوچا پھر دوبارہ بڑے پادری کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''مقدس باپ! اگر آپ برا نہ مانیں تو آپ کی حفاظت اور آپ کی بہتری کے لئے بھی میں کچھ کہہ سکتا ہوں۔''

احمد کے ان الفاظ پر بڑا پادری پیلا ہوگیا تھا۔ آنکھوں میں خوف و ہراس بکھر گیا تھا پھر کپکپاتی ہوئی آواز میں کہنے لگا۔

''کیا اس سلسلے میں میری جان کو بھی خطرہ ہے۔ اس سلسلے میں تمہیں مجھے پوچھنے کی ضرورت نہیں کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔'' جواب میں احمد بولا۔

''آپ نے چونکہ سرواندو کو اپنے کلیسا میں پناہ دے رکھی ہے لہٰذا جو لوگ اس کی

جان کے درپے ہیں جب اس پر حملہ آور ہوں گے تو آپ پر بھی وہ قاتلانہ حملہ کر کے آپ کو اور آپ کے کچھ ساتھیوں کا خاتمہ کر سکتے ہیں اس لئے کہ ابن مستنہ اور اس کے دو ساتھیوں کو جب انہوں نے قتل کیا تو وہ اس چرواہے کو بھی موت کے گھاٹ اتارنا چاہتے تھے جس کے ہاں ابن مستنہ نے قیام کیا ہوا تھا لیکن کچھ لوگوں کی بروقت مدد کی وجہ سے وہ چرواہا بچ گیا۔''

احمد رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''مقدس باپ! اس بنا پر میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ سرواندو کا آپ کے پاس قیام کسی بھی صورت خطرے سے خالی نہیں اس کا یہاں رہائش رکھنا آپ اور آپ کے قریبی ساتھیوں تک کے لئے موت کا ایک پیغام ہے۔ بہرحال اس موضوع پر سوچنا آپ اور سرواندو کا کام ہے۔ میں تو صرف سرواندو سے مل کر اسے اس خطرے سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں اس کے بعد واپس چلا جاؤں گا۔ آگے اپنی حفاظت کا سامان کرنا مقدس باپ! آپ اور سرواندو کا کام ہے اور آپ اپنی حفاظت بہتر طور پر کر سکتے ہیں۔ میرا کام خطرات سے آگاہ کرنا تھا سو میں نے آپ کو بھی ان خطرات سے آگاہ کر دیا ہے جو آپ کے سر پر منڈلا سکتے ہیں اب آپ میری ملاقات سرواندو سے کروا دیں تاکہ جو چرواہے مازران کا پیغام میں اسے دینا چاہتا ہوں اسے پہنچاؤں اور واپس چلا جاؤں۔''

احمد کے خاموش ہونے پر بڑے پادری نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

''سرواندو اس وقت کلیسا کے اندر نہیں ہے اس وقت وہ روز گھوڑ دوڑ کے لئے شمال کے کوہستانی سلسلے کی طرف جاتا ہے اس وقت بھی وہ گھوڑ دوڑ کے لئے نکلا ہوا ہے ایسا کرو میں یہاں تمہارے قیام اور آرام کا اہتمام کرتا ہوں سرواندو جب آئے گا تو اس سے مل لینا۔''

اس پر احمد نے نفی میں گردن ہلائی اور کہنے لگا۔

''میں یہاں قیام نہیں کروں گا نہ ہی رکوں گا جو پیغام میں سرواندو کو دینا چاہتا ہوں وہ پیغام دے کر واپسی کی راہ لوں گا۔ میں رکوں گا نہیں، بہتر یہ ہے کہ آپ میری اس علاقے کی طرف رہنمائی کر دیں جہاں اس وقت سرواندو گھڑ دوڑ کے لئے نکلتا ہے۔''

بڑے پادری نے کچھ سوچا، ہاتھ کے اشارے سے اس نے احمد کو رکنے کے لئے کہا اور وہ شخص جو رہنمائی کرتا ہوا احمد کو وہاں لایا تھا اس کے کان میں بڑے پادری نے کچھ کھسر پھسر کی جسے سنتے ہی وہ وہاں سے ہٹ گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد دو مسلح جوان اس شخص کے ساتھ آئے جب وہ بڑے پادری کے قریب آئے تب تحکمانہ انداز میں بڑا پادری ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اس شخص کو سرواندو کے پاس لے جاؤ یہ رکنا نہیں چاہتا اور یہ سرواندو کو ایک پیغام دینا چاہتا ہے اور سرواندو اس وقت گھوڑ دوڑ کے لئے گیا ہوا ہے۔ وہیں اس کی اس سے ملاقات کروا دو اور تم دونوں اس کے ساتھ جاؤ۔''

احمد نے بڑے پادری کا شکریہ ادا کیا پیچھے ہٹا کلیسا سے باہر نکلا اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ دونوں مسلح جوان بھی گھوڑوں پر سوار ہو کر کلیسا سے نکلے تھے۔ کلیسا سے ایک شاہراہ شمال کی طرف جاتی تھی وہ دونوں مسلح جوان احمد کو لے کر اس شاہراہ پر آئے وہاں آ کر دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگائی پھر انہیں شمال کی طرف سرپٹ دوڑا دیا تھا۔ احمد بھی اپنے گھوڑے کو ایڑ لگاتا ہوا آندھی اور طوفان کی طرح ان کے پیچھے ہو لیا تھا۔

لگ بھگ دو میل شمال کی طرف جانے کے بعد جو دو مسلح جوان کلیسا سے احمد کے ساتھ گئے تھے ان میں سے ایک احمد کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''وہ سامنے جو ایک شخص اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے کھڑا ہے وہی سرواندو ہے۔ میرے خیال میں وہ گھوڑ دوڑ ختم کر چکا ہے اور تھوڑی دیر ستانے کے بعد واپس کلیسا کی طرف جائے گا۔''

ان الفاظ کے ساتھ ہی احمد نے اپنے گھوڑے کو روک دیا اور ان دونوں کو بھی رکنے کے لئے کہا۔ احمد کے کہنے پر وہ دونوں رک گئے اسپر احمد نے ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تم دونوں یہیں رکو مجھے سرواندو سے ایک انتہائی نازک موضوع پر علیحدگی میں گفتگو کرنی ہے۔ لہٰذا تمہاری موجودگی کو میں وہاں پسند نہیں کروں گا۔ احمد کے اس سوال پر ان دونوں مسلح جوانوں نے ایک دوسرے کی طرف عجیب سے انداز میں دیکھا پھر ان دونوں کی شکوک بھری نگاہیں احمد پر جم گئی تھیں پھر ان میں سے ایک احمد کو

مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''بڑے پادری کا حکم ہے کہ ہم تمہیں اپنے ساتھ سرواندو کے پاس لے کر چلیں۔''

اس مسلح جوان کے ان الفاظ پر احمد کی آنکھوں میں قہرمانیاں اور چہرے پر غضب چھا گیا تھا۔ اس کی بدلتی ہوئی اس کیفیت کو ان دونوں نے بھی بھانپ لیا تھا۔ یہاں تک کہ احمد کی کھولتی ہوئی آواز ان دونوں کی سماعت سے ٹکرائی۔

''تم دونوں یہیں رکو ..... حد سے تجاوز کرو گے تو نقصان اٹھاؤ گے ..... اگر تمہیں میرے اس رویے کے خلاف کوئی اعتراض اور احتجاج ہے تو پہلے مجھے سرواندو سے بات کر لینے دو جب میں سرواندو کے ساتھ پلٹ کر تمہارے پاس آؤں گا تو پھر جس طرح چاہو اپنے جذبات کا اظہار کر لینا اور اگر تم نے میرا کہا ماننے سے انکار کر دیا تو میں ابھی سے تمہیں بتائے دیتا ہوں تم دونوں نقصان اٹھاؤ گے۔''

احمد کے ان الفاظ پر وہ دونوں سہم سے گئے تھے وہیں رک گئے۔ احمد نے اپنے گھوڑے کو ایڑھ لگائی آگے بڑھا اور جس گھوڑ سوار کی طرف ان دونوں نے اشارہ کیا تھا اس کے پاس جا رکا اپنے گھوڑے سے اتر گیا چند قدم اس کی طرف بڑھا پھر نرم لہجے میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میں ببلولہ کے اس کلیسا سے آ رہا ہوں جہاں تم نے قیام کیا ہوا ہے کلیسا کے پادری نے دو مسلح جوان بھی میرے ساتھ بھجوائے ہیں وہ پیچھے کھڑے ہیں میں علیحدگی میں کیونکہ انتہائی اہم موضوع پر تم سے گفتگو کرنا چاہتا تھا لہٰذا میں نے ان دونوں کو وہیں روک دیا ہے۔''

احمد جب خاموش ہوا تب وہ شخص بڑے غور سے احمد کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''تم نے میرے ساتھ گفتگو کا آغاز تو کر دیا ہے لیکن تم نے اپنا تعارف نہیں کروایا۔ تم کون ہو ..... کہاں سے آئے ہو ..... کس سلسلے میں مجھ سے گفتگو کرنا چاہتے ہو ..... تمہاری گفتگو کا موضوع کیا ہے اور کیوں مجھ سے تم گفتگو کرنے یہاں چلے آئے ہو۔''

احمد کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا پھر کہنے لگا۔

''پہلے یہ کہو کہ میرا اندازہ اگر غلط نہیں تو تم سرواندو ہو۔''

وہ غور سے احمد کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''ہاں ..... میں سرواندو ہی ہوں۔''

''اور تم ابن مستنہ کے ساتھی بھی ہو۔'' غور سے سرواندو کی طرف دیکھتے ہوئے احمد نے کہا تھا۔

''یقیناً ابن مستنہ میرا ساتھی رہا ہے ..... میں اور وہ اکٹھے ہی خجندہ نام کی بستی میں قیام رکھتے تھے لیکن میں اب یہاں اس کلیسا میں چلا آیا ہوں .....کلیسا کا بڑا پادری میرا عزیز ہے۔''

احمد نے غور سے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''کیا خجندہ سے نکل کر یہاں اس کلیسا میں آ کر تم نے غلطی نہیں کی۔''

سرواندو نے کسی قدر غور اور تشویش بھرے انداز میں اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''کیسی غلطی ..... میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا .....کھل کر کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔''

اس موقع پر احمد نے مڑ کر ان دو مسلح جوانوں کی طرف دیکھا جو کلیسا سے اس کے ساتھ آئے تھے وہ دونوں شاید اب مطمئن ہو کر اپنی جگہ کھڑے تھے۔ شاید انہیں یہ اندیشہ تھا کہ احمد جاتے ہی سرواندو پر حملہ آور ہو گا اور اس کا خاتمہ کر دے گا لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ وہ اس کے قریب جا کر گفتگو میں لگ گیا ہے تو وہ اپنی جگہ مطمئن ہو کر کھڑے ہو گئے تھے۔ احمد نے پھر سرواندو کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

''سرواندو! تم نے اور ابن مستنہ نے قرطبہ شہر کے سلیمان بن فرح کی طرف ایک پیغام بھجوایا تھا۔ میرا مطلب ہے کہ تمہیں اس پیغام کے ردعمل تک خجندہ کی بستی ہی میں قیام کرنا چاہیے تھا۔ وہاں سے نکل کر اس کلیسا کا رخ تو نہیں کرنا چاہیے تھا۔ سرواندو! تم نے اور ابن مستنہ نے سلیمان بن فرح کے تین پوتوں کا خاتمہ کیا اور تیسرے کا خاتمہ کرتے وقت اس کے ساتھ ایک صلیب بھیجنے کے ساتھ ساتھ ایک تحریر بھی بھیجی تھی کہ اس کے خاندان میں سے اگر کوئی ہو تو اس کے قتل کا انتقام لے۔ میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ سرواندو! یہ پیغام بھیجنے کے بعد اس پیغام کا جواب آنے تک تمہیں وہیں قیام کرنا چاہیے تھا۔ یہاں آنے کی زحمت تو نہیں اٹھانی چاہیے

تھی۔''

سروانڈو نے چند لمحوں تک احمد کی طرف غور سے دیکھا کچھ دیر اس کی نگاہیں احمد کے گلے میں لٹکتی ہوئی صلیب پر جم گئیں پھر کہنے لگا۔

''یہ جو صلیب تمہارے گلے میں لٹک رہی ہے یہ تم نے کہاں سے لی اور یہ بھی کہو کہ تم کہاں سے آ رہے ہو۔''

احمد نے طنزیہ سے انداز میں اس کی طرف دیکھا کہنے لگا۔

''اس صلیب کو چھوڑو اس صلیب سے ملتی جلتی اور بے شمار صلیبیں ہوں گی جہاں تک تمہارا یہ پوچھنے کا تعلق ہے کہ میں کہاں سے آ رہا ہوں تو میں خجندہ سے نکل کر یہاں آ رہا ہوں۔ مجھے تمہاری طرف وہاں کے ایک چرواہے مازران نے بھیجا ہے میں تمہارے لئے ایک پیغام رکھتا ہوں پیغام یہ ہے کہ تمہاری جان کو سلیمان بن فرح کے آدمیوں سے خطرہ ہے۔''

سروانڈو عجیب سے انداز میں احمد کی طرف دیکھے جا رہا تھا کہنے لگا۔

''تم عجیب طرح کی گفتگو کر رہے ہو ..... تمہاری گفتگو نے مجھے شش و پنج میں مبتلا کر کے رکھ دیا ہے۔ اگر تم خجندہ سے آئے ہو اور چرواہے مازران نے تمہیں میری طرف بھیجا ہے تو کیا تم ابن مستنہ کو نہیں جانتے ..... کیا اس نے تمہیں میری طرف پیغام دے کر بھیجا ہے یا چرواہے نے .....''

احمد نے طنزیہ سے انداز میں سروانڈو کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''سروانڈو! میں نے آتے ہی یہ احتجاج کیا تھا کہ تم خجندہ سے اس کلیسا کی طرف قبل از وقت آ گئے ہو ..... تمہیں سلیمان بن فرح کے خاندان کے ردعمل کا انتظار کرنا چاہیے تھا۔ ابن مستنہ کیونکہ خجندہ ہی میں رہا لہٰذا سلیمان بن فرح کی طرف سے جو شخص انتقام لینے کے لئے اٹھا اس نے ابن مستنہ اور اس کے ساتھ اس کے جو دو ساتھی چرواہے مازران کے ہاں قیام کیے ہوئے تھے ان تینوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ اب موت کا رخ تمہاری طرف ہے میں تو یہی پیغام لے کر تیری طرف آیا ہوں۔''

سروانڈو طنزیہ سے انداز میں کہنے لگا۔

''سلیمان بن فرح کے خاندان سے ایسا کون سا سورما اٹھ کھڑا ہوا ہے جو قرطبہ

سے نکل کر لیون کی عیسائی مملکت میں داخل ہوا وہاں ابن مستنہ اور اس کے ساتھیوں کا خاتمہ کیا اور جیسا کہ تم اب کہہ رہے ہو کہ اب وہ میری طرف آئے گا۔''

اس موقع پر احمد نے ہلکا سا ایک قہقہہ لگایا ساتھ ہی اس نے پشت پر بندھی ہوئی ڈھال اپنے بائیں ہاتھ میں لے لی اور ایک جھٹکے کے ساتھ اپنی تلوار بے نیام کر لی پھر سروانڈو کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''احمق انسان موت تمہاری طرف آئے گی نہیں آ چکی ہے ..... میری طرف غور سے دیکھ سلیمان بن فرح کے جن تین پوتوں کا تو نے خاتمہ کیا ان کا سب سے چھوٹا بھائی میں ہوں ..... میرا نام احمد بن یعلیٰ ہے ..... میں قرطبہ سے نکل کر خجندہ گیا، وہاں ابن مستنہ اور اس کے دونوں ساتھیوں کا خاتمہ کیا اور اب تجھ پر وارد ہوں گا ..... ذرا اپنی تلوار سنبھال تاکہ میں دیکھوں کہ تُو تیغ زنی کا کس قدر بڑا سورما ہے۔''

سروانڈو کا رنگ پیلا ہو گیا تھا جب ایک جھٹکے کے ساتھ اس نے تلوار نکالی تو احمد اس پر حملہ آور ہو گیا تھا۔ سروانڈو، احمد کے دو تین وار ہی برداشت کر سکا اس کے بعد احمد نے اس کے شانے پر ڈھال دے ماری جس وقت وہ ڈھال کے دوسرے وار کو اپنی تلوار کے دستے پر روکنے کی کوشش کر رہا تھا عین اسی لمحے احمد کی تلوار بلند ہو کر اس پر برس گئی اور اس کا خاتمہ کرتی چلی گئی تھی۔

سروانڈو کا خاتمہ کرنے کے بعد احمد نے فوراً اپنی تلوار صاف کی اور جست لگا کر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اسے بنبلونہ شہر کی طرف بھگا دیا۔ دوسری طرف کلیسا کے دونوں مسلح جوان شور کرنے لگے تھے کہ ایک اجنبی نے سروانڈو کو قتل کر دیا ہے۔

احمد نے ان دونوں کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور ان کے ایک طرف سے گزرتا ہوا جنوب کی طرف ہو لیا۔ وہ دونوں جوان پلٹ کر اس کے پیچھے لگ گئے تھے۔ اپنے گھوڑوں کو سرپٹ اس کے پیچھے دوڑانے کے ساتھ ساتھ وہ شور بھی کرتے جا رہے تھے کہ سروانڈو کا قاتل بھاگا جا رہا ہے

شہر کے قریب جس وقت احمد اپنے گھوڑے کا رخ موڑ کر شہر سے باہر ہی باہر دائیں جانب سے نکل جانا چاہتا تھا، سامنے کی طرف سے دس بارہ کے قریب گھڑ سوار نمودار ہوئے۔ وہ سب مسلح تھے۔ ان کے ہاتھوں میں برہنہ تلواریں تھیں۔ شاید وہ بنبلونہ شہر کے محافظ تھے اور کلیسا کے وہ دونوں محافظ جو احمد کے پیچھے شور کرتے آ رہے

تھے ان کی پکار کو سن کر وہ سامنے آ گئے تھے۔ وہ سارے سوار احمد کی راہ روک کر کھڑے ہوئے۔

لاچار احمد کو اپنا گھوڑا روکنا پڑا۔ راہ روکنے والوں میں سے ایک آگے بڑھا اور احمد کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''کوئی غلط حرکت مت کرنا ..... جیسا ہم کہہ رہے ہیں ویسا کرنا ..... نہیں کرو گے تو نقصان اٹھاؤ گے اور اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔

احمد چپ چاپ اپنے گھوڑے پر بیٹھا رہا۔ اتنی دیر تک راہ روکنے والوں کے سرخیل کے کہنے پر کچھ جوان آگے بڑھے۔ انہوں نے احمد کو گھوڑے پر ہی بیٹھا رہنے دیا تاہم اس کے دونوں ہاتھ پشت پر باندھ دیئے تھے۔ اتنی دیر تک کلیسا کے دونوں محافظ بھی وہاں آ گئے تھے اور انہوں نے سب مسلح جوانوں کو تفصیل بتا دی تھی کہ کس طرح یہ نوجوان کلیسا میں داخل ہوا، کیسے اسے لے کر وہ دونوں سروانڈو کے پاس گئے اور کس طرح اس نے سروانڈو پر حملہ آور ہو کر اس کا خاتمہ کر دیا۔ یہ ساری تفصیل جاننے کے بعد وہ مسلح جوان احمد کو اپنے حصار میں لے کر شہر کی طرف ہو لئے تھے۔

تھوڑی ہی دیر بعد ان مسلح جوانوں نے بلونہ کے قصر میں داخل ہونے کے بعد عیسائی مملکت نبرہ کے بادشاہ شانجہ کے سامنے اس کا معاملہ پیش کیا۔

جس وقت احمد بن یعلیٰ کو نبرہ کے بادشاہ شانجہ کے سامنے پیش کیا گیا اس وقت شانجہ کی بیوی اس کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ حقیقت میں نبرہ کی ملکہ تھیوڈورا مملکت کے کاموں میں شوہر کی راہبری اور راہنمائی کرتی تھی۔ شانجہ خود ڈھلی ہوئی عمر کا شخص تھا لیکن اس کی بیوی تھیوڈورا صحت کے لحاظ سے ابھی بالکل چاق و چوبند تھی۔

احمد کو جب شانجہ کے سامنے پیش کیا گیا تو شانجہ بڑے غور سے کچھ دیر تک اس کی طرف دیکھتا رہا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے مسلح جوانوں نے مجھ پر انکشاف کیا ہے کہ تم نے ایک ایسے شخص کو قتل کیا ہے جس نے ہمارے ایک کلیسا کے اندر پناہ لی ہوئی تھی۔ وہ غریب الوطن تھا اور ایسے شخص کا قتل کرنا ایک بھیانک جرم ہے۔ اگر اسے قتل کوئی دوسرے مذہب کا آدمی کرتا تو میں ابھی اسی وقت اس کی گردن اُڑانے کا حکم دے دیتا۔ لیکن تم خود بھی نصرانی ہو لہٰذا میں وجہ جاننا چاہوں گا کہ آخر تم نے کلیسا میں پناہ لینے والے ایک بے

گناہ شخص کو کیوں قتل کیا؟''

نبرہ کا بادشاہ شانجہ جب خاموش ہوا تب بڑی جرأت مندی کا اظہار کرتے ہوئے احمد کہنے لگا۔

''اے بادشاہ! جس شخص کو میں نے قتل کیا ہے اس کا نام سروانڈو ہے۔ گو اس نے بلونہ کے کلیسا میں پناہ لے رکھی تھی لیکن وہ غریب الوطن نہیں تھا۔ وہ دنیا کا سب سے بڑا قاتل تھا۔ یہ پہلے نصرانی تھا، اس کے بعد مسلمان ہو گیا تھا۔ یہ ایک مسلمان کی حیثیت سے قرطبہ شہر میں منصب دار بھی رہا۔ اس دور میں اس نے قرطبہ کے گرجاؤں پر اس قدر بھاری موصول لگائے تھے کہ آمدنی میں سے اتنا تک نہ بچتا تھا کہ پادریوں کی تنخواہیں ادا ہو سکتیں۔ جب پادری گھر بیٹھتے تو ان کی جگہ یہ دوسرے لوگوں کو پادری مقرر کر لیتا جو مسلمانوں کی خوشامد کرتے تھے اور جن کو سرکار سے تنخواہ ملتی تھی۔ یہ سارے کام کرنے والا سروانڈو ہی تھا جسے میں نے قتل کیا ہے۔ علاوہ ازیں یہی سروانڈو عیسائی شہروں اور ان کے سرپرستوں کا جانی دشمن تھا۔ ایک موقع پر اس نے گرجا کے دو بڑے آدمیوں میں سے جن میں سے ایک کا نام سیمسن جو ایک رئیس تھا اور دوسرے کا نام افیتوس تھا جو قرطبہ کا اسقف تھا دونوں پر یہ الزام لگایا کہ انہوں نے اپنے ماتحت عیسائیوں میں سے ایک عیسائی سے مسلمانوں کے بزرگانِ دین کو گالیاں دلوائیں۔

سروانڈو نے مسلمانوں کے امیر سے عرض کیا کہ ان دونوں کو بلا کر پوچھا جائے کہ آیا اس عیسائی کا بیان کہ اس نے ان کے بہکانے سے مسلمانوں کے بزرگانِ دین کو گالیاں دیں صحیح ہے یا غلط؟ اگر وہ اس کو تسلیم کر لیں تو پھر ان کو توہینِ مذہب کے جرم میں ماخوذ کر کے قرار واقعی سزا دی جائے اور اگر جان کا خوف انہیں اس عیسائی کے بیان کی تصدیق سے باز رکھے تو پھر ان کے ہاتھوں میں خنجر دیئے جائیں اور کہا جائے کہ وہ خود اس عیسائی کو اپنے ہاتھوں سے قتل کر دیں جس نے الزام لگایا ہے اور اگر اس سے بھی وہ انکار کریں تو اس سے ثابت ہو جائے گا کہ انہی کے کہنے پر اس عیسائی نے گالیاں دی تھیں اور پھر یہ کام مجھ پر چھوڑ دیا جائے گا۔ مجھے ایک تلوار دے دی جائے اور میں ان تینوں کے سر قلم کر دوں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد احمد رکا پھر نبرہ کے بادشاہ شانجہ کو مخاطب کرتے ہوئے

وہ مزید کہہ رہا تھا۔

''اے بادشاہ! میں نے جو کچھ کہا ہے اگر آپ کو ان باتوں کا یقین نہ آئے تو اپنے کسی آدمی کو یا مخبر کو قرطبہ روانہ کریں تاکہ واپس آ کر وہ سروانڈو سے متعلق آپ کو تفصیل بتائیں۔ میں آپ پر یہ بھی انکشاف کروں کہ جس وقت یہی سروانڈو جو میرے ہاتھوں مارا گیا ہے قرطبہ شہر میں ایک منصب دار تھا تب اس دور میں وہاں کے پادریوں نے اسے مخاطب کرنے کے لئے طرح طرح کے الفاظ اور القاب استعمال کئے تھے۔ کوئی اسے بد دماغ، کوئی اسے بے حیا، کوئی خود ستائش، کوئی طامع، کوئی ظالم، کوئی غاصب، کوئی جفا کار، کوئی غدار حتیٰ کہ بہت سے لوگ اسے شیطان ا بچہ کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔ اے بادشاہ! جو کچھ میں نے کہا ہے اگر یہ غلط ثابت ہو تو آپ میری گردن کاٹ سکتے ہیں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد احمد رکا پھر مزید کہنے لگا۔

''نبرہ کے بادشاہ! میں مزید آپ پر انکشاف کروں کہ یہ سروانڈو جو قرطبہ میں کاؤنٹ سروانڈو کہلاتا تھا یہ ایک مفلس کاشت کار کا بیٹا تھا اور اس کا باپ کسی گرجا کی جائیداد کاشت کرتا تھا۔ ایک موقع پر قرطبہ کے امیر نے اس کے سپرد کوئی کام کیا اور امیر کی خوشنودی کی غرض سے اس نے یہ سوچا کہ امیر کو خوش کرنے کے لئے اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں ہے کہ وہ اپنی کوشش سے شاہی خزانے میں دولت کا اضافہ کرتا چلا جائے۔ اس نے اپنے ہم مذہب عیسائیوں پر اتنے موصول لگا دیئے کہ وہ مجبور ہو کر عیسائی مذہب ترک کرنے لگے۔ یہاں تک کہ اس سروانڈو نے خود اپنا عیسائی مذہب ترک کر کے اسلام قبول کر لیا تھا لیکن بعد میں پھر عیسائیت قبول کر لی اور ان علاقوں کی طرف بھاگ آیا۔ اے بادشاہ! جو سروانڈو میرے ہاتھوں قتل ہوا ہے وہ بے گناہ نہیں تھا۔ وہ اَن گنت عیسائیوں کا قاتل تھا اور ایسے شخص کو قتل کرنا گناہ نہیں ثواب کا کام ہے۔''

احمد نے نبرہ کے بادشاہ شانجہ کے سامنے جو کچھ کہا تھا وہ جھوٹ نہیں بلکہ سچائی پر مشتمل تھا۔ بہت سے مؤرخین لکھتے ہیں کہ سروانڈو سے ایسے ہی گناہ اور مظالم سرزد ہوئے تھے۔ سروانڈو کے دور کے ایک پادری نے سروانڈو کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے اس طرح لکھا تھا۔

''سروانڈو زندہ عیسائیوں کی جان تو لیتا ہی تھا مگر مُردہ عیسائیوں کی بھی عزت اس نے نہ کی۔ عیسائیوں کے خلاف مسلمانوں کو بھڑکانے کے لئے اس نے عیسائی [illegible]وں کی لاشیں گرجاؤں کی قربان گاہوں کے نیچے سے نکلوا کر امیر کے وزراء کو دکھائیں اور کہا۔

''ان متعصب عیسائیوں کو کہ جن مجرموں کو ازروئے شرع سزا دی گئی تھی ان کی [illegible] انہوں نے ایسی کی کہ گرجا کی قربان گاہوں کے نیچے انہیں دفن کیا۔''

احمد کی اس گفتگو سے نبرہ کا بادشاہ شانجہ اور اس کی بیوی ملکہ تھیوڈورہ بے حد [illegible] ثر دکھائی دے رہے تھے۔ اس موقع پر تھیوڈورہ اپنا منہ شانجہ کے کان کے قریب [illegible] گئی پھر مدہم لہجے میں کہنے لگی۔

''اس نوجوان کی باتوں سے سچائی کی بُو آتی ہے۔ اس کی طرف غور سے دیکھو، [illegible] یہ دراز قد ہے، اس کا جسم بھی بڑا کھڑا اور مضبوط ہے لیکن ابھی نوعمر ہے۔ اس کی [illegible]داڑھی اور مونچھیں بھی اچھی طرح نہیں آئیں۔ یہ سچا لگتا ہے ..... لہٰذا اسے سزا نہیں [illegible] چاہئے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد ملکہ تھیوڈورہ رکی پھر کچھ سوچتے ہوئے کہنے لگی۔

''ہماری بیٹی انفنطا قشتالیہ کے نواب گونزالیز کے پیچھے پڑی ہوئی ہے اور اس سے شادی کرنے کی خواہش مند ہے ..... اگر ہم نے اسے کسی سے نہ بیاہا تو یاد رکھنا [illegible] گونزالیز سے مل کر ہمارے خلاف کوئی سازش بھی کر سکتی ہے۔ اگر ایسا ہو گیا تو نہ [illegible] ملکہ رہوں گی اور نہ ہی تم نبرہ کے بادشاہ بن کر رہ سکو گے۔ لہٰذا میں چاہتی ہوں حالات کو اپنی گرفت میں کرنے کے لئے ہم انفنطا کو اس نوجوان سے بیاہ دیں ..... اس کی طرف غور سے دیکھو، دراز قد ہے، خوبصورت ہے، نوعمر ہے ..... میں سمجھتی [illegible] ہماری بیٹی انفنطا کو اس سے بڑھ کر اچھا شوہر کوئی نہیں مل سکتا۔''

جب تک ملکہ تھیوڈورہ بولتی رہی شانجہ دھیمے دھیمے مسکراتا رہا۔ جب وہ خاموش [illegible] تب اپنی بیوی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تھیوڈورہ! تمہارا مشورہ انتہا درجہ کا درست اور بجا ہے ..... یہ نوجوان واقعی اس [illegible] لائق ہے کہ اسے میری بیٹی کے ساتھ بیاہ دیا جائے۔ لیکن فی الحال میں اسے رہا نہیں [illegible] سکتا۔ اگر میں نے اس کا جرم معاف کر کے اسے رہا کر دیا تو یاد رکھنا گرجا کا بڑا

پادری جس کے ہاں سرواندو نے پناہ لی ہوئی تھی وہ مذہبی عدالت اور مذہبی قوتوں کو میرے خلاف حرکت میں لائے گا ..... جو ہمارے لئے اچھا نہیں ہوگا۔ فی الحال گرجا والوں اور پادریوں کا منہ بند کرنے کے لئے میں اس نوجوان کو زندان میں ڈال دیتا ہوں ..... جب کچھ دن گزر جائیں گے تو میں دیکھوں گا کہ حالات کیسے ہیں۔ معاملہ ٹھنڈا ہو گیا تو اس کو زندان سے نکال کر ہم بڑی خاموشی کے ساتھ اس کا نکاح انفنفا سے پڑھا دیں گے اور پھر یہ میری بیٹی انفنفا کے شوہر کی حیثیت سے قصر کے اندر ہی قیام کرے گا۔ میرے خیال میں اس سے بہتر اور کوئی تجویز نہیں ہوسکتی۔''

ملکہ تھیوڈورہ نے اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ پھر شانجہ نے آواز دے کر کسی کو بلایا تھا۔ اس کے پکارنے کے جواب میں اس کا چوبدار اندر آیا۔ ہاتھ کے اشارے سے شانجہ نے چوبدار کو اپنے قریب بلایا، تھوڑی دیر تک اس کے کان میں کھسر پھسر کرتا رہا۔ جب تک وہ چوبدار سے کچھ کہتا رہا، چوبدار مسکراتا رہا۔ پھر چوبدار پیچھے ہٹا اور بڑی عزت اور احترام کے ساتھ وہ احمد کو قصر سے باہر لے گیا تھا۔

قصر سے نکل کر اس نے کچھ آدمیوں کو اپنے پاس بلایا۔ احمد کے گھوڑے کو اس نے اصطبل کی طرف واپس بھجوا دیا۔ احمد سے اس کا کوئی ہتھیار واپس نہ لیا گیا۔ جس حالت میں تھا اسی حالت میں اسے زندان میں ڈال دیا گیا اور زندان میں ڈالتے وقت داروغہ نے صاف طور پر اس سے کہہ دیا تھا کہ زندان میں تمہاری حیثیت ایک قیدی کی سی نہیں بلکہ ایک معزز مہمان کی سی ہوگی۔

لگتا تھا جس طرح قدرت نے لیون کی نصرانی سلطنت میں ابنِ مستنہ کے خلاف احمد بن یعلیٰ کی مدد کی تھی، نبرہ کی سلطنت میں بھی قدرت اس کا ساتھ دے رہی تھی اور حالات اس کے حق میں پلٹا کھا رہے تھے۔ جس وقت اسے بنبلونہ شہر کے زندان میں ڈال دیا گیا تو قید میں ڈالنے کے چند ہی دن بعد نبرہ کی سلطنت میں ایک انقلاب رونما ہوا۔

ہوا یوں کہ نبرہ کے بادشاہ شانجہ کی بیٹی انفنفا جو قشتالیہ کے نواب گونزالیز کو پسند کرتی تھی، اندر ہی اندر اس سے محبت کرتی تھی اور کئی بار دونوں شکار کے دوران ایک دوسرے سے ملاقاتیں بھی کر چکے تھے۔ انہی دنوں شہزادی انفنفا نے بڑی رازداری کے ساتھ اپنا ایک قاصد قشتالیہ کے کاؤنٹ اور نواب گونزالیز کی طرف بھجوایا اور اسے پیغام دیا کہ وہ دیر نہ کرے، قشتالیہ سے نکل کر نبرہ آئے اور اس کے باپ شانجہ سے ملے اور اس سے اس کا رشتہ طلب کرے۔

انفنفا کا یہ پیغام جب گونزالیز کو ملا تو وہ فوراً حرکت میں آیا۔ قشتالیہ سے روانہ ہوا اور شانجہ کے مرکزی شہر بنبلونہ پہنچا۔ شانجہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جس وقت اسے شانجہ کے سامنے پیش کیا گیا اس وقت شانجہ کے پاس صرف اس کی بیوی ملکہ تھیوڈورہ تھی۔ لہٰذا ان دونوں کے سامنے گونزالیز نے اپنی خواہش کا اظہار کیا اور انہوں سے انفنفا کا رشتہ مانگا۔

گونزالیز کی بدقسمتی کہ لیون کی عیسائی سلطنت کے حکمران افونش کو بھی اطلاع ہو گئی کہ قشتالہ کا نواب گونزالیز انفنفا کا رشتہ مانگنے کے لئے بنبلونہ پہنچا ہے، لہٰذا افونش نے جو لیون کا بادشاہ تھا، تیز رفتار قاصد نبرہ کے بادشاہ شانجہ کی طرف روانہ کئے اور اسے مشورہ دیا کہ انفنفا کی شادی گونزالیز کے ساتھ کرانے کی بجائے بہتر یہی ہے کہ گونزالیز کو گرفتار کر کے زندان میں ڈال دیا جائے۔

لیون کا حاکم گونزالیز کے خلاف اس لئے تھا کہ قشتالہ کا علاقہ جہاں کا گونزالیز حاکم تھا وہ دراصل لیون کی سلطنت کا ایک حصہ تھا لیکن گونزالیز لیون کے حکمرانوں کے خلاف اکثر بغاوت اور سرکشی کرتا رہتا تھا اور ان کی اطاعت گزاری کا پابند نہ تھا۔ اس کے علاوہ دوسری اہم بات یہ کہ شانجہ کی بڑی بیٹی لیون کے بادشاہ افونش کی بیوی تھی۔ افونش کی بیوی نے بھی اپنے ماں باپ کی طرف پیغام بھجوایا کہ گونزالیز کو کسی بھی صورت انفنطا کا رشتہ نہ دیا جائے۔

جب لیون کے بادشاہ افونش کی طرف سے شانجہ کو یہ پیغام ملا تو شانجہ نے آؤ دیکھا نہ تاؤ جس وقت گونزالیز نے اس کی خدمت میں حاضر ہو کر انفنطا کا رشتہ مانگا، اس نے برہمی کا اظہار کیا، بری طرح اسے ڈانٹا اور اسے زندان میں ڈال دیا۔

اپنے باپ کا یہ فیصلہ سن کر شہزادی انفنطا بڑی برہم ہوئی۔ اس نے اس فیصلے کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اب وہ کوشش کرنے لگی کہ کسی نہ کسی طرح گونزالیز کو زندان سے نکال کر بھاگ جانے کا موقع فراہم کرے۔

گونزالیز کو زندان میں ڈالنے کے بعد اگلے روز شانجہ نے یہ بھی اعلان کر دیا کہ چند روز بعد گونزالیز کا مقابلہ زندان کے ایک قیدی سے کرایا جائے گا۔ اگر تیغ زنی کے مقابلے میں گونزالیز اس قیدی سے جیت گیا تو اس نے جو عرض کی ہے اس پر غور کیا جائے گا اور اگر تیغ زنی کے مقابلے میں گونزالیز اس قیدی کے ہاتھوں مارا گیا تب معاملے کو ختم کر دیا جائے گا۔ گونزالیز کا مقابلہ کرنے کے لئے جس قیدی کا انتخاب کیا گیا تھا وہ احمد بن یعلیٰ تھا۔

شہزادی انفنطا احمد بن یعلیٰ کا نام تو نہیں جانتی تھی لیکن اس نے اس سے متعلق پوری تفصیل سن رکھی تھی۔ اسے یہ بتا دیا گیا تھا کہ وہ قیدی انتہا درجہ کا منجھا ہوا اور اعلیٰ پائے کا تیغ زن ہے اور یہ کہ گونزالیز چند لمحے بھی اس کے سامنے نہ نکال سکے گا اور موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔ لہٰذا انفنطا نے اب کسی نہ کسی طرح گونزالیز کو قید خانے سے بھگانے کی تگ و دو شروع کر دی تھی۔

اسی روز شانجہ نے یہ بھی حکم جاری کر دیا کہ گونزالیز کو زندان کے اسی کمرے میں رکھا جائے جس میں احمد بن یعلیٰ کو رکھا گیا تھا۔ اس طرح احمد بن یعلیٰ اور گونزالیز اب زندان کے ایک ہی کمرے میں بند تھے۔

دوسری طرف شہزادی انفنطا بڑی پریشان تھی۔ اسے یہ فکر لاحق ہو گئی تھی کہ اچانک کسی روز احمد بن یعلیٰ سے تیغ زنی کا مقابلہ کرا دیا گیا تو گونزالیز موت کے گھاٹ اتر جائے گا اور اس کی محبت خاک میں مل جائے گی۔ لہٰذا ایک روز جبکہ شانجہ اور اس کی بیوی ملکہ تھیوڈورہ دونوں اپنی خواب گاہ کی طرف چلے گئے تھے شہزادی انفنطا محل سے نکل کر زندان کی طرف گئی۔ زندان کے داروغہ کو اس نے بھاری رقم دی۔ اس کے ساتھ ساز باز کی اور ساتھ ہی اس نے گونزالیز سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ زندان کے داروغہ نے شہزادی کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے اس کے ساتھ کچھ راہبر اور راہنما بھجوائے جو اسے زندان کے اس کمرے تک لے گئے جس کے اندر احمد بن یعلیٰ کے ساتھ گونزالیز قید تھا۔

جب زندان کے اس کمرے کے سامنے شہزادی انفنطا گئی تو اس وقت زندان کے اندر گونزالیز اور احمد بن یعلیٰ دونوں اکٹھے بیٹھے آپس میں باتیں کر رہے تھے، جاگ رہے تھے۔ جب شہزادی انفنطا زندان کے اس کمرے کے دروازے کے پاس آن کھڑی ہوئی تو لوہے کی سلاخوں والے دروازے کے پیچھے سب سے پہلے انفنطا پر احمد بن یعلیٰ کی نظر پڑی۔ لہٰذا وہ گونزالیز کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے زندان کے رفیق! ذرا کمرے کے اس آہنی دروازے کی طرف دیکھو، وہاں ایک انتہائی خوبصورت لڑکی کھڑی ہے۔ تم نے جو مجھ سے اپنی داستان کہی ہے اس سے میں اندازہ لگاتا ہوں کہ یہ شہزادی انفنطا ہی ہے جو تم سے ملاقات کرنے کے لئے آئی ہے۔ جاؤ اٹھو، اس سے ملو۔ ہو سکتا ہے وہ تمہاری رہائی کی کوئی تدبیر کرے۔ اگر تم رہا ہو گئے تو تمہاری رہائی کے ساتھ ساتھ مجھے بھی اس زندان سے بھاگنے کا موقع مل جائے گا۔

انفنطا کو وہاں دیکھتے ہوئے گونزالیز کی خوشی اور طمانیت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اٹھ لگا کر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے احمد بن یعلیٰ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے عزیز! تیرا کہنا درست ہے ..... یہ شہزادی انفنطا ہی ہے اور میرے خیال میں یہ میری رہائی کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور کرے گی۔ اگر میں رہا ہوا تو لازم ہے تمہاری رہائی کا بھی سامان ہو جائے گا۔''

اپنی جگہ سے اٹھ کر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا گونزالیز جب آہنی دروازے کے قریب گیا تو انفنا نے مسکراتے ہوئے اس کا خیر مقدم کیا اور بڑی رازداری میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''اپنے ساتھی قیدی کو بھی یہاں بلا کر میرے پاس لاؤ۔''

اس پر وہیں کھڑے کھڑے گونزالیز نے پلٹ کر احمد بن یعلیٰ کی طرف دیکھا، ہاتھ کے اشارے سے اسے اپنے قریب آنے کے لئے کہا۔ اس پر احمد بن یعلیٰ اپنی جگہ سے اٹھا اور گونزالیز کے پہلو میں آن کھڑا ہوا تھا۔

کچھ دیر تک انفنا نے بڑے غور سے دونوں کا جائزہ لیا پھر ان دونوں کی طرف باری باری دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''میرا باپ تم دونوں کا تیغ زنی کا مقابلہ کرانے کا تہیہ کر چکا ہے اور میرے خیال میں ایسا کر کے وہ تم دونوں کا خاتمہ چاہتا ہے ..... میں نے تم دونوں کی رہائی کے لئے داروغہ سے بات کر لی ہے۔ اس سلسلے میں، میں نے اسے ایک بھاری رقم بھی مہیا کر دی ہے۔ آدھی رات کے قریب داروغہ کا آدمی زندان کے اس حصے کی طرف آئے گا، تمہارے اس کمرے کے آہنی دروازے کی چابیاں جس شخص کے پاس رہتی ہیں اسے نشہ طاری کرنے والا مشروب پلائے گا جسے پی کر وہ چند لمحوں بعد بے ہوش ہو جائے گا۔ داروغہ کا آدمی اس کے بے ہوش ہو جانے کے بعد حرکت میں آئے گا اور اسے کھینچ کر تمہارے کمرے کے دروازے کے پاس ڈال دے گا۔ کمرے کا دروازہ کھول دے گا اور چابی پہلے کی طرح اس کی کمر سے نہیں باندھے گا بلکہ دروازے کے قریب گرا دے گا۔

جب تم دونوں اس کمرے سے نکلو گے تو زندان کے بائیں حصے کی طرف جانا، وہاں چھوٹا سا ایک کھلا میدان ہے ..... اس میدان کے سامنے جو زندان کی دیوار ہے اس دیوار کے ساتھ رسوں کی سیڑھی لٹک رہی ہو گی۔ رسوں کی یہ سیڑھی جس طرح اندر ہو گی اس طرح باہر بھی ہو گی اور اندر باہر دونوں جگہ اس رسّی کو مضبوط کھونٹوں سے باندھ دیا جائے گا۔ یہاں سے نکلنے کے بعد تم دونوں رسوں کی اس سیڑھی کے پاس جاؤ گے، سیڑھی کے ذریعے زندان کی دیوار کو عبور کر کے دوسری طرف چلے جانا، جب تم دوسری طرف اترو گے تو دیوار کے بالکل ساتھ اندھیرے میں تین گھوڑے

ہوں گے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد شہزادی انفنا رکی، اس کے بعد احمد بن یعلیٰ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''اے اجنبی مہمان! میں نہیں جانتی تیرا نام کیا ہے ..... پر میں تجھے اجنبی بھائی ہی کہوں گی۔ جن تین گھوڑوں کا میں نے ذکر کیا ہے ان تینوں میں ایک گھوڑا تمہارا بھی ہو گا اور گھوڑے کی زین کے ساتھ جو سامان تمہاری آمد کے وقت بندھا ہوا تھا وہ سارا سامان تمہارے گھوڑے کی زین کے ساتھ ہو گا ..... جو دوسرے دو گھوڑے ہوں گے ان میں سے ایک گونزالیز کے لئے اور تیسرا میرے لئے ہو گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد انفنا رکی پھر بڑے غور سے گونزالیز کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''اب میں یہاں نہیں رہوں گی۔ میں کیونکہ تم سے محبت کرتی ہوں، تم بھی مجھ سے چاہت کا اظہار کر چکے ہو اور ہم دونوں ایک دوسرے کو اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کا عزم کر چکے ہیں لہٰذا میں بھی تمہارے ساتھ یہاں سے نکل کر قسطنالیہ جاؤں گی۔ وہاں ہم دونوں شادی کر لیں گے اور میاں بیوی کی حیثیت سے پُرسکون زندگی بسر کریں گے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد انفنا رکی پھر سوالیہ سے انداز میں گونزالیز کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''گونزالیز! کیا تم میرے اس منصوبے سے اتفاق کرتے ہو؟''

گونزالیز نے اپنے دونوں ہاتھ باہر نکالے، انفنا کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر انہیں ایک طویل بوسہ دیا پھر کہنے لگا۔

''یہ میری خوش قسمتی ہو گی کہ تم بھی یہاں سے بھاگ کر قسطنالیہ چلو۔ اس طرح میں اپنا گوہرِ مقصود حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔''

جواب میں انفنا مسکرائی اور کہنے لگی۔

''اگر یہ بات ہے تو جس وقت سیڑھیاں اتر کر تم لوگ زندان سے باہر جاؤ گے وہاں تین گھوڑے تمہارے منتظر ہوں گے وہاں میں بھی اندھیرے میں زندان کی دیوار کے ساتھ کھڑی تمہارا انتظار کر رہی ہوں گی۔''

اس موقع پر احمد بن یعلیٰ کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اس لئے کہ گونزالیز کے ساتھ قدرت اس کی رہائی کا بھی سامان کر رہی تھی۔ یہ ساری گفتگو کرنے کے بعد انفنفا چلی گئی جبکہ گونزالیز اور احمد دونوں پہلے کی طرح زندان کے اس کمرے میں بیٹھ کر کسی موضوع پر گفتگو کرنے لگے تھے۔

آدھی رات کے قریب زندان کا کوئی کارکن ایک شخص کو گھسیٹتا ہوا اس کمرے کے سامنے لایا جس میں احمد اور گونزالیز بند تھے۔ کمرے میں جلتی چھوٹی سی مشعل کی روشنی میں انہوں نے دیکھا جو کارکن کسی کو گھسیٹ کر لایا تھا اس نے ایک چابی سے اس کمرے کا قفل کھولا پھر ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''معزز مہمانو! تمہارے لئے یہاں سے بھاگ نکلنے کا یہ بہترین موقع ہے ..... لہٰذا زندان کے اس کمرے سے نکل کر بھاگ لو۔''

اس پر احمد اور گونزالیز دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔ زندان کے اس کمرے سے باہر نکلے۔ جو کارکن بے ہوش آدمی کو گھسیٹ کر لایا تھا اس نے لوہے کا دروازہ بند کر کے قفل کی چابی اور قفل وہیں نیچے گرا دیئے تھے۔

زندان کے کمرے سے نکل کر گونزالیز اور احمد دونوں زندان کی بیرونی دیوار کے اس حصے کی طرف بھاگے تھے جس کی نشاندہی انفنفا نے کی تھی۔ جب وہ اس طرف گئے تو انہوں نے دیکھا وہاں دیوار کے ساتھ رسوں کی ایک سیڑھی تھی۔ دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر کچھ کہے بغیر بڑی تیزی سے سیڑھیاں چڑھنے لگے تھے۔ جب وہ زندان کی دیوار کے اوپر گئے تو دیکھا رسوں کی سیڑھی باہر بھی جاتی تھی۔ لہٰذا وہ تیزی سے اتر کر زندان سے باہر نکل گئے تھے۔

جس طرح انفنفا نے تفصیل بتائی تھی اسی طرح زندان سے باہر دیوار کے ساتھ تین گھوڑے کھڑے تھے۔ ان گھوڑوں میں سے ایک احمد بن یعلیٰ کا گھوڑا بھی تھا جس کی زین کے ساتھ اس کی ساری چیزیں بندھی ہوئی تھیں۔

دونوں جب سیڑھیاں اتر کر نیچے آئے تو ایک طرف سے بھاگتی ہوئی انفنفا گونزالیز کے پاس آئی اور ایک طرح سے اس سے لپٹ گئی تھی۔ گونزالیز نے جلدی جلدی اسے ایک گھوڑے پر بٹھایا، خود دوسرے گھوڑے پر ہو بیٹھا۔ اتنی دیر تک احمد بھی اپنے گھوڑے پر سوار ہو چکا تھا۔ پھر تینوں زندان کے اس بیرونی احاطے اور آبادی سے نکل کر جنوب کی طرف اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑا رہے تھے۔

چند میل جنوب کی طرف بھاگنے کے بعد ایک جگہ گونزالیز نے اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچتے ہوئے اسے روک دیا۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے احمد اور انفنفا بھی اپنے گھوڑوں کو روک چکے تھے۔ پھر گونزالیز نے احمد کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''میرے عزیز بھائی! میں نہیں جانتا تیری منزل کدھر ہے ..... لیکن اگر اس وقت تیرے پاس کوئی ٹھکانہ نہ ہو تو میرے ساتھ چل ..... میرے ہاں تیری حیثیت ایک مہمان کی سی ہو گی۔''

جواب میں احمد نے پہلے اس کا شکریہ ادا کیا پھر کہنے لگا۔

''میرے ذمے ابھی بہت سا کام ہے۔ میں نے یہاں کے کلیسا میں سرواندو کو قتل کیا ہے ..... اور ابھی اس جیسے بہت سے لوگوں سے مجھے نمٹنا ہے ..... تم دونوں اپنی منزل کی طرف نکل جاؤ، میں لیون کی ریاست کے علاقوں کا رخ کروں گا۔''

اس کے ساتھ ہی دونوں نے پُرجوش انداز میں ایک دوسرے سے مصافحہ کیا اس کے بعد انہوں نے اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگائی۔ گونزالیز شہزادی انفنفا کو لے کر مشرق کے رخ پر اپنے علاقے قشتالیہ کا رخ کر رہا تھا جبکہ احمد اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر جنوب مغرب کے رخ پر لیون نام کی عیسائی سلطنت کے علاقوں کا رخ کئے ہوئے تھا۔

رحیق بنت خروئی بھاگتی ہوئی اپنی حویلی میں داخل ہوئی تھی۔ اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے اس کا بھائی یوحنا برآمدے سے صحن کی طرف بھاگا۔ دونوں ہاتھوں سے اس نے اپنی بہن رحیق کو روکا پھر فکرمندی آواز میں پوچھنے لگا۔

''میری بہن! کیا ہوا ..... تُو بھاگتی ہوئی حویلی میں کیوں داخل ہوئی ہے؟''

جواب میں رحیق روتی ہوئی آواز میں کہنے لگی۔

''پہلے یہ بتاؤ بابا کہاں ہیں؟''

یوحنا فکرمند لہجے میں کہنے لگا۔ ''وہ تو گھر میں نہیں ہیں ..... کسی کے ہاں مریض

کو دیکھنے گئے ہیں۔''

اس پر رحیق روتی ہوئی آواز میں کہنے لگی۔

''دادا سلیمان بن فرح کی حالت بڑی نازک ہے ..... بھاگ کر جاؤ، بابا کو بلا کر لاؤ۔ میں ان کے پاس بیٹھی ہوئی تھی کہ اچانک ان کی طبیعت بگڑ گئی۔ گزشتہ دو دن سے انہیں بخار تھا۔ اب ان کی حالت مزید ابتر ہوگئی ہے۔''

اس پر یوحنا بھاگتا ہوا باہر نکل گیا تھا ..... اس کے ساتھ ہی ساتھ رحیق بھی نکلی۔ احمد بن یعلیٰ کی حویلی میں داخل ہوئی۔ سامنے والے کمرے میں مسہری پر پڑا سلیمان بن فرح کراہ رہا تھا۔ رحیق اس کے پاس بیٹھ گئی۔ اس کا جسم تپ رہا تھا۔ رحیق آہستہ آہستہ اس کا سر دبا رہی تھی۔ اس موقع پر سلیمان بن فرح کی حالت عجیب ہو رہی تھی۔ اس پر نیم غشی کی سی حالت طاری تھی۔ کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ حویلی میں یوحنا اور خروئی دونوں باپ بیٹا داخل ہوئے تھے۔ خروئی نے آتے ہی سلیمان بن فرح کی آنکھوں اور اس کے چہرے کا جائزہ لیا، نبض پر ہاتھ رکھ کر نبض محسوس کی، پھر آہستہ آہستہ خروئی نفی میں گردن ہلانے لگا تھا۔ اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے رحیق اور یوحنا دونوں رو پڑے تھے۔

کچھ دیر ایسا ہی سماں رہا پھر سلیمان بن فرح نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں اور تکلیف اور اذیت کا اظہار کرتے ہوئے باری باری اس نے رحیق اور یوحنا کی طرف دیکھا۔ آخر میں اس کی نگاہیں خروئی پر جم کر رہ گئی تھیں۔ پھر نحیف سی آواز میں وہ خروئی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''نجانے میرا بیٹا احمد اس وقت کہاں ہوگا ..... وہ جہاں کہیں بھی ہو خدا اسے ساون کا سا خوش کن، نیکیوں کا سا پُر اُمید، حکمت کا سا فرحت بخش اور نجات کے مہتاب سا آسودہ رکھے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد سلیمان بن فرح رک گیا۔ اس کی آواز بیٹھ گئی تھی۔ پھر بڑی مشکل سے وہ دھیمے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

''یہ نیلے کانچ سا آسمان ..... یہ خزاں سے لپٹی زمین، شاخوں کی عریانی، پتوں کی خشکی کی طرح میری موت کا منظر دیکھ رہی ہے۔ کاش مرنے سے پہلے میں ایک بار احمد سے مل سکتا ..... جان سکتا وہ اپنے مقصد میں کہاں تک کامیاب ہوا ہے .....

کاش آفاق کا کوئی ستارہ شناس، الفاظ کا کوئی صورت گر، ساحلوں کا کوئی پاسبان، وقت کا کوئی کیمیا گر، تعبیروں کا کوئی چارہ گر یہ بتا سکتا کہ میرا بیٹا اس وقت کہاں ہے ..... کہاں تک اپنے مقصد میں کامیاب ہوا ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد سلیمان بن فرح نے اندھے ویران کنوؤں کی سی ایک لمبی اور گہری آہ بھری پھر ٹوٹتی ہوئی آواز میں کہہ رہا تھا۔

''اے فرزندِ فرزانہ! خدا تجھے خون کی بارش، ستم کی آگ، قضا کے جفا خیز حصار سے محفوظ رکھے ..... میرا خداوند تجھے افسونِ حکمت میں معجزوں کا امین، مجاہدوں کی سلامت، تکبیروں کی تقدیس میں شجاعت کا روحِ رواں اور ماہ و نجوم کے طواف میں ایک فرد فرید بنا کر رکھے۔''

کچھ دیر تک خاموشی رہی، سلیمان بن فرح سوچتا رہا پھر انتہائی دکھ بھرے انداز میں وہ کہہ رہا تھا۔

''میرے نامۂ اعمال میں کوئی اتنی بڑی نیکیاں نہیں ہیں جن پر میں غرور اور تفخر کروں۔ زندگی میں کوئی ایسا بڑا نیک نامی کا کارنامہ بھی سرانجام نہیں دیا جس سے مجھ پر مستی اور بے خودی طاری ہوتی۔ میں انتہائی بے بسی میں غلطیوں کی آفت اور ابتلا، گناہوں کی بدنظمی اور انتشار میں اس دنیا سے رخصت ہو رہا ہوں۔''

یہاں تک کہتے کہتے سلیمان بن فرح کی آواز ڈوب گئی۔ کچھ دیر خاموش رہا، اپنے آپ کو سنبھالتا رہا پھر پہلے کی نسبت بالکل باریک اور نحیف سی آواز سنائی دی۔

''خروئی! جب احمد لوٹے تو اس سے کہنا تیرا دادا تجھ سے خوش گیا ہے ..... مرتے وقت وہ تجھے دعا دے رہا تھا کہ خدا تجھے عزت دے، عظمت اور آزادی کے نشانوں، جوانانِ صف شکن کی ایک اکائی بنا کر رکھے۔ خدا تجھے اس نگار خانے میں ظلمتوں کا امین، ستاروں کے راز کھولنے والا مجاہد بنا کر رکھے۔ میرا مہربان رب میرا شریک خدا تجھے.....''

اس سے آگے سلیمان بن فرح کچھ نہ کہہ سکا۔ اس کی آواز ٹوٹ گئی تھی۔ گردن ایک طرف ڈھلک گئی تھی۔ خروئی نے تڑپ کر اس کی نبض کا جائزہ لیا۔ وہ ختم ہو چکا تھا۔ اس صورتِ حال پر رحیق اور یوحنا دونوں بلند آوازوں میں ہچکیاں اور سسکیاں لے کر رو رہے تھے۔ خروئی زمین کی ننگی پیٹھ پر بیٹھ گیا تھا۔ اپنا سر اس نے سلیمان بن

فرح کی کھاٹ پر رکھ دیا تھا۔ اس کا ہاتھ ابھی تک سلیمان بن فرح کی نبض پر تھا اور اس کی آنکھوں سے نکلتے آنسو سلیمان بن فرح کے بستر کو بھگو رہے تھے۔

کچھ دیر ایسا ہی سماں رہا پھر خروئی اٹھا، رحیق اور یوحنا کو سنبھالا پھر روتی ہوئی آواز میں کہنے لگا۔

''تم دونوں بہن بھائی یہیں بیٹھو ..... میں محلے والوں کو سلیمان بن فرح کی موت کی خبر کرتا ہوں ..... ساتھ ہی تجہیز و تکفین کا بھی اہتمام کرتا ہوں۔'' اس کے ساتھ ہی خروئی وہاں سے نکل گیا تھا۔

✵

احمد بن یعلیٰ اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا لیون کی عیسائی مملکت میں ایک کوہستانی سلسلے کے قریب سے گزر رہا تھا کہ اچانک چند سوار اس کے سامنے نمودار ہوئے اور ہاتھ کھڑے کر کے اسے رکنے کے لئے کہا۔

احمد نے شاید ان کی طرف سے اپنے لئے خطرہ محسوس کیا تھا لہٰذا اپنا بایاں ہاتھ اپنی پشت کی طرف لے گیا۔ ڈھال پر اس نے اپنی گرفت مضبوط کر لی۔ تلوار بھی اس نے بے نیام کر کے اپنے ہاتھ میں لے لی تھی۔ ساتھ ہی اس نے گھوڑے کو روک دیا تھا۔

جن لوگوں نے راہ روکی تھی ان میں سے ایک احمد کے قریب آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ہم دیکھتے ہیں تمہارا ترکش تیروں سے بھرا ہوا ہے، تمہاری ہم پر مہربانی ہو گی، تیروں بھرا یہ ترکش ہمارے حوالے کر دو ..... دیکھو برا مت ماننا، ہم سلطنت لیون کے حکمراں افونش کی بھتیجی اور لیون کی سلطنت کے سالارِ اعلیٰ رومیر کی بیٹی کے محافظ ہیں۔ اس کا نام قرسینا ہے ..... اپنے حُسن، اپنی خوبصورتی، اپنی تیغ زنی اور شجاعت میں وہ اپنی سلطنت میں نہیں، آس پاس کے علاقوں میں بھی مشہور اور معروف ہے ..... تم نے یقیناً اس کا نام سن رکھا ہو گا ..... وہ شکار کے لئے نکلی ہوئی ہے۔ افسوس ہمارے پاس تیروں کی کمی ہو گئی ہے، لہٰذا اپنا ترکش ہمارے حوالے کر دو ..... کیونکہ قرسینا کوہستانی بکریوں کے شکار کے لئے نکلی ہوئی ہے اور ہم نے اس کی طلب پر اگر اسے تیر مہیا نہ کئے تو ہم میں سے کئی کی گردنیں تن سے علیحدہ ہو جائیں گی۔''

احمد بن یعلیٰ نے مخاطب کرنے والے کی طرف غور سے دیکھا پھر اس سے قدرے نرم آواز میں کہنے لگا۔

''اول تو تم لوگوں نے میری راہ روک کر غلطی کی ہے ..... اگر افونش کی بھتیجی شکار کے لئے نکلی ہوئی ہے تو اسے تیروں کا بندوبست بھی کرنا چاہئے ..... یہ کہاں کی تہذیب ہے کہ تم راہ چلتے مسافروں کو روکتے پھرو اور ان سے تیروں کی بھیک مانگتے پھرو۔ اب جبکہ تم نے تیر مانگ ہی لئے ہیں تو میں تمہیں چند تیر دے سکتا ہوں۔ یہ جو تم کہہ رہے ہو کہ تیروں بھرا ترکش میں تمہارے حوالے کر دوں تو ایسا ناممکن ہے ..... میں خود ایک مسافر ہوں اور اپنے کچھ دشمنوں کی تلاش میں نکلا ہوا ہوں۔ اس بناء پر ان کی مجھے بھی ضرورت ہے۔ لہٰذا تمہاری طلب پر میں کچھ تیر تو دے سکتا ہوں، ترکش پورا تمہارے حوالے نہیں کر سکتا۔''

اتنی دیر تک کچھ اور سوار اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے ادھر آئے تھے۔ جب وہ قریب آئے تو احمد دنگ رہ گیا۔ وہ سوار لڑکیاں تھیں جو ایک سوار لڑکی کے پیچھے چلی آ رہی تھیں۔ سب سے آگے والی لڑکی زرق برق لباس کے اوپر زرّہ پہنے ہوئے تھی۔ سر پر خود تھا۔ اس کے باوجود اس کے خوبصورت بال باہر بکھرتے دکھائی دے رہے تھے۔ جب وہ قریب آئی تو احمد نے غور سے اس کی طرف دیکھا۔ وہ مجسم رنگ و رعنائی اور مہتاب پیکر لڑکی مسرت کے نغمات اور ترب کے لمحات جیسی خوبصورت، کومل سپنوں کی بارات میں جمیل رنگوں کی بارش، شعلوں کے لبوں پر ناچتی کرنوں جیسی حسین اور دیو مالائی افسانوں میں حُسنِ بے پناہ کی چمک میں رنگوں کی پھوار جیسی پُر جمال تھی۔ اس کی آنکھوں کی گہری نیلاہٹ میں دور دور تک پیار کی خوشبو دیکھی جا سکتی تھی۔ قریب آ کر اس نے دھیمے لہجے میں پوچھا۔

''کیا بات ہے؟''

احمد کو اس کی آواز ایسے لگی جیسے گھنگھروؤں کے آبشار بہہ نکلے ہوں یا ترب کے بلوری جام میں ایک دم کھنکتے قہقہے گونج اٹھے ہوں۔

اس لڑکی نے جس شخص سے سوال کیا تھا وہ اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''خاتونِ محترم! ہمارے پاس کچھ تیر کم ہو گئے ہیں۔ یہ مسافر یہاں سے گزر رہا تھا، ہم نے اسے روکا اور اس سے کہا کہ ہمارے پاس تیروں کی کمی ہو گئی ہے، ہم

لیون کی سلطنت کے بادشاہ افونش کی بھتیجی کے ساتھ شکار کر رہے ہیں اور تیروں کی ہمیں سخت ضرورت ہے۔ پر یہ تیروں بھرا ترکش ہمارے حوالے کرنے کو تیار نہیں۔''

اس موقع پر احمد کو نجانے کیا سوجھی اس نے اپنی تلوار نیام میں کر لی تھی۔ ڈھال اس نے پشت پر باندھ لی تھی پھر مخاطب کرنے والے کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''تُو جھوٹ بولتا ہے ..... بکواس کرتا ہے ..... میں نے تجھے چند تیر دینے کی پیشکش کی تھی۔ تم نے پورا ترکش مانگا تھا لیکن میں ترکش دینے کے لئے تیار نہیں ہوں۔''

اس پر وہ حسین اور خوبصورت لڑکی بالکل احمد کے قریب اپنے گھوڑے کو لائی اور کہنے لگی۔

''میں قرسینا ہوں ..... لیون کے بادشاہ افونش کی بھتیجی اور مملکت کے سالارِ اعلیٰ رومیر کی بیٹی۔ جو کچھ ہم نے مانگا ہے وہ تو تمہیں دینا ہوگا۔ نہیں دو گے تو نقصان اٹھاؤ گے اور نقصان دو قسم کے ہو سکتے ہیں۔ یا تو یہیں زخمی ہو کر زمین پر تڑپتے پھرو گے یا پھر زندگی کا بڑا حصہ زندان میں گزار دو گے۔''

احمد بن یعلیٰ قرسینا کی گفتگو پر تاؤ کھا گیا تھا۔ غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''تم لوگ تو بٹ ماروں اور راہزنوں سے بھی بدتر ہو ..... لوگوں کی راہ روک کر ان کا اثاثہ چھینتے ہو ..... تم اتنے کم بخت اور غیر ذمہ دار لوگ ہو کہ تمہیں یہ احساس نہیں ہے کہ تم لوگ شکار کے لئے نکل رہے ہو۔ تمہارے پاس وافر مقدار میں تیر ہونے چاہئیں۔ اس طرح .....''

اس سے آگے احمد کچھ نہ کہہ سکا ..... اس لئے کہ قرسینا مزید قریب آئی اور اس کا ہاتھ اٹھا اور ایک زوردار طمانچہ اس نے احمد کے منہ پر دے مارا اور بے پناہ غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''یہ ترکش تمہیں خود اتار کر اور اپنے گھوڑے سے اتر کر میرے گھوڑے کی زین سے باندھنا ہوگا۔ نہیں باندھو گے تو پھر یہیں جو تمہارا انجام ہوگا وہ بڑا عبرت خیز ہوگا۔''

پھٹر کھا کر احمد کا غصہ اپنے عروج پر آ گیا تھا۔ ایک دم آندھی اور طوفان کی طرح حرکت میں آیا۔ اپنی چھوٹی بڑی دونوں کمانوں پر اس نے گرفت مضبوط کر لی پھر رکاب سے پاؤں نکال کر اس نے اپنے گھوڑے پر جست لی۔ دوسرے ہی لمحے وہ قرسینا کے گھوڑے پر تھا۔ پھر ایک اور انقلاب رونما ہوا۔ اپنے دونوں ہاتھوں میں قرسینا کو اٹھا کر ہوا میں معلق کیا، اس کے گھوڑے پر وہ الٹا ہو کر بیٹھ گیا تھا اور قرسینا کو اپنے سامنے ڈال لیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی جس شاہراہ پر وہ سفر کر رہا تھا اس شاہراہ پر قرسینا کے گھوڑے کو اس نے سرپٹ دوڑا دیا تھا ..... احمد کا گھوڑا خود بخود اس کے ساتھ بھاگنے لگا تھا۔

اب قرسینا کا گھوڑا جنوب کی طرف جانے والی شاہراہ پر سرپٹ دوڑ رہا تھا۔ قرسینا کو احمد بری طرح اپنے سامنے دبوچے ہوئے تھا۔ احمد کیونکہ گھوڑے پر الٹا بیٹھا ہوا تھا لہٰذا جس سمت گھوڑا بھاگ رہا تھا اس سمت تو وہ دیکھ نہیں سکتا تھا تاہم گھوڑے کو ایڑ پر ایڑ لگاتے ہوئے اس نے شاہراہ پر اس کی رفتار خاصی تیز کر دی تھی۔

یہ ساری صورتِ حال کچھ یوں اچانک پیش آئی کہ قرسینا کے ساتھ جو پاسبانوں اور لڑکیوں کی صورت میں ساتھی تھے وہ سارے دنگ رہ گئے تھے۔ ایک دم وہ کسی ردِعمل کا اظہار نہ کر سکے۔ اتنی دیر تک احمد نے گھوڑے کو سرپٹ دوڑا دیا تھا۔

اس دوران حسین اور خوبصورت قرسینا کسمساتے اور بل کھاتے ہوئے ایک طرح سے اپنا آپ چھڑانے کی کوشش کرنے لگی تھی۔ وہ اس کوشش میں تھی کہ احمد کی گرفت سے آزاد ہو کر اپنے آپ کو گھوڑے سے نیچے گرا دے۔ لیکن احمد کی گرفت پہلے کی نسبت سخت ہو گئی اور جب قرسینا نے اپنا آپ آزاد کرانے کے لئے اپنی جدوجہد تیز کر دی تب اچانک احمد نے ایک تیر نکال کر اس کی پسلیوں کے قریب چبھویا اور پھر تحکمانہ انداز میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اگر تم نے اپنا آپ چھڑانے یا گھوڑے سے نیچے گرانے کی کوشش کی تو یاد رکھنا یہ خنجر میں تمہارے جسم کے پار کر دوں گا اور تم دوسری دنیا کو سدھار جاؤ گی۔''

قرسینا یہ اندازہ نہ کر سکی تھی کہ جو چیز اس کی پسلیوں کے قریب چبھوئی گئی ہے وہ خنجر ہے یا تیر تاہم اس نے کسمسانے اور اپنے آپ کو چھڑانے یا نیچے گرانے کا سلسلہ ترک کر دیا تھا۔ بالکل احمد کی گرفت میں بے حس ہو کر بیٹھ گئی تھی۔ اب صورتِ

حال یہ تھی کہ احمد قریسنا ہی کے گھوڑے پر گھوڑے کی پیٹھ کی طرف منہ کرے بیٹھا ہوا تھا۔ گھوڑے کو وہ برابر ایڑ پر ایڑ لگاتا جا رہا تھا۔ گھوڑا سرپٹ دوڑتا جا رہا تھا۔ اور قریسنا کے گھوڑے کے پیچھے پیچھے احمد کا گھوڑا بھی سرپٹ دوڑتا آ رہا تھا..... قریسنا کو اپنے سامنے احمد نے اپنی گرفت میں لیا ہوا تھا۔ اب جنوب کی طرف جانے والی شاہراہ پر ایک طرح سے تعاقب شروع ہو گیا تھا۔

آگے آگے احمد قریسنا کو لئے گھوڑے کو سرپٹ دوڑائے جا رہا تھا جبکہ قریسنا کے ساتھ شکار میں شامل لڑکیاں اور قریسنا کے محافظ بھی اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے احمد کے تعاقب میں لگ گئے تھے۔

جنوب کی طرف جانے والی شاہراہ پر کچھ دیر یہ تعاقب جاری رہا یہاں تک کہ قریسنا کے کچھ محافظ اپنے گھوڑوں کو ایڑ پر ایڑ لگاتے ہوئے اپنے اور احمد کے درمیانی فاصلے کو کم کرنے کی کوشش کرتے جا رہے تھے۔

اس موقع پر جب احمد نے دیکھا کہ تعاقب کرنے والے قریسنا کے محافظ اس کے قریب آتے جا رہے ہیں تب وہ حرکت میں آیا۔ پہلے اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے قریسنا کو اپنی گرفت میں لیا ہوا تھا اب وہ اپنے ہاتھ علیحدہ کرنا چاہتا تھا لہٰذا اپنی ٹانگوں میں اس نے قریسنا کی دونوں ٹانگوں کو جکڑ کر ایک طرح سے بے بس کر دیا تھا۔ پھر اس نے اپنی بڑی کمان سنبھالی اور لگاتار اس پر تیر جماتے ہوئے کئی تیر چلائے جس کے نتیجے میں تعاقب کرنے والوں میں سے پانچ چھ گھڑ سوار زخمی ہو کر اپنے گھوڑوں سے گرے اور نیچے ڈھلانوں میں لڑھکتے چلے گئے تھے۔

یہ صورتِ حال تعاقب کرنے والوں نے اپنے لئے خطرناک خیال کی لہٰذا پہلے تو وہ کچھ دیر رک گئے، ان کے رکنے کی وجہ سے احمد نے اپنے اور ان کے درمیان فاصلہ کافی بڑھا دیا تھا۔ اب تعاقب کرنے والے شاید یہ چاہ رہے تھے کہ وہ اس طرح تعاقب کریں کہ ان کے اور احمد کے درمیان اتنا فاصلہ رہے کہ احمد کے تیر ان تک نہ پہنچیں۔

اب تعاقب کرنے والے کافی پیچھے رہ گئے تھے۔ حتیٰ کہ تھوڑا سا آگے جا کر ایک خطرناک موڑ آ گیا تھا۔ تعاقب کرنے والے اس موڑ کے قریب رک گئے۔ انہیں یہ خدشہ لاحق ہو گیا تھا کہ کہیں اس موڑ کے قریب ہی قریسنا کو لے جانے والے نوجوان نے گھات نہ لگا لی ہو اور اچانک ان پر تیر اندازی کر کے ان کا خاتمہ نہ کر دے۔

موڑ کے قریب ان کے اس طرح رک جانے سے ان کے اور احمد کے درمیان

فاصلہ اس قدر زیادہ ہو گیا تھا کہ احمد ان کی نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔

موڑ کے قریب جا کر تعاقب کرنے والے اپنے گھوڑوں سے اتر گئے۔ بڑے محتاط انداز میں پھونک پھونک کر وہ قدم رکھتے ہوئے آگے بڑھے۔ جونہی وہ موڑ کے قریب پہنچے، دنگ رہ گئے۔ وہاں قریسنا پڑی ہوئی تھی۔ اس کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے اور منہ پر کپڑا بندھا ہوا تھا اور وہ شاہراہ کے کنارے کوہستانی سلسلے کے قریب ہی انتہائی بے بسی کی حالت میں پڑی ہوئی تھی۔

تعاقب کرنے والے بڑی تیزی سے اس کی طرف بڑھے۔ اتنی دیر تک قریسنا کی ساتھی لڑکیاں بھی وہاں پہنچ گئیں۔ جلدی جلدی انہوں نے قریسنا کے پشت پر بندھے ہوئے ہاتھ کھولے اور اس کے منہ سے کپڑا ہٹایا۔ اس وقت قریسنا عجیب کی بے بسی اور غصے کی حالت میں تھی۔ پہلے کچھ دیر اپنے بازو سہلاتی رہی پھر اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتی رہی۔ اس کے بعد کچھ دیر تک اس نے اس شاہراہ کی طرف دیکھا جو شاہراہ جنوب کی طرف جاتی تھی اور جس پر اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا احمد ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو چکا تھا۔

اس موقع پر قریسنا کے محافظوں میں سے ایک بڑی عاجزی سے قریسنا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''خاتون! اگر آپ حکم دیں تو ہم اس شخص کے تعاقب میں نکل کھڑے ہوں؟''

قریسنا نے اپنے خوبصورت ہونٹوں پر زبان پھیری پھر کہنے لگی۔

''اس کا تعاقب کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس کے مقابلے میں تم نہتے ہو۔ تمہارے پاس صرف تلواریں اور ڈھالیں ہیں۔ تم میں سے کسی نے بھی اس کا تعاقب کر کے اس کے قریب جانے کی کوشش کی تو وہ تم پر موت کی گہری نیند سلا دینے والے تیر برسائے گا اور تم میں سے کوئی بھی زندہ بچ کر واپس نہ آئے گا۔ ویسے بھی اب وہ کافی دور جا چکا ہے اور میرے خیال میں اب ہم اسے پکڑ بھی نہیں سکتے۔''

اس دوران کچھ لڑکیاں اپنے گھوڑوں سے اتر کر قریسنا کے کپڑے جھاڑنے لگی تھیں۔ اس نے جو اپنے سر پر خود رکھا تھا وہ ایک طرف گرا ہوا تھا اور اس کے خوبصورت بال اس کی پشت پر بکھر چکے تھے۔ ایک لڑکی نے آگے بڑھ کر خود اٹھا لیا۔ اتنی دیر تک قریسنا نے اپنے بالوں کو بل دے کر باندھ دیا پھر اپنی ان ساتھی لڑکیوں

جو اس موقع پر ایک حلقے کی صورت میں اس کے گرد جمع ہو گئی تھیں، انتہائی دکھ اور تاسف بھرے انداز میں کہنے لگی۔

''یہ اجنبی عجیب و غریب تھا..... میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ یہ پلک جھپکتے میں مجھ پر جھپٹے گا اور مجھے اپنے سامنے بے بس کر کے اپنا آپ بچا کر نکل جائے گا..... اب اس کا پتہ کرنا پڑے گا کہ یہ کون ہے..... کن سرزمینوں کا رہنے والا ہے..... اس کا نام کیا ہے..... اس لئے کہ آج تک کسی بھی سورما، کسی بھی حکمران، کسی بھی حکمران کے بیٹے کو یہ جرأت اور جسارت نہیں ہوئی کہ وہ مجھے چھوئے۔ لیکن یہ وہ شخص ہے جس نے مجھے اپنے سامنے بے بس کیا، اپنے سامنے سمیٹ کر رکھا، مجھے اپنے دونوں ہاتھوں کی گرفت میں لئے رکھا اور جب تم پر تیر چلانے لگا تو دونوں ہاتھ تو اس نے آزاد کر دیئے لیکن ایسا ماہر قسم کا شہسوار نکلا کہ اپنی دونوں ٹانگوں کو میری ٹانگوں میں پھنسا کر اس نے مجھے کچھ اس طرح بے بس کر دیا کہ میں حرکت تک نہیں کر سکتی تھی اور بڑی آزادی اور آسانی کے ساتھ تم پر تیر چلاتے ہوئے اس نے تم میں سے کئی کو زخمی کرنے کے بعد تمہارے آگے بڑھنے کی رفتار ختم کر دی۔

لبون واپس جا کر میں اپنے کچھ آدمی ضرور مقرر کروں گی جو یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ یہ شخص کون تھا اور اگر پتہ چل گیا کہ یہ کون ہے تو پھر زندہ نہیں رہے گا۔ اس لئے کہ میں ہر صورت میں اسے قتل کروانا پسند کروں گی..... اس نے مجھے چھونے اور اپنے جسم کو میرے جسم سے مس کرنے کی جو جرأت اور جسارت کی ہے اس کے بدلے میں اس کا قتل، اس کا خاتمہ مجھ پر واجب ہو چکا ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد قریسنا رکی، پھر پہلے سے بھی زیادہ دکھ بھرے انداز میں کہنے لگی۔

''اس موڑ کے قریب آ کر اس نے عجیب و غریب حرکت کی۔ اس نے جب دیکھا کہ تم لوگ کافی پیچھے رہ گئے ہو، اس نے اپنے دونوں ہاتھ میری گردن کے پشتی حصے میں ڈالے اور اوپر اٹھایا پھر ایک ہاتھ میں میرا بازو تھام کر اس نے مجھے اپنے گھوڑے سے نیچے لٹکایا اور خود اس قدر جھکا کہ میرے پاؤں زمین پر لگ گئے۔ میں تھوڑی دیر تک اس کے ساتھ دوڑتی رہی، پھر اس نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا۔ اس بناء پر مجھے کوئی چوٹ نہیں آئی۔ اب کمال کی بات یہ ہے کہ جس وقت وہ جست لگا کر

میرے گھوڑے پر بیٹھا تھا تو اس نے گھوڑا تبدیل نہیں کیا، میرے گھوڑے کو ہی لے کر چلا گیا ہے۔ اس کا اپنا گھوڑا میرے خیال میں سدھایا ہوا ہے اور وہ اس کے پیچھے پیچھے خود بخود سرپٹ دوڑتا چلا جا رہا تھا۔ گھوڑے پر بیٹھے ہی بیٹھے اس نے میرے منہ پر کپڑا باندھا اور ہاتھ پشت پر رسّی سے کس دیئے۔

میرا اپنا بڑا قیمتی اور اچھا گھوڑا تھا جو وہ لے گیا ہے۔ لیکن سب سے بڑی بات یہ کہ اس گھوڑے کی زین کے ساتھ میری کچھ خرجینیں بندھی ہوئی تھیں جن میں میری کافی قیمتی اشیاء تھیں۔ ایک خرجین کے اندر میرے استعمال کے نہایت قیمتی کپڑے ہیں، دوسری خرجین میں میرے کچھ زیوراتِ زیبائش کا سامان ہے..... کچھ جواہرات بھی ہیں اور ایک مزید تیسری خرجین میں کچھ نقدی کی تھیلیاں بھی ہیں۔ ہم نے کیونکہ پہاڑی اور جنگلی بکریوں کا شکار کرنے کے لئے کوہستانی سلسلے کے اندر پڑاؤ لگایا تھا اور ارادہ تھا کہ ہم یہاں کم از کم ایک ماہ شکار کرتے رہیں گے۔ لیکن اب میں اس سلسلے کو موقوف کرنا چاہتی ہوں۔ واپس شہر جاؤں گی۔ میں آج تک کبھی یہ سوچ بھی نہ پائی تھی کہ ایک اکیلا آدمی اس طرح میرے محافظوں کی موجودگی میں مجھے ایسا چکمہ اور ایسا نقصان دے کر اپنے آپ کو بالکل سلامتی کے ساتھ بچا لے جانے میں کامیاب ہو جائے گا۔ بہرحال، چلو واپس چلتے ہیں۔''

اس کے ساتھ ہی دو لڑکیاں ایک گھوڑے پر سوار ہو گئیں۔ ایک فالتو گھوڑا قریب کو دے دیا گیا۔ قرسینا گھوڑے پر سوار ہوئی پھر سب اپنے گھوڑوں کو واپس شمال کی طرف سرپٹ دوڑا رہے تھے۔

کوہستانی سلسلے سے ذرا آگے جانے کے بعد وہ اس جگہ آئے جہاں قرسینا کے کچھ محافظوں نے احمد کی راہ روکی تھی۔ پھر وہ بائیں جانب مڑے۔ وہ تھوڑا سا آگے گئے ہوں گے کہ سامنے خیموں کا ایک شہر آباد تھا۔ یہی قرسینا کا پڑاؤ تھا۔ پڑاؤ میں داخل ہوتے ہی قرسینا نے پڑاؤ اٹھانے اور کوچ کرنے کا حکم دیا۔ یہ حکم ملتے ہی اس کے کارندے فوراً حرکت میں آئے۔ خیموں کو اکھاڑ لیا گیا اور سارا سامان باربردار کے جانوروں پر لاد دیا گیا۔ اس کے بعد قرسینا وہاں سے لیون شہر کی طرف کوچ کر رہی تھی۔

قرسینا جب لیون شہر کے قصر میں داخل ہوئی تو دنگ رہ گئی۔ اس نے دیکھا

لے احاطے میں اس وقت لیون کی سلطنت کا بادشاہ افونش جو قرسینا کا چچا تھا، افونش کی بیوی اور لیون کی مملکت کی ملکہ الویرہ، اس کا بیٹا ڈینو اور اس کی چھوٹی ننھی بہن اُلینا، حسین اور خوبصورت قرسینا کا باپ رومیر جو افونش کا چھوٹا بھائی تھا اور اس کے ساتھ ہی قرسینا کی ماں لسانا اور اس کا سگا بھائی ڈینو، سوتیلا بھائی شانجہ، سوتیلی ماں یورا کہ اس کا انتظار کر رہے تھے۔ اس لئے کہ رومیر کی دو بیویاں تھیں۔ ایک نبرہ کے بادشاہ شانجہ اور دوسری جلیقیہ کی تھی۔

ان کے قریب جا کر قرسینا جونہی گھوڑے سے اتری سب سے پہلے اس کی چچا زاد بہن انجلینا جو ابھی بالکل چھوٹی تھی بڑی تیزی سے بھاگی اور آگے بڑھ کر وہ قرسینا سے لپٹ گئی تھی۔ قرسینا نے جھک کر اسے پیار کیا اور بڑی محبت سے کہنے لگی۔

''میری بہن! تُو کیسی ہے؟ یہ آج سارے افراد اس طرح قصر سے باہر کیوں کھڑے ہیں؟''

اس پر انجلینا بڑے پیار اور محبت سے کہنے لگی۔

''میری بہن! شکار کے دوران جو حادثہ آپ کو پیش آیا تھا اس کی خبر قصر میں پہنچ چکی ہے۔ اس لئے گھر کے سب افراد بڑے پریشان ہیں اور ہر کوئی بڑی بے چینی سے آپ ہی کا انتظار کر رہا تھا۔''

اتنی دیر تک قرسینا کی ماں لسانہ اور لیون کی ملکہ الویرہ اور سوتیلی ماں یورا کہ تینوں اس کے قریب آ گئی تھیں۔ انہوں نے باری باری قرسینا کو گلے لگا کر پیار کیا پھر ملکہ الویرہ بڑی محبت اور چاہت میں قرسینا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''میری بیٹی کو کیا ہو گیا تھا..... وہ کون سا ایسا شیر دل جوان تھا جو تم پر جھپٹا اور تمہیں اٹھا کر لے بھاگا؟ تمہارے اس حادثے کی خبر ہمیں ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی ملی ہے۔ وہ تو اچھا ہوا اس نے تمہیں شاہراہ پر ڈال دیا تھا۔ بتانے والوں نے ہمیں یہ بھی بتایا کہ تمہیں اپنی ان چیزوں، کپڑوں، زیورات اور جواہرات کا بھی بڑا غم اور دکھ ہے جو تمہارے گھوڑے کی زین کے ساتھ بندھی خرجینوں کے اندر تھے۔ میری بیٹی! لعنت بھیجو ان چیزوں پر..... میں تمہیں ان سے زیادہ چیزیں لے کر دوں گی۔''

یہاں تک کہتے کہتے ملکہ الویرہ خاموش ہو گئی۔ اس لئے کہ اتنی دیر تک افونش اور اس کا بھائی رومیر بھی قریب آ گئے تھے۔ دونوں نے باری باری قرسینا کو گلے لگا

کر پیار کیا۔ اس موقع پر رو دینے والے انداز میں قرسینا نے اپنے باپ رومیر کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

''اے میرے باپ! میں ہر صورت میں یہ جاننا چاہوں گی کہ جس شخص نے ہمارے ساتھ یہ حادثہ برپا کیا، جس نے اتنی بڑی جرأت کی کہ ایک دم جھپٹ کر میرے گھوڑے پر ہو بیٹھا اور مجھے ایسا بے بس کر دیا کہ گھوڑے پر بیٹھے ہی بیٹھے تیر اندازی کرتے ہوئے میرے کچھ پاسبانوں کو بھی زخمی کر دیا اور میرا گھوڑا بھی لے اُڑا اس کا پتہ کرنا چاہئے وہ کون ہے ..... میں ہر صورت میں چاہوں گی کہ اسے اس کی اس جرأت اور جسارت کی سزا دینی چاہئے اور یہ سزا اس کے قتل سے کم نہیں ہونی چاہئے۔''

قرسینا جب خاموش ہوئی تو لمحہ بھر کے لئے رومیر نے اپنے بڑے بھائی اور لیون کے بادشاہ افونش کی طرف دیکھا پھر پیار بھرے انداز میں اپنا ایک ہاتھ اپنی بیٹی قرسینا کے سر پر رکھا اور کہنے لگا۔

''بیٹی! تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے ..... ایسے حادثے پر میری بچی! جذباتی نہیں ہونا چاہئے۔ پتہ نہیں وہ شخص کون تھا؟ تمہارے چند محافظوں اور ساتھی لڑکیوں کے علاوہ کوئی اسے پہچان بھی نہیں سکتا۔ پھر تم لوگوں سے بھی ایک غلطی ہوئی، اگر تمہارے پاس تیر کم ہو گئے تھے تو تمہیں یہ تو نہیں چاہئے تھا کہ اس سے اس کا تیروں بھرا ترکش ہی مانگ لیتے۔ اگر وہ چند تیر دینے کے لئے تیار تھا تو تمہیں چاہئے تھا کچھ تیر تم رکھ لیتیں اور کچھ اسے رکھ لینے کی اجازت دے دیتیں۔ اگر وہ مسافر تھا تو اپنی راہ لیتا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد رومیر رکا پھر اپنی بیٹی قرسینا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میری بیٹی! مجھے بتانے والوں نے یہ بتایا ہے کہ تم نے اسے یہ بھی دھمکی دی تھی کہ اگر اس نے اپنا تیروں بھرا ترکش تم لوگوں کے حوالے نہ کیا تو تم اسے ہلاک بھی کر سکتی ہو اور یہ کہ اسے زندان میں بھی ڈال سکتی ہو۔ میرے خیال میں تمہارے انہی الفاظ سے وہ انتقامی اور جذباتی ہو گیا ہو گا۔ اپنے گھوڑے سے جست لگا کر وہ تمہارے گھوڑے پر ہو بیٹھا۔ میرے خیال میں ایسا ہر کوئی نہیں کر سکتا۔ وہ کوئی بے مثل تیغ زن اور عمدہ قسم کا شہسوار لگتا ہے جس نے یہ حرکت کی اور پھر گھوڑے پر بیٹھے

ل بیٹھے تمہیں ایسا بے بس کیا کہ تمہیں اپنے سامنے بٹھائے وہ تعاقب کرنے والے تمہارے ساتھیوں پر تیز اندازی کرتے ہوئے انہیں نقصان بھی پہنچاتا رہا۔ اس طرح اپنے اور تعاقب کرنے والوں کے درمیان فاصلہ زیادہ کر کے تمہیں شاہراہ پر ڈال کر وہ بھاگتا بنا۔

میری بیٹی! مجھے بتانے والوں نے یہ بھی بتایا ہے کہ اس کے گلے میں صلیب لٹک رہی تھی لہٰذا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ نصرانی تھا۔ اگر وہ نصرانی تھا تو اس کا تعلق یا تو ہماری سلطنت سے ہے یا وہ کوئی مسافر تھا جو شمال سے جنوب کی طرف سفر کر رہا تھا۔ احتیاط کے طور پر میں فی الحال یہ قدم اٹھاتا ہوں کہ اس شاہراہ پر کچھ لوگوں کو مقرر کر دیتا ہوں۔ ان میں وہ لوگ بھی شامل کئے جائیں گے جو تمہارے ساتھ اس شخص کے تعاقب میں شامل تھے۔

اگر تو وہ مسافر شمال سے جنوب کی طرف گیا ہے تو پھر ہماری مملکت کے اندر ہی کہیں ہو گا ..... اگر وہ جنوب میں گیا ہے تو چند دن کسی کے ہاں رہ کر ضرور واپس شمال کی طرف جائے گا۔ اگر ایسا ہو گا تو ضرور پہچانا جائے گا اور پکڑا جائے گا۔ اگر وہ شمال میں کسی کے ہاں رہ کر جنوب میں اپنے گھر کی طرف گیا ہے تب بھی ہم کوشش کریں گے کہ اس کا پتہ لگایا جا سکے۔ اس کے علاوہ میں کچھ مخبر بھی مقرر کروں گا جو یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ وہ شخص کون تھا۔ بیٹی! اگر یہ پتہ چل جاتا ہے کہ وہ شخص مسلمان ہے تو وہ سزا کا حقدار نہیں، انعام کا حقدار ہے۔''

رومیر کے ان الفاظ پر قرسینا نے چونکنے کے انداز میں اپنے باپ کی طرف دیکھا پھر احتجاج کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''یہ آپ کس قسم کی گفتگو کر رہے ہیں ..... اس نے میری اہانت کی۔ اپنے گھوڑے سے جست لگا کر میرے گھوڑے پر کودا۔ بابا! آپ جانتے ہیں کہ آج تک کسی مرد کو جرأت نہیں ہوئی کہ میرے جسم کو ہاتھ لگا سکے۔ اس نے نہ صرف میرے گھوڑے پر جست لگائی بلکہ مجھے اپنے سامنے بری طرح سمیٹتے ہوئے بے بس کیا ..... کیا ایسا شخص سزا کا حق دار نہیں ہے؟''

جواب میں لمحہ بھر کے لئے رومیر نے اپنے بڑے بھائی افونش کی طرف دیکھا۔ اس موقع پر افونش کے چہرے پر بھی مسکراہٹ تھی۔ پھر ہلکے ہلکے تبسم میں رومیر کہنے

لگا۔

''بیٹی! ایسا شخص ہرگز ہرگز سزا کے قابل نہیں ہے۔ جو حرکت اس نے کی ہے وہ حرکت اس کی بہادری، اس کی شجاعت کا اظہار کرتی ہے۔ لہٰذا وہ نوجوان اگر مجھے کبھی مل گیا تو میں اسے اپنے لشکر میں سالاروں کے کسی اعلیٰ عہدے پر مقرر کروں گا..... ہاں اس کے مل جانے پر میں اتنا ضرور کروں گا کہ وہ اپنے رویے کی تم سے معافی ضرور مانگے گا۔ بیٹی! اس سے زیادہ ایسے زندہ دل اور بہادر نوجوان کو سزا دینا میں سمجھتا ہوں دلیری اور جرأت مندی کی بذاتِ خود توہین ہے۔''

اتنی دیر تک ملکہ الویرہ آگے بڑھی اور اس نے قرسینا کو اپنے ساتھ لپٹا لیا تھا۔ یاد رہے افونش کی یہ زوجہ اور ملکہ الویرہ بنرہ کے بادشاہ شانجہ اور ملکہ تھیوڈورہ کی بیٹی تھی جبکہ رومیر کی بیوی یوراکہ اس کی بہن تھی اور بھاگنے والی شہزادی انفنا ان دونوں کی چھوٹی بہن تھی۔

اس دوران لیون کی شہزادی اور قرسینا کی چچا زاد بہن ننھی انجلینا بھی آگے بڑھ کر قرسینا سے لپٹ گئی تھی۔ وہ عمر میں بے شک ابھی چھوٹی سی تھی لیکن جسمانی ساخت اور شکل و شباہت میں بالکل قرسینا جیسی حسین اور پُر جمال تھی۔ اور اس کی شکل بھی کافی حد تک قرسینا ہی سے ملتی جلتی تھی۔

بہرحال ملکہ الویرہ نے قرسینا کو اپنے ساتھ لپٹا لیا پھر اسے اپنے ساتھ محل کے اندرونی حصے کی طرف لے کر چلی گئی۔ باقی سب لوگ بھی قصر کے اندرونی حصے کا رخ کر رہے تھے۔

نبرہ کے بادشاہ شانجہ کی تین بیٹیاں تھیں۔ ایک انفنا جو گونزالیز کے ساتھ بھاگی تھی وہ سب سے چھوٹی تھی۔ دوسری دو بڑی تھیں۔ سب سے بڑی الویرہ تھی جو افونش کی بیوی اور لیون کی ملکہ تھی۔ دوسری یوراکہ تھی جو الویرہ سے چھوٹی اور رومیر کی بیوی تھی۔ اس طرح رومیر کی دو بیویاں تھیں ایک لسانہ جس کا تعلق جلیقیہ کی سلطنت سے تھا، اس کا ایک بیٹا ڈینو اور ایک بیٹی قرسینا تھی۔ دوسری بیوی یوراکہ کا ایک ہی بیٹا تھا جس کا نام شانجہ تھا۔

نصرانی ریاست لیون کی حدود سے نکلنے کے بعد احمد اب اس شاہراہ پر اپنے گھوڑے کو دوڑا رہا تھا جو وہاں سے سیدھی قرطبہ شہر اور دریائے کبیر کی طرف جاتی تھی۔ ابھی تک وہ قرسینا ہی کے گھوڑے پر سوار تھا۔ اچانک کچھ سوچتے ہوئے ایک دم اس نے گھوڑے کی باگیں کھینچتے ہوئے اسے روک دیا۔ اس کا اپنا گھوڑا جو پیچھے پیچھے سرپٹ دوڑتا چلا آ رہا تھا وہ آپ سے آپ رک گیا تھا۔ گھوڑے سے اترنے کے بعد بڑے جستجو بھرے انداز میں احمد نے قرسینا کے گھوڑے کی زین سے بندھی ہوئی اشیاء کا جائزہ لینا شروع کیا۔ دائیں بائیں دو بڑی خرجینیں بندھی ہوئی تھیں۔ ایک خرجین کو جب اس نے کھول کر دیکھا تو دنگ رہ گیا۔ اس میں قرسینا کے انتہائی قیمتی ریشمی ملبوسات تھے۔ کچھ دیر تک بڑے غور سے وہ ان قیمتی کپڑوں کو دیکھتا رہا پھر خرجین کا منہ بند کر کے پہلے کی طرح اسے گھوڑے کی زین سے باندھ دیا تھا۔ اس کے بعد اس نے دوسری خرجین کو کھولا تو اس کے اندر ایک اور خرجین تھی جس کو باہر نکال کر کھولا اور اسے دیکھا تو وہ سنہری سکّوں سے بھری ہوئی تھی۔ اس بڑی خرجین کے اندر کئی چھوٹی چھوٹی خرجینیں تھیں جن میں انتہائی قیمتی جواہرات تھے۔ ساتھ ہی کچھ قیمتی زیورات بھی اس میں رکھے ہوئے تھے۔

ان ساری چیزوں کا جائزہ لیتے ہوئے تھوڑی دیر تک احمد بن یعلیٰ گہری سوچوں میں غرق رہا پھر اپنے گھوڑے کی طرف گیا۔ گھوڑے کے ساتھ جو بڑی چرمی خرجین تھی وہ اس نے کھولی۔ قرسینا کی دونوں چرمی خرجینوں کو اس نے اپنی بڑی خرجین میں ڈالنے کے بعد اس کا منہ اچھی طرح بند کر دیا پھر اسے اپنے گھوڑے کی خرجین سے باندھ دیا تھا۔ اب وہ مطمئن اور بے فکر تھا۔ اس لئے کہ اسے اب کسی کے تعاقب کرنے کا کوئی خطرہ اور خدشہ نہ تھا۔ اس کے بعد قرسینا کے گھوڑے کی باگ اس نے اپنے گھوڑے کی زین سے باندھ دی۔ جست لگا کر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اسے

ایڑ لگاتے ہوئے قرطبہ کی طرف جانے والی شاہراہ پر اس نے دوڑا دیا تھا۔

ایک روز شام سے کچھ پہلے طبیب خروئی تھکا تھکا، اُلجھا اُلجھا اپنی حویلی میں داخل ہوا۔ اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے اس کی بیٹی رحیق تڑپ اٹھی تھی۔ ایک دم وہ خروئی سے لپٹ گئی۔ یوحنا بھی اندر سے نکل کر اپنے باپ سے لپٹ گیا تھا پھر رحیق نے بڑی ہمدردی، بڑے پیار سے پوچھا۔

''بابا! کیا بات ہے ..... میں دیکھتی ہوں آج خلافِ توقع آپ زیادہ پریشان اور فکرمند ہیں۔''

خروئی نے رحیق اور یوحنا دونوں کو اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ کمروں کے سامنے جو لمبا برآمدہ تھا اس کے اندر ایک کھاٹ پڑی ہوئی تھی۔ دونوں کو لپٹائے ہوئے اس کھاٹ پر بیٹھ گیا پھر دکھ بھرے انداز میں کہنے لگا۔

''بیٹی! احمد بن یعلیٰ آ گیا ہے ..... اس سے میری ملاقات ہوئی۔ میں نے جب اس پر اس کے دادا کے مرنے کا انکشاف کیا تو جس انداز میں وہ رویا، جس بے بسی اور لاچارگی کے انداز میں جملے کہے انہوں نے مجھے پریشان اور فکرمند کر دیا ہے۔''

خروئی کے ان الفاظ پر رحیق تڑپ کر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ کہنے لگی۔

''میں بھائی کے پاس جاتی ہوں ..... اسے تسلی دیتی ہوں۔ بابا! آپ کو چاہئے تھا کہ بھائی کو آپ اپنی حویلی میں لے کر آتے۔ وہ بیچارے اکیلے وہاں پڑے پڑے زیادہ پریشان اور فکرمند ہو جائیں گے۔''

خروئی بھی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ یوحنا بھی کھڑا ہو گیا۔ پھر رحیق کی طرف دیکھتے ہوئے خروئی کہنے لگا۔

''بیٹی! اپنے دادا کی خبر سنتے ہی وہ میرے ساتھ نہیں آیا۔ بیچارہ رو رہا تھا، آہیں بھر رہا تھا۔ سیدھا قبرستان کی طرف چلا گیا۔ میں نے اسے قبر کی نشاندہی کر دی تھی۔ ابھی تک وہ قبرستان میں ہی ہے، گھر نہیں آیا۔''

اس پر رحیق صدر دروازے کی طرف بھاگی اور کہنے لگی۔

''بابا! میں بھائی سے وہیں ملتی ہوں۔'' اس کے ساتھ ہی رحیق باہر نکل گئی۔ یوحنا بھی بھاگتا ہوا رحیق کے پیچھے پیچھے حویلی سے باہر نکل گیا تھا۔

رحیق اور یوحنا دونوں جب قبرستان میں داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ قبرستان کے اندر دو گھوڑے چر رہے تھے جبکہ احمد بن یعلیٰ اپنے دادا کی قبر پر بیٹھا قبر کے اوپر ہاتھ پھیرے جا رہا تھا۔ اس کی گردن جھکی ہوئی تھی۔ رحیق اور یوحنا کی طرف اس کی پیٹھ تھی۔ دونوں بہن بھائی نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ قبر پر بیٹھا رو رہا ہے۔

دونوں چپ چاپ آگے بڑھے اور احمد کے پیچھے جا کھڑے ہوئے۔ احمد قبر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے رو رہا تھا۔ کبھی کبھی قبر پر یوں بچھ جاتا تھا جیسے قبر سے بغلگیر ہونے کی کوشش کر رہا ہو۔

ایک دم تڑپ کر احمد اٹھ کھڑا ہوا۔ اس لئے کہ اس کے پیچھے کھڑی رحیق بری طرح رو رہی تھی اور اس کی آنکھوں سے بہنے والے آنسو احمد کی پیٹھ پر گرے تھے۔

اپنی جگہ سے اٹھ کر احمد نے رحیق اور یوحنا دونوں کو اپنے ساتھ لپٹا لیا تھا اور پھر وہ بچوں کی طرح سسک سسک کر رونے لگا تھا۔ رحیق اور یوحنا بھی بری طرح رو رہے تھے۔ کچھ دیر قبرستان میں ایسا ہی سماں رہا پھر احمد سنبھل گیا۔ رحیق اور یوحنا کو بھی سنبھالا دیا۔ کچھ دیر تک تینوں قبر پر مٹی درست کرتے رہے پھر رحیق نے احمد کا ذہن بدلنے کے لئے اسے مخاطب کیا۔

''بھائی! یہ دوسرا گھوڑا کس کا ہے؟''

جواب میں احمد کہنے لگا۔

''رحیق میری بہن! میں نے اپنے دونوں دشمنوں کو ٹھکانے لگا دیا ہے۔ یوں جانو یہ گھوڑا میرے دشمنوں میں سے ایک کا ہے۔ ابنِ مستنہ اور سرواندو دونوں اب اس دنیا میں نہیں ہیں ..... انہوں نے مجھے میرے بھائیوں سے محروم کیا تھا، میں نے انہیں ان کی روح سے محروم کر دیا۔''

جواب میں رحیق خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''بھائی! اب اٹھیں، گھر چلیں۔''

رحیق کے کہنے پر احمد کھڑا ہو گیا پھر رحیق کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تم دونوں بہن بھائی میرے گھوڑے پر ہو بیٹھو ..... وہ کیونکہ سدھایا ہوا ہے، اس لئے اپنے آپ گھر کی طرف ہو لے گا۔ دوسرے گھوڑے پر میں خود بیٹھتا ہوں۔''

احمد کے ان الفاظ پر رحیق اور یوحنا ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا

دیئے تھے۔ پھر دونوں گھوڑے کی طرف بھاگے جلدی جلدی دونوں آگے پیچھے بیٹھ گئے۔ دوسرے گھوڑے پر احمد ہو بیٹھا تھا۔ پھر ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے انہوں نے گھوڑوں کو ایڑ لگائی اور قبرستان سے نکل کر وہ شہر کا رخ کر رہے تھے۔

احمد بن یعلیٰ ایک روز اپنی حویلی میں رحیق اور یوحنا کے ساتھ بیٹھا ہوا کسی موضوع پر گفتگو کر رہا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔

دستک سنتے ہی احمد اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے رحیق اور یوحنا بھی کھڑے ہو گئے پھر تینوں ایک ساتھ صدر دروازے کی طرف بڑھے تھے۔

احمد نے جب دروازہ کھولا تب ایک شخص دروازے پر کھڑا تھا۔ وہ مسلح تھا۔ بڑا چاق و چوبند تھا۔ احمد کو دیکھتے ہی بڑی خوش طبعی سے کہنے لگا۔

''اگر میں غلطی پر نہیں تو تم احمد بن یعلیٰ ہو۔''

احمد نے لمحہ بھر کے لئے اسے غور سے دیکھا پھر کہنے لگا۔

''تمہارا اندازہ درست ہے ..... احمد بن یعلیٰ میں ہی ہوں ..... لیکن میں نے تمہیں نہیں پہچانا ..... تم کون ہو اور کس کام کے تحت تم نے میری حویلی کے دروازے پر دستک دی ہے؟''

آنے والا مسکرایا اور کہنے لگا۔

''میں امیر کے قصر کی طرف سے آیا ہوں۔ امیر نے ابھی اور اسی وقت تمہیں قصر میں طلب کیا ہے۔ میں بیٹھوں گا نہیں، باہر کھڑا ہوتا ہوں، تیار ہو کر آ جاؤ۔ میں تمہیں اپنے ساتھ لے کر چلتا ہوں۔''

اس موقع پر عجیب سے انداز میں احمد نے باری باری رحیق اور یوحنا کی طرف دیکھا پھر دستک دینے والے کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تھوڑی دیر رکو، میں ابھی آتا ہوں۔''

اس کے ساتھ ہی احمد پیچھے ہٹا۔ رحیق اور یوحنا دونوں صحن ہی میں کھڑے رہے۔ جس کمرے میں تینوں بیٹھ کر تھوڑی دیر پہلے باتیں کر رہے تھے اس کے ساتھ جو کمرہ تھا احمد اس کی طرف گیا۔ جلدی جلدی اس نے لباس تبدیل کیا۔ اپنے لباس کے نیچے اس نے زرہ پہن لی تھی۔ سر پر خود رکھنے کے بعد اوپر سفید رنگ کا

خوبصورت عمامہ باندھا تھا۔ کمر پر اس نے اپنی تلوار اور خنجر کی چرمی پیٹی کس لی تھی۔ اس کے بعد باہر صحن میں آیا۔ رحیق اور یوحنا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تم دونوں بہن بھائی گھر ہی میں رہو ..... میں اس بلانے والے کے ساتھ جاتا ہوں۔ دیکھتا ہوں امیر نے مجھے کیوں طلب کیا ہے۔''

رحیق نے جب اثبات میں گردن ہلائی تب احمد قصر سے آنے والے اس شخص کے ساتھ ہو لیا تھا۔

قصر کے ایک کمرے کے سامنے اس شخص نے احمد کو روک دیا۔ پھر وہ اندر داخل ہوا۔ تھوڑی دیر بعد باہر نکلا، احمد کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اندر جاؤ۔''

احمد اندر داخل ہوا۔ قصر کا وہ خاصا بڑا کمرہ تھا۔ سامنے شہہ نشین تھی جس کے اوپر اندلس کا حکمران عبدالرحمٰن الثالث، اس کے دائیں جانب اس کی ملکہ الزہرہ، دوسری جانب اس کا بیٹا حاکم، سامنے کئی قطاروں میں لشکریوں کے سالار، عدلیہ کے قاضی، لشکر اور شہر کے طبیبوں کے علاوہ سالارانِ سلطنت کے علاوہ رؤسا بھی بیٹھے ہوئے تھے۔

احمد سیدھا شہہ نشین کے پاس گیا، ایک بھرپور نگاہ اس نے امیر عبدالرحمٰن الثالث پر ڈالی، دیکھا امیر کا رنگ سرخی مائل سفید، آنکھیں نیلی، قد خوب نکلتا ہوا، سر پر سفید رنگ کا عمامہ تھا۔

احمد نے شہہ نشین کے پاس جا کر اپنی چرمی پیٹی اپنی کمر سے کھولی۔ خنجر اور تلوار کی وہ پیٹی اس نے اپنے دونوں ہاتھوں میں تولتے ہوئے امیر عبدالرحمٰن الثالث کے قدموں میں رکھ دی تھی۔ پھر الٹے پاؤں پیچھے ہٹا۔ سر کو تھوڑا سا خم کیا، اس کے بعد امیر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''امیرِ محترم! میں نہیں جانتا اس بھرے دربار میں مجھے کس جرم میں طلب کیا گیا ہے ..... اگر مجھ سے کوئی ایسا جرم سرزد ہوا ہے جس کی سزا مجھے ان سب کے سامنے دی جانی ہے تو میں نے اپنی تلوار آپ کے قدموں میں ڈال کر اپنی فرمانبرداری اور اطاعت کا اظہار کر دیا ہے۔ آپ جو سزا میرے لئے تجویز کریں گے اسے بخوشی قبول کرلوں گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد احمد مزید چند قدم پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اس موقع پر اچانک اس کی نگاہ بائیں جانب ایک نشست پر بیٹھے خروئی پر بھی پڑی تھی۔ وہ اس سے مسکرا رہا تھا۔

کچھ دیر تک قصر میں خاموشی رہی۔ اس کے بعد قصر میں امیر عبدالرحمٰن الثالث کی گونج دار اور سناٹوں کا جگر چیر دینے والی آواز بلند ہوئی تھی۔

''یعلیٰ کے بیٹے! حکیم خروئی نے مجھے تمہارے متعلق سب کچھ بتا دیا ہے۔ تمہارا اب گلہ بانی کا دور ختم ہوا ..... اب رزم آرائی اور جہاں بانی کے کاموں میں ہمارے ساتھ شامل ہو جاؤ۔ یعلیٰ کے بیٹے! میں عداوتوں کی آگ بھڑکانے والوں، مکاری اور سفاکی کا کھیل کھیلنے والوں، طبیعتوں کو ویران کرنے والوں، نفرت اور بدی کی خواہش رکھنے والوں کے خلاف حرکت میں آنے کے لئے تمہیں اپنے لشکر میں شامل ہونے کی دعوت دیتا ہوں۔

احمد بن یعلیٰ! تیرے جیسے نوجوان ہی شجاعت کے فرزند، جاں نثاری کے دل بند ثابت ہوتے ہیں ..... تیرے جیسے نوجوان ہی ستاروں کی پرواز، اُجالوں کی اُڑان کی طرح حیات و ممات کا راز پا کر اور غازیوں کا ثبات بن کر ماؤں کی حرمت اور بہنوں کی عظمت، بچوں کے لئے دستِ شفقت اور مجاہدوں کا وجدان ثابت ہوتے ہیں۔ تمہیں ایک سالار کی حیثیت سے اپنے لشکر میں شامل کرتا ہوں تاکہ آنے والے دور میں تم طالوتوں کے جلیسوں اور شیاطین کے رفیقوں کے خلاف ناوکِ ظلِ الٰہی، خدائی نگہبان اور ملت کا حدی خواں بن کر ہمارا ساتھ دے سکو۔''

یہاں تک کہنے کے بعد امیر عبدالرحمٰن الثالث رکا تھا، کچھ سوچا پھر دوبارہ وہ احمد بن یعلیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''اپنی تلوار اور خنجر کی جو پیٹی اتار کر اپنی اطاعت اور فرماں برداری کے اظہار کے لئے تم نے میرے پاؤں میں ڈالی ہے اسے اٹھاؤ اور اپنی کمر سے باندھ لو۔ اپنے دائیں جانب دیکھو، ایک نشست خالی پڑی ہے ..... میں تمہیں اپنے لشکر کے اچھے سالاروں میں شامل کر رہا ہوں اور تمہیں مختلف مواقع پر اپنی حرب و ضرب کی صناعی، اپنی تیغ زنی کی مہارت کو آزمانے کا خوب موقع ملے گا۔''

اس موقع پر احمد بن یعلیٰ حرکت میں آیا، آگے بڑھ کر اس نے اپنی تلوار اور خنجر

کی پیٹی اٹھا کر اپنی کمر سے باندھ لی اور جس خالی نشست کی طرف امیر عبدالرحمٰن بن الثالث نے اشارہ کیا تھا وہاں بیٹھ گیا تھا۔ اس کے بعد وہاں بیٹھے ہی بیٹھے امیر عبدالرحمٰن الثالث نے کچھ دیگر امور نمٹائے پھر اپنے کچھ سالاروں کے ذمے یہ کام لگایا کہ وہ احمد بن یعلیٰ کو اپنے ساتھ مستقر کی طرف لے جائیں۔ لشکریوں اور دیگر سالاروں سے اسے روشناس کروائیں۔ اس کے ساتھ ہی وہ اجلاس امیر نے ختم کر دیا تھا۔



عبدالرحمٰن الثالث اکیس سال کی عمر میں تخت نشین ہوا تھا ..... اس کے دادا امیر عبداللہ نے اپنے بے شمار بیٹوں کی موجودگی میں اپنے پوتے عبدالرحمٰن کو ولی عہدِ سلطنت قرار دیا تھا۔ امیر عبداللہ نے عبدالرحمٰن الثالث کی تعلیم و تربیت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی۔ اگرچہ عبدالرحمٰن الثالث کے کچھ چچا اور دوسرے عزیز و اقارب اتفاق اور تجربے میں اس سے بڑھے ہوئے تھے لیکن اس کی تخت نشینی پر کسی نے کوئی شورش یا بغاوت کھڑی نہ کی۔ کہتے ہیں عبدالرحمٰن الثالث کا رنگ گورا، آنکھیں نیلی تھیں۔ قد بڑا مناسب اور گفتار بڑی شیریں تھیں۔ رحم دل، سلیم الطبع انسان تھا۔ تخت پر بیٹھتے ہی اس نے اپنی رعایا پر جو ناجائز ٹیکس تھے وہ سب معاف کر دیئے اور اعلان کر دیا کہ جو سرکش اور باغی سردار فوراً اس کی وفاداری کا حلف اٹھائیں گے ان کی خطاؤں کو معاف کر دیا جائے گا۔ اس لئے کہ امیر عبدالرحمٰن الثالث کی تخت نشینی سے پہلے مسلمانوں کا امیر عبداللہ تھا۔ امیر عبداللہ کی حکومت صرف قرطبہ شہر اور اس کے نواح تک محدود ہو کر رہ گئی تھی۔ شمال میں عیسائی سلطنتیں طاقت اور قوت پکڑ چکی تھیں جبکہ خود مسلمانوں کی سلطنت کے اندر جگہ جگہ بغاوتیں کھڑی ہو چکی تھیں۔ والیوں اور شورش برپا کرنے والوں نے بڑے بڑے شہروں میں اپنی اپنی خود مختار حکومتوں کا اعلان کر رکھا تھا۔

امیر عبدالرحمٰن الثالث نے تخت نشین ہوتے ہی منادوں کے ذریعے اپنی سلطنت کے اندر اعلان کروا دیا کہ اب بغاوتیں کھڑی کرنے کا کوئی موقع نہیں۔ جو باغی حکومت ختم کر کے اطاعت کا اعلان کرے گا اسے کچھ نہیں کہا جائے گا اور جو ایسا نہیں کرے گا اسے سختی سے کچل کر اطاعت اور فرمانبرداری پر مجبور کیا جائے گا۔ اس کے

بعد وہ اپنے لشکر کو لے کر باغی سرداروں کی سرکوبی کے لئے نکلا۔ جس شہر کا بھی اس نے رخ کیا عوام نے اس کا استقبال کیا۔ اس لئے کہ جس وقت وہ ولی عہد تھا تب سے ہی لوگ اسے اس کی عادات، اس کی شجاعت اور اس کے خلوص کی وجہ سے پسند کرتے تھے۔ اس کے لشکری اپنے امیر پر ہر وقت جان نثار کرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔

تخت نشین ہونے کے بعد امیر عبدالرحمٰن الثالث نے سب سے پہلے جنوبی علاقے کی طرف توجہ کی۔ کچھ نے ویسے ہی اطاعت کر لی کچھ کو اس نے بزورِ شمشیر اپنا فرمانبردار بنایا۔

اس کے بعد اس نے بڑے شہر اشبیلیہ کی طرف توجہ دی جہاں امیر عبدالرحمٰن الثالث کے آباؤ اجداد میں بڑی بڑی بغاوتیں اٹھ چکی تھیں اور وہ مرکز کے باغی ہو چکے تھے۔

اشبیلیہ کے خود سر اور باغی سرداروں میں ابراہیم بن حجاج سرِ فہرست تھا۔ جب امیر عبدالرحمٰن تخت نشین ہوا تو ابراہیم بن حجاج کا انتقال ہو گیا اور اس کے انتقال پر اس کا بڑا لڑکا عبدالرحمٰن جانشین ہوا اور چھوٹا لڑکا محمد بن ابراہیم قرمونہ شہر کا حاکم بنا۔

انہی دنوں مرنے والے ابراہیم بن حجاج کا چھوٹا بیٹا محمد قرطبہ شہر میں امیر عبدالرحمٰن الثالث کی خدمت میں حاضر ہوا اور بغاوت ترک کر کے اپنی خدمات پیش کیں۔ امیر اس کی اطاعت پر بے حد خوش ہوا اور اسے ان علاقوں کا والی بنانا منظور کر لیا جہاں سے وہ آیا تھا۔ جب اشبیلیہ اور قرمونہ والوں نے امیر کی اطاعت قبول نہ کی تو امیر اپنے لشکر کے ساتھ نکلا۔ دریائے کبیر کے کنارے امیر عبدالرحمٰن اور باغیوں کے درمیان ہولناک جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں امیر نے باغیوں کو کچل مسل کر رکھ دیا۔ یہاں تک کہ آگے بڑھتے ہوئے امیر کے لشکر نے اشبیلیہ شہر کا محاصرہ کر لیا۔ اہلِ شہر نے مقابلے کی طاقت نہ دیکھ کر اطاعت قبول کر لی اور شہر کے دروازے انہوں نے امیر عبدالرحمٰن الثالث کے لئے کھول دیئے۔ اس طرح اشبیلیہ کی بغاوت کا خاتمہ ہوا۔

اشبیلیہ پر قبضہ کرنے کے بعد امیر عبدالرحمٰن نے قرمونہ کے باغیوں کا بھی خاتمہ کر کے وہاں بھی قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد باغی آپ سے آپ اطاعت قبول کرنا

شروع ہو گئے تھے۔ کوہستانِ باغا میں ابنِ مستنہ کا ایک لڑکا باغی تھا اور ایک قلعے پر قبضہ کئے ہوئے تھا۔ وہ بھی امیر کی خدمت میں حاضر ہوا اور اطاعت اختیار کر لی۔ صوبہ البیرہ میں بنی ثلب کے بربر سرکشی اختیار کئے ہوئے تھے۔ امیر نے جب تحکمانہ انداز میں ان کی طرف پیغام بھجوایا تو انہوں نے بھی ہتھیار ڈال دیئے اور اطاعت قبول کر لی۔ اس کے بعد صوبہ بلیہ کے بڑے بڑے باغیوں نے بھی امیر کی اطاعت اختیار کی۔ اسی سال امیر نے بنوقسی کا رخ کیا۔ یہ بھی بڑے باغی اور سرکش تھے۔ انہیں بھی امیر نے اطاعت پر مجبور کیا اور ان میں سے جو باقی بچے انہیں امیر نے اپنے لشکر میں شامل کر لیا۔ اس کے بعد ایک اور جنگجو قبیلے زنون کو بھی مطیع اور فرمانبردار بنا لیا تھا۔ اپنی مملکت کی اندرونی بغاوتوں کو ختم کرنے کے بعد امیر عبدالرحمٰن الثالث نے بیرونی دشمنوں کی طرف توجہ دی۔ اس وقت لیون کا حاکم اور بادشاہ اورڈینو تھا جس نے اچانک مسلمانوں کی ابتری دیکھتے ہوئے مسلمانوں کے ایک شہر ناجرہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ دوسری طرف نبرہ کے بادشاہ شانجہ نے بھی پَر پُرزے دکھائے اور اس نے لیون کے بادشاہ اورڈینو کی پیروی کرتے ہوئے مسلمانوں کے شہر بقرہ پر حملہ کیا۔ شہر کی اس نے اینٹ سے اینٹ بجا دی اور شہر کے اندر جس قدر مسلمان تھے ان کا اس نے خوب قتلِ عام کیا۔

امیر عبدالرحمٰن کو جب ان حالات کی خبر ہوئی تو وہ سخت برہم ہوا۔ ایک لشکر لے کر نکلا۔ امیر عبدالرحمٰن نے دونوں عیسائی مملکتوں کے خلاف ایسی لشکر کشی کی کہ جگہ جگہ انہیں بدترین شکستیں دیں۔ نبرہ کے بادشاہ شانجہ نے کئی مواقع پر کوہستانی دروں اور وادیوں کے اندر امیر عبدالرحمٰن الثالث کی راہ روکنا چاہی لیکن ہر موقع پر امیر نے اسے بدترین شکستیں دیں اور شانجہ کو نقصان اٹھا کر پسپا ہونا پڑا۔ یہاں تک کہ امیر عبدالرحمٰن اپنے لشکر کے ساتھ پیش قدمی کرتا ہوا نبرہ کی عیسائی مملکت کے مرکزی شہر ہلونہ جا پہنچا۔ شہر کا اس نے محاصرہ کر لیا اور اس قدر زوردار حملے کئے کہ شہر کا جو محافظ عیسائی لشکر تھا اس کا مقابلہ نہ کر سکا۔ بزورِ قوت امیر عبدالرحمٰن شہر میں داخل ہوا اور شہر کے اندر جس قدر دفاعی استحکامات تھے امیر عبدالرحمٰن نے وہ سب گرا کر ملیامیٹ کر کے رکھ دیئے تھے۔

جب امیر بزورِ قوت ہلونہ شہر میں داخل ہوا تو بادشاہ شانجہ اور اس کی بیوی

تھیوڈورہ نے امیر عبدالرحمٰن کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے گزشتہ کاموں کی معافی مانگی اور آئندہ امیر کا مطیع اور فرمانبردار رہنے کا وعدہ کیا۔

اس دوران جب امیر عبدالرحمٰن لیون کی سلطنت کے خلاف حرکت میں آنا چاہتا تھا تو سلطنت کے اندر ایک انقلاب برپا ہو گیا۔ پہلے وہاں کا بادشاہ اوردِینو تھا وہ اس وقت ہی فوت ہو گیا جس وقت امیر عبدالرحمٰن بنرہ کی سلطنت کے خلاف حرکت میں آیا تھا۔ اس کے بعد اس کا جانشین اس کا بھائی فردیلہ ہوا تھا لیکن وہ بھی مر گیا۔ فردیلہ کے مرنے کے بعد پہلے بادشاہ اور ڈینو ثانی کے دو بیٹوں شانجہ اور افونش میں تخت نشینی کے لئے جھگڑا پیدا ہو گیا۔ نبرہ کے بادشاہ شانجہ نے افونش کی مدد کی۔ اس لئے کہ افونش شانجہ کا داماد تھا۔ لہٰذا افونش لیون کا حکمران بن گیا۔ شانجہ اور افونش کا ایک اور بھائی رومیر تھا۔ وہ بھی نبرہ کے بادشاہ شانجہ کا داماد تھا۔ رومیر نے اپنے بھائی افونش کا ساتھ دیا تھا۔

اب شمال میں دو بڑی اور چھوٹی ریاستیں تھیں۔ بڑی ریاستوں میں سے ایک نبرہ جس کا بادشاہ شانجہ تھا۔ دوسری لیون جس کا بادشاہ اب افونش کا بھائی شانجہ بن گیا تھا جبکہ قشتالیہ کا علاقہ جو ایک طرح سے لیون کی سلطنت کے تحت ہی شمار کیا جاتا تھا اور وہاں کا حاکم گونزالیز تھا لیکن اب گونزالیز لیون کی فرمانبرداری ترک کر کے ایک طرح سے خودمختاری حاصل کرنے کے لئے پَر پُرزے نکال رہا تھا۔

جس وقت امیر عبدالرحمٰن الثالث نے احمد بن یعلیٰ کو باقاعدہ طور پر ایک سالار کی حیثیت سے اپنے لشکر میں شامل کیا تھا اس وقت تک امیر نے نہ صرف شمال کی عیسائی ریاستوں کو ایک دفعہ اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کر دیا تھا بلکہ دو شہروں بطلیوس اور طلیطلہ کو چھوڑ کر باقی سارے شہروں اور ان علاقوں کو جہاں جہاں بھی باغیوں نے سرکشی کی تھی انہیں اپنا مطیع اور فرمانبردار بنا کر اپنی سلطنت کو پہلے جیسی وسعت دے دی تھی۔

امیر عبدالرحمٰن الثالث کے دادا عبداللہ کے دور میں جہاں مسلمانوں کی حکومت قرطبہ شہر کے گرد و نواح میں رہ گئی تھی وہاں امیر عبدالرحمٰن الثالث کی لگاتار جدوجہد اور کوشش سے سلطنت کی حدود جنوب میں سمندر اور شمال میں عیسائی سلطنتوں تک پہنچ چکی تھی۔ اب امیر عبدالرحمٰن الثالث کے سامنے دو بڑے شہر تھے جو ابھی تک سرکشی

اختیار کئے ہوئے تھے۔ ایک بطلیوس اور دوسرا طلیطلہ۔ ان دونوں میں سے امیر عبدالرحمٰن نے پہلے بطلیوس کا رخ کیا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ بطلیوس دراصل مسلمانوں کا ہی بسایا ہوا ایک شہر تھا۔ بطلیوس خود عربی لفظ نہیں ہے اس لئے عام خیال یہ کیا جاتا ہے کہ جہاں مسلمانوں نے بطلیوس نام کا شہر بسایا وہاں پہلے سے ہی کوئی شہر آباد تھا جس کا نام تو کوئی اور تھا ان مسلمانوں نے اسے بطلیوس کا نام دیا۔ باوجود کوشش کے ابھی تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ بطلیوس آباد کرنے سے پہلے وہاں کون سا شہر آباد تھا اور اگر آباد تھا تو اس کا نام کیا تھا۔

بطلیوس شہر کے نواح میں ایک انتہائی مضبوط اور مستحکم فصیل تھی۔ اس کے علاوہ شہر پناہ کے گرد تین بڑی بڑی خندقیں تھیں جن میں سے ایک کی سطح دوسری سے اونچی بنائی گئی تھی۔ ان میں سے دو خندقیں ہمیشہ خشک رہتی تھیں اور ایک میں پانی بھر دیا جاتا تھا۔ لہٰذا ان تین خندقوں کو عبور کر کے شہر کو فتح کرنا ایک طرح سے محال اور ناممکن سوال کیا جاتا تھا۔

ان خندقوں کو بھرنے کے لئے پانی قریب ہی بہنے والے دریائے آنہ سے لیا جاتا تھا۔ اس شہر کے قریب دریائے آنہ مغرب کی طرف خم کھاتا تھا۔ یہ دریا بھی عجیب و غریب تھا۔

بعض موسموں میں پانی کی اس قدر قلت ہو جاتی تھی کہ بالکل خشک ہو جاتا تھا اور پانی نایاب ہو جاتا تھا۔ بارش اس علاقے میں کم ہوتی تھی۔ گرمی کے موسم میں بہت گرمی اور جاڑے کے موسم میں بے حد سردی پڑتی تھی۔ شمال اور شمال مغرب سے بہت تیز ہوائیں چلتی تھیں۔ غلہ اور پھل کم پیدا ہوتے تھے زیادہ تر مویشیوں کی پرورش کر کے اور تجارت کر کے وہاں کے لوگ گزر بسر کرتے تھے۔

جس وقت امیر عبدالرحمٰن الثالث بطلیوس پر حملہ آور ہونے کے لئے نکلا اس وقت بطلیوس پر ایک نومسلم خاندان کا شخص ابنِ مردان جلیقی حکومت کر رہا تھا اور یہ خاندان چھپن سال سے مسلمانوں کی حکومت کا باغی چلا آ رہا تھا۔ سرکشی اختیار کئے ہوئے تھا اور آس پاس کی عیسائی مملکتوں کے ساتھ روابط رکھ کر مسلمانوں کے لئے نقصان کا باعث بنا ہوا تھا۔ اب اسی مردان جلیقی پر حملہ آور ہو کر اسے اپنا مطیع اور

فرمانبردار بنانے کے لئے امیر عبدالرحمٰن نے اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کیا تھا۔

ابنِ مردان جلیقی کو خبر ہوئی کہ اسے اپنا مطیع بنانے کے لئے امیر عبدالرحمٰن الثالث اپنا لشکر لے کر قرطبہ سے نکلا ہے اور اس پر حملہ آور ہوگا تب اس نے یہ خبر سنتے ہی اسی وقت تیز رفتار قاصد لیون کی سلطنت کے بادشاہ افونش کی طرف روانہ کئے اور امیر عبدالرحمٰن الثالث کے خلاف اس سے مدد طلب کی۔

افونش اس پر فوراً تیار ہوگیا اس لئے کہ ماضی میں امیر عبدالرحمٰن الثالث نے نہ صرف کئی مواقع پر لیون کی سلطنت کو شکست دی تھی بلکہ نبرہ کی سلطنت پر حملہ آور ہو کر امیر نبرہ کی سلطنت کے مرکزی شہر بنبلونہ تک میں داخل ہوگیا تھا۔ نبرہ کا بادشاہ شانجہ کیونکہ افونش کا سسر تھا لہٰذا افونش کو یہ بہترین موقع ملا کہ بطلیوس کے باغیوں کی مدد کر کے وہ امیر عبدالرحمٰن الثالث کے نقصان اور شکست کا باعث بن جائے۔

جب بطلیوس کے حاکم ابنِ مردان جلیقی کے قاصد لیون میں افونش کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ابنِ مردان کی طرف سے اس کی مدد کی استدعا کی تب افونش بڑا خوش ہوا۔ اس نے وقت ضائع نہ کیا، اسی وقت اس نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا اور جس روز قاصد پہنچے اسی روز اس لشکر کا کمانڈر اس نے اپنے بھائی رومیر کو بنایا اور اسے فی الفور ابنِ مردان جلیقی کی مدد کے لئے بطلیوس کی طرف روانہ کر دیا۔ رومیر کے لشکر میں جہاں اس کی بیوی، اس کی بیٹی قرسینا شامل تھیں بلکہ اس کے لشکر میں افونش کے اور کافی عزیز و اقارب بھی شامل تھے جن کا تعلق شاہی خاندان سے تھا۔

رومیر جب اپنا لشکر لے کر بطلیوس کے قریب دریائے آنہ کے کنارے پہنچا تو ابنِ مردان جلیقی نے اپنے رؤسا اور امراء کے ساتھ شہر سے نکل کر رومیر اور دوسرے شاہی افراد کا شاندار استقبال کیا۔ اس کے بعد رومیر اور ابنِ مردان علیحدہ ہو کر بیٹھے تاکہ امیر عبدالرحمٰن الثالث سے نمٹنے کے لئے لائحہ عمل تیار کیا جا سکے۔

اس موقع پر گفتگو کا آغاز رومیر نے کیا تھا اور ابنِ مردان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میں نے اس سے پہلے بطلیوس شہر نہیں دیکھ رکھا۔ بہتر ہوگا کہ آپ پہلے مجھے اس کے دفاعی استحکامات سے متعلق بتائیں پھر میں آپ کے ساتھ مل کر فیصلہ کروں گا کہ ہمیں عبدالرحمٰن الثالث کو مار بھگانے اور شکست دینے کے لئے کیا منصوبہ بندی

لرنا ہوگی۔''

ابنِ مردان جلیقی نے جب شہر کے استحکامات کے علاوہ شہر کے اندر لشکر کی تعداد، د اور غلے کی مقدار، شہر کے اردگرد تین بڑی بڑی خندقوں، شہر کی فصیل کے اوپر ے بڑے مضبوط اور مستحکم برجوں کی تفصیل بتائی تب رومیر بڑا خوش ہوا۔ ابنِ مردان جلیقی جب تفصیل بتا چکا تب کسی قدر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے رومیر اسے طاطب کر کے کہنے لگا۔

''ابنِ مردان! شہر کے استحکامات کی جو تفصیل تم نے بتائی ہے اس سے میں اتنا وش ہوا ہوں کہ اسے الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔ جس وقت میں اپنے لشکر کے ساتھ بطلیوس شہر کی طرف بڑھا تھا میرے دل میں طرح طرح کے وسوسات تھے کہ جانے اس شہر کے دفاع کے کیا استحکامات ہوں گے۔ لیکن میں اب مطمئن ہوں۔ اب لائحہ عمل عبدالرحمٰن کو شکست دینے کے لئے تیار کریں گے وہ کچھ اس طرح ہوگا۔

ابنِ مردان! تم اپنے پورے لشکر کے ساتھ شہر کے اندر رہنا ..... کوشش کرنا شہر کا ڑا حصہ شہر کی فصیل کے اوپر برجوں کے اندر متعین رہے۔ اس لئے کہ عبدالرحمٰن کوشش یہی کرے گا کہ کسی نہ کسی طرح کہیں نہ کہیں سے خندقوں کو بھر کے اور انہیں عبور کر کے شہر پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے۔ میں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ شہر سے باہر رہوں گا۔ اب شہر کا محلِ وقوع بھی بہت اچھا ہے۔ قریب ہی دریائے آنہ بہتا ہے اس وقت تو میں دریا عبور کر کے بطلیوس شہر کی طرف آ گیا ہوں لیکن تمہارے ساتھ گفتگو ختم کرنے کے ساتھ میں ایک بار پھر اپنے لشکر کے ساتھ دریا کے اس پار جاؤں گا۔ وہیں میں اپنے لشکر کا پڑاؤ قائم رکھوں گا۔ عبدالرحمٰن جب شہر پر حملہ آور ہونے کے لئے یہاں پہنچے گا تو اس کے خلاف ہم یہ طریقہ کار اختیار کریں گے کہ اب وہ شہر کی فصیل پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے گا یا کہیں سے خندقوں کو پار کرنے کا طریقہ وضع کرے گا، فصیل کے اوپر سے تمہارے لشکری اس پر سنگ باری کے علاوہ تیز تیر اندازی کریں گے اور اسے اس کے کام کی تکمیل نہیں کرنے دیں گے۔

باہر کی طرف سے میں اپنی کارروائیوں کی ابتدا کر دوں گا۔ جو میرے رہنما مجھے یہاں تک لے کر آئے ہیں انہوں نے مجھے چند میل پیچھے ایک پُل کے ذریعے دریائے آنہ کو عبور کروایا تھا۔ اس دریا کے متعلق میں نے سن رکھا تھا کہ یہ عموماً خشک

رہتا ہے ..... لیکن اب دیکھا اس میں پانی بھرا ہوا ہے بلکہ یہ کناروں تک بہہ رہا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ عبدالرحمٰن الثالث کے یہاں پہنچنے سے پہلے پہلے ایک لکڑی کا پُل تعمیر کر لیا جائے۔ اس پُل کے ذریعے میں اپنے لشکر کو دریائے آنہ پار کرا کر حملہ آور ہوں گا ..... لکڑی کا یہ پُل متحرک ہو گا، جامد نہیں ہو گا۔ اس کا وہ سرا جو دریا کے اس پار ہو گا مضبوط رسوں کے ساتھ قریبی درختوں اور لوہے کے بڑے بڑے کھونٹوں کے ساتھ باندھ دیا جائے گا۔ پُل کی لمبائی دریا کے پاٹ سے کچھ زیادہ رکھی جائے گی۔ عبدالرحمٰن کی آمد تک اس پُل کے دونوں سرے دوسرے کنارے پر باندھ دیئے جائیں گے اور میں نے جب حملہ آور ہونا چاہا تو پُل کے اوپر والے سرے کے رسے ڈھیلے کر دیئے جائیں گے۔ اس بناء پر دریا کے ساتھ پُل بہتا بہتا اس طرف کے کنارے سے آ لگے گا۔ کیونکہ وہ دریا کے پاٹ سے لمبا ہو گا۔ لہٰذا بہتا ہوا آگے نہیں جائے گا بلکہ کنارے کے ساتھ لگ کر رک جائے گا۔ جب ایسا ہوا کرے گا تو پُل کے ذریعے میں اپنے لشکر کے ساتھ اس طرف آیا کروں گا اور عبدالرحمٰن کی پشت کی طرف سے حملہ آور ہو کر اسے نقصان پہنچا کر اسی پُل کے ذریعے واپس چلا جایا کروں گا۔ اب متحرک پُل کا ہمیں یہ فائدہ ہو گا کہ جس وقت میرے سارے لشکری پُل پر چلے جایا کریں گے تو میرے لشکر کے اندر بگل بجا کرے گا۔ اس بگل کی آواز ایک طرح سے دوسرے کنارے میرے پڑاؤ کی طرف اشارہ ہو گا کہ اب وہ پُل کا دوسرا سرا بھی اپنی طرف کھینچ لیں۔ اس طرح وہ جب اوپر والا سرا بھی اپنی طرف کھینچ لیں گے تو پورا پُل ایک بار پھر دوسرے کنارے کے ساتھ جا کر لگ جائے گا۔ اس طرح میں اپنے لشکر کے ساتھ بحفاظت اپنے پڑاؤ کی طرف چلا جایا کروں گا۔ اس طرح عبدالرحمٰن کے خلاف کارروائیاں جاری رہیں گی اور میں سمجھتا ہوں کہ جو منصوبہ ہم نے بنایا ہے اگر ہم اس پر عمل کرنے میں کامیاب ہو گئے تو چند ہی دنوں میں عبدالرحمٰن ہمارے جان لیوا حملوں سے تنگ آ کر اور شکست اٹھا کر واپس قرطبہ جانے پر مجبور ہو جائے گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد رومیر رکا پھر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے ابنِ مردان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ابنِ مردان! اگر ہم نے بطلیوس شہر کے نواح میں تمہارے ساتھ مل کر عبدالرحمٰن کو شکست دے دی تو اس کا صرف تمہیں ہی فائدہ نہیں ہو گا کہ تم بطلیوس پر ایک آزاد حکمران کی حیثیت سے حکومت کرتے رہو گے بلکہ اس کا فائدہ شمال کی عیسائی سلطنتوں کو بھی ہو گا کہ آنے والے دور میں کبھی بھی عبدالرحمٰن ان پر حملہ آور ہو کر انہیں نقصان پہنچانے کی جرأت اور جسارت نہ کر پائے گا۔''

رومیر کے اس طریقہ کار کو سن کر ابنِ مردان بڑا خوش ہوا اور بڑے پُرسکون انداز میں رومیر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''یہ پُل والی آپ کی کارروائی مجھے بے حد پسند آئی ہے۔ پُل بنانے کے لئے میں آپ کو وافر مقدار میں لکڑی مہیا کر سکتا ہوں۔''

اس پر رومیر اچھلنے کے انداز میں کہنے لگا۔

''اگر یہ بات ہے تو پھر پُل کی تعمیر کا کام آج ہی شروع کر دیا جائے گا۔''

ابنِ مردان نے اس سے اتفاق کیا پھر دونوں اپنی جگہ پر اٹھ کھڑے ہوئے۔

اسی روز ابنِ مردان اور رومیر دونوں نے اپنے لشکریوں کو متحرک کیا۔ شہر کے اطراف میں جو درخت تھے انہیں کاٹ کر بڑی تیزی سے پُل بنانا شروع کر دیا تھا۔

عبدالرحمٰن کی آمد سے پہلے ہی پہلے یہ پُل بنا لیا گیا اور اس پُل کے ذریعے رومیر اپنے لشکر کو دریائے آنہ کے اس پار لے گیا اور پُل کے دونوں سرے دوسرے کنارے کے ساتھ باندھ کر رومیر عبدالرحمٰن کی آمد کا انتظار کرنے لگا تھا جبکہ خود ابنِ مردان جلیقی نے شہر کے اندر سارے دفاعی انتظامات کو آخری شکل دے دی تھی۔ فصیل کے اوپر اس نے ہر برج کے اندر لشکریوں کو مستعد کر دیا تھا۔ بطلیوس شہر کے گرد جو تین بڑی خندقیں تھیں ان میں سے پہلی جو دو خندقیں تھیں وہ کسی قدر نیچی تھیں اور وہ خشک رکھی گئی تھیں۔ تیسری قدرے اونچائی پر تھی اور عبدالرحمٰن کی آمد سے پہلے پہلے ابنِ مردان جلیقی نے اس خندق کو پوری طرح پانی سے بھر دیا تھا۔ اب شہر کے اندر ابنِ مردان جلیقی اور شہر سے باہر دریائے آنہ کے اس پار رومیر اپنے لشکر کے ساتھ بڑی بے چینی سے امیر عبدالرحمٰن الثالث کی آمد کا انتظار کرنے لگے تھے۔

عبدالرحمٰن الثالث آندھی اور طوفان کی طرح بطلیوس کی طرف پیش قدمی کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ وہ بطلیوس کے نواح میں پہنچا۔ عبدالرحمٰن کی آمد سے پہلے ابنِ مردان جلیقی بطلیوس کے اندر محصور ہو چکا تھا جبکہ رومیر اپنے لشکر کے ساتھ دریائے آنہ کے اس پار چپ چاپ پڑا تھا۔

عبدالرحمٰن نے بطلیوس کے نواح میں اپنے لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دیا۔ وہ سہ پہر کا وقت تھا اور دیکھتے ہی دیکھتے بطلیوس کے نواح میں جہاں تک نگاہ کام کرتی تھی خیموں کا شہر آباد کر دیا گیا تھا۔

عبدالرحمٰن الثالث نے قرطبہ سے روانہ ہوتے وقت جو سب سے پہلا دانش مندانہ قدم اٹھایا تھا وہ یہ کہ اس نے اپنے آگے آگے اپنے طلایہ گروں اور مخبروں کو روانہ کر دیا تھا تاکہ اسے بطلیوس کی صورتِ حال سے پوری طرح آگاہ کریں۔

مغرب کی نماز کے بعد جس وقت عبدالرحمٰن الثالث اپنے خیمے کی طرف جانے لگا تب اس کے کچھ طلایہ گر اور مخبر اس کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہیں دیکھ کر عبدالرحمٰن خوش ہوا۔ ساتھ ہی اس نے ان طلایہ گروں اور مخبروں کو اپنے خیمے میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔ اس کے علاوہ اس نے یہ بھی حکم جاری کر دیا کہ سارے سالاروں کو اس کے خیمے میں جمع ہو جانا چاہئے۔

لہٰذا مغرب کی نماز کے بعد احمد بن یعلیٰ، محمد بن حسین، سعید بن منذر، امیہ بن اسحاق، نجد اور دوسرے سالار عبدالرحمٰن الثالث کے خیمے میں پہنچ گئے تھے۔ عبدالرحمٰن نے اپنے خیمے میں سب کے لئے عمدہ نشستوں کا اہتمام کیا تھا۔ جب سب سالار آ گئے تب جو طلایہ گر امیر کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے انہیں مخاطب کر کے وہ کہنے لگا۔

''میرے عزیزو! اس وقت میرے سالار بھی یہاں ہیں۔ لشکر کے اندر جو سرکردہ

امراء ہیں وہ بھی بیٹھ چکے ہیں۔ اب کہو بطلیوس کی صورتِ حال سے متعلق تم کیا کہتے ہو؟''

ان طلایہ گروں نے پہلے آپس میں مشورہ کیا پھر ان میں سے ایک امیر عبدالرحمٰن کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''امیر بطلیوس کا استحکام شاید آپ جانتے ہوں گے فصیل کے باہر تین خندقیں ہیں اور.....''

یہاں تک کہتے کہتے اس طلایہ گر کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ عبدالرحمٰن الثالث بول اٹھا، کہنے لگا۔

''تم مجھے بطلیوس کے محلِ وقوع اور اس کی صورتِ حال سے آگاہ نہ کرو۔ بطلیوس کی فصیل کیسی ہے، اس کے اردگرد کتنی خندقیں ہیں، کس نوع کی ہیں۔ یہ میں سب جانتا ہوں۔ ابنِ مردان جلیقی کس انداز میں ہم سے ٹکرانا چاہتا ہے، بس یہ کہو۔''

اس طلایہ گر نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

''امیر! اب صورتِ حال یہ ہے کہ لیون کی سلطنت کا سپہ سالارِ اعلیٰ رومیر اپنے لشکر کے ساتھ یہاں پہنچ چکا ہے۔ وہ دریائے آنہ کے اس پار ہے۔ اس نے لکڑی کا پُل بھی بنا دیا ہے۔ رومیر اور ابنِ مردان کے درمیان یہ طے پایا ہے کہ جب کبھی بھی آپ شہر پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کریں گے شہر کی فصیل کے اوپر سے ابنِ مردان کے لشکری ہم پر پتھروں اور تیروں کی بارش کریں گے جبکہ لکڑی کے پُل کے ذریعے رومیر دریا کو عبور کر کے یا تو عین جنگ کے دوران ہماری پشت پر حملہ آور ہو کر ہمیں نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا یا شب خون مارنے کا سلسلہ بھی شروع کر سکتا ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد جب طلایہ گر خاموش ہوا تب کسی قدر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے عبدالرحمٰن الثالث کہنے لگا۔

''اس کا مطلب ہے فی الوقت ہمیں دو قوتوں سے نمٹنا ہے ..... ایک دریائے آنہ کے پاس لیون کی سلطنت کا سالار رومیر اور دوسرا بطلیوس شہر کا باغی حاکم ابنِ مردان جلیقی۔ اس کے علاوہ بھی ان علاقوں میں کوئی قوت ہو تو ابھی سے مجھے بتا دو تاکہ اس سے نمٹنے کے لئے میں اپنے لائحہ عمل کو آخری شکل دے دوں۔''

جواب میں بڑے وثوق اور بڑے اعتماد کے ساتھ وہی طلایہ گر کہنے لگا۔

''امیرِ محترم! اس کے علاوہ یہاں کوئی نہیں ہے۔ رومیر یا ابنِ مردان کے علاوہ تیسری کوئی قوت یہاں نہیں ہے جو ہمارے لئے نقصان کا باعث بن سکتی ہو۔''

اپنے ان طلایہ گروں کی اس گفتگو سے عبدالرحمٰن خوش اور مطمئن ہو گیا تھا لہٰذا اس نے انہیں جا کر آرام کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ طلایہ گروں کے جانے کے بعد کچھ دیر تک عبدالرحمٰن الثالث اپنے سالاروں کی طرف دیکھتا رہا۔ سب سے پہلے اس نے اپنے سالار نجد کو مخاطب کیا اور کہنے لگا۔

''نجد! تم ایک عرصہ سے میرے ساتھ چلے آ رہے ہو۔ بطلیوس کی صورتِ حال تمہارے سامنے ہے ..... جو گفتگو طلایہ گروں سے ہوئی ہے اس کی روشنی میں کہو کیا کہنا چاہتے ہو اور کس انداز میں ہمیں دشمنوں سے نمٹنا چاہئے؟''

نجد بنیادی طور پر ایک غلام تھا لیکن اپنی شجاعت اور ہمت کی وجہ سے ترقی کرتا ہوا سالار کے عہدے پر پہنچا تھا۔ اس کا تعلق سلافی قوم سے تھا۔ سلافی قوم کا ابتدائی مسکن یورپ میں کوہ کارپیتھین کا علاقہ تھا۔ ساتویں صدی عیسوی میں اس قوم کے لوگ ایشیا اور یورپ کے بہت سے حصوں میں پھیلنا شروع ہو گئے تھے۔ ان میں سے کچھ اسپین پہنچے اور حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ کچھ نے عیسائی مذہب قبول کر لیا تھا۔ بعد میں اسی نسل کے باشندے روس، پولینڈ، چیکوسلواکیہ، بلغاریہ وغیرہ میں بھی آباد ہو گئے تھے۔

عبدالرحمٰن الثالث کے سوال پر نجد بڑی عقیدت مندی سے کہنے لگا۔

''امیرِ محترم! جو صورتِ حال طلایہ گروں نے پہنچائی ہے اس کے تحت اپنے لشکر کو ہمیں دو حصوں میں تقسیم کر لینا چاہئے۔ ایک حصہ آپ اپنے پاس رکھیں، دوسرا حصہ ہم سب کے بڑے سالار امیہ بن اسحٰق کی سرکردگی میں دیں۔ پہلے لشکر کے دونوں حصے بطلیوس پر ضرب لگائیں۔ تاہم جو لشکر امیہ بن اسحاق کی سرکردگی میں ہو وہ بطلیوس پر حملہ آور ہونے کے ساتھ ساتھ دریائے آنہ کی طرف بھی نگاہ رکھے۔ جونہی لیون کی سلطنت کا سالار رومیر لکڑی کے پُل کے ذریعے دریائے آنہ کو عبور کر کے ہم پر حملہ آور ہو کر ہمیں نقصان پہنچانے کی کوشش کرے، امیہ بن اسحٰق اپنے حصے کے لشکر کو لے کر اس پر حملہ آور ہو جائے اور یہ حملہ اس وقت ہونا چاہئے جب رومیر کا آدھا

لشکر خشکی پر اتر چکا ہو اور آدھا پُل پر اس انتظار میں ہو کہ آگے بڑھ کر خشکی پر اتر سکے۔''

نجد جب خاموش ہوا تب باری باری عبدالرحمٰن نے محمد بن حسین اور امیہ بن اسحاق کی طرف دیکھا۔ ان دونوں نے بھی نجد کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ پھر جب امیر نے احمد بن یعلیٰ کی طرف دیکھا تب احمد بن یعلیٰ بڑی عاجزی اور انکساری میں عبدالرحمٰن الثالث کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''امیر! اگر آپ برا نہ مانیں تو میں آپ سے یہ گزارش کروں کہ آپ کے خیمے میں بیٹھ کر جنگ کا لائحہ عمل تیار کرنا اس قدر سود مند نہ ہو گا جتنا ہونا چاہئے۔ امیر! میں دوسرے سالاروں کی بات نہیں کرتا۔ انہوں نے ہو سکتا ہے بطلیوس شہر اور اس کے گرد و نواح کے علاقے کو دیکھا ہو۔ کم از کم میں نے بطلیوس کے اردگرد کے علاقے کو نہیں دیکھا ہوا۔ میں چاہتا ہوں پہلے بطلیوس کے گرد و نواح کا جائزہ لیں اس کے بعد فیصلہ کریں کہ بطلیوس پر ہمیں کس انداز میں حملہ آور ہونا چاہئے۔''

احمد بن یعلیٰ کی اس تجویز کو شاید عبدالرحمٰن الثالث نے پسند کیا تھا۔ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا تھا، پھر خیمے سے باہر نکلتے ہوئے کہنے لگا۔

''اگر یہ بات ہے تو تم سب میرے ساتھ آؤ۔''

سارے سالار عبدالرحمٰن الثالث کے ساتھ ہو لئے تھے۔ عبدالرحمٰن کے وہاں سے نکلتے ہوئے اس کے محافظ دستے بھی دائیں بائیں اس کے ساتھ ہو لئے تھے۔ عبدالرحمٰن پہلے دریائے آنہ کے کنارے گیا۔ دریا کے اس پار لیون کے سپہ سالار رومیر کا پڑاؤ دکھائی دے رہا تھا اور پڑاؤ کے اندر بہت سے لشکری اٹھ کر شاید عبدالرحمٰن اور اس کے لشکریوں ہی کی طرف دیکھ رہے تھے۔

دریائے آنہ کا جائزہ لینے کے بعد الرحمٰن اپنے سالاروں کے ساتھ بطلیوس شہر کے نواح میں آیا۔ خود عبدالرحمٰن اور سارے سالاروں نے شہر کے گرد جو تین خندقیں تھیں ان کا کچھ دیر تک جائزہ لیا۔ اس موقع پر عبدالرحمٰن کی طرف دیکھتے ہوئے احمد بن یعلیٰ کہنے لگا۔

''امیر! حیرت کی بات یہ ہے کہ اس شہر کے اردگرد تین گہری اور کافی چوڑی خندقیں کھود کر ایک طرح سے شہر کو ناقابلِ تسخیر بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ لیکن

خندقیں خالی ہیں۔ ان میں پانی نہیں بھرا گیا۔ اس طرح.....''

احمد بن یعلیٰ کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ عبدالرحمٰن بول اٹھا۔

''بیٹے! یہ جو تم تین خندقیں دیکھ رہے ہو تینوں کی تینوں پانی سے خالی نہیں ہیں۔ پہلی دو خندقیں جو قدرے نیچی ہیں ان میں واقعی پانی نہیں ہے۔ لیکن تیسری خندق جو شہر کی فصیل کے قریب اور کسی قدر بلندی پر ہے وہ ان دو خندقوں سے چوڑی اور گہری ہونے کے ساتھ ساتھ ہر وقت پانی سے بھری رہتی ہے۔ اصل مسئلہ اسی خندق کو عبور کر کے بطلیوس پر حملہ آور ہونا ہے۔''

امیر عبدالرحمٰن کی اس گفتگو کے جواب میں احمد بن یعلیٰ کہنے لگا۔

''امیر! اس صورتِ حال کو دیکھتے ہوئے دشمن سے نمٹنے کے لئے میرے ذہن میں دو تجویزیں آتی ہیں اور میرا یہ بھی اندازہ ہے کہ اگر ان پر عمل کیا جائے تو دونوں قوتوں کو ہم بدترین شکست دے کر بھاگ جانے پر مجبور کر سکتے ہیں۔''

احمد بن یعلیٰ یہاں تک کہنے کے بعد رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا کہہ رہا تھا۔

''امیر! جہاں تک لیون کی سلطنت کے سپہ سالار رومیر سے نمٹنے کا تعلق ہے تو اگر آپ برا نہ مانیں تو لشکر کا ایک حصہ آپ میری سرکردگی میں دے دیجئے گا۔ دریائے آنہ کے ساتھ ساتھ بطلیوس کی طرف آتے ہوئے راستے میں، میں نے ایک پُل دیکھا تھا۔ جو لشکر آپ میرے حوالے کریں گے اسے لے کر میں پُل کی طرف چلا جاؤں گا۔ باقی ترتیب وہی رکھی جائے گی جو میرے عزیز نجد نے کہی ہے۔ لشکر دو حصوں میں تقسیم رہے۔ ایک حصہ آپ اپنے پاس رکھیں دوسرا محترم امیہ بن اسحاق کی سرکردگی میں دیں۔ امیہ بن اسحاق رومیر کے حملے کو روکے جبکہ آپ بطلیوس پر ضرب لگانے کی کوشش کریں۔ بس مجھے یہ راہنمائی ملنی چاہئے کہ جس وقت لیون کا سپہ سالار رومیر اپنے لشکر کے ساتھ پل کے ذریعے دریا کو عبور کر کے اس طرف اتر کر ہم سے ٹکرانے کے لئے آئے تو فضا کے اندر جلتے ہوئے پروں کا ایک تیر داغ دیا جائے۔ اس سے میں یہ اندازہ لگاؤں گا کہ رومیر لکڑی کے پُل کے ذریعے دریائے آنہ کو عبور کر کے ہمارے لشکر پر حملہ آور ہونے کے لئے اس طرف آ گیا ہے۔ لہٰذا اس موقع پر میں بھی حرکت میں آؤں گا۔ پُل کے ذریعے دریائے آنہ کو عبور کر کے میں رومیر کے

پڑاؤ پر حملہ آور ہو جاؤں گا۔ ظاہر ہے رومیر پڑاؤ کو یونہی نہیں چھوڑے گا۔ وہاں اپنا کوئی حفاظتی لشکر رکھے گا۔ میں اس پر حملہ آور ہوں گا اور آناً فاناً اس کے محافظوں کا خاتمہ کر کے واپسی اختیار کر لوں گا۔ اس لئے کہ جونہی لیون کے لشکریوں کو اپنے پڑاؤ میں چیخ و پکار سنائی دے گی وہ پلٹ کر دریا کے دوسری طرف جانا شروع کر دیں گے۔ ایسی صورت میں میرا وہاں زیادہ دیر قیام کرنا خطرے سے خالی نہیں۔ لہٰذا میں اپنا کام مکمل کر کے اپنے لشکر کو لے کر واپس آ جاؤں گا۔ یہ معاملہ صرف رات کے وقت ہو گا۔ دن کے وقت میں خود رومیر کی نقل و حرکت پر نظر رکھ سکتا ہوں۔''

احمد بن یعلیٰ جب خاموش ہوا تب عبدالرحمٰن الثالث نے اس کی پیٹھ تھپتھپائی، کہنے لگا۔

''یعلیٰ کے بیٹے! مجھے تمہاری یہ تجویز بے حد پسند آئی ہے اور اس پر عمل کر کے یقیناً رومیر کو ہم ناقابل تلافی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ بلکہ جب تم دریا کے اس پار اس کے پڑاؤ پر حملہ آور ہو گے تو وہ ہم پر حملہ آور ہونے کے بجائے واپس پڑاؤ کی طرف جانے کو ترجیح دے گا۔ اس طرح رومیر ہمارے لئے کسی خطرے کا باعث نہ بن سکے گا اور ہم پوری یکجہتی کے ساتھ بطلیوس پر ضرب لگا سکیں گے۔''

عبدالرحمٰن جب خاموش ہوا تب احمد بن یعلیٰ کہنے لگا۔

''امیرِ محترم! یہ میری تجویز کا صرف ایک پہلو ہے۔ اب میں دوسرے پہلو کی طرف آتا ہوں جو بطلیوس کی فتح سے تعلق رکھتا ہے۔

امیر! میں نہیں جانتا تیسری اور فصیل کے قریب والی جو خندق ہے اس میں پانی کس قدر ہے، کتنی چوڑی ہے، کس قدر گہری ہے۔ لیکن ان خندقوں کو پار کرنے کے لئے میرے پاس ایک تجویز ہے۔ امیر محترم! وہ تجویز یہ ہے کہ سب سے پہلے جو باہر والی خندق ہے اس میں دریا کی سمت کئی شگاف ڈال دیئے جائیں۔ انہی کی سیدھ میں دوسری فصیل کے اندر بھی ویسے ہی شگاف بنائے جائیں اور پھر چند شگاف تیسری خندق کے اندر بھی بنا دیئے جائیں۔ جب تیسری خندق کے اندر شگاف پڑیں گے تو پانی بڑی تیزی سے نکلنا شروع ہو جائے گا۔ تیسری خندق کیونکہ بلندی پر ہے، اس سے کم بلندی پر دوسری اور پھر مزید کم بلندی پر تیسری ہے۔ لہٰذا پانی بڑی تیزی سے نکل کر دوسری خندق میں آئے گا، دوسری سے تیسری میں اور تیسری خندق سے نکل کر

دریا کی طرف چلا جائے گا۔ یہ کارروائی ہمیں آج رات کے وقت کر لینی چاہئے اور بطلیوس پر حملہ آور ہونے کے لئے کل صبح ہمیں ابتدا کرنی چاہئے۔

امیر! اگر ہم بطلیوس پر دن کے وقت حملہ آور ہو کر اپنے لئے فوائد حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو یہ ہمارے لئے زیادہ سود مند ہو گا۔ دن کے وقت رومیر دریا کو پار کر کے ہمارے لئے زیادہ خطرے کا باعث نہ بن سکے گا۔ تاہم دن کے وقت جب ہم بطلیوس پر حملہ آور ہوں گے تو رومیر اگر دن کے وقت اپنے بنائے جانے والے پُل کے ذریعے دریا کو عبور کر کے ہم سے ٹکرانے کی کوشش کرتا ہے تو وہ ہمارے لئے کوئی زیادہ خطرناک ثابت نہ ہو گا۔ امیہ بن اسحاق اس کے سامنے دفاع کا بند باندھنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ ساتھ ہی دن کے وقت میرے لئے بڑی آسانی ہو گی۔ مجھے فضا کے اندر جلتے پروں والے تیر کے اشارے کی ضرورت نہیں ہو گی۔ میں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ اوپر والے پُل کے قریب گھات میں چلا جاؤں گا۔ وہاں بیٹھ کر جب میں دیکھوں گا کہ رومیر نے دریائے آنہ کو عبور کرنے کے لئے پُل استوار کر دیا ہے اور اس کے لشکری پُل کو عبور کر کے اس کنارے پر اترنے لگے ہیں تب میں پُل کو عبور کر کے تیزی سے دریائے آنہ کے کنارے کے ساتھ ساتھ رومیر کے پڑاؤ پر حملہ آور ہوں گا اور مجھے امید ہے کہ دن کے وقت بھی جب تک رومیر اور اس کے لشکری پلٹ کر پُل عبور کر کے اپنے پڑاؤ کا رخ کریں گے اس وقت تک میں اس کے پڑاؤ کے کافی محافظوں کو ٹھکانے لگانے کے بعد واپسی اختیار کر چکا ہوں گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد احمد بن یعلیٰ رکا پھر مزید کہنے لگا۔

''امیر! اب آنے والی رات کو ہمیں دو کام کرنے ہوں گے ..... ایک تو اپنے صناعوں کو حرکت میں لاتے ہوئے خندقوں کے اندر شگاف ڈالیں گے، دوسرے بطلیوس کے نواح میں جو بڑے بڑے درخت ہیں، رات کے وقت انہیں کاٹ کر تختوں کی صورت دے دی جائے گی اور انہی تختوں کو خندقوں پر بچھا کر ہم خندقوں کو عبور کر کے بطلیوس پر حملہ آور ہو سکیں گے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد احمد رکا پھر کہنے لگا۔

''اس موقع پر شاید میرے کچھ ساتھی یہ بھی سوال کریں گے کہ اگر خندقوں پر لکڑی کے تختے ڈال کر ہی انہیں عبور کرنا ہے تو پھر سب سے اوپر والی خندق سے پانی

نکالنے کی کیا ضرورت ہے۔

اس کے لئے میرا جواب یہ ہے کہ وہ خندق کیونکہ اونچائی پر ہے لہٰذا میرا اندازہ ہے کہ وہ کافی گہری ہو گی۔ اگر گہری ہے تو حملہ آور ہوتے وقت کئی گھڑ سوار یا ہمارے لشکری اس میں گر کر اپنی جانوں سے ہاتھ دھو سکتے ہیں۔ لہٰذا خندق سے پانی نکالنا بھی ضروری ہے۔ دوسرے خندق کے اندر ہم اپنے تیر انداز بھی بٹھا سکتے ہیں۔''

احمد بن یعلیٰ رکا پھر گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''اس کے علاوہ میں یہ بھی کہوں گا کہ آج رات کے پہلے پہر ہی سب سے اوپر والی خندق کا پانی نکال کر دریائے آنہ میں ڈال دینا چاہئے۔ اس طرح صبح تک تینوں خندقیں خشک ہو جائیں گی اور ان خندقوں کے خشک ہونے کا ہمیں مزید فائدہ یہ ہو گا کہ جب ہم لکڑی کے تختوں کے ذریعے دو خندقوں کو عبور کرنے کے بعد تیسری خندق کے پاس جائیں گے تو تیسری خندق کے اندر ہی اپنے کچھ تیر اندازوں کو بٹھا دیں گے۔ ظاہر ہے خندق کے کنارے کافی اونچے ہیں اور جو بھی تیر انداز یا لشکری خندق کے کناروں کے قریب بیٹھے گا وہ ان تیروں سے بالکل محفوظ رہے گا جو بطلیوس کی فصیل کے اوپر سے چلائے جائیں گے۔

یوں خندق کا پانی نکالنے سے ہمیں دو فائدے ہوں گے۔ ہمارے لشکری بے خطر ہو کر خندق کو پار کر سکیں گے۔ اگر گھڑ سواروں کی ضرورت ہوئی تو لکڑیوں کے تختوں کے ذریعے تینوں خندقوں کو گھڑ سوار بھی عبور کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ جب بطلیوس شہر کی فصیل پر حملے شروع کئے جائیں گے تو سب سے اوپر والی خندق کے کنارے کے ساتھ ساتھ جو ہمارے تیر انداز ہوں گے وہ ہمارے حملہ آور لشکریوں کی بہترین مدد کر سکیں گے۔ خندق میں بیٹھے ہی بیٹھے وہ فصیل کے محافظوں پر تیر چلا کر انہیں بُرجوں کے اندر پناہ لینے پر مجبور کر دیں گے اور اس سے ہمارے لشکریوں کو فصیل پر چڑھنے کا موقع مل جائے گا۔''

احمد بن یعلیٰ جب خاموش ہوا تب بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے عبدالرحمٰن الثالث کہنے لگا۔

''احمد، میرے عزیز! جو کچھ تُو نے کہا ہے وہ یقیناً ہمارے لئے سود مند ہے ..... تمہاری تجویز کو میں اور سارے سالار سمجھ چکے ہیں ..... اب واپس اپنے پڑاؤ میں

جاتے ہیں۔لشکر کے لئے آرام اور طعام کا بندوبست کرتے ہیں۔'' اس کے ساتھ ہی عبدالرحمٰن اپنے سالاروں کے ساتھ وہاں سے ہٹ گیا تھا۔

آنے والی رات کو عبدالرحمٰن نے اپنے سالار امیہ بن اسحاق کو لشکر کے ایک حصے کے ساتھ بالکل مستعد کر دیا تھا تاکہ رات کے وقت ابنِ مردان جلیقی شہر سے نکل کر یا دریا کے اس پار سے رومیر اگر اپنے لشکر کے ساتھ شب خون مارے تو ان کے شب خون کو ناکام بنا دیا جائے۔لشکر کا ایک حصہ بطلیوس شہر کے نواح سے درخت کاٹنے پر مقرر کیا گیا تھا جبکہ احمد بن یعلیٰ کو لشکر کے ایک حصے کے ساتھ دریا کے اوپر شمال مشرق کی طرف جو پُل تھا وہاں متعین کر دیا گیا تھا۔

وہ رات بالکل سکون کے ساتھ گزر گئی لیکن اس رات عبدالرحمٰن الثالث کے آدمیوں نے اپنے سارے کاموں کی تکمیل کر لی تھی۔عبدالرحمٰن کے لشکر میں جو صناع تھے وہ رات کے پہلے ہی حصے میں حرکت میں آئے تھے۔ پہلے انہوں نے بیرونی خندق کا حصہ توڑا۔اس کے بعد دوسری خندق کے بھی ایک حصے کو توڑ ڈالا۔ بعد میں بڑی مہارت سے کام لیتے ہوئے انہوں نے سب سے اوپر والی خندق کے اندر بھی کئی شگاف ڈال دیئے جن کے اندر سے پانی شور کرتا ہوا دوسری خندق، وہاں سے تیسری اور پھر وہاں سے نکل کر دریا کی طرف جانے لگا تھا۔ اس ساری کارروائی کی خبر ابھی تک ابنِ مردان جلیقی اور اس کے سالاروں اور اس کے لشکریوں کو نہ ہوئی تھی۔ دوسری طرف عبدالرحمٰن کے لشکریوں نے درخت کاٹ کر لشکر گاہ میں ڈھیر لگا دیئے تھے اور صناعوں نے ان درختوں کے تنے چیر کر انہیں تختوں میں تبدیل کر دیا تھا۔

اگلے روز سورج طلوع ہونے سے پہلے احمد بن یعلیٰ واپس پڑاؤ میں آیا تھا۔ اپنے لشکریوں کو کھانا کھلانے، مغرب کی نماز ادا کرانے کے بعد وہ دوبارہ پُل کی طرف چلا گیا تھا۔ دوسرے روز جب سورج طلوع ہوا تو بطلیوس کا حاکم ابنِ مردان جلیقی اور اس کے سالار جب شہر کی فصیل پر چڑھے اور انہوں نے حالات کا جائزہ لینا چاہا تو دنگ رہ گئے۔ انہوں نے دیکھا سب سے اوپر والی خندق میں ایک قطرہ پانی نہ تھا اور وہ خندق خشک ہو چکی تھی۔ باقی دونوں خندقوں میں بھی کوئی پانی نہیں تھا۔ یہ صورتِ حال ابنِ مردان اور اس کے سالاروں کے لئے بڑی پریشان کن تھی۔

انہوں نے دیکھا کہ تینوں خندقوں کا ایک حصہ توڑ کر شگاف بنا دیئے گئے تھے اور پانی دریائے آنہ کی طرف ڈال دیا گیا تھا۔

اس کے بعد ابنِ مردان نے جب مزید حالات کا جائزہ لیا تو وہ مزید دنگ رہ گیا۔ اس لئے کہ تینوں خندقوں پر جگہ جگہ لمبے لمبے تختے ڈال کر تینوں خندقوں کے اس پار سے فصیل تک آنے کے کئی راستے بنا دیئے گئے تھے۔

اب ابنِ مردان اور اس کے سالاروں کی بدقسمتی کہ سورج طلوع ہونے سے پہلے ہی پہلے عبدالرحمٰن الثالث نے سب سے اوپر والی خندق کے کناروں کے ساتھ اپنے بہترین تیر انداز بٹھا دیئے تھے۔ وہ اپنی کمانیں سنبھالے ہوئے تھے۔ ان کے پاس تیروں کے ڈھیر لگا دیئے گئے تھے۔ وہ ابھی اپنے سروں کو نیچے کر کے ایک مورچے سے چھپ کر بیٹھے ہوئے تھے لہٰذا فصیل کے اوپر سے انہیں دیکھا نہ جا سکتا تھا۔

ابنِ مردان اپنے سالاروں کے ساتھ ابھی ان سارے انتظامات کو دیکھ کر پریشان اور حیرت زدہ ہی ہو رہا تھا کہ اور زیادہ تفکرات میں ڈوب گیا۔ اس لئے کہ اس لمحے امیر عبدالرحمٰن اپنے لشکر کو حرکت میں لایا تھا۔لشکر کا ایک حصہ جس کی کمانداری عبدالرحمٰن کا سالار امیہ بن اسحاق کر رہا تھا وہ حصہ دریائے آنہ کی طرف چلا گیا تھا۔لشکر کے باقی حصے کی کمانداری خود عبدالرحمٰن الثالث کر رہا تھا اور اس کے ساتھ اس کے بہترین سالار نجد محمد بن حسین، سعید بن منذر اور کچھ دوسرے بھی تھے۔

عبدالرحمٰن نے اپنے لشکر کے ساتھ پہلی خندق کو عبور کیا۔ اس کے بعد تختوں کے ذریعے دوسری خندق کو بھی عبور کر لیا گیا۔ تیسری خندق عبور کرنے سے پہلے لشکر کے وہ مسکری جو آگے آگے تھے انہوں نے اپنے سامنے اپنی ڈھالیں کر لی تھیں۔ اس طرح ایک طرح سے انہوں نے اپنے آپ کے علاوہ اپنے پیچھے آنے والے لشکریوں کو بھی فصیل کے اوپر سے برسائے جانے والے تیروں سے محفوظ کر لیا تھا۔

ابنِ مردان جو اپنے سالاروں کے ساتھ فصیل کے اوپر مستعد تھا وہ سمجھ گیا تھا کہ اب اپنی ڈھالوں کو آگے رکھتے ہوئے عبدالرحمٰن اپنے لشکر کے ساتھ فصیل پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے گا لیکن عبدالرحمٰن کی دو مخفی قوتوں سے ابھی تک ابنِ مروان بے خبر تھا۔

پہلی مخفی قوت وہ تیر انداز تھے جو سب سے اوپر والی خندق کے کناروں کے

ساتھ چھپ کر بیٹھے ہوئے تھے اور دوسری بڑی مخفی طاقت دریائے آنہ کے شمال مشر
میں جو پُل تھا وہاں جو کئی پھٹی زمین تھی اس کے اندر احمد اپنے حصے کے ایک لشکر
ساتھ گھات لگائے ہوئے تھا۔

ابنِ مردان نے جب دیکھا کہ عبدالرحمٰن کے لشکری پیش قدمی کرتے ہو
سب سے اوپر والی خندق کو بھی عبور کر رہے ہیں اور اب یہ کہ وہ ان کے تیروں کی
میں آ گئے ہیں تب اس نے اپنے لشکریوں کو حملہ آور ہونے کا حکم دیا۔ اس کے حم
آور ہونے کی آواز کو عبدالرحمٰن اور اس کے سالاروں نے بھی سن لیا تھا لہٰذا عبدالرحم
نے بھی اوپر والی خندق کے اندر بیٹھے ہوئے اپنے تیر اندازوں کو مخصوص اشارہ
تھا۔ یہ اشارہ ملنا تھا کہ خندق کے اندر سے فصیل کے بُرجوں اور فصیل کے ہر حصے
تیروں کی بارش شروع ہو گئی تھی۔

ان تیروں کی وجہ سے فصیل کے اوپر اور فصیل پر بنے مضبوط بُرجوں کے اند
جو محافظ تھے ان میں سے کافی تیروں سے چھد کر کچھ فصیل سے باہر اور کچھ فصیل کے
اندر گر گئے تھے۔ یہ صورتِ حال ابنِ مردان کے لئے نہایت مایوس کن تھی۔ اس موق
پر وہ ایک مضبوط اور مستحکم برج کے اندر اپنے سالاروں کے ساتھ چھپا ہوا تھا اور اس
سارے منظر کو خوف زدہ انداز میں دیکھ رہا تھا۔

دوسری طرف شاید رومیر کے کچھ طلایہ گر اور لشکری بھی بطلیوس شہر کے نواح میں
مقرر تھے۔ جونہی انہوں نے دیکھا کہ عبدالرحمٰن نے اپنے لشکر کے ساتھ تینوں خندقوں
کو عبور کر کے شہر پر حملہ آور ہونا شروع کر دیا ہے اور یہ کہ فصیل کے اندر سے بھی شہر
پناہ پر تیروں کی بارش شروع ہو گئی ہے تب انہوں نے دریا کے اس پار اپنے سالار
اعلیٰ رومیر کو کوئی مخصوص اشارہ دیا۔ یہ اشارہ ملنا تھا کہ رومیر فوراً اپنے لشکر کو حرکت
میں لایا۔ لکڑی کے پُل کا اوپر والا حصہ حرکت میں آیا تھا۔ جن رسوں کے ساتھ پُل کا
اوپر والا حصہ بندھا ہوا تھا وہ رسے ڈھیلے ہونے شروع ہو گئے تھے۔ ساتھ ہی ساتھ
اس پُل پر رومیر اور اس کے لشکری بھی چڑھنا شروع ہو گئے تھے۔ اب پُل کا اوپر والا
حصہ دریا کے پانی کے بہاؤ کے ساتھ ساتھ بہتا ہوا اس کنارے کے قریب ہوتا جا رہا
تھا جو بطلیوس شہر کے قریب تھا۔ ساتھ ہی ساتھ پُل کے اوپر رومیر کے لشکریوں کی بھی
تعداد کافی ہوتی جا رہی تھی۔ دوسری طرف عبدالرحمٰن اپنی جگہ مطمئن تھا۔ اپنے لشکر اور

سالاروں کے ساتھ وہ شہر پر حملے شروع کر چکا تھا جبکہ عبدالرحمٰن کا سالار
بن اسحاق اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ دریائے آنہ کے کنارے بالکل مستعد تھا۔
لشکر کی صفیں اس نے درست کر لی تھیں اس لئے کہ اب پُل قریب آتا جا رہا تھا
اس نے رومیر کے لشکر سے ٹکرانا تھا۔

پُل جب بطلیوس شہر کے کنارے تھوڑا سا قریب آیا تب امیہ بن اسحاق نے
پہلی کارروائی کی ابتداء کی۔ اپنے لشکر کی اگلی دو صفوں کو مخصوص اشارہ دیا ..... یہ
اشارہ ملنا تھا کہ لشکر کی ان دو صفوں نے موسلادھار بارش کی طرح پُل پر کھڑے
اپنے لشکر پر تیر اندازی شروع کر دی تھی۔ اس تیر اندازی کی وجہ سے رومیر کے
بہت سے لشکری ڈھیر ہو کر دریائے آنہ میں گر گئے تھے۔ باقی نے تیر اندازی سے بچنے
کے لئے اپنے سامنے اپنی ڈھالیں کر لی تھیں۔

پُل جب کنارے سے آ لگا تب رومیر اور اس کے لشکری آگے بڑھ کر زہر بھری
نفرتوں، موروثی اور تمدنی اوہام اور لاعلاج کرودھ اور تعصب کی طرح عبدالرحمٰن کے
لشکر کے اس حصے پر حملہ آور ہوئے تھے جس کی کمانداری امیہ بن اسحاق کر رہا تھا۔

اس موقع پر امیہ بن اسحاق نے بڑی جرأت مندی بڑی دلیری کا مظاہرہ کیا۔
اپنی کارروائی کرتے ہوئے وہ بھی تلخیاں بھری فضاء، بگولوں اور مرگِ بے زنجیر کی
طرح حملہ آور ہو رہا تھا ..... اس نے اپنے حملوں کے باعث رومیر اور اس کے
لشکریوں کے لئے شورشِ محشر کا سماں برپا کر کے رکھ دیا۔

جس وقت رومیر اپنے لشکریوں کے ساتھ پُل عبور کر رہا تھا اس وقت احمد بن
یعلیٰ بھی اپنی کارروائی کی ابتداء کر رہا تھا۔ اپنی گھات سے بڑی رازداری کے ساتھ وہ
اپنے تئیں حدت برق کی تیز گامی اور روشنی کی سبک رفتاری کی طرح اس نے اوپر کا
پل پار کیا۔ اب اس نے پُل پار کرنے کے بعد ایک دانشمندانہ ثبوت دیا۔ دریائے آنہ
کے کنارے کے ساتھ ساتھ نیچے کی طرف بڑھنے کی بجائے پُل عبور کر کے وہ سیدھا
آگے چلا گیا تھا۔

اس کے بعد درختوں کی اوٹ اور جھاڑ جھنکاڑ کے پیچھے سے ہوتا ہوا وہ اس سمت
بڑھنے لگا تھا جہاں رومیر کے لشکر کا پڑاؤ تھا۔

رومیر کے لشکر کے پڑاؤ کی سیدھ میں آ کر احمد بن یعلیٰ اپنے لشکر کے ساتھ

بائیں جانب مڑا پھر وقت کی آنکھ نے دیکھا، رومیر کے پڑاؤ پر ناقابل یقین قیامت خیزیوں، ہولناک کڑی مسافتوں، نظر نظر میں سرابوں کے نقوش کھڑے کر دینے والی فراق رتوں کی کرب خیزیوں اور اچانک دشتِ بے گانگی سے اٹھتی غموں کی بھرپور یلغار کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

یہ حملہ رومیر کے لشکر کے محافظوں کے لئے بالکل خلافِ توقع تھا۔ وہ امید نہیں کر سکتے تھے کہ کوئی لشکر ایک کاوا کاٹ کر ان پر بھی حملہ آور ہو سکتا تھا۔ وہ تو اس وقت اپنی ساری توجہ اپنے لشکر پر مبذول کئے ہوئے تھے جو لکڑی کے پُل کو پار کر کے دوسرے کنارے پر امیہ بن اسحاق کے لشکر کے ساتھ الجھ چکا تھا۔

اب پڑاؤ کے اندر جو محافظ تھے ان پر احمد بن یعلیٰ تباہ کن کالی آندھی کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا اور اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ وہ پڑاؤ کے اندر سے جدھر سے بھی گزرا اپنے پیچھے خونی بساط بچھاتا چلا گیا تھا۔

جس وقت پڑاؤ میں داخل ہونے کے بعد احمد، رومیر کے محافظوں کا قتل عام کر رہا تھا اس وقت رومیر کی بیٹی قرسینا بھی پڑاؤ کے اندر موجود تھی۔ اس نے احمد بن یعلیٰ کو حملہ آور ہوتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ اسے دیکھتے ہی وہ دنگ رہ گئی اور زور زور سے شور کرنے لگی۔

''ان حملہ آور مسلمانوں کا جو سالارِ اعلیٰ ہے یہ وہی ہے جو میرا گھوڑا اور کچھ اشیاء لے کر بھاگا تھا۔ اسے پکڑو۔ یہ جانے نہ پائے ..... ہر صورت میں اس کا قتل ہونا چاہئے۔''

اپنے تیز حملوں کے باعث احمد بن یعلیٰ نے بہت جلد پڑاؤ کے محافظوں کی اکثریت کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ احمد بن یعلیٰ کا یہ حملہ ایسا اچانک، ایسا شدید کہ رومیر کے وہ محافظ ایسے دنگ اور ششدر رہ گئے تھے جیسے اس سے پہلے انہوں نے کبھی ویسا دکھ، ویسی محرومی ویسا رنج، ویسا سوز نہ دیکھا ہو۔ اپنے تیز حملوں کے باعث جگہ جگہ لاشوں کے انبار کھڑے کرتے ہوئے احمد بن یعلیٰ نے انہیں غم کے انبار کی ایک طرح سے دبا کر رکھ دیا تھا۔ محافظوں میں جو بچے تھے وہ دریا کی طرف بھاگے اور دریا کے کنارے خزاں نصیب درختوں کی طرح لرزتے کانپتے ہوئے پڑاؤ کے اپنے ساتھیوں کا قتلِ عام ہوتے دیکھنے لگے تھے۔

پڑاؤ کے محافظوں کی اکثریت کا خاتمہ کرنے کے بعد احمد نے پڑاؤ کے ایک حصے کو آگ بھی لگا دی تھی۔ آگ کا لگنا تھا کہ پڑاؤ کے اندر شور اور واویلا اٹھ کھڑا ہوا۔ آگ پہلے ہی احمد بن یعلیٰ کے حملہ آور ہونے سے چیخ پکار کر رہے تھے، دوسرے پڑاؤ پر رومیر اور اس کے ساتھیوں نے دیکھا کہ ان کے پڑاؤ پر کوئی افتاد ٹوٹ پڑی ہے تب انہوں نے امیہ بن اسحاق کے ساتھ نبرد آزمائی بند کر دی اور رومیر نے اپنے بگل بجاتے ہوئے اپنے لشکریوں کو پُل پر چڑھنے کا حکم دے دیا تھا۔

دوسرے کنارے پر وہ محافظ جن کے ذریعے پُل کے رسوں کو ڈھیلا کرنا اور کھینچنا تھا اپنی جگہ محفوظ تھے۔ انہوں نے جب دیکھا کہ دوسرے کنارے پر ان کے لشکری پُل پر چڑھ گئے ہیں اور کچھ لشکری پُل کو پار کر کے پڑاؤ میں بھی داخل ہو گئے ہیں تب انہوں نے رسے کھینچتے ہوئے پُل کا دوسرا سرا بھی اپنی جگہ کے کنارے کے ساتھ لا کھڑا کیا تھا۔

اب تک رومیر اپنے لشکر کے ساتھ واپس اپنے پڑاؤ میں داخل ہوتا احمد بن یعلیٰ خونی کھیل کھیلنے کے بعد واپس جا چکا تھا۔

رومیر جب اپنے لشکر کے ساتھ اپنے پڑاؤ میں داخل ہوا تو دنگ رہ گیا۔ جگہ جگہ لاشیں بکھری پڑی تھیں۔ پڑاؤ کے ایک حصے کو آگ لگا دی گئی تھی لیکن جو لوگ بچے تھے انہوں نے تگ و دو کر کے آگ پر قابو پا لیا تھا۔

رومیر پڑاؤ میں آیا۔ تب اس کی بیٹی بھاگتی ہوئی اپنے باپ کے پاس آئی۔ رومیر نے سمجھا شاید اس کی بیٹی قرسینا زخمی ہے۔ وہ خود بھی بڑی تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔ قرسینا بھاگ کر اپنے باپ کے ساتھ لپٹ گئی۔ بڑے پیارے انداز میں رومیر نے اس کا منہ اوپر کیا پھر بڑی محبت اور چاہت میں پوچھا۔

''بیٹی! تو ٹھیک تو ہے ..... تجھے کہیں زخم تو نہیں آئے؟''

جواب میں رو دینے والے انداز میں قرسینا کہنے لگی۔

''بابا! یہ جو ابھی ابھی مسلمانوں کا لشکر ہمارے پڑاؤ پر حملہ آور ہوا اس کا سالار وہی تھا جو میرا گھوڑا اور میرے گھوڑے کے ساتھ بندھی ہوئی قیمتی اشیاء کو لے بھاگا تھا۔ بابا! یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں شکار کے لئے گئی تھی۔ یہ اچانک پشتی درختوں کی اوٹ سے نمودار ہوا اور ایسی تیزی سے حملہ آور ہوا کہ پڑاؤ

کے اندر جو محافظ تھے انہیں سنبھلنے کا موقع ہی نہ دیا۔ اس لئے کہ سارے محافظ تو آ
کی طرف متوجہ تھے کہ آپ کس طرح حملہ آور ہو کر دشمن کو پسپا کرتے ہیں اور ہمار
مسلح جوانوں کی اس بے توجہی سے اس نے فائدہ اٹھایا۔ ایسا اچانک اور زوردار
اس نے کیا۔ دیکھیں چاروں طرف پڑاؤ میں اس نے لاشیں ہی لاشیں بکھیر کر رکھ
ہیں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد قرسینا رکی، پھر رومیر کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''بابا! یہ جو سالار ابھی ابھی ہمارے پڑاؤ پر حملہ آور ہوا اور کامیابی سے اپنا کا
ادا کر کے بھاگ گیا ہے اس کے پاس میرا گھوڑا اور قیمتی اشیاء ہیں۔ بابا! میں
صورت میں اس کا نام جاننا چاہتی ہوں اور میں ہر صورت میں اس کے قتل کا اہ
کروں گی۔''

جواب میں مسکراتے ہوئے رومیر نے اپنی بیٹی قرسینا کے سر پر ہاتھ پھیرا
کہنے لگا۔

''میری بچی! تمہیں پریشان اور فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ جنگوں
ایسے معاملات ہوتے ہی رہتے ہیں۔ بہرحال تم پریشان نہ ہو، میں اپنے کچھ
اور طلایہ گردوں کے ذمے یہ کام لگاؤں گا کہ وہ اس سالار کا نام جاننے کی کوشش کر
اور اس سے متعلق تھوڑی بہت تفصیل بھی حاصل کریں جس نے آج ہمارے پڑا
حملہ آور ہو کر ہمیں ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد رومیر رکا، پھر کہنے لگا۔

''بیٹی! اس نے صرف پڑاؤ کو نقصان نہیں پہنچایا بلکہ اس نے دوہرا کرا
کیا۔ اس کے پڑاؤ پر حملہ آور ہونے کی وجہ سے دریا کے اس پار جو میں اپنی کار
کرنا چاہتا تھا وہ بھی نہ کر سکا اور مجھے بحالت مجبوری واپس اپنے پڑاؤ میں آنا پڑا
ایک طرح سے ہماری ناکامی اور پسپائی ہے۔''

اس کے ساتھ ہی رومیر نے قرسینا کو علیحدہ کیا پھر جگہ جگہ اپنے لشکریوں
بکھری لاشوں کو ایک جگہ جمع کر کے ان کی تکفین کا اہتمام کرنے کا حکم دے دیا تھا

دوسری طرف اپنی کارروائی کرنے کے بعد احمد بن یعلیٰ امیر عبدالرحمٰن الثالث
جا ملا تھا۔ امیر کو جب اس کی کارروائی کی خبر ہوئی تو امیر نے اسے گلے لگایا،
شاباش دی۔ اس موقع پر امیر کی آنکھوں میں ایک چمک اور چہرے پر ایک انوکھی
سرخی تھی۔ پھر احمد بن یعلیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے عبدالرحمٰن الثالث کہنے لگا۔

''یعلیٰ کے بیٹے! لشکر میں سالار کی حیثیت سے شامل ہونے کے بعد جو تم نے
پہلی کارروائی کی ہے اس میں ہی تم نے ایسا معرکہ سر کیا ہے کہ اپنا نام تم نے
تجربہ کار اور اعلیٰ پائے کے سالاروں میں درج کرا لیا ہے۔ بیٹے! رومیر اپنے
کے لشکر کے ساتھ واپس چلا گیا ہے۔ پُل بھی انہوں نے سمیٹ لیا ہے۔ اب
خیال میں وہ دوبارہ بطلیوس کے باغیوں کی مدد کے لئے دریائے آنہ کے اس
کنارے کا رخ نہیں کرے گا۔ میرے خیال میں اتنی دیر تک ہمیں اپنے حملوں میں
پیدا کر لینی چاہئے۔''

اس موقع پر امیہ بن اسحاق بھی قریب ہی کھڑا تھا۔ عبدالرحمٰن کے خاموش ہونے
وہ بول اٹھا۔

''امیرِ محترم! اس وقت ہمارا پورا لشکر بطلیوس شہر کے نواح میں ہے ..... آپ
سامنے کی طرف سے حملہ آور ہوں ..... میں دریا کی سمت سے حملہ آور ہوتا ہوں اور
احمد بن یعلیٰ بائیں طرف سے حملہ آور ہوتا ہے۔ اس طرح جب بطلیوس شہر پر تین
اطراف سے حملہ ہو گا ساتھ ہی سب سے اوپر والی خندق سے جب تیروں کی بارش
کی فصیل کے اوپر ہو گی تو میرے خیال میں شہر اور اس کے محافظ زیادہ دیر تک
ہمارے سامنے مزاحمت نہ کر سکیں گے۔''

احمد بن یعلیٰ، نجد اور دوسرے سالاروں نے امیہ بن اسحاق کی اس تجویز سے
اتفاق کیا تھا۔ اس کے بعد لشکر چل پڑا۔ سامنے کی طرف سے امیر عبدالرحمٰن نے

اپنے حملوں میں تیزی پیدا کر دی تھی۔ دریا کی سمت سے امیہ بن اسحاق آندھی اور طوفان کی طرح حملہ آور ہونا شروع ہو گیا تھا جبکہ احمد بن یعلیٰ اپنے لشکر کو فصیل کے بائیں جانب لے گیا تھا اور وہ بھی موت کا کرب پھیلاتی آندھیوں کی طرح بار بار حملہ آور ہوتے ہوئے اوپر چڑھنے کی کوشش کرنے لگا تھا۔

عبدالرحمٰن الثالث کے وہ تیر انداز جو سب سے اوپر والی خندق میں بیٹھے ہوئے تھے ان کی کارگزاری سب سے نمایاں رہی۔ ایک تو وہ چونکہ خندق کے اونچے کناروں کی اوٹ میں بیٹھے ہوئے تھے لہٰذا جو تیر فصیل کے اوپر سے چلائے جاتے تھے ان کے لئے نقصان کا باعث نہ بن سکتے تھے اور وہ اوٹ میں بیٹھ کر فصیل کے محافظوں کی پوری نقل و حرکت دیکھ سکتے تھے۔ لہٰذا جو کوئی بھی برج کے اندر سے یا برج سے باہر نکل کر تیر اندازی کرنے کی کوشش کرتا وہ فوراً اسے تیروں کا نشانہ بناتے اور اسے ڈھیر کر کے رکھ دیتے۔ اس طرح آہستہ آہستہ فصیل کے اوپر سے مزاحمت کاروں کی مزاحمت ختم ہوتی چلی گئی۔ اس کے ساتھ ہی ابنِ مردان جلیقی بھی بدحواس ہو گیا تھا اس لئے کہ اس کے ساتھی اس کے مددگار رومیر کو ایک طرح سے بالکل بے ضرر کے دوسرے کنارے اپنی لاشیں سنبھالنے کے لئے مجبور کر دیا گیا تھا۔

سب سے پہلے انتھک، بے مثال اور بے نظیر جدوجہد کرتے ہوئے امیر عبدالرحمٰن کے لشکر کے کچھ لشکری فصیل پر چڑھنے میں کامیاب ہوئے۔ فصیل کے اوپر ابنِ مردان کے جو محافظ تھے انہوں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ انہیں فصیل کے نیچے دھکیل دیں لیکن انہیں اس بناء پر ناکامی ہوئی اس لئے کہ جونہی انہوں نے اپنے برجوں سے نکل کر فصیل پر چڑھنے والوں کو روکنا چاہا سب سے اوپر والی خندق کی اوٹ میں جو تیر انداز بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے اپنی بہترین کارگزاری کا مظاہرہ کیا۔ ایسی تیر اندازی کی کہ جو بھی فصیل پر چڑھنے والوں کو روکنے کے لئے برجوں سے باہر نکلتا وہ موت کی ابدی نیند سلا دیا جاتا تھا۔

اس طرح جب چند سپاہی فصیل پر چڑھ گئے تب فصیل پر چڑھنے والوں کا تانتا بندھ گیا۔ فصیل پر چڑھنے والے اب دائیں بائیں دونوں پہلوؤں میں پھیلنا شروع ہو گئے تھے۔ پھر ایک برج کے بعد دوسرا برج انہوں نے اپنے قبضے میں لینا شروع کر دیا تھا۔ اس طرح فصیل کے اوپر جو ابنِ مردان کے محافظ تھے ان میں ایک طرح

کہرام اور افراتفری برپا ہو گئی تھی۔ اتنی دیر تک بائیں جانب سے احمد بن یعلیٰ اور دریا کی طرف سے امیہ بن اسحاق بھی اپنے لشکریوں کے ساتھ فصیل پر چڑھ گئے تھے اور لمحوں کے اندر ہی فصیل کے اوپر جس قدر محافظ تھے ان کا خاتمہ کر دیا گیا تھا۔

اس کے بعد کچھ زندہ دل لڑتے بھڑتے نیچے اترے۔ شہر پناہ کا انہوں نے دروازہ کھول دیا۔ شہر پناہ کا دروازہ کھلنا تھا کہ پورا لشکر شہر میں داخل ہو گیا۔ شہر کے اندر تھوڑی سی مزاحمت ہوئی۔ جس قدر مزاحمت کار تھے انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا اور ابنِ مردان جلیقی کو زندہ گرفتار کر لیا گیا تھا۔

فصیل کے اوپر عبدالرحمٰن الثالث کا علم نصب کر دیا گیا تھا۔ دوسرے کنارے لیون کی عیسائی مملکت کے سپہ سالار رومیر نے جب دیکھا کہ ابنِ مردان کا علم اتر چکا ہے اور عبدالرحمٰن الثالث کا علم فصیل اور برج کے اوپر لہرا رہا ہے تب اس نے بڑے دکھ اور المیہ انداز میں اپنے گرد جمع اپنے سالاروں کو مخاطب کر کے کہا۔

''میرے عزیزو! یہاں آ کر ہم نے جو مقصد حاصل کرنا چاہا اس میں ہم مکمل طور پر ناکام رہے ہیں بلکہ الٹا ہم نے اپنے لشکر کا نقصان بھی کروا لیا۔ لیکن میں یونہی نہیں بیٹھوں گا۔ عبدالرحمٰن الثالث سے اپنے لشکر کے نقصان اور اس ناکامی کا بدلہ ضرور لوں گا۔ اب چونکہ شہر عبدالرحمٰن الثالث نے فتح کر لیا ہے تو میرے خیال میں شہر کے اندر کسی باغی کو وہ زندہ نہیں رہنے دے گا۔''

یہاں تک کہتے کہتے رومیر کو رک جانا پڑا اس لئے کہ اس وقت چند گھڑ سوار اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے اس کے پڑاؤ میں داخل ہوئے تھے۔ جب وہ قریب آئے تو پتہ چلا کہ وہ رومیر کے بڑے بھائی اور لیون کی سلطنت کے شہنشاہ الفونش کے قاصد تھے۔

ان قاصدوں کے آنے سے رومیر پریشان اور فکرمند ہو گیا تھا۔ قاصد جب اس کے پاس آئے تو اس نے ایک کو مخاطب کرتے ہوئے آنے کی وجہ پوچھی تب وہ قاصد بڑی المیہ سی آواز میں کہنے لگا۔

''ہم آپ کے لئے ایک بری خبر لے کر آئے ہیں۔ آپ کے بھائی اور لیون کے شہنشاہ الفونش کی بیوی اور لیون کی ملکہ الویرہ اچانک وفات پا گئی ہے۔ اس کے مرنے کا ہمارے شہنشاہ نے اس قدر دکھ، اس قدر غم اپنے اوپر مسلط کر لیا ہے کہ وہ

اپنے حواس میں نہیں رہے۔ اسی بناء پر ہم آپ کے لئے یہ پیغام لے کر آئے ہیں کہ آپ فی الفور لیون پہنچیں ورنہ سلطنت کے حالات ابتر ہو کر رہ جائیں گے۔''

اس خبر نے رومیر کو پریشان اور فکرمند کر کے رکھ دیا تھا۔ کچھ دیر خاموش رہا پھر اپنے سالاروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اب ہمارا یہاں رکنا اور قیام کرنا بھی بے کار ہے۔ بطلیوس شہر پر عبدالرحمٰن الثالث قبضہ کر چکا ہے اور اگر ہم نے یہاں مزید ٹھہرنے کی کوشش کی تو وہ بطلیوس شہر میں اپنے قدم جمانے، وہاں حالات کو مضبوط اور مستحکم کرنے کے بعد اپنے لشکر کے ساتھ نکلے گا اور ہم پر حملہ آور ہو کر ہمیں ناقابلِ یقین نقصان پہنچائے گا۔ اس بناء پر ہمارے لئے سب سے بہتر فیصلہ یہی ہے کہ ہم یہاں سے فوراً وقت ضائع کئے بغیر لیون کی طرف کوچ کر جائیں۔''

اس کے ساتھ ہی رومیر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے اپنے سالاروں کو کوچ کے بگل بجانے کا حکم دیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد رومیر اپنے لشکر کے ساتھ وہاں سے کوچ کر گیا تھا۔

دوسری طرف بطلیوس شہر کے باغی ابنِ مردان کو جب عبدالرحمٰن الثالث کے سامنے پیش کیا گیا تب عبدالرحمٰن الثالث کچھ دیر تک انتہائی غصے، غضب ناکی اور نفرت بھرے انداز میں ابنِ مردان کی طرف دیکھتا رہا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ابنِ مردان! تم نے اور تمہارے خاندان نے گزشتہ چھپن برس سے بغاوت اور نافرمانی کی روش اختیار کر رکھی تھی۔ ماضی میں تم لوگوں نے مسلم سلطنت کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا۔ ماضی کے کمزور حکمرانوں کی کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تم نے مسلم سلطنت کے دشمنوں کے ساتھ پینگیں بڑھائیں۔ اگر تم لوگ صرف بغاوت پر ہی اکتفا کرتے تو تم لوگ قابلِ معافی تھے لیکن تم لوگوں نے قرطبہ کی سلطنت کو ہمیشہ نقصان پہنچانے کا کوئی بھی موقع ضائع نہ ہونے دیا۔

ابنِ مردان! تمہیں یاد ہو گا برسوں پہلے تخت نشین ہونے کے بعد میں نے سب سے پہلے تمہاری طرف پیغام بھجوایا تھا کہ اگر تم بغاوت ترک کر دو اور ہتھیار ڈال کر قرطبہ شہر میں آ جاؤ تو میں تمہیں قرطبہ میں ایک اعلیٰ منصب پر مقرر کر دوں گا اور میں نے تمہیں یہ بھی تجویز پیش کی تھی کہ اگر تم بغاوت ترک کر کے میرے لشکر میں شامل ہونا چاہو تو تمہاری حیثیت سب سے اعلیٰ اور ارفع سالار کی ہو گی۔ لیکن لگتا ہے ابنِ مردان! تم نے میری اس پیشکش کو میری کمزوری جانا۔ ابنِ مردان! یاد رکھنا، میں بدی اور برائی کو ایک طرف، نیکی اور خیر کو ایک طرف رکھتا ہوں۔ دونوں کو خلط ملط نہیں ہونے دیتا۔ میں نے تمہیں وہ پیشکش اس لئے کی تھی تاکہ ماضی میں اگر تم سے کوئی غلطی ہوئی ہو تو شاید تم معافی ملنے پر راہِ راست پر آ سکو۔ لیکن تم نے ڈھٹائی سے کام لیا۔ اس کے بعد بھی میں نے تمہیں راہِ راست پر آنے کے لئے کئی پیغام بھیجے، کچھ قاصد بھی روانہ کئے لیکن ہمیشہ تم نے تحقیر آمیز رویہ روا رکھا اور جب میں اپنا لشکر لے کر تم پر حملہ آور ہونے کے لئے آیا تو تم نے لیون کی سلطنت سے ہمارے خلاف مدد طلب کر لی۔ ذرا اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو، کیا تمہارا یہ رویہ ایک مسلمان حکمران کے لئے ناقابلِ برداشت ہے؟

ابنِ مردان! تم نے یہیں تک اکتفا نہیں کیا، اسی شہر بطلیوس کے اندر بہت سے ایسے وفاداروں اور جانثاروں نے تمہیں مشورہ دیا کہ تمہیں بغاوت، سرکشی اور نافرمانی ترک کر کے قرطبہ کی حکومت کا مطیع اور فرمانبردار بن جانا چاہئے۔ لیکن تم نے ان کا کہا ماننے کی بجائے انہیں سرِ عام ذلیل و خوار کر کے اس لئے موت کے گھاٹ اتار دیا تاکہ اس طرح کے دوسرے لوگ ان کے انجام سے عبرت پکڑتے ہوئے خاموش رہیں۔ اس طرح تم نے ظلم اور ستم سے کام لیتے ہوئے حق اور سچ کے الفاظ کو پاؤں تلے دبانے کی کوشش کی۔ ابنِ مردان! ایک مرتبہ پھر اپنے گریبان میں جھانکو، کیا ایک مسلمان شہر کے والی کو یہ باتیں زیب دیتی ہیں؟'' یہاں تک کہنے کے بعد عبدالرحمٰن خاموش ہوا، کچھ سوچا پھر ابنِ مردان کو مخاطب کرتے ہوئے وہ پھر کہہ رہا تھا۔

''ابنِ مردان! تم جانتے ہو اپنے کچھ ناروا رویوں کی وجہ سے میرے دادا عبداللہ کی سلطنت سکڑتے سکڑتے صرف قرطبہ کے گرد و نواح تک محدود ہو کر رہ گئی تھی۔ چاروں طرف باغیوں نے پَر پھیلا رکھے تھے، جگہ جگہ نافرمانی اور سرکشی کی آندھیاں چل رہی تھیں۔ یہ بھی یاد رکھنا میں جب تخت نشین ہوا تھا تو بہت سے لوگوں نے کہا تھا کہ میرے ساتھ دو معاملات پیش آئیں گے۔ یا تو میں باغیوں کے ہاتھوں مارا

جاؤں گا یا سلطنت کا کاروبار چلانے میں ناکام ہو کر خود ہی دستبردار ہو جاؤں گا۔

لیکن حکومت کی باگ دوڑ سنبھالنے کے ساتھ ہی میں نے تہیہ کر لیا تھا کہ ہر باغی کا سر کچلوں گا۔ جو پیار محبت اور شفقت سے نافرمانی، سرکشی، بغاوت ترک کر کے اطاعت اور فرمانبرداری پر آمادہ ہو جائے گا اسے میں سر آنکھوں پر بٹھاؤں گا اور جو چھاتی تان کر نافرمانی کرے گا اس کے خلاف میں بھی چھاتی تان کر آؤں گا پھر یا وہ نہیں یا میں نہیں۔

ابنِ مردان! تُو نے دیکھا جب میں نے پیار اور محبت بھرے پیغام مختلف باغیوں کو بھجوائے تو ان میں سے اکثر نے میری اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کر لی۔ وہ میرے رویوں میری عادات سے خوب واقف تھے اور وہ لوگ جنہوں نے اطاعت اختیار نہیں کی، سرکشی اختیار کئے رکھی اسلامی مملکت کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی انہیں میں نے روند کر اپنا مطیع اور فرمانبردار بنا دیا ہے۔ اور اب تمہاری باری آئی تھی۔ تم اپنی حالت دیکھو، تم نے دفاع کے کس قدر سامان بنا رکھے تھے۔ تم یہ خیال کر رہے تھے کہ بطلیوس شہر کے گرد تین بڑی بڑی خندقیں ہیں، کوئی انہیں عبور کر کے تم تک نہیں پہنچ سکے گا۔

ظالم! تُو نے اپنی حدود سے تجاوز کرتے ہوئے یہ بھی اہتمام کر دیا کہ لیون کی سلطنت کو اپنی مدد کے لئے پکار لیا۔ اب ان کا انجام دیکھو۔ کیا وہ تمہاری مدد کر سکے ہیں؟ ابنِ مردان! تم سے نمٹنے کے بعد میں لیون کی سلطنت سے بھی نمٹوں گا اور ایسا نمٹوں گا کہ ان کی نسلیں تک یاد رکھیں گی۔

ابنِ مردان! ساری بغاوتوں کو کچلنے کے بعد صرف دو شہر میری نگاہوں میں رہ گئے تھے، ایک بطلیوس اور دوسرا طلیطلہ۔ دونوں میں ایک عرصے سے باغی عناصر برسرِ پیکار تھے ..... حکومت کا کاروبار چلا رہے تھے لیکن ان میں کسی کو ایسا کرنے کی اجازت نہیں دوں گا اور نہ ہی کسی ایسے باغی اور نافرمان کو برداشت کروں گا۔ ابنِ مردان! تُو اپنے آپ کو بطلیوس شہر کا محافظ اور ستون خیال کرتا تھا، میں نے تیرے جیسے آہنی ستون کو اپنے سامنے گرنے اور گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد عبدالرحمٰن رکا، کچھ سوچا پھر اپنے سالار امیہ بن اسحاق کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''امیہ بن اسحاق! یہ تمہارے سامنے ابنِ مردان کھڑا ہے ..... یہ اور اس کے خاندان والے گزشتہ چھپن سال سے بطلیوس شہر کے اندر بغاوت کے علم کھڑے کر رہے تھے۔ دیکھو آج ہم نے اسے کیسے سرنگوں کیا۔ اب ذرا اسے ایک طرف لے جاؤ اور اس کا سر قلم کر کے رکھ دو۔ اس لئے کہ میں ایسے مملکت کے باغیوں اور دین کے دشمنوں کو کسی صورت برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔''

اس کے ساتھ ہی امیہ بن اسحاق حرکت میں آیا۔ ابنِ مردان کو وہ پکڑ کر ایک طرف لے گیا اور اس کا سر قلم کر کے رکھ دیا تھا۔ اس طرح بطلیوس شہر کی بغاوت ختم ہوئی۔ شہر کو فتح کرنے کے بعد عبدالرحمٰن نے شہر کے اندر ہی قیام کئے رکھا۔ اپنے طور طریقوں پر اس نے شہر کا انتظام کیا۔ شہر کے اندر ایک لشکر رکھا اور احمد بن یعلیٰ کو بطلیوس کا حاکم مقرر کیا۔ احمد چونکہ لشکر کا سالار تھا لہٰذا ایک اور امیر کو اس کے نائب کی حیثیت سے بطلیوس میں چھوڑا گیا اور اس کے بعد لشکر قرطبہ کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔



رومیر اپنے لشکر کے ساتھ جب لیون کی سلطنت کے مرکزی شہر پہنچا تو وہاں عجیب حالت ہو رہی تھی۔ ملکہ الویرہ کے مرنے پر لیون کے شہنشاہ پر عجیب کیفیت طاری تھی۔ وہ ایک طرح سے ملکہ کے مرنے پر غم اور الموں میں سرگرداں ہو کر رہ گیا تھا۔ ملکہ کے مرنے پر اس کی ماں نبرہ کی ملکہ تھیوڈورہ اور اس کا باپ نبرہ کا بادشاہ شانجہ بھی آئے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ افونش کے بھائیوں میں سے ایک شمال کے علاقے جلیقیہ کا حکمران تھا، وہ بھی اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ پہنچا ہوا تھا۔

کچھ دن تک تو ملکہ کے مرنے کا سوگ منایا جاتا رہا۔ آخر ایک روز افونش، نبرہ کا بادشاہ شانجہ اور اس کی ملکہ تھیوڈوزہ اور جلیقیہ کا حکمران ایک جگہ جمع ہوئے۔ رومیر کو بھی بلایا گیا۔ اس موقع پر نبرہ کی ملکہ تھیوڈورہ اور اس کا شوہر شانجہ چاہتے تھے کہ ان کا داماد افونش ملکہ کے مرنے کے غم کو بھول کر پہلے کی طرح لیون کا بادشاہ بنا رہے اور کارِ سلطنت چلاتا رہے۔

لیکن افونش نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ دراصل افونش ملکہ الویرہ کو بے پناہ حد تک چاہتا تھا اور اس کی موت نے ایک طرح سے اسے ذہنی طور پر مفلوج کر

کے رکھ دیا تھا۔ شانجہ اور ملکہ تھیوڈورہ نے زیادہ زور بھی نہ ڈالا۔ اس لئے کہ افونش کے بعد رومیر نے بادشاہ بننا تھا اور وہ بھی شانجہ اور تھیوڈورہ کا داماد تھا۔ ان کی بیٹی یورا کہ رومیر کی دوسری بیوی تھی۔

جب وہ افونش کے پاس آ گیا تب لیون کا بادشاہ افونش اپنے چھوٹے بھائی رومیر کو سب کی موجودگی میں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اے میرے بھائی! اب میں اپنے آپ کو مملکت کی بادشاہت اور حکمرانی کرنے کے قابل نہیں سمجھتا۔ یوں جانو میں ذہنی طور پر بالکل مفلوج ہو چکا ہوں اور سلطنت کے کاموں پر قطعی طور پر کوئی توجہ اور دھیان نہیں دے سکتا۔

سب سے پہلے مجھے ملکہ الویرہ کی موت کا بے حد غم اور صدمہ ہے، مجھے اس بات پر بھی صدمہ پہنچا ہے کہ بطلیوس شہر کے نواح میں تمہیں مسلمانوں کے مقابلے میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا ہے۔

بھائی! تمہاری یہاں آمد سے پہلے میں ایک بہت بڑا فیصلہ کر چکا ہوں ..... اس فیصلے سے مجھے مادر ملکہ تھیوڈورہ اور محترم شانجہ نے بھی ہٹانے کی کوشش کی لیکن میں جو مصمم ارادہ کر چکا ہوں اس میں کوئی تبدیلی نہیں چاہوں گا۔ میں مملکت کا سارا کاروبار تمہارے سپرد کرتا ہوں ..... آج سے لیون کا بادشاہ میں نہیں تم ہو۔ میں نے اپنے لئے ایک نواحی خانقاہ کا انتخاب کر لیا ہے اور میں اسی خانقاہ کے اندر گوشہ گیری اور راہبانیت کی سی زندگی بسر کروں گا اس کے علاوہ میں کچھ نہیں چاہتا۔''

اس موقع پر ملکہ تھیوڈورا اور بادشاہ شانجہ کے علاوہ افونش کے چھوٹے بھائی رومیر نے بھی اسے بہت سمجھانے اور دلاسہ دینے کی کوشش کی۔ لیکن افونش اپنی بات پر اڑا رہا کہ وہ اب حکمرانی نہیں کرے گا بلکہ جس خانقاہ کا اس نے انتخاب کیا ہے وہاں جا کر گوشہ نشینی کی زندگی بسر کر دے گا۔ اس طرح سب لوگوں کی موجودگی میں سلطنت کا کاروبار افونش نے اپنے بھائی رومیر کے حوالے کر دیا تھا اور اب لیون کی بڑی عیسائی سلطنت کا بادشاہ افونش کی بجائے رومیر ہو گیا تھا۔

اس مجلس میں جب یہ معاملہ طے ہو گیا کہ اب لیون کی مملکت کا بادشاہ افونش نہیں، رومیر ہو گا تب رومیر نے بھی سب کے سامنے اپنا مقدمہ پیش کیا۔ خصوصیت کے ساتھ وہ نبرہ کے بادشاہ شانجہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''آپ کو معلوم ہے جس وقت مسلمانوں کا موجودہ امیر عبدالرحمٰن الثالث تخت نشین ہوا تھا تو اس سے پہلے ان اندلسی امیروں کی سلطنت قرطبہ کے گرد و نواح تک محدود تھی۔ جنوب، مشرق، مغرب میں ان کے خلاف بغاوتیں ہو چکی تھیں۔ بڑے بڑے شہر باغی ہو چکے تھے اور شمال میں ساری عیسائی ریاستوں نے بھی طاقت اور قوت پکڑ لی تھی لیکن اس عبدالرحمٰن الثالث نے تخت نشین ہونے کے بعد ایک انقلاب برپا کر دیا ہے۔ ساری بغاوتوں کو اس نے فرو کر دیا ہے۔ چھوٹے بڑے جتنے سرکش اور بغاوت کھڑے کر دینے والے عناصر تھے سب کو پہلے تو اس نے پیار اور محبت سے رام کیا۔ جو پیار اور محبت کی بات نہ سمجھے ان پر حملہ آور ہو کر انہیں اس نے مکمل طور پر تہ و بالا کر رکھ دیا اور ان کی بغاوتوں کو بالکل ختم کر دیا۔ اب باقی دو بڑے شہر رہ گئے تھے جو اس کی فرمانبرداری اختیار نہیں کر رہے تھے۔ ایک بطلیوس اور دوسرا طلیطلہ۔

اب حالات کی ستم ظریفی، بطلیوس کی بغاوت کو بھی عبدالرحمٰن ختم کر چکا ہے۔ میں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ بطلیوس کے باغی حکمران ابنِ مردان جلیقی کی مدد کروں لیکن حالات میرے لئے ایسے ہو گئے تھے کہ میں اس کی کوئی مدد نہ کر سکا اور میرے دیکھتے ہی دیکھتے عبدالرحمٰن نے بطلیوس کو فتح کر کے شہر کی فصیل پر اپنا پرچم نصب کر دیا۔

اب عبدالرحمٰن الثالث کے سامنے صرف ایک ہی باغی شہر ہے اور بطلیوس کی حالات کو فرو کرنے کے بعد اس کے اور اس کے سالاروں کے حوصلے بڑھ چکے ہیں اور وہ ہر صورت میں اب طلیطلہ کے باغیوں کا خاتمہ کرنے کی کوشش کرے گا۔ میں نے بھی تہیہ کر لیا ہے کہ میں اب پہلے کی نسبت زیادہ طاقت اور قوت کے ساتھ طلیطلہ کے باغیوں کی مدد کروں گا اور کسی بھی صورت عبدالرحمٰن کو ان باغیوں کے خلاف کامیاب نہیں ہونے دوں گا۔ ان باغیوں کا ساتھ دوں گا اور پھر انہی کے ساتھ مل کر کوشش کروں گا کہ عبدالرحمٰن نے جو اپنی سلطنت میں وسعت پیدا کی ہے وہ ختم کر دیا جائے اور آہستہ آہستہ اس کے علاقوں پر قبضہ کر کے اپنی سلطنت کو وسعت دوں۔''

افونش اس معاملے میں بالکل چپ رہا کوئی مشورہ نہ دیا۔ تاہم سب سے پہلے طلیطلہ کا حاکم شانجہ بول اٹھا۔ اس نے کچھ دیر تک توصیفی انداز میں رومیر کی طرف

دیکھا پھر کہنے لگا۔

''جو گفتگو آپ نے کی ہے میں اس سے مکمل طور پر اتفاق کرتا ہوں۔ ساتھ ہی اس بات کا بھی اضافہ کروں گا کہ اگر اب ہم اکٹھے ہو کر عبدالرحمٰن الثالث کے خلاف حرکت میں نہ آئے تو یہ بھی یاد رکھئے گا کہ اپنی ساری بغاوتوں اور سارے باغی عناصر کا خاتمہ کرنے کے بعد یہ عبدالرحمٰن الثالث قرطبہ شہر میں جا کر فضول نہیں بیٹھے گا۔ کوئی نیا محاذ کھولنے کی کوشش کرے گا اور یہ نیا محاذ یقیناً ہمارے خلاف ہو گا۔ ایک بار وہ ہمارے خلاف اٹھ کھڑا ہوا تو نہ ختم ہونے والی جنگوں کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ اس کے لشکریوں کے حوصلے بڑھے ہوئے ہوں گے۔ فتح مندی حاصل کرتے کرتے اس کے سالار بھی اپنے آپ کو ناقابل تسخیر خیال کرنے لگیں گے۔ اس بناء پر جب وہ شمال میں ہمارے علاقوں کا رخ کریں گے تو پھر شاید شمال کی ہماری کوئی طاقت ان کی راہ نہ روک سکے گی۔''

یہاں تک کہنے کے بعد جلیقیہ کا حاکم شانجہ رکا، اس کے بعد پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

''اس موقع پر عبدالرحمٰن الثالث کو کمزور کرنے کے لئے میرے پاس ایک تجویز بھی ہے۔''

جلیقیہ کے حکمران کے ان الفاظ پر ملکہ تھیوڈورہ اور اس کے شوہر اور نبرہ کے بادشاہ شانجہ اور رومیر نے چونکنے کے انداز میں اس کی طرف دیکھا۔ جواب میں جلیقیہ کا بادشاہ شانجہ کہنے لگا۔

''میرے علاقوں کے مشرق میں سرقسطہ بہت بڑا شہر ہے ..... سرقسطہ اور اس کے گرد و نواح کے وسیع علاقوں پر اس وقت بنی ہاشم کے لوگ حکمران ہیں۔ وہ اپنے آپ کو بالکل آزاد خیال کرتے ہیں۔ میرا اپنا اندازہ ہے کہ اگر انہیں کوئی لالچ دیا جائے اور کچھ مزید علاقے انہیں دینے کا وعدہ کر کے ان کی حکمرانی کو وسعت دینے کی ترغیب دی جائے تو وہ عبدالرحمٰن الثالث کے خلاف ہمارا ساتھ دینے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ ایک بار ہم سرقسطہ کی قوت کو اپنے ساتھ ملانے میں کامیاب ہو گئے تو پھر میرے خیال میں ہم اس قابل ہو جائیں گے کہ اپنے علاقوں سے نکل کر عبدالرحمٰن الثالث کے علاقوں میں داخل ہو کر اس کے علاقوں پر قبضہ کر کے اپنی سلطنت کو

وسعت دیں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد جلیقیہ کا بادشاہ شانجہ جب خاموش ہوا تب نبرہ کا بادشاہ رامیرو بول اٹھا اور ہلکی ہلکی فریب نما مسکراہٹ میں رومیر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''رومیر میرے عزیز! جو تجویز تمہارے بھائی اور جلیقیہ کے حکمران شانجہ نے سرقسطہ کے مسلمان حکمرانوں کو اپنے ساتھ ملانے کی پیش کی ہے میں سمجھتا ہوں وہ بہترین ہے۔ اس پر عمل کر کے ہم عبدالرحمٰن الثالث کو خاطر خواہ نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اس تجویز جیسی ایک تجویز میرے ذہن میں بھی ہے۔''

شانجہ کے ان الفاظ پر چونکنے کے انداز میں رومیر نے اس کی طرف دیکھا پھر تجسس بھرے انداز میں پوچھ لیا۔

''جو تجویز میرے بھائی شانجہ نے سرقسطہ کے سلسلے میں پیش کی ہے ایسی ہی کوئی تجویز آپ کے ذہن میں بھی ہے تو پھر کہیں۔ آپ چپ اور خاموش کیوں ہیں؟ اگر سرقسطہ جیسی ہی کچھ مزید قوتیں ہمارے ساتھ تعاون کرنے پر آمادہ ہو جائیں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ عبدالرحمٰن الثالث اور اس کے سالاروں اور اس کے والیوں کو ہم اندلس سے بوریا بستر سمیٹنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اب آپ بتائیں آپ کے ذہن میں کون سی تجویز ہے جو ہمارے لئے سود مند ثابت ہو سکتی ہے؟''

رومیر کے اس استفسار پر شانجہ کے چہرے پر بڑی مکروہ مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ کچھ دیر سوچتا رہا۔ ہونٹوں پر زبان پھیرتا رہا۔ اس کے بعد بڑے غور سے رومیر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''رومیر! جس طاقت کا میں ذکر کرنے لگا ہوں سرقسطہ سے کہیں زیادہ بڑی طاقت ہمیں عبدالرحمٰن الثالث کے خلاف مل سکتی ہے۔ جو کچھ میں کہنے لگا ہوں ذرا غور سے سننا۔ افریقہ کی سرزمین کے اکثر علاقوں پر اس وقت فاطمی حکومت ہے۔ گو اندلس کے حکمران اور فاطمی حکمران دونوں گروہ مسلمان ہیں لیکن دونوں میں انتہا درجہ کا مسلکی اختلاف ہے۔ بہت سے امور پر یہ دونوں ایک دوسرے کو اپنا بدترین دشمن خیال کرتے ہیں۔ اس بناء پر مسلکی اختلافات کو سامنے رکھتے ہوئے افریقہ اور اندلس کی دونوں مملکتوں کے درمیان نفرت کا بیج بو کے ان دونوں طاقتوں اور قوتوں کو آپس میں لڑا کر مارا جا سکتا ہے۔ اگر دونوں قوتیں آپس میں ٹکرائیں تو یاد رکھنا اندلس اور

افریقہ دونوں علاقوں کی مسلمان فوجیں لازمی طور ہو جائیں گی۔ ان کی کمزوری سے ہمیں فائدہ ہوگا۔ سارے اندلس پر ہماری حکومت ہو جائے گی بلکہ افریقہ میں بھی فاطمی حکومت اگر کمزور ہوگئی تو اندلس سے نکل کر افریقہ کے بہت سے علاقوں پر قابض ہو سکتے ہیں۔''

شانجہ جب خاموش ہوا تب اس کی تجویز پر رومیر ایسا خوش ہوا کہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس نے شانجہ کو اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ کئی بار اس کی پیشانی چومی پھر اپنی نشست پر بیٹھا اور کہنے لگا۔

''آپ نے جو تجویز پیش کی ہے اس کی کوئی مثال ہی نہیں ہے۔ افریقہ کے فاطمیوں کو ہم اپنے ساتھ ملا کر عبدالرحمٰن الثالث کے منہ پر ایسا طمانچہ مار سکتے ہیں کہ وہ حکومت ترک کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔ اب جو لائحہ عمل میں تیار کروں گا اس کی تفصیل بھی آپ سے کہتا ہوں۔ اس کے بعد آپ اس میں کسی قسم کی تبدیلی کرنا چاہیں تو وہ بھی کی جا سکے گی۔

میں اپنے کچھ قاصد سرقسطہ کی طرف بھجواؤں گا۔ وہاں جو بنی ہاشم کے حکمران ہیں انہیں ایک طرح سے بہلا پھسلا کر عبدالرحمٰن کے خلاف اور اپنے حق میں کرنے کی کوشش کروں گا۔

ایسا ہی ایک وفد میں سمندر کے پار افریقہ روانہ کروں گا۔ میرا وہ وفد فاطمی حکمرانوں سے ملے گا اور انہیں ہم عبدالرحمٰن الثالث کے خلاف کام کرنے پر آمادہ کرنے کی کوشش کریں گے اور مجھے امید ہے ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ ساتھ ہی میں افریقہ کے فاطمی حکمرانوں کے سامنے یہ تجویز پیش کروں گا کہ وہ اپنے خاص مخبر اور طلایہ گر اندلس میں داخل کریں۔ اندلس کے کسی مقام کو وہ اپنا مسکن بنائیں۔ اس مسکن میں کام کرتے ہوئے وہ لوگ عبدالرحمٰن الثالث کے خلاف کام کرنے کے علاوہ اس کی جاسوسی بھی کریں اور اس کے سارے حالات اور جنگی تیاریوں سے متعلق فاطمیوں کو آگاہ کرتے رہیں۔ میں ان کے سامنے یہ تجویز بھی پیش کروں گا کہ جہاں بھی وہ اپنا مسکن بنائیں گے میں بھی وہاں اپنے کچھ آدمی رکھوں گا جو وقفے وقفے سے مجھ سے رابطہ کرتے رہیں گے اور اپنے کچھ قابلِ اعتماد ساتھیوں کے ساتھ عبدالرحمٰن الثالث کی جنگی تیاریوں سے مجھے آگاہ کرتے رہیں گے۔

اس طرح ہم اور فاطمین افریقہ دونوں قوتیں مل کر اندلس میں عبدالرحمٰن الثالث کے لئے جان کا وبال بن کر رہ جائیں گے۔''

رومیر جب خاموش ہوا تب شانجہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''رومیر! یسوع مسیح کی قسم، اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو یہ دینِ عیسوی کی بہترین خدمت ہوگی۔ لیکن ایسا کرنے میں ہمارے سامنے بھی ایک پتھر اور رکاوٹ ہے۔''

رومیر چونکا..... شانجہ کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''میں نہیں سمجھا آپ کا اشارہ کس طرف ہے؟''

شانجہ سنجیدہ ہوگیا، کہنے لگا۔

''میرا اشارہ گونزالینز کی طرف ہے۔ میری بدبختی یہ ہے کہ میری بیٹی اسے پسند کرتی تھی۔ اپنی بیٹی الویرہ، یوراکہ اور تم دونوں بھائیوں کے کہنے پر میں نے گونزالینز کو آگ میں ڈال دیا تھا لیکن میری بیٹی ہی اسے لے بھاگی۔ دیکھو اب الویرہ فوت ہوئی ہے۔ جلیقیہ کا بادشاہ شانجہ آیا ہے، میں آیا ہوں، میری بیوی تھیوڈورہ آئی ہے..... الویرہ کے مرنے پر گونزالینز کو بھی یہاں آنا چاہئے تھا۔ وہ نہیں آیا۔ اس کا مطلب ہے وہ ہم سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں رکھنا چاہتا۔ اس بناء پر مجھے خدشہ ہے کہ کہیں آنے والے دور میں وہ ہمارے خلاف مسلمانوں کے ساتھ مل کر کارروائیاں شروع نہ کر دے۔''

شانجہ جب خاموش ہوا تب غصے کا اظہار کرتے ہوئے رومیر کہنے لگا۔

''گونزالینز کی ایسی تیسی۔ میں چند دن کا وقفہ ڈال کر اس کی طرف قاصد بھجواؤں گا اور اسے یہ پیغام دوں گا کہ وہ انفنطا کو لے کر یہاں آئے۔ یہاں آ کر الویرہ کی موت کا افسوس نہ کرنے کی معافی مانگے۔ اس کے بعد آپ دونوں کی طرف جائے۔ آپ سے بلبلونہ شہر جا کر معافی مانگے اور اگر گونزالینز نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا تو پھر میں اس کے خلاف لشکر کشی کر دوں گا۔ اسے گرفتار کر کے یہاں لا کر زندان میں بند کر دوں گا۔''

رومیر کے ان الفاظ پر شانجہ خوش ہوگیا تھا، کہنے لگا۔

''میں سمجھتا ہوں اس طرح ہمارے راستے کی ساری رکاوٹیں ہی دور ہو جائیں

گی۔''

شانجہ کے ان الفاظ کا جواب رومیر دینا ہی چاہتا تھا کہ عین اسی لمحہ رومیر کی بیٹی قرسینا وہاں داخل ہوئی۔ اسے دیکھتے ہی افونش اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا، آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑا پھر اپنے ساتھ بٹھاتے ہوئے بڑی شفقت اور محبت سے پوچھا۔

''کیا بات ہے میری بیٹی ..... تُو مجھے کچھ پریشان اور فکرمند لگتی ہے۔''

اس پر قرسینا افونش کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''میں نے اپنے بابا کے ذمے ایک کام لگایا تھا لیکن لگتا ہے یہ میرا کام کرنے والے نہیں ہیں۔''

قرسینا کے ان الفاظ پر شانجہ نے بڑے غور سے رومیر کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''رومیر! کیا بات ہے ..... ہماری بیٹی قرسینا نے تمہارے ذمے کیا کام لگایا تھا ایسی پیاری، خوبصورت بیٹی کا تو اشارہ پاتے ہی اس کا کام ہو جانا چاہئے اور تم نے اسے اداس اور افسردہ کر رکھا ہے۔''

جواب میں رومیر مسکرایا اور کہنے لگا۔

''قرسینا نے مجھے عجیب سے شش و پنج میں مبتلا کر کے رکھا ہے۔'' اس کے بعد رومیر نے احمد بن یعلیٰ کے واقعے کی پوری تفصیل شانجہ، افونش اور ملکہ تھیوڈورہ کو کہہ دی تھی۔

اس موقع پر شانجہ اور تھیوڈورہ دونوں چونکے تھے۔ پھر تھیوڈورہ رومیر کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''رومیر میرے بیٹے! وہ شخص انتہا درجہ کا عیار اور تیز ثابت ہوا ..... اسے ایک نصرانی سردار سرواندو کے قتل کے سلسلے میں ہمارے سامنے پیش کیا گیا تھا اور ہم نے اسے عیسائی سمجھ کر اس کی آؤ بھگت کی، اسے زندان میں ڈالا لیکن اس کی حیثیت ایک معزز مہمان کی سی تھی۔ وہ مجھے بھلا لگا تھا۔ خوبصورت تھا، دراز قد تھا۔ گلے میں صلیب ڈالے ہوئے تھا اور ابھی نو عمر تھا۔ اس کی مونچھیں بھی صحیح طرح نہیں آئی تھیں۔ میں نے اسے اپنی بیٹی انفنطا کے لئے پسند کر لیا تھا اور ارادہ کر لیا تھا کہ میں اسے انفنطا سے بیاہ دوں گا لیکن ہماری بدبختی کہ اسی دوران گونزالیز انفنطا کا رشتہ

مانگ گیا۔ میں نے اسے زندان کے اس کمرے میں ڈال دیا جس میں وہ نوجوان تھا۔ رات کو انفنطا نے زندان کا وہ دروازہ کھلوایا اور گونزالیز کے ساتھ بھاگ گئی اور وہاں کا وہ کمرہ کھلنے کی وجہ سے وہ نوجوان بھی بھاگ گیا۔

بعد میں کچھ پادریوں نے مجھ سے رابطہ کیا اور میرے اس رویے کے خلاف انہوں نے احتجاج کیا کہ جس شخص نے سرواندو کو قتل کیا تھا وہ حقیقت میں نصرانی نہیں، مسلمان تھا اور اس نے اپنے آپ کو نصرانی ثابت کرنے کے لئے گلے میں صلیب ڈالی ہوئی تھی۔ ان پادریوں نے اس کے متعلق پوری تحقیق کرنے کے بعد مجھ پر انکشاف کیا تھا اور انہوں نے مجھے اس کا بھلا سا نام بھی بتایا تھا، ہاں مجھے یاد آیا، انہوں نے اس شخص کا نام احمد بن یعلیٰ بتایا تھا۔ بعد میں پادریوں نے اس کے متعلق تحقیق کی تو پتہ چلا کہ اس نے صرف سرواندو ہی کو قتل نہیں کیا تھا بلکہ اس سے پہلے وہ غرناطہ کی سلطنت کے ایک قصبے خندہ میں بھی داخل ہوا تھا، وہاں بھی اس نے اپنے ایک دشمن ابنِ مستنہ اور اس کے دو ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔''

تھیوڈورہ جب خاموش ہوئی تب بڑی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے قرسینا کہنے لگی۔

''آپ نے جو اس کا حلیہ بتایا ہے بالکل اسی حلیے کا وہ نوجوان تھا۔ بڑا تیز طرار اور کم عمر تھا۔ وہ میرا گھوڑا بھی لے گیا اور میرے گھوڑے کے ساتھ میری قیمتی قبا کے علاوہ میرے بہت سے کپڑے بھی تھے اور جس وقت ہم بطلیوس والوں کی مدد کرنے کے لئے گئے تو اس شخص نے ہمارے پڑاؤ پر حملہ آور ہو کر ہمارے ان گنت سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتارا اور ہمارے پڑاؤ کو آگ بھی لگا دی۔ اچھا ہوا آپ نے اس کا نام بتا دیا۔ اب ہمیں یہ تو پتہ چل گیا ہے کہ وہ شخص عبدالرحمٰن الثالث کے لشکر کا ایک سالار ہے۔ پہلے ہمیں اس کے نام کا پتہ نہیں تھا۔ اب پتہ چلا کہ اس کا نام احمد بن یعلیٰ ہے۔ میں ہر صورت میں اسے قتل کرانا چاہتی ہوں اور یہ کام میں نے اپنے بابا کے ذمے لگایا۔ لیکن یہ اس سلسلے میں کچھ کرتے ہی نہیں ہیں۔''

قرسینا جب خاموش ہوئی تب رومیر کہنے لگا۔

''بیٹی! میں نے اپنے کچھ طلایہ گروں اور مخبروں کے ذمے یہ کام لگا رکھا ہے کہ پہلے وہ یہ جاننے کی کوشش کریں کہ کیا واقعی اس شخص کا نام احمد بن یعلیٰ ہے؟ اگر یہ

ثابت ہو گیا کہ جس شخص نے دریائے آنہ کے کنارے ہمارے پڑاؤ پر حملہ آور ہو کر ہمارے ان گنت لشکریوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اگر وہی احمد بن یعلیٰ ہے جس نے نبرہ میں سرواندو کو، جندہ میں ابنِ مستنہ اور اس کے ساتھیوں کو قتل کیا اور تمہارا گھوڑا اور سامان بھی لے اڑا تو پھر ہم دیکھیں گے کہ اس سے انتقام کیسے لیا جا سکتا ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد رومیر رکا، اس کے بعد وہ اپنی گفتگو کو آگے بڑھاتا ہوا کہہ رہا تھا۔

''قرسینا میری بیٹی! اگر یہ وہی شخص ہے تو یہ عبدالرحمٰن الثالث کے اچھے سالاروں میں سے ایک ہے۔ اب کیونکہ عبدالرحمٰن کے ساتھ ہمارا ٹکراؤ شروع ہو چکا ہے، اب کئی بار ہم اس کے سامنے آئیں گے۔ سب سے پہلے تو ہم نے بطلیوس میں اپنی شکست اور اپنے مارے جانے والے ساتھیوں کا انتقام بھی ان سے لینا ہے۔ اس لحاظ سے عبدالرحمٰن کے خلاف کئی بار رزم آرائی کی بساط بچھائی جائے گی۔ میری بیٹی! اس وقت جو انتقام لینے کی صورتِ حال میرے ذہن میں ہے وہ یہ ہے کہ میں اپنی سلطنت کے چیدہ چیدہ تیغ زنوں کو جو تیغ زنی کے فن میں ماہر اور یکتا ہوں اور شکست قبول کرنے کا نام نہ لیتے ہوں انہیں لیون میں جمع کروں گا۔ اپنی سلطنت کے کم از کم میں تین بہترین تیغ زن اپنے پاس بلاؤں گا۔ اگر ثابت ہو گیا کہ جس شخص سے میری بیٹی انتقام لینا چاہتی ہے وہ احمد بن یعلیٰ ہی ہے تو پہلے میں اپنے ایک تیغ زن کو تمہارے پاسبانوں میں سے کسی ایسے ساتھی کے ساتھ روانہ کروں گا جو احمد بن یعلیٰ کو شکل سے پہچانتا ہو اور کوشش یہ کی جائے گی کہ خفیہ طور پر اس احمد بن یعلیٰ کا وہیں کام تمام کر دیا جائے۔

میری بیٹی! اگر ایسا ناممکن ہوا اور ایسا کرنا ہمارے بس میں نہ ہوا تو آنے والے دور میں جب کبھی عبدالرحمٰن الثالث کے خلاف جنگوں کا سلسلہ شروع ہو گا تو ان جنگوں کے دوران یہ بات لازم ہے کہ عبدالرحمٰن کے ایک سالار کی حیثیت سے احمد بن یعلیٰ اس کے لشکر میں شامل ہو گا لہٰذا جن عمدہ تیغ زنوں کا میں انتخاب کروں گا میں ان کا احمد بن یعلیٰ سے انفرادی مقابلہ کراؤں گا اور مجھے امید ہے کہ اس انفرادی مقابلے میں ہمارا کوئی نہ کوئی تیغ زن احمد بن یعلیٰ کو اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے اور اپنی گردن کٹوانے پر مجبور کر دے گا۔''

اس کے ساتھ ہی وہ مجلس ختم کر دی گئی تھی۔

شانجہ اور اس کی ملکہ تھیوڈورہ نے چند دن مزید لیون میں قیام کیا، اس کے بعد وہ اپنے مرکزی شہر بنبلونہ کی طرف چلے گئے تھے۔ جلیقیہ کا بادشاہ شانجہ بھی واپس چلا گیا تھا جبکہ لیون کے بادشاہ افونش نے چند دن مزید لیون شہر میں قیام کیا۔ اس قیام کے دوران سلطنت کے کونے کونے اور ہر شہر میں یہ منادی کروا دی گئی تھی کہ افونش نفث سے دستبردار ہو گیا ہے، ایک خانقاہ میں اس نے راہبانیت اور گوشہ گیری اختیار کر لی ہے اور یہ کہ اب لیون کی سلطنت کا بادشاہ رومیر ہے۔

ان اعلانات کے بعد افونش تاج و تخت کو لات مار کر ایک خانقاہ کے اندر گوشہ گیری اختیار کر گیا تھا۔

ایک روز دو ڈھلی ہوئی عمر کے اشخاص جو اپنے حلیے سے نصرانی لگتے تھے ا
اپنے گلوں میں انہوں نے سنہری صلیبیں بھی ڈالی ہوئی تھیں افریقہ کے شہر قسطنطنیہ م
داخل ہوئے۔ یہ شہر افریقہ کے بربر قبیلے بنو کتامہ کا مرکزی شہر تھا۔ قسطنطنیہ شہر میں ا
قصر تھا وہ دونوں اشخاص اس قصر میں آئے اور افریقہ میں فاطمیوں کے حکمران ک
خدمت میں حاضر ہونے کی گزارش کی۔

یہ دونوں دراصل لیون کے بادشاہ رومیر کے قاصد تھے۔ رومیر نے کیونکہ فیصلہ
کر لیا تھا کہ وہ عبدالرحمٰن الثالث کے خلاف بہت سی قوتوں کو متحرک کرے گا۔
فیصلہ ہوا تھا کہ سرقسطہ میں وہ وہاں کے حکمرانوں کو عبدالرحمٰن کے خلاف اکسائے
اور ساتھ ہی افریقہ میں جو فاطمی حکمران ہیں انہیں بھی عبدالرحمٰن الثالث کے خلاف
حرکت میں لاتے ہوئے ایک طرح سے عبدالرحمٰن الثالث کو اندلس میں اپنے ساتھ
بے بس اور لاچار کرنے کی کوشش کرے گا۔ افریقہ میں اس وقت فاطمیوں کا سربر
اور حکمران ایک شخص عبید اللہ تھا۔ اس کی حقیقت اور تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ ا
اسماعیلی جس کا نام ابن حوشب تھا جو پہلے اثناعشری تھا وہ یمن میں وعظ کیا کرتا تھا
پھر آہستہ آہستہ اس نے صنعاء پر قبضہ کر کے سلطنت اسلامیہ کے ہر صوبے اور ہر
میں اپنے داعی پھیلانے شروع کر دیئے۔

اپنے داعیوں میں سے اس نے دو شخص بربروں کے قبیلے بنو کتامہ کی طر
روانہ کئے۔ ان کا سب سے بڑا اور مرکزی شہر قسطنطنیہ تھا۔ ان داعیوں نے اس
میں تعلیم اور تلقین کا کام شروع کر دیا اور بنو کتامہ کو انہوں نے طرح طرح کے
فریب دے کر اسماعیلی بنا لیا۔

جب ان دونوں داعیوں کا انتقال ہو گیا تو یمن سے ابنِ موشب نے
داعیوں کی جگہ اپنا ایک اور داعی بنو کتامہ کی طرف روانہ کیا۔ اس کا نام ابو عبداللہ

ابو عبداللہ نہایت مستعد، ہوشیار اور بڑا خطیب تھا اور موقع محل خوب پہچانتا تھا۔
ا اور ضعیف الخیال بربروں کو مرید بنانے کے لئے جو باتیں اختیار کرنا چاہئے تھیں
ان کا پورا ماہر تھا۔

ابو عبداللہ اگرچہ اسماعیلی فرقے میں ادنیٰ درجہ رکھتا تھا لیکن جو کام اس کے سپرد
ہوا تھا اس کے لئے وہ بڑا موزوں اور مناسب تھا۔ ان دنوں اسماعیلی داعیوں کی
حالت یہ تھی کہ وہ اپنے فرقے کی اصل غرض و غایت تک سے لاعلم تھے۔ اب ابو
عبداللہ نے اپنے کام کی ابتداء اس طرح کی کہ بنو کتامہ کے بچوں کا پہلے معلم بنا۔

بنو کتامہ پہلے ہی دو داعیوں کی وجہ سے اسماعیلی تو ہو ہی چکے تھے، معلم بننے
کے بعد اس ابو عبداللہ نے ان کے والدین کی نظروں میں اپنا اعتبار بڑھایا اور جب
ان کو اپنے کامیاب ہونے کا یقین ہونے لگا تو پھر معلّمی کا بھیس اتار کر لوگوں سے
کہنے لگا۔

''میں مہدی آخر الزماں کی بشارت دینے آیا ہوں۔''

ساتھ ہی اس نے بنو کتامہ سے کہا کہ اگر وہ اس نیک کام کے لئے مسلح ہو کر
اس کا ساتھ دیں تو انہیں دین اور دنیا دونوں ہی میں فائدہ حاصل ہو گا۔

ابو عبداللہ کی معمہ باز باتوں سے بنو کتامہ بغاوت کرنے پر راضی ہو گئے۔ ان
دنوں افریقہ میں بنو اغلب کی حکومت تھی۔ چونکہ بنو کتامہ کی تعداد دوسرے بربر قبائل
کی نسبت بہت زیادہ تھی اس کے علاوہ ان کے اندر زمانۂ جاہلیت کا وحشی پن اور
لڑاکا آوری کا جذبہ بھی کافی باقی تھا اس لئے ان کی بغاوت بہت جلد کامیاب ہوئی
اور افریقہ کے حکمران بنو اغلب کے آخری حکمران کے بہت سے شہر انہوں نے چھین
لیے۔

بنو اغلب کا خاندان اس وقت تقریباً گزشتہ سو برس سے وہاں حکومت کر رہا تھا۔
ان کے آخری بادشاہ کو ابو عبداللہ نے افریقی قبائل کے ساتھ مل کر اس قدر ستایا اور
تنگ کیا کہ وہ اپنے قصر سے تنہا نکل بھاگا اور اپنے بیوی بچوں کو بھی پیچھے چھوڑ گیا۔
اس طرح اس کی سلطنت پر ابو عبداللہ نے قبضہ کر لیا اور ایک شخص کو مہدی آخر الزماں
اور وہاں کا حاکم قرار کر دیا۔

جسے مہدی آخر الزماں بنا کر وہاں کا حاکم مقرر کیا گیا اس کا اصل نام سعید تھا

اور وہ ان دنوں فرقہ اسماعیلیہ کے سرداروں میں سے ایک تھا۔ اس کا باپ آنکھوں
معالج ہوا کرتا تھا۔ اس سعید کا یہ بھی دعویٰ تھا کہ وہ حضرت علیؓ کی اولاد سے ہے
غرض اس سعید نے مہدی ہونے کا دعویٰ کر کے عبید اللہ کا لقب اختیار کیا اور بنو اغلب
کی حکومت پر قبضہ کر کے خود اپنی حکومت وہاں قائم کر دی۔

خاندانِ فاطمی کا بانی ہونے کی وجہ سے اس نے اپنے عقائد اور اصول پوشیدہ
رکھنے میں بہت احتیاط کی۔ شاید کوئی اور ملک ہوتا مثلاً ایران اور اس کو یہ فتح ہوئی
ہوتی تو وہ ایسا نہ کرتا۔ لیکن ایک نیم وحشی قوم کی مدد سے اس کو تخت و تاج حاصل ہوا
تھا اور یہ وحشی قوم فلسفیانہ خیالات سے بے خبر و نا آشنا تھی۔ اس وجہ سے عبید اللہ نے
اپنے عقائد کو مخفی رکھا یہاں تک کہ افریقہ میں اس وقت وہ لوگ جو اسماعیلیہ میں
اعلیٰ درجے کی تعلیم پائے ہوئے تھے ان کو بھی مناسب موقعوں پر اپنے اصل عقائد اور
خیالات ظاہر کرنے سے روکا گیا تھا۔

فرقہ اسماعیلیہ کی اصل کیفیت بعد میں ظاہر ہونا شروع ہوئی اور اس وقت ان کی
حکومت مستحکم ہو چکی تھی اور ان کو خوف نہ رہا۔ ان کی عسکری طاقت بھی مضبوط ہو چکی
تھی۔

افریقہ میں جب ان اسماعیلیوں کی حکومت کسی قدر مستحکم ہوئی تو یہ کسی بھی طرح
کی مذہبی رواداری کو گوارہ نہ کرتے تھے۔ اختلافِ عقائد کی بنیاد پر بڑے بڑے
عالموں اور فقیہوں کو سزائیں دینا فخر خیال کرتے تھے۔ ہاتھ پاؤں کاٹنے کے علاوہ
مصلوب کر دیا کرتے تھے۔

وہ لوگ جو پہلے تین خلفائے راشدین کا ذکر کرتے، ان کا نام تعظیم سے لیتے
اسماعیلیہ کے کسی مسئلے کو بھول جاتے یا امام مالک کے طریقے کے مطابق فتویٰ دیتے
انہیں مصلوب کر دیا جاتا تھا۔ جو لوگ اسماعیلی عقیدے میں شامل ہوتے تھے ان کو ان
طریقے کی تمام باتوں کی سختی سے پابندی کرنی پڑتی تھی۔ اگر کسی نے اس طریقے
شامل ہو کر اسے ترک کر دیا اور ترک کرنے کے بعد اپنی جان بھی بچانا چاہی تو ا
یہ بھی دیکھنا پڑتا تھا کہ پہلے اس کی بیوی کے ساتھ کیا برا حشر ہو گا۔ پھر اسے وہ
پڑتی کہ سرِ بازار لوگ اس کے منہ پر تھوکتے تھے۔

بہرحال عبید اللہ نے مہدی ہونے کا دعویٰ کر کے کئی مواقع پر اپنے لشکر کو

مظالم سے باز رکھنا چاہا مگر اس میں اسے کامیابی نہ ہوئی۔ اس لئے کہ وہ لوگ اب
لوٹ مار کرنے کے عادی ہو چکے تھے۔ خون کی چاٹ ان کے منہ کو لگ چکی تھی لہٰذا
وہ عبید اللہ کی کوئی بات نہ مانتے تھے۔ ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی کہنا شروع کر دیا کہ
انہیں کسی ایسے خدا کی ضرورت نہیں ہے جو نظر نہ آتا ہو۔ انہوں نے عبید اللہ سے یہ
بھی کہا کہ کیونکہ ہم ایسے خدا کو نہیں مانتے جو نظر نہیں آتا لہٰذا ہم اسے اس شرط پر خدا
ماننے کے لئے تیار ہیں کہ ہم جو چاہیں کریں، کوئی ہمارا مزاحم نہ ہو۔

خلیفہ کو خدا بنانا کیونکہ قدیم ایرانیوں کے خیال کے عین مطابق تھا۔ کیونکہ ایرانی
اپنے بادشاہوں کو خدا کا اوتار مانتے تھے لہٰذا اس موقع پر عبید اللہ مہدی نے ان بربر
قبائل کی اس شرط کے سامنے خاموشی اختیار کر لی تھی۔

عبید اللہ کے وحشی لشکر نے شہروں پر قبضہ کر کے جو جو مظالم کئے ان کی مثال
نہیں ملتی۔ برقہ میں اس کے ایک سالار نے بعض شہر والوں کی لاشوں کے ٹکڑے کر کر
کے ان کی بوٹیاں آگ پر بھنوئیں۔ بہرحال مہدی ہونے کا دعویٰ کرنے والے اس
عبید اللہ کے دورِ حکومت میں ہر وہ ظلم ہوا جس کا کوئی رحم دل انسان خیال تک نہیں کر
سکتا۔ اور اب اسی عبید اللہ سے ملنے کے لئے رومیر کے دو قاصد قسطنطنیہ شہر میں داخل
ہوئے تھے۔

رومیر کے دونوں قاصدوں کو جب ابو عبداللہ مہدی کے سامنے پیش کیا گیا تو
پہلے اس نے ان دونوں کا سر سے پاؤں تک جائزہ لیا پھر ان دونوں کو مخاطب کر کے
کہنے لگا۔

''میرے چوبدار نے مجھے بتایا ہے کہ تم اندلس میں لیون کی عیسائی مملکت کے
بادشاہ رومیر کی طرف سے میرے پاس آئے ہو ..... تم نے میرے چوبدار کو اپنے
آنے کی غرض و غایت نہیں بتائی۔ اب کھل کر کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟''

ابو عبید اللہ مہدی کے ان الفاظ کے جواب پر ان دو قاصدوں میں سے ایک
مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اے افریقہ کے عظیم بادشاہ! ہم لیون کے بادشاہ رومیر کی طرف سے آئے
ہیں۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ اندلس میں مسلمانوں کے حکمران عبدالرحمٰن الثالث کے
ساتھ آپ کے کافی مذہبی اور مسلکی اختلافات ہیں۔ رومیر چاہتا ہے کہ عبدالرحمٰن

الثالث کے خلاف آپ ہمارا ساتھ دیں۔''

قاصد رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''اے بادشاہ! ہمارا شہنشاہ رومیر چاہتا ہے کہ آپ افریقہ میں اپنی طاقت اور قوت کو مضبوط کرنے کے بعد اندلس کے اندر بھی اپنی کارروائیوں کی ابتدا کریں۔ جب آپ جنوب کی طرف سے کارروائیاں کریں گے، شمال کی طرف سے ہم عبدالرحمٰن الثالث کو اپنا ہدف بنائیں گے تو اس سے بہت سے علاقے چھین لیں گے۔ جو علاقے چھینے جائیں گے ان میں سے جو جنوب میں ہوں گے ان پر آپ کی حکومت کو تسلیم کر لیا جائے گا اور شمالی علاقے جن پر ہم قبضہ کریں گے وہ لیون کی سلطنت میں شامل کر لئے جائیں گے۔ اس کے علاوہ اگر آپ اس بات پر رضامندی کا اظہار کریں تو اس کے صلے میں ہمارا بادشاہ ایک خاصی بڑی رقم بھی آپ کو دینے کے لئے تیار ہو جائے گا۔''

قاصد جب خاموش ہوا تب خوش کن انداز میں بڑے غور سے قاصد کی طرف دیکھتے ہوئے عبید اللہ بول اٹھا۔

''جو کچھ تم نے کہا ہے اس کے صلے میں ہمیں کیا کرنا ہوگا؟''

عبید اللہ کے ان الفاظ پر قاصد بھی خوش ہوا تھا، لہٰذا پہلے کی نسبت زیادہ مطمئن انداز میں کہنے لگا۔

''ہمارا بادشاہ چاہتا ہے کہ آپ دو اقدام کریں ..... پہلا یہ کہ آپ اپنے کچھ داعی اندلس روانہ کریں جو جگہ جگہ گھوم پھر کر اور لوگوں کے اندر خفیہ تنظیمیں قائم کر کے عبدالرحمٰن الثالث کے خلاف زہر اگلنا شروع کر دیں۔ اس طرح اندلس کے مسلمانوں کو عبدالرحمٰن الثالث کے خلاف کر دیں۔

دوسرا کام آپ سے ہمارا بادشاہ یہ چاہتا ہے کہ آپ مارطانیہ کی حکومت پر حملہ آور ہو کر اسے اپنے قبضے میں کر لیں۔ مارطانیہ کا علاقہ وہ ہے جو اندلس سے قریب تر ہے۔ اگر آپ مارطانیہ پر قابض ہو گئے تو وہاں سے آپ مسلح دستے گاہے گاہے اندلس بھیج کر نہ صرف عبدالرحمٰن الثالث کو اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کر دیں گے جبکہ ہم خود بھی حرکت میں آتے ہوئے عبدالرحمٰن الثالث کے خلاف فوائد حاصل کر سکیں گے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد قاصد رکا، اب اسے یقین ہو گیا تھا کہ عبید اللہ مہدی ان کا کہا ماننے کے لئے تیار ہو جائے گا لہٰذا اپنے کندھے پر لٹکتی ہوئی خرجین سے اس نے ایک تھیلی نکالی، آگے بڑھا، جھکا، عبید اللہ کو تعظیم دی پھر دونوں ہاتھوں سے اس نے وہ چرمی خرجین عبیداللہ کے سامنے رکھ دی تھی۔

جب وہ قاصد ایسا کر چکا تو دوسرا قاصد حرکت میں آیا۔ اس نے اپنے کندھے سے لٹکتی خرجین کھولی، وہاں سے بھی اس نے ایک خاصی بڑی چرمی تھیلی نکالی تھی اور جس طرح پہلے قاصد نے دونوں ہاتھوں میں خرجین عبیداللہ کے سامنے رکھی تھی، دوسرے قاصد نے بھی بڑی تعظیم اور ارادت مندی سے وہ چرمی تھیلی عبیداللہ کے سامنے رکھ دی تھی۔

عبیداللہ تھوڑی دیر مسکراتا رہا پھر اس نے باری باری دونوں تھیلیوں کا منہ کھول کر دیکھا، ایک انتہائی قیمتی جواہرات سے بھری ہوئی تھی اور دوسری تھیلی سنہری سکّوں سے بھری ہوئی تھی۔

دونوں چیزیں دیکھ کر عبیداللہ کے چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ پھر ان دونوں قاصدوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اب تم یوں جانو کہ جس مقصد کے لئے تم دونوں آئے ہو اس مقصد میں تم دونوں کامیاب ہوئے۔ تمہارا بادشاہ رومیر جیسا چاہ رہا ہے ویسا ہی ہوگا۔ میں چند روز تک اپنے لشکریوں کو ترتیب دوں گا، اس کے بعد میں جب مناسب موقع دیکھوں گا مارطانیہ کی عرب حکومت پر حملہ آور ہو کر قبضہ کر لوں گا۔ اس کے بعد میں وہاں سے نکل کر اندلس میں تمہارے بادشاہ رومیر کی خواہش کے مطابق اپنی کارروائیوں کی ابتداء کر دوں گا۔''

عبیداللہ کا یہ جواب سن کر ان دونوں قاصدوں کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ یہاں تک کہ عبید اللہ نے انہیں مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

''اب تم دونوں میرے چوبدار کے ساتھ جاؤ۔ چند روز یہاں قیام کرو، گھومو پھرو، تمہاری حیثیت یہاں معزز مہمانوں کی ہوگی۔ اس کے بعد واپس اپنے بادشاہ رومیر کے پاس جانا اور میری طرف سے اسے یقین دلانا کہ ہم سے وہ جس بات کی توقع رکھتا ہے ہم اس پر پورا اتریں گے۔ عنقریب وہ دیکھے گا کہ میں اپنے لشکر کے

ساتھ حرکت میں آؤں گا اور مارطانیہ کی سلطنت کو اپنے سامنے روندتے ہوئے ان کے سارے علاقوں پر قبضہ کرنے کے بعد اندلس میں اپنی کارروائیوں کی ابتداء کر دوں گا۔"

عبیداللہ کی اس گفتگو سے رومیر کے دونوں قاصد مطمئن اور خوش ہو گئے تھے۔ لہٰذا اس موقع پر عبید اللہ نے اپنے چوبدار کو مخصوص اشارہ کیا اور وہ اشارہ پا کر اس کا چوبدار رومیر کے ان دونوں قاصدوں کو اپنے ساتھ لے گیا تھا۔

لیون کے بادشاہ نے جس طرح اپنے قاصد افریقہ میں عبیداللہ مہدی کی طرف روانہ کئے تھے اور اسے اپنے ساتھ ملانے کی کامیاب کوشش کی تھی ایسے ہی قاصد اس نے سرقسطہ شہر کی طرف بھی روانہ کئے تھے۔ سرقسطہ شہر کی حالت یہ تھی کہ امیر عبدالرحمٰن الثالث کے دادا امیر عبداللہ کے دورِ حکومت میں بنی قسی سرقسطہ میں امیر عبداللہ کی طرف سے حکومت کر رہے تھے۔ بنی قسی سرقسطہ میں بیٹھے ہی بیٹھے کچھ عوامل کی شہہ پر امیر عبداللہ کو قتل کرانے کی سازش کرنے لگے۔ امیر عبداللہ کو جب ان کے ان ارادوں کی خبر ہوئی تو انہوں نے ایک اور طاقتور قبیلے بنی تجیب کے سردار محمد بن عبدالرحمٰن کو لکھا کہ سرقسطہ کا حاکم اسے قتل کروانے کی سازش میں ملوث ہے۔ لہٰذا قبل اس کے کہ وہ میرے قتل کا اہتمام کرے اسے قتل کر دیا جائے۔

بنی تجیب کا خاندان عرب کے عالی النصب قبیلوں میں شمار ہوتا تھا۔ یہ لوگ عرصہ دراز سے اندلس میں آباد چلے آتے تھے۔ بنی تجیب کے محمد بن عبدالرحمٰن کو جب امیر عبداللہ کا یہ حکم ملا تو اس نے بنی قسی کے سردار کو قتل کروا دیا جو اس وقت سرقسطہ کا والی تھا۔

اس کے بعد سرقسطہ میں بنی قسی کا نام مٹ گیا اور یہ خاندان لگ بھگ سو برس سے کچھ زائد تک سرقسطہ اور اس کے نواح میں صاحبِ اقتدار رہا۔ ان لوگوں کے دور حکومت کا بہت سا حصہ سلطنت قرطبہ کی خیر خواہی میں اور کچھ حصہ سرکشی میں گزرا تھا۔

بہرحال بنی قسی کے حکمران کے قتل ہونے کے بعد بنی تجیب کا سردار محمد بن عبدالرحمٰن تجیبی سرقسطہ کا حاکم ہوا۔ جب اس کا انتقال ہو گیا تو اس کی جگہ عبدالرحمٰن

الثالث نے اس کے لڑکے ہاشم کو سرقسطہ کا حاکم مقرر کیا۔ جب ہاشم کا بھی انتقال ہو گیا تو ہاشم کے بعد اس کے بیٹوں میں سے محمد بن ہاشم سرقسطہ کا والی مقرر ہوا۔

اس محمد بن ہاشم کے پاس لیون کے بادشاہ رومیر کے قاصد پہنچے تھے اور جو پیغام رومیر کے قاصدوں نے افریقہ میں عبیداللہ مہدی کو دیا تھا وہی پیغام محمد بن ہاشم کی طرف جانے والے قاصدوں نے بھی دیا جس کے جواب میں محمد بن ہاشم بھی امیر عبدالرحمٰن الثالث کے خلاف رومیر کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہو گیا تھا۔ تاہم اس نے یہ شرط رکھی کہ وہ بظاہر تو امیر عبدالرحمٰن الثالث کا وفادار اور جانثار رہے گا لیکن باطن میں وہ رومیر اور اس کے حمایتیوں کی ہر طرح کی مدد کرے گا۔ اس طرح رومیر سیاست سے کام لیتے ہوئے امیر عبدالرحمٰن الثالث کے خلاف اپنے حمایتیوں اور اپنے حلیفوں میں اضافہ کرنے لگا تھا۔ اب ایک ساتھ تو کئی قوتیں امیر عبدالرحمٰن الثالث کے خلاف متحد ہونے لگی تھیں۔ ان میں افریقہ کا عبید اللہ مہدی، سرقسطہ کا محمد بن ہاشم، خود رومیر، جلیقیہ کا بادشاہ شانجہ اور نبرہ کا بادشاہ شامل تھے۔

رومیر ایک روز اپنے قصر سے نکلا ہی تھا کہ سامنے کی طرف سے اس کی بیٹی قرسینا اپنے گھوڑے کو دوڑاتی ہوئی آئی۔ وہ شاید کہیں گھڑ دوڑ کے لئے باہر گئی ہوئی تھی۔ اپنے باپ کے پاس وہ اپنے گھوڑے سے اتری اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''آپ کہاں جا رہے ہیں؟''

جواب میں رومیر مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''بیٹی! تُو فی الفور قصر میں جا اور اپنے کوچ کرنے کی تیاریوں کو آخری شکل دے۔ تمہارے لئے میرے پاس یہ بھی خوشخبری ہے کہ میں نے تین بہترین تیغ زنوں کا انتخاب کر لیا ہے۔ ان تینوں میں سے کسی ایک کو احمد بن یعلیٰ سے ٹکرایا جائے گا اس لئے کہ یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ دریائے آنہ کے کنارے جس احمد بن یعلیٰ نے ہمارے لشکر کو نقصان پہنچایا تھا، اُسی کا سر تم کٹوانا چاہتی ہو۔ بیٹی! فی الوقت میں مستقر کی طرف جا رہا ہوں اور لشکر کو تیار رہنے کا حکم دینے لگا ہوں۔ اس لئے کہ ہمارا لشکر کل یہاں سے طلیطلہ شہر کی طرف کوچ کرے گا۔''

جواب میں کچھ دیر تک قرسینا نے عجیب سے انداز میں اپنے باپ رومیر کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

''اے میرے باپ! طلیطلہ شہر کی طرف کیا ہونے والا ہے؟''

جواب میں رومیر مسکرایا اور کہنے لگا۔

''میری بیٹی! وہاں بہت کچھ ہو گا۔ وہاں ہم عبدالرحمٰن الثالث سے اپنی بطلیوس کی شکست کا انتقام بھی لیں گے۔ اس لئے کہ طلیطلہ شہر شروع سے ہی عبدالرحمٰن الثالث کا باغی اور سرکش چلا آ رہا ہے۔ اب عبدالرحمٰن الثالث کے حوصلے بڑھ چکے

ہیں اور تھوڑی دیر پہلے میرے طلایہ گر اور مخبر دو اہم خبریں لے کر آئے ہیں۔

پہلی خبر یہ کہ جس شخص کا تم سر کٹوانا چاہتی ہو وہ احمد بن یعلیٰ ہی ہے۔ اور دوسری خبر یہ ہے کہ ایک ہفتے تک عبدالرحمٰن الثالث طلیطلہ شہر کی طرف کوچ کرے گا اور میں چاہتا ہوں اس کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہم وہاں پہنچ کر اپنا پڑاؤ قائم کر لیں۔ جونہی عبدالرحمٰن وہاں پہنچے ہم اسے جنگ کی دعوت دیں۔ میری بیٹی! پہلے انفرادی مقابلہ کرایا جائے گا۔ جن تین بہترین تیغ زنوں کا میں نے انتخاب کیا ہے وہاں ان کا جائزہ لیا جائے گا۔ جو سب سے عمدہ اور اچھا ہو گا اسے انفرادی مقابلے کے لئے اتارا جائے گا اور وہ احمد بن یعلیٰ کا نام لے کر انفرادی مقابلے کی دعوت دے گا اور مجھے امید ہے کہ اس انفرادی مقابلے کے نتیجے میں ہمارا وہ تیغ زن احمد بن یعلیٰ کا سر کاٹ کر رکھ دے گا۔ اس طرح میری بیٹی کی شدید خواہش پوری ہو جائے گی۔''

اپنے باپ کے ان الفاظ پر قرسینا ایسی خوش ہوئی کہ بھاگ کر وہ رومیر سے لپٹ گئی۔ پھر کہنے لگی۔

''بابا! میں اسی موضوع پر آپ سے گفتگو کرنا چاہتی تھی۔ اب آپ نے میرے سارے گلے شکوے دور کر دیئے ہیں۔ کیا میں ان تین تیغ زنوں سے نہیں مل سکتی جن کا آپ نے انتخاب کیا ہے؟''

اس پر رومیر مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''میری بیٹی! وہ اس وقت مستقر میں ہیں۔ اب تمہیں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے ..... تم قصر میں جاؤ، اپنی تیاریوں کو آخری شکل دو۔ ان تین سے اب ملاقات رزم گاہ ہی میں ہو گی۔''

اس کے ساتھ ہی قرسینا کی پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے رومیر نے اسے علیحدہ کر دیا۔ لہٰذا قرسینا گھوڑے پر سوار ہو کر قصر کی طرف چلی گئی تھی جبکہ خود رومیر مستقر کا رخ کر رہا تھا۔

طلیطلہ بڑا عجیب و غریب شہر تھا۔ اس شہر کے متعلق ابنِ خلدون لکھتا ہے کہ اہلِ طلیطلہ کے دماغوں میں خودسری سمائی ہوئی تھی۔ حکومت اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتے تھے۔ قرطبہ سے جو حاکم بھی مقرر ہو کر آتا اس کے خلاف ہنگامے شروع کر دیتے۔

ابنِ خلدون کا یہ بھی کہنا ہے کہ جب سے طلیطلہ مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہوا

اس وقت سے لے کر عبدالرحمٰن الثالث کے زمانے تک تقریباً دو سو چھپن برس کا عرصہ بنتا ہے اور اس مدت میں طلیطلہ کے لوگوں نے لگ بھگ دس بارہ مرتبہ مرکز کے خلاف بغاوتیں برپا کیں۔

اس شہر میں باغی لوگوں کی بہتات تھی لیکن مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس شہر میں بڑے اچھے اور اعلیٰ پائے کے لوگ بھی پیدا ہوئے۔ بہت سے معزز عیسائی خاندان مسلمان ہو کر طلیطلہ شہر میں بستے تھے اور وہ دل سے امیرِ قرطبہ کے وفادار اور جانثار تھے۔ بڑے بڑے محدث، فقیہ، ادیب، شاعر اور منجم اس شہر میں پیدا ہوئے اور باوجود ہنگاموں اور بغاوتوں کے اسلامی حکومت کا یہاں ہمیشہ بول بالا رہا۔

انہی باغی قوتوں کی وجہ سے یہاں کچھ پادریوں کو بھی سر اٹھانے کا موقع ملا۔ اس سے پہلے عبدالرحمٰن اوسط اور اس کے بعد امیر محمد کے زمانے میں طلیطلہ شہر کے پادریوں اور راہبات میں ایک مذہبی تعصب کا جنون اٹھا تھا۔ مسلمانوں کے بزرگانِ دین کو برملا گالیاں دے کر عدالت سے سزائیں پاتے تھے اور ان سزاؤں کو اپنے حق میں دینی سعادت خیال کرتے تھے۔ مسیح شہیدوں کی فہرست میں نام درج کروانے کے شوق میں یہ لوگ طرح طرح کی نازیبا حرکتیں کرتے تھے۔ عیسائیوں میں یہ جنون لگ بھگ دس برس تک جاری رہا۔ اس زمانے میں پادری یولوجیوس نے طلیطلہ کے عیسائیوں کو بھڑکایا۔ انہوں نے بغاوت کر دی۔ چنانچہ امیر عبدالرحمٰن کے آباؤ اجداد میں سے امیر احمد نے لشکر روانہ کئے۔ نصرانیوں کی ایک بڑی جمعیت جس وقت ایک پُل سے گزرنے لگی تو پُل توڑ دیا گیا اور بہت سے لوگ دریا میں غرق ہو کر ہلاک ہو گئے۔ اس طرح اس وقت باغیوں کا وہ فتنہ سرد ہو گیا اور اب امیر عبدالرحمٰن الثالث کے دور میں پھر طلیطلہ کی وہی حالت ہو گئی تھی۔

امیر عبدالرحمٰن کیونکہ اب چھوٹی بڑی ہر بغاوت کو کچل چکا تھا، باقی طلیطلہ شہر رہ گیا تھا اور اسے باغی اور سرکش کی حیثیت سے کسی بھی صورت برداشت کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔

طلیطلہ کے لوگوں کو راہِ راست پر لانے کے لئے امیر عبدالرحمٰن نے پہلے بڑی نرمی سے کام لیا۔ اس نے کچھ علماء اور حکماء کا ایک وفد اہلِ طلیطلہ کی طرف روانہ کیا اور انہیں پیغام دیا کہ وہ بغاوت ترک کر کے حکمتِ اسلامی کے مطیع اور فرمانبردار ہو

جائیں۔ جب شہر والوں نے ان بزرگوں کی نصیحت کو بھی نہ مانا تب امیر عبدالرحمٰن اپنے لشکر کو لے کر نکلا، طلیطلہ کا اس نے رخ کیا۔ اپنے لشکر کے ساتھ امیر عبدالرحمٰن سب سے پہلے طلیطلہ شہر کے نواح میں دریائے الگوندر کے کنارے ایک مضبوط اور مستحکم قلعے کے قریب پہنچا جس کا نام مورہ تھا۔ مورہ کا حاکم امیر عبدالرحمٰن کی خدمت میں حاضر ہوا اور اطاعت قبول کر لی۔ مورہ میں امیر نے اپنا کچھ سامان رکھا وہاں اپنا ایک حاکم بھی مقرر کیا اس کے بعد اپنا لشکر لے کر وہ آگے بڑھا۔ اس کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی لیون کا بادشاہ رومیر اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچ کر پڑاؤ کر چکا تھا۔ عبدالرحمٰن الثالث نے عین اس کے لشکر کے سامنے اپنے لشکر کا پڑاؤ کر لیا تھا۔

جس وقت رومیر طلیطلہ میں تھا تو اس کی غیر موجودگی میں لیون میں بھی ایک بغاوت اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کے بڑے بھائی افونش نے تخت و تاج سے دستبرداری اختیار کر کے راہبانیت اختیار کر لی تھی لیکن رومیر کی غیر موجودگی میں افونش کے چچا زاد بھائی کچھ امراء کا وفد لے کر اس خانقاہ میں پہنچے۔ افونش سے ملاقات کے دوران افونش کے ایک چچا زاد بھائی نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے افونش سے کہا۔

''افونش! تم نے تخت و تاج سے دستبردار ہو کر انتہا درجہ کی غلطی کی ہے اس طرح تمہارے اپنے بیٹے اور بیٹی انجلینا در بدر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہو جائیں گے اور رومیر اور اس کی اولاد آنے والے دور میں حکمران خاندان کی حیثیت سے عیش کی زندگی بسر کرتے رہیں گے۔ رہبانیت کی زندگی اختیار کر کے تم نے نا صرف یہ کہ اپنی رعایا سے دھوکہ کیا ہے بلکہ تم نے اپنی اولاد کے ساتھ بھی ظلم و ستم کیا ہے افونش تمہارے بعد تمہارے بیٹے کو لیون کی سلطنت کا بادشاہ ہونا چاہیے تھا لیکن تم نے اپنے غلط اقدام کی وجہ سے بادشاہت ایک طرح سے اپنے خاندان سے نکال کر اپنے بھائی کے خاندان میں منتقل کر دی ہے کیا ایسا کر کے تو نے اپنے اہل خانہ کے ساتھ زیادتی نہیں کی۔''

جب افونش کا وہ چچا زاد خاموش ہوا تب اس کا ایک دوسرا چچا زاد بول اٹھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''افونش! ملکہ الوہرہ کی وفات کے بعد جو تم نے قدم اٹھایا وہ کسی بھی صورت پسندیدہ نہ تھا اس وقت ہم نہیں بول سکتے تھے۔ اس لئے کہ تم نے پختہ تہیہ کر رکھا تھا

شانجہ اور ملکہ تھیوڈورہ کے سمجھانے میں بھی نہیں آئے تھے۔ لہٰذا ہماری بات تو ما
سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا لیکن اب ہم تم سے کہتے ہیں کہ اپنی اولاد کی بہتری
رعایا کی بھلائی کے لئے یہ تمہارے پاس آخری موقع ہے کہ تخت و تاج کو پھرا
ہاتھ میں لے لو۔ اس لئے کہ رومیر لشکر کے ساتھ مسلمانوں کے امیر عبدالرحمٰن الثا
کا مقابلہ کرنے کے لئے طلیطلہ کی طرف گیا ہوا ہے اس کی غیر موجودگی میں اس
سے نکل کر تخت و تاج پر قابض ہو جاؤ ..... ہم تمہیں یقین دلاتے ہیں کہ لیون
سلطنت کے لوگ تمہاری واپسی پر نا صرف خوشی کا اظہار کریں گے بلکہ مکمل طو
تمہارا ساتھ دیں گے۔''

اس طرح افونش کے چچا زاد اور دوسرے اس کے حمایتی امراء کافی دیر تک ا
سمجھاتے رہے کہ وہ خانقاہ کی راہبانیت اور گوشہ گیری کی زندگی ترک کر کے وا
جائے اور تاج و تخت اپنے ہاتھ میں لے لے۔ ان امراء میں سے وہ امراء بھی ش
تھے جن کی افونش کے دور میں بڑی اہمیت، بڑا وقار اور عزت تھی لیکن رومیر نے
کی جگہ دوسرے سالاروں کو اہمیت دے کر افونش کے حمایتی سرداروں کو نظر انداز کر
تھا اس بناء پر وہ سردار رومیر کو ہٹا کر ہر صورت میں دوبارہ افونش کو لیون کا با
دیکھنا چاہتے تھے۔

جب سب لوگوں نے اس پر دباؤ ڈالا کہ وہ اپنا تاج و تخت واپس لے تب
قدر خدشات کا اظہار کرتے ہوئے افونش کہنے لگا۔

''جو کچھ تم کہہ رہے ہو یہ آسان کام نہیں ہے۔ لیون میں اس وقت چھوٹا
لشکر ہے جو یہاں کی حفاظت کے لئے چھوڑا گیا ہے اگر وہ میرا ساتھ دے بھی ا
بھی میں رومیر کے مقابلے میں کیسے کامیاب ہوں گا۔ رومیر ایک بہت بڑا لشکر لے
طلیطلہ کی طرف گیا ہوگا اور جب وہ لوٹے گا تو کیا مجھ پر حملہ آور ہو کر یا میرا محا
کر کے وہ مجھ سے بادشاہت چھیننے کی کوشش نہیں کرے گا اور اگر وہ کامیاب ہو گیا
میرا اور میرے بچوں کا خاتمہ کر کے رکھ دے گا۔''

افونش جب خاموش ہوا تب اس کا ایک امیر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''آپ پہلے اس خانقاہ سے نکلیں تخت و تاج اپنے ہاتھ میں لیں اس کے ا
اپنے بیٹے او اپنی بیٹی انجلینا کو کچھ محافظ دستوں کے ساتھ نبرہ ان کی نانی ملکہ تھیوا

بھجوا دیں وہاں آپ کے بچے بالکل محفوظ رہیں گے اس کے بعد آپ اپنے
اہ ہونے کا اعلان کر دینا۔''

افونش نے آخر اس سے اتفاق کر لیا تھا خانقاہ سے وہ نکلا، لیون شہر میں داخل
اپنے بادشاہ ہونے کا اعلان کرتے ہوئے تخت و تاج پر قابض ہو گیا۔ اپنی بیٹی
اور بیٹے اورڈینو کو اسی روز ان کی حفاظت کے لئے نبرہ کے بادشاہ اور بچوں کے
ال طرف روانہ کر دیا تھا۔

طلیطلہ شہر کے نواح میں جس روز عبدالرحمٰن الثالث نے اپنے لشکر کے ساتھ
کے لشکر کے سامنے پڑاؤ کیا تھا اس رات رومیر اپنے خیمے میں اپنی بیوی لسانہ،
فرسینا، بڑے بیٹے اورڈینو اور چھوٹے بیٹے شانجہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ اس کا
ار تین مسلح جوانوں کو لے کر خیمے میں داخل ہوا۔ اورڈینو تو فرسینا کا سگا بھائی جبکہ
رومیر کی دوسری بیوی یورالہ میں سے تھا۔

تینوں رومیر کے سامنے بالکل مستعد ہو کر کھڑے ہو گئے۔ رومیر نے تھوڑی دیر
تینوں کا بغور جائزہ لیا اس دوران فرسینا بھی بڑے غور سے ان کی طرف دیکھ رہی تھی
امیر نے انہیں مخاطب کیا۔

''میں تم تینوں کا آپس میں تیغ زنی کا مقابلہ نہیں کروانا چاہتا۔ مجھے پتہ چلا ہے
تم تینوں ایک دوسرے کے جاننے والے ہو۔ معاملہ تم پر چھوڑتا ہوں کہ تم تینوں
سے کون اچھا تیغ زن ہے۔ یہ فیصلہ تم تینوں خود کرو جب یہ فیصلہ کر چکو تو مجھے
اس کے بعد میں اگلی کارروائی کی ابتداء کروں گا۔''

اس موقع پر فرسینا نے دخل اندازی کی اور اپنے باپ رومیر کی طرف دیکھتے
کہنے لگی۔

''بابا! پہلے ان کے نام بتائیں اس کے بعد ہم بھی اس فیصلے میں حصہ لیں
''

جواب میں اپنے حاجب کی طرف رومیر نے مخصوص اشارہ کیا جس پر حاجب
ان تینوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان کے نام وانس، ایرش اور منوقش بتائے

رومیر کے کہنے پر ان تینوں نے آپس میں صلاح مشورہ کیا پھر ان میں سے ایک رومیر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''ہم میں سے منوقش سب سے اچھا تیغ زن ہے اس کے بعد وانس اور وانس کے بعد ایرش ہے۔''

ان کے ان الفاظ سے رومیر خوش ہو گیا تھا پھر اپنا فیصلہ دیتے ہوئے کہنے لگا۔

''کل میں مسلمانوں کے ساتھ جنگ کی ابتدا کروں گا جنگ کی ابتدا سے پہلے منوقش میدان میں اترنا اور ایک شخص احمد بن یعلیٰ کا نام لے کر اسے انفرادی مقابلے کی دعوت دینا۔''

رومیر جب خاموش ہوا تب بڑی بے چینی کا اظہار کرتے ہوئے قرسینا کہنے لگی۔

''اے میرے باپ ایسا نہیں ہو گا۔ منوقش اگر سب سے اچھا تیغ زن ہے تو اس احمد بن یعلیٰ کا مقابلہ کرنے کے لئے سب سے اچھے تیغ زن کو اس کے مقابلے کے لئے کیوں اتاریں۔ ترتیب کے لحاظ سے ایرش تیسرے نمبر پر ہے ہم پہلے ایرش ہی کو انفرادی مقابلے کے پر اتروائیں گے تاکہ ہمارے ذہن میں بھی یہ بات رہے کہ ہم اسے کوئی اچھا تیغ زن نہیں سمجھتے اور ہمارا تیسرے درجے کا تیغ زن ایرش اسے اپنے سامنے زیر کر سکتا ہے۔''

قرسینا اس بار ایرش کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ ''میں نہیں جانتی میرے باپ نے اس مقابلے کو جیتنے والے کے لئے کیا انعام مقرر کر رکھا ہے اور وہ مقابلہ جیتنے والے کو کیسے نوازے گا لیکن ایرش! ایک بات اپنے ذہن میں رکھنا کل انفرادی مقابلے کے دوران اگر تم نے مسلمانوں کے سالار احمد بن یعلیٰ کو شکست دے کر اس کا سر کاٹ لیا تو میں انعام میں تمہیں اتنی بھاری رقم دوں گی جس کے متعلق تم سوچ بھی نہیں سکتے اس کے علاوہ میرے باپ کی طرف سے تمہیں جو انعام ملے گا وہ علیحدہ ہو گا۔''

قرسینا کے ان الفاظ پر ایرش خوش ہو گیا تھا پھر فیصلہ کن انداز میں رومیر اور حاجب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اب تم چاروں جا کر آرام کرو اس لئے کہ اگلے روز صبح ہی صبح ہم نے ان کے خلاف جنگ کی ابتدا بھی کرنی ہے اس کے ساتھ ہی رومیر کا حاجب ان تینوں

والوں کو لے کر خیمے سے نکل گیا تھا۔

✠

اگلے روز دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے صف آرا ہوئے تھے دراصل لیون کا بادشاہ رومیر، عبدالرحمٰن کے ساتھ قوت آزمائی کرنا چاہتا تھا اسی بنا پر اس نے طلیطلہ شہر سے ذرا فاصلے پر کھلے میدانوں کو رزم گاہ بنایا تھا۔ شاید وہ اکیلا ہی عبدالرحمٰن کی قوت کو آزماتے ہوئے اپنی گزشتہ شکست اور ہزیمت کا انتقام لینے پر تل گیا تھا۔

تاہم طلیطلہ شہر کیونکہ ذرا فاصلے پر بائیں جانب تھا اس کے باوجود امیر عبدالرحمٰن نے اپنے لشکر کو صف آرا کرنے کے بعد لشکر کا ایک حصہ علیحدہ کر دیا اور اس کے اسے یہ کام لگایا تھا کہ وہ دائیں جانب دھیان رکھے۔ اگر طلیطلہ کا کوئی لشکر نکل کر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے تو اسے روک سکے۔ لشکر کے اس حصے کا کماندار عبدالرحمٰن نے اپنے سالار نجد کو بنایا تھا۔

کچھ دیر تک رومیر کے لشکر میں طبل، نفیریاں اور بگل بجتے رہے ساتھ ہی لشکری بڑے زور و شور سے نعرے بلند کرتے رہے۔ دوسری جانب عبدالرحمٰن کے لشکر میں بھی بڑے بڑے طبل اور دیوپیکر دفیں بج اٹھی تھیں پھر رومیر کے تین منتخب تیغ زنوں میں سے جس کا نام ایرش تھا وہ اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا دونوں لشکروں کے بیچ میں آیا اور احمد بن یعلیٰ کا نام لے کر انفرادی مقابلے کے لئے للکارا۔

اس وقت عبدالرحمٰن کے پاس اس کے سارے سالار کھڑے تھے۔ کچھ دائیں بائیں مستعد بھی تھے۔ احمد بن یعلیٰ بھی اس وقت عبدالرحمٰن کے قریب ہی کھڑا تھا اب ایرش نے دونوں لشکروں کے بیچ میں آ کر احمد بن یعلیٰ کا نام لے کر پکارا تب

لمحہ بھر کے لئے تعجب خیز انداز میں عبدالرحمٰن نے احمد بن یعلیٰ کی طرف دیکھا اس کے بعد اس کی نگاہیں دونوں لشکروں کے درمیان ایرش پر جم گئی تھیں یہاں تک کہ احمد بن یعلیٰ نے عبدالرحمٰن کو مخاطب کیا۔

''امیر! اس نے میرا نام لے کر انفرادی مقابلے کے لئے بلایا۔ سو مجھے ہی اس کے لئے نکلنا ہوگا۔'' اس کے ساتھ ہی احمد بن یعلیٰ نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور میدان کے وسطی حصے کی طرف بڑھا تھا۔

ایرش کے قریب آ کر احمد بن یعلیٰ نے اپنے دائیں پاؤں کی مہمیز اپنے گھوڑے کی پچھلی ٹانگ کے اوپر حصے میں جب لگائی تب گھوڑا لمحہ بھر کے لئے ہنہنایا، بڑی تیزی سے کنوتیاں تبدیل کیں پھر وہ درمیانہ روی سے اور عجیب و غریب سے انداز میں ایرش کے گرد چکر لگانے لگا تھا انہیں چکروں کے دوران احمد بن یعلیٰ نے ایرش کو مخاطب کیا۔

''انفرادی مقابلے کے لئے پکارنے والے یہ تو کہہ تیرا نام کیا ہے۔''

ایرش نے بڑے غور سے احمد بن یعلیٰ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''یہ کیا بزدلوں کی طرح میرے سامنے چکر لگانے لگے ہو۔ اپنے گھوڑے کو میرے سامنے روکو پھر میرے ساتھ گفتگو کا آغاز کرو۔''

ایرش کے ان الفاظ کا احمد نے تاؤ نہیں کھایا اس کے سامنے آیا، ایک بار پھر دائیں پاؤں کی مہمیز اپنے گھوڑے کے پیٹ کے قریب لگائی جواب میں گھوڑا فضا میں الف ہوا بری طرح ہنہنایا اس کے بعد کھا جانے والے انداز میں ایرش کی طرف دیکھتے ہوئے احمد بول اٹھا۔

''اب بتا تیرا نام کیا ہے۔''

ایرش نے اپنے سامنے اپنی تلوار اور ڈھال رکھی اور کہنے لگا۔

''نام میرا نام ایرش ہے۔''

''تو نے میرا نام کہاں سے جانا جس کی بناء پر میرا نام لے کر تو نے مجھے مقابلہ کے لئے للکارا۔''

''کیا تیرا نام لینا گناہ ہے اور پھر تجھ پر تو رومیر کی بیٹی قرسینا کا قرض بھی ہے۔ تو اسکا گھوڑا اور قیمتی اشیاء لے اڑا تھا ..... اس نے تہیہ کیا ہوا تھا کہ وہ تمہیں قتل

لائے گی ..... اس نے اب میرا انتخاب کیا ہے تاکہ میں اس کی رضا مندی اور اس کی خوشنودی کے لئے تیرے ساتھ انفرادی مقابلہ کروں اور تیرا سر کاٹ کر اس کے سامنے پیش کروں اس لئے کہ رومیر کی بیٹی قرسینا تیرا سر مانگتی ہے۔''

ایرش کے ان الفاظ پر احمد نے ایک قہقہہ لگایا پھر کہنے لگا۔

''تم اور تمہارا بادشاہ رومیر دونوں مجھے پاگل لگتے ہو ..... رومیر کی بیٹی کو میں نے دیکھ رکھا ہے وہ ابھی نوعمر ہے تاہم اپنے بچپنے سے نکل کر شباب کی حدود میں داخل ہو چکی ہے ایسی لڑکیاں سر نہیں بر مانگتی ہیں۔''

احمد کے ان الفاظ پر ایرش بھیڑیے کی طرح بھڑک اٹھا۔ غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''تو بکواس کرتا ہے ..... ایسے الفاظ استعمال کر کے تو ہمارے بادشاہ کی بیٹی قرسینا کی توہین کر رہا ہے ..... اس نے تیرا سر مانگا ہے اور میں نے ہر حال میں تیرا سر کاٹنا ہے۔''

احمد نے طنزیہ سے انداز میں اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''احمق اور بے وقوف انسان وقت کی سمرن اور تاریخ کی کھیتی میں بڑے بڑے الاؤ دہکتی آگ کی طرح حرکت میں آئے اور دوسروں کا سر کاٹنا چاہا لیکن اپنا سر کٹوا کر چلتے بنے ..... اس میدان میں بھی کہیں ایسا نہ ہو کہ سر کاٹنے کے بجائے تو سر کٹوانے کے لئے میدان میں اتر آیا ہو۔''

ایرش تاؤ کھا گیا کہنے لگا۔ ''میں سر کٹوانے نہیں، سر کاٹنے آیا ہوں ..... تھوڑی دیر تک جب میں تیرے وہم و اوہام میں فنا کی راکھ بکھیرتے اساطیری جہنم کے عذاب، سانسوں کی ڈوریاں کاٹتے توانا غیر فانی عمل کی طرح حرکت میں آؤں گا تو، تجھے خود ہی جان پائے گا کہ میں سر کاٹنے کے لئے آیا ہوں یا کٹوانے کے لئے۔''

احمد بن یعلیٰ کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا کہنے لگا۔

''اگر یہ بات ہے تو پھر آؤ وقت ضائع نہ کریں ..... اپنی فتح اور نصرت کی خاطر ایک دوسرے سے ٹکرائیں پھر دیکھیں کون فاتح کون مفتوح، کون غالب کون مغلوب ہوتا ہے اور یہ کہ کس کا انجام خون آلود ہوتا ہے۔''

اس کے ساتھ ہی ایرش نے قہر بھرے انداز میں احمد کی طرف دیکھا پھر وہ

مکانوں کی منہدم کھاتیوں کو بھسم کر دینے والے آگ کے خوفناک بگولوں اور بشر گزیدہ بھڑ کتے شر کی طرح احمد پر حملہ آور ہوا تھا۔

احمد کچھ دیر تک بڑی آسانی اور ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں اس کے وار روکتا رہا اس موقع پر رومیر اور اس کی بیٹی قرسینا اپنے لشکر کے اگلے حصے میں اس انفرادی مقابلے کو بڑے غور سے دیکھ رہے تھے اور دوسرے دونوں تیغ زن وانس اور منوقش بھی ان کے پاس کھڑے تھے اس موقع پر قرسینا نے اپنے باپ رومیر کو مخاطب کیا۔

''اے میرے باپ! لگتا ہے یہ ایرش اپنے مدمقابل کا سر آسانی سے کاٹ لے گا اس لئے کہ آپ دیکھ رہے ہیں ایرش بڑھ چڑھ کر حملہ آور ہو رہا ہے جب کہ اس کا مقابل صرف اپنے آپ کو دفاع تک محدود رکھے ہوئے ہے۔''

کچھ دیر تک دفاعی حالت اختیار کرنے کے بعد اچانک انقلاب رونما ہوا۔ احمد بن یعلیٰ نے کسی فرض شناس صحرائی فرزند کی طرح کئی بار اللہ اکبر اور لاتذر کے نعرے بلند کیے اس کے بعد وہ اس طرح بپھر گیا تھا جیسے زمین کا کمر بند پکڑ کر اسے ہلا ڈالے گا پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ دفاع کے خول سے نکل کر جارحیت پر اترا اور ایرش کے وہ چہروں پر خون کی المناک داستانیں رقم کرتے طوفانی طمانچوں کی گرم جوشی، رات کی ظلمت میں ایک دم اچانک نزول کر لینے والی سحر کی تیز کرنوں اور قلب کی حرارت، روح کی تڑپ کو تمام اور جسموں کو سربریدہ کر دینے والی فرض شناس قوت کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

احمد بن یعلیٰ کے تیز حملوں کے سامنے ایرش زیادہ دیر ٹھہر نہ سکا جارحیت اس نے ترک کر دی اور دفاع پر اترا آیا تھا۔ اس کے بعد احمد کے تیز حملوں سے بچنے کے لئے وہ اپنے گھوڑے کو دائیں بائیں اور آگے پیچھے کرنے لگا تھا اس کی حالت سے ظاہر تھا کہ اب وہ احمد کے تیز حملوں سے بچنے کی کوشش کر رہا ہے۔ یہ صورت حال دیکھتے ہوئے رومیر اور اس کی بیٹی قرسینا دونوں پریشان ہو گئے تھے۔ اس موقع پر اچانک احمد نے ایرش پر تلوار کا وار کیا جسے ایرش نے بڑی مشکل سے روکا اس کے ساتھ ہی اپنی ڈھال احمد نے اس کے شانے پر دے ماری تھی۔ ڈھال اتنے زور سے لگی تھی کہ ایرش اپنے گھوڑے سے گر گیا اس موقع پر جست لگا کر احمد نیچے اترا، اپنی تلوار کی نوک اس نے ایرش کی گردن پر رکھی پھر کہنے لگا۔

''دیکھ ..... وقت نے خود ہی ثابت کر دیا کہ تو سر کاٹنے کے لئے آیا تھا یا کٹوانے ..... اب بتا سر کاٹنے والا تو اکیلا ہی ہے یا تیرے ساتھ کچھ اور بھی ہیں جو میرا سر کاٹنے کے متمنی ہیں۔''

اس پر بڑی بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے ایرش کہنے لگا۔

''رومیر اور اس کی بیٹی قرسینا نے تین تیغ زنوں کا انتخاب کیا تھا ..... ان تینوں میں سے ایک میں ہوں ..... باقی دو کے نام وانس اور منوقش ہیں ..... مجھے ان سے کم تر تیغ زن سمجھتے ہوئے میدان میں اتارا گیا تھا ..... سب سے اچھا تیغ زن منوقش ہے ..... رومیر کی بیٹی کا خیال تھا کہ ہم اپنے کم تر تیغ زن کو تمہارے مقابلے پر اتارتے ہیں اس لئے کہ اچھے تیغ زن کو تمہارے مقابلے پر اتارنا ہمارے تیغ زن کی توہین ہے۔''

یہ الفاظ سن کر احمد کے چہرے پر طنزیہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر اس کی تلوار بلند ہو کر گری اور ایرش کی اس نے گردن کاٹ کر رکھ دی تھی۔

احمد پھر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا، کچھ سوچا، ڈھال اس نے اپنی زین کے ساتھ باندھ دی تھی زین کے بائیں جانب اس کا لوہے کا لمبا نیزہ تھا اس پر اس نے اپنے بائیں ہاتھ کی گرفت کر لی تھی پھر اس نے اپنا تلوار والا ہاتھ فضا میں بلند کیا اور ایک ساتھ اس نے منوقش اور وانس کا نام لے کر دونوں کو بیک وقت مقابلے کی دعوت دی تھی۔

قرسینا کا چہرہ ابھی تک غم اور دکھ میں لٹکا ہوا تھا۔ گردن اس کی جھکی ہوئی تھی جب احمد نے بیک وقت باقی دو تیغ زنوں کو بھی انفرادی مقابلے کے لئے پکارا تب قرسینا چونکی، عجیب سے بے بسی کے انداز میں اپنے باپ رومیر کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

''اے میرے باپ! شروع میں یہ شخص کیسا بھولا بھالا اور میسنہ دکھائی دے رہا تھا لیکن بعد میں اس نے اپنے مصنوعی پن کا چغہ اتارا، اپنی اصلیت پر اترا اور لمحوں کے اندر اس نے ایرش کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اب باقی دونوں کو مقابلے کے لئے للکار رہا ہے۔ منوقش اور وانس دونوں ابھی تک شش و پنج میں کھڑے تھے۔ ابھی تک مقابلے کے لئے نہیں نکلے تھے اس پر رومیر نے باری باری ان کی طرف دیکھا

پھر کہنے لگا۔

''وہ اکیلا تم دونوں کو بیک وقت مقابلے کی دعوت دے رہا ہے ہمت سے کام لو اور میدان میں اترو۔''

منوقش اور وانس نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، نگاہوں ہی نگاہوں میں کوئی اشارہ کیا پھر دونوں نے ایک ساتھ اپنے گھوڑوں کو ایڑھ لگائی میدان کے وسطی حصے کی طرف بڑھے۔

اب حالت یہ تھی کہ منوقش اور وانس دونوں جب اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے تو ان کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ تھا جب وہ تھوڑا سا آگے گئے تب احمد بھی حرکت میں آیا اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی، اس کا گھوڑا سرپٹ دوڑا تھا اور منوقش اور وانس کے درمیان آیا تھا۔ یہ صورت حال منوقش اور وانس دونوں کے لئے غیر متوقع تھی۔ دونوں نے اپنی تلواریں بلند کرتے ہوئے ایک ساتھ احمد بن یعلیٰ پر وار کر دیئے تھے۔ منوقش کی تلوار کو احمد نے اپنی تلوار پر، وانس کی تلوار کو اپنے لوہے کے نیزے پر روکا تھا اور پھر وانس کے وار کو روکتے ہی احمد نیزہ حرکت میں لایا اور دوسرے ہی لمحے اس نے اپنا نیزہ وانس کی چھاتی میں پیوست کر دیا تھا اور وانس بل کھا کر اپنے گھوڑے سے نیچے اتر گیا تھا۔

اس کے ساتھ ہی احمد نے اپنی ڈھال پر اپنی گرفت کر لی تھی۔ منوقش پر جان لیوا حملے کرنے لگا تھا۔ منوقش کچھ دیر تک اس کے وار روکتا رہا۔ شروع میں جارحیت کے اترنے کی کوشش کرتا رہا لیکن احمد کے تیز حملوں کے سامنے اس کی پیش نہ چلی زیادہ دیر تک وہ بھی احمد کا مقابلہ نہ کر سکا۔ گھوڑے پر بیٹھے ہی بیٹھے احمد نے اس کی گردن کاٹ کر رکھ دی تھی۔

دونوں کا خاتمہ کرنے کے بعد احمد اپنے گھوڑے سے اترا، اپنا نیزہ وانس کے جسم سے نکال کر اسے صاف کیا، تلوار بھی صاف کی۔ اس کے بعد رومیر کے لشکر کی طرف منہ کر کے بلند آواز میں اس نے پکار کر کہا تھا۔

''رومیر کی بیٹی قرسینا کی خوشنودی اور رضامندی کی خاطر کوئی اور بھی سورما تیغ زن میرا سر کاٹنے کا ارادہ رکھتا ہو تو مقابلے کے لئے میدان میں اترے۔''

احمد بن یعلیٰ کے ان الفاظ نے رومیر کے لشکر میں ایک طرح سے سراسیمگی ا

ہل مچا دی تھی۔ اپنے بہترین تین تیغ زنوں کے انفرادی مقابلے میں مارے جانے کے باعث لشکریوں کے حوصلے پہلے ہی پست ہو چکے تھے۔ اب احمد کی اس پکار نے ایک طرح سے ان پر کم حوصلگی کی شبنم ڈال کر رکھ دی تھی اس موقع پر رومیر کی حالت عجیب سی ہو رہی تھی وہ برابر ٹکٹکی باندھے احمد کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے قریب ہی اس کی بیٹی قرسینا کھڑی تھی۔ یہاں تک کہ ایک بے خودی کے عالم میں رومیر نے کہنا شروع کیا تھا۔

''میرے تین تیغ زنوں سے انفرادی مقابلہ جیتنے والے تو یقیناً شجاعت انسانی کا نمونہ اور کامیابی اور کامرانی کا وسیلہ ہے۔ تیرے جیسے جوان ہی رزم گاہ کی آندھیوں میں موت کے حشر انگیز پیغامبر بن جاتے ہیں۔ تیرے جیسے نوجوان ہی صبح کے اجالوں کی طرح بے دین عقیدوں اور گنجلک فلسفوں کو اپنے پاؤں تلے روندتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔ تیرے جیسے نوجوان ہی دشت کی اندھی تاریکیوں کی طرح اپنے دشمنوں اور اپنے مدمقابل کے احساسات میں تلخیوں کے زہر بھر دیتے ہیں۔ تیرے جیسے نوجوان ہی اپنی قوت کے جلال سے لبریز ہو کر کامیابی کے مخفی راز کو منکشف کر دیتے ہیں۔ میں تیری شجاعت، تیری طاقت، حرب وضرب میں، تیری ہنرمندی کو سلام پیش کرتا ہوں۔ الثالث خوش قسمت ہے جس کے لشکر کا تو ایک سالار ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد رومیر جب خاموش ہو گیا تب اس کی طرف بڑے ادب، بڑی حیرت سے دیکھتے ہوئے قرسینا کہنے لگی۔

''اے میرے باپ! یہ آپ کیا کہہ رہے تھے، ایک ایسے شخص کی تعریف کر رہے تھے جس نے ہمارے سب سے اچھے اور عمدہ تیغ زنوں کے سر قلم کر دیئے۔''

رومیر چونکا اور قرسینا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''میری بیٹی! جس میں کوئی صفت، جس میں کوئی وصف ہو اس کی تعریف ضرور کرنی چاہیے۔''

قرسینا نے شکوں بھری آواز میں اپنے باپ کو مخاطب کیا۔

''کیا وصف ہے اس میں ..... کیا قرینہ، کیا سلیقہ ہے اس میں ..... یہی کہ وہ میرا گھوڑا اور قیمتی سامان لے بھاگا ..... یہی اس کا اخلاقی معیار ہے کہ وہ اچک کر میرے گھوڑے پر ہو بیٹھا، مجھے اپنے سامنے سمیٹا اور پھر میرے کئی ساتھیوں کو زخمی کرتا

ہوا مجھے بازو سے پکڑ کر زمین پر ڈال دیا، گھوڑا اور میری اشیاء لے بھاگا۔"

قرسینا جب خاموش ہوئی تب اس کی طرف دیکھتے ہوئے رومیر کہنے لگا۔

"میری بیٹی! یہ کون سا اور کہاں کا اخلاق ہے کہ ایک راہ جاتے مسافر اور اجنبی کی زبردستی راہ روک کر اس سے اس کی مرضی کے خلاف اس کا تیروں بھرا ترکش چھیننے کی کوشش کی جائے ..... یہ کہاں کی شرافت ہے جب وہ تیر دینے سے انکار کر دے تو یہ دھمکی دی جائے کہ اسے موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا یا زندان میں ڈال دیا جائے گا ..... اخلاقی قدریں ایسی ہی دھمکیوں کا تقاضا کرتی ہیں۔

بیٹی! اس نے آج کے مقابلے میں ثابت کر دیا ہے کہ ہمارے لشکر میں کوئی بھی تیغ زن ایسا نہیں جو اس کا مقابلہ کر سکے اور پھر نہ وہ تمہارا گھوڑا لے کر بھاگا ہے نہ اسے تمہاری قیمتی اشیاء سے کوئی غرض و غایت تھی ..... تمہارے ساتھ تمہارے بہت سے محافظ اور پاسبان تھے ..... تمہارے ساتھ ان گنت مسلح لڑکیاں تھیں لہٰذا موقع محل کو دیکھتے ہوئے اس نے اپنی جان بچانے کو ہر شے پر مقدم رکھا اور تمہارا ہی گھوڑا لے کر بھاگا اس لئے کہ اس وقت وہ تمہارے ہی گھوڑے پر بیٹھا ہوا تھا ..... تمہارے گھوڑے سے اتر کر اپنے گھوڑے کی طرف جاتا تو وقت ضائع ہوتا اتنی دیر تک شاید تمہارے محافظ اس پر پہنچ جاتے یا پشت کی جانب سے تیر اندازی کرتے ہوئے اس کی جان کو خطرے میں ڈال دیتے لہٰذا جو قدم اس نے اس وقت اٹھایا وہی اس کے لئے مناسب اور سود مند تھا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد رومیر رکا کچھ سوچا پھر دوبارہ قرسینا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میری بیٹی! تو اس نوجوان سے اس بناء پر نفرت اور کروہت کا اظہار نہ کر کہ وہ تیرا گھوڑا اور قیمتی اشیاء لے اڑا ..... ایسا اس نے جان بوجھ کر نہیں کیا، اپنی جان بچانے اور اپنی سلامتی کے لئے اس کے پاس یہی آخری طریقہ تھا جو اس نے اپنایا ..... میری بیٹی! ایسے نوجوان ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتے ..... میں تو ابھی تک حیرت زدہ ہوں کہ اس نے ایرش کو بڑی آسانی سے زیر کر لیا اور پھر شاید اس نے ایرش ہی سے ہمارے دوسرے دو تیغ زنوں کے متعلق پوچھ لیا تھا لہٰذا ان دونوں کو بھی اس نے مقابلے کے لئے للکارا جس صناعی، جس ماہرانہ انداز میں اس نے ہمارے دوسرے

دونوں تیغ زنوں کا خاتمہ کیا میں سمجھتا ہوں ایسا کوئی عام تیغ زن کر ہی نہیں سکتا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد رومیر جب خاموش ہوا تب قرسینا کہنے لگی۔

"پر بابا! اس نے ہمیں ہمارے تین بہترین تیغ زنوں سے محروم کیا ہے ..... میں اسے معاف نہیں کروں گی ..... عنقریب کسی ایسے تیغ زن کا انتخاب کروں گی جو آنے والے دور میں اگر ان لوگوں سے ہمارا ٹکراؤ ہوا تو اس احمد بن یعلیٰ کو انفرادی مقابلے میں زیر کر سکے۔"

قرسینا جب خاموش ہوئی تب ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں رومیر کہنے لگا۔

"میری بیٹی! میں بھی آج تمہارے ساتھ ایک عہد اور وعدہ کرتا ہوں آئندہ اگر عبدالرحمٰن الثالث کے لشکر کے ساتھ ہمارا ٹکراؤ ہوا اور اس ٹکراؤ کے نتیجے میں ہم کامیاب اور فتح مند رہے اور یہ سالار نام جس کا احمد بن یعلیٰ ہے اس ٹکراؤ کے دوران ہمارے ہاتھوں گرفتار ہو گیا تو میں اسے نقصان نہیں پہنچاؤں گا اس کی عزت افزائی کروں گا ..... اسے پیش کش کروں گا کہ وہ میری سلطنت میں رہے اور حرب و ضرب کے فنون میں میرے لشکریوں کی تربیت کا فرض ادا کرتا رہے۔"

یہاں تک کہتے کہتے رومیر رک گیا اس کے ان الفاظ کا قرسینا کچھ جواب دینا چاہتی تھی کہ رومیر چونک پڑا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میری بیٹی! تو فوراً پیچھے چلی جا اس لئے کہ میں دیکھتا ہوں مسلمان حملہ آور ہونے لگے ہیں۔"

اپنے باپ کے ان الفاظ کو سنتے ہی قرسینا تقریباً بھاگتی ہوئی اپنے لشکر کے پیچھے پڑاؤ کی طرف چلی گئی تھی پھر وقت کی آنکھ نے دیکھا کہ دونوں لشکر ایک دوسرے پر حملہ آور ہو گئے تھے۔

تلواروں اور ڈھالوں کے ٹکرانے سے رزم گاہ میں ایسے خوفناک مناظر سامنے آنے لگے تھے جن سے آنکھیں ویران، سانسوں میں آگ کے شرر بھرنے لگے تھے۔ ہر کوئی عداوتوں کی آگ میں دوسرے پر زخم پر زخم، ضرب پر ضرب لگانے لگا تھا۔

رومیر شاید اپنی شکست کا بدلہ لینے پر تلا ہوا تھا لہٰذا اپنے پورے لشکر کو انگیخت کرتے ہوئے وہ عبدالرحمٰن کے لشکر پر قضا کی نقش گری، مرگ کی زخماں زنی حیات اور موت کی کشمکش اور بے انت تاریکیوں میں صحرا کے ناچتے ذرّوں کی طرح حملہ آور

ہونے کے لئے اکسا رہا تھا۔

ادھر مسلمان سالاروں اور لشکریوں کی عجیب حالت تھی جس وقت وہ رومیر کے لشکریوں پر ضرب لگا رہے تھے اس وقت ان کے لشکر کے اندر گاہے بگاہے کبھی اللہ اکبر، کبھی لاتذر، کبھی لاتخف کے نعروں کی آوازیں سنائی دیتی تھیں ساتھ ہی مسلمان لشکری آفاق پر سنسناتی آندھیوں اور خون کے اوراق پر ٹوٹتی برق کی طرح کچھ ایسے انداز میں حملہ آور ہو رہے تھے جیسے انہوں نے خون آشام وقت کے تہہ خانوں میں روحوں کی راحت کا راز پا لیا ہو یا وہ نجات اور نروان کے بھید سے واقف ہو گئے ہوں۔ وہ اس انداز سے حملہ آور ہو رہے تھے جیسے اپنے سامنے آنے والے ہر سالار کو شرر شرر ہر سورما کو شکن شکن کر کے رکھ دیں گے۔ اپنے سالاروں کی سرکردگی میں عبدالرحمٰن الثالث کے لشکری موت کے ہم رازوں خوش معرکہ جانبازوں کی طرح جس طرف بھی رخ کرتے اپنی شجاعت اور سطوت، اپنی حرارت اور فراست کی داستانیں رقم کرتے چلے گئے تھے۔ ان کے حملہ آور ہونے، جنگ کے دوران پیش قدمی کرنے سے ایسے لگتا تھا جیسے رزم گاہ ان کے سامنے سمٹنے لگی ہو یا یہ کہ تاریخ نے ان کے سامنے اپنے پر پھیلا کر اجازت دے دی ہو کہ وہ ان پر اپنی جرأت شعلہ طلبی اور ہولناک سایوں میں اپنی شجاعت کی تحریریں رقم کرتے پھریں۔

یہ جنگ زیادہ دیر تک جاری نہ رہ سکی۔ عبدالرحمٰن اور اس کے سالاروں نے رومیر کے لشکر کے اندر گھسنے کے ساتھ ساتھ پہلوؤں پر بھی جب ضربیں لگانا شروع کیں تب رومیر کے لشکر میں پسپائی کی صورت حال نظر آنے لگی تھی رومیر کے لشکری پہلے انفرادی مقابلے کے دوران اپنے تین بہترین تیغ زنوں کے مارے جانے پر حوصلہ سے ہو رہے تھے اب جب مسلمانوں نے تیز حملے کرتے ہوئے ان پر دباؤ ڈالنا شروع کیا تو ان کے اندر ٹوٹ پھوٹ کی صورت حال پیدا ہونے لگی تھی۔ یہاں تک کہ اگلی صفیں بالکل کچلی اور پامال کر دی گئیں جس کے نتیجے میں رومیر نے جان لیا کہ اس کی شکست یقینی ہے اس بنا پر اس نے پسپائی کے طبل بجا دیئے، شکست اور ہزیمت قبول کرتے ہوئے اپنے لشکر کو لے کر بھاگ کھڑا ہوا۔

عبدالرحمٰن نے رومیر کا تعاقب نہیں کیا اندیشہ تھا کہ عبدالرحمٰن اپنے لشکر کو لے کر رومیر کے تعاقب میں نکل کھڑا ہوا تو کہیں طلیطلہ کے باغی شہر سے نکل کر پشت کی

فوج سے عبدالرحمٰن پر حملہ آور ہو کر اسے نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کریں۔ لہٰذا رومیر کے بھاگنے کے بعد عبدالرحمٰن نے پہلے رومیر کے پڑاؤ کی ہر شے پر قبضے کیا اس کے بعد اس نے مرنے والوں کی تجہیز و تکفین کے علاوہ اپنے زخمیوں کی دیکھ بھال کا کام شروع کر دیا تھا۔

چند میل تک لیون کی طرف بھاگنے کے بعد ایک جگہ رومیر نے اپنے لشکر کو روک لیا تھا اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ عبدالرحمٰن اب اس کا تعاقب نہیں کرے گا۔ اس بنا پر وہ مطمئن ہو گیا تھا لشکر کو روکنے کے بعد اس نے اپنے لشکریوں کو ان زخمیوں کی دیکھ بھال کرنے کا حکم دے دیا تھا جو اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر بڑی دقت اور تکلیف کے احساس میں سفر کر رہے تھے۔

جس وقت زخمیوں کی دیکھ بھال ہو رہی تھی اس وقت قرسینا اس جگہ آئی جہاں اس کا باپ رومیر، اس کی ماں یسانا، بڑا بھائی اوردینو، چھوٹا بھائی شانجہ کھڑے ہوئے تھے۔ سب اداس اور پریشان تھے اس موقع پر قرسینا نے بڑے دکھ بھرے انداز میں اپنے باپ رومیر کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھ لیا۔

''بابا! کیا بات ہے جب ہم ان مسلمانوں سے ٹکراتے ہیں، شکست اور ہزیمت ہمارا ہی مقدر بنتی ہے کب وہ وقت آئے گا جب ہم ان سے اپنی شکستوں کا انتقام لینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔''

رومیر پہلے ہی بڑا پریشان اور فکرمند تھا اپنی بیٹی کے اس استفسار پر اس کے چہرے پر تلخ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر اپنی بیٹی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میری بچی! ابھی تو چھوٹی عمر کی ہے، بالک ہے تجھے زندگی اور زیست کا تجربہ نہیں ہے ..... ابھی تو اپنے بچپنے سے نکل کر شباب کی حدود کو چھو رہی ہے اور تو نہیں جانتی جب دو لشکر آپس میں ٹکراتے ہیں تو دونوں میں سے کسی کے دامن میں فتح آتی ہے کسی کی جھولی میں ہزیمت کے سکے گرتے ہیں۔ لیکن میری بیٹی! وقت ایک سا نہیں رہتا۔ آج اگر ہمیں مسلمانوں کے مقابلے میں پسپائی اور شکست کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے تو عنقریب ایسا وقت بھی آ سکتا ہے کہ یہی پسپائی اور ہزیمت ہم ان مسلمانوں کا مقدر بھی بنا سکتے ہیں۔''

اپنی بیٹی قرسینا کو مخاطب کرتے ہوئے رومیر مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اسی موقع

پر رومیر کے لشکر میں کچھ مخبر داخل ہوئے اور انہوں نے رومیر کو یہ المناک خبر سنائی کہ اس کے بھائی افونش نے گوشہ گیری اور رہبانیت کی زندگی ترک کر کے ایک بار پھر شہنشاہ ہونے کا اعلان کر کے تاج وتخت پر قبضہ کر لیا ہے۔

یہ خبر سن کر رومیر ہی نہیں، اس کی بیٹی یسانا، بیٹی قرسینا اور دونوں بیٹوں اوردیا اور شانجہ کے پاؤں تلے سے بھی زمین نکل کر رہ گئی تھی۔ سب کا رنگ پیلا ہو گیا تھا۔ اس موقع پر رومیر کی بیوی یسانا بڑے کرب خیز انداز میں رومیر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''اب کیا ہو گا؟''

اس موقع پر قرسینا بھی اپنے باپ رومیر کو مخاطب کر کے کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس سے پہلے رومیر بول اٹھا۔

''اس میں پریشانی اور فکرمندی کی کوئی بات نہیں ہے۔ میرے خیال میں افونش کو کچھ لوگوں نے بھڑکایا ہو گا کہ اس نے تاج وتخت چھوڑ کر راہبانیت اختیار کر کے غلطی کی ہے۔ میرے خیال میں اسی اکساہٹ میں آ کر اس نے رہبانیت ترک کر کے اور جذباتی فیصلہ کرتے ہوئے تاج وتخت پر قبضہ کر لیا ہو گا لیکن وہ اس پر جم کر بیٹھ نہیں سکتا۔ اس لئے کہ عسکری قوت ساری کی ساری میرے پاس ہے اور مجھے امید ہے کہ جب میں لیون پہنچوں گا، اس کا محاصرہ کروں گا تو وہ زیادہ دیر تک مزاحمت نہیں کر سکے گا اور میں اسے اپنے سامنے بے بس کر کے ایک بار پھر لیون کا حکمران بننے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔''

رومیر کی اس گفتگو سے اس کی بیوی، دونوں بیٹے اور قرسینا بھی کسی حد تک مطمئن ہو گئے تھے۔

زخمیوں کی دیکھ بھال کرنے کے بعد رومیر نے وہاں وقت ضائع نہیں کیا، فوراً اپنے لشکر کا پڑاؤ اس نے ہٹایا اور ایک بار پھر اس نے لیون کی طرف پیش قدمی کرنی شروع کی تھی۔ اس کی آمد کا سن کر اس کا بھائی افونش لیون میں قلعہ بند ہو کر بیٹھ گیا تھا۔ لیکن رومیر نے آتے ہی اس کا محاصرہ کر لیا اور اس سختی اور شدت کے ساتھ حملے کئے کہ افونش کے مقابلے میں رومیر ہی فتح مند رہا۔ افونش کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس کے ساتھ وہ چچا زاد بھائی بھی گرفتار ہو گئے تھے جنہوں نے افونش کو راہبانیت اور

گوشہ گیری سے نکال کر تاج وتخت کی طرف لانے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔

رومیر نے اپنے بھائی افونش کو اندھا کر دیا تاکہ آنے والے دور میں وہ پھر کبھی اس کے لئے مصیبت کا باعث نہ بنے۔ جہاں تک اپنے چچا زاد بھائیوں کا تعلق تھا تو ان سب کی آنکھوں میں بھی اس نے سلائیاں پھروا کر انہیں بھی بینائی سے محروم کر دیا۔ اس طرح رومیر ایک بار پھر لیون کے تاج وتخت کا مالک بن گیا تھا۔

رومیر کے شکست اٹھا کر بھاگ جانے کے بعد طلیطلہ کے لوگوں نے شہر میں محصور ہو کر امیر عبدالرحمٰن کا مقابلہ کرنے کا تہیہ کر لیا تھا۔ وہ یہ خیال کرتے تھے کہ طلیطلہ شہر کی فصیل ان فصیلوں میں سے ایک ہے جنہیں لوہا لاٹ فصیل خیال کیا جاتا ہے لہٰذا اس فصیل کو عبور کر کے کسی بھی صورت عبدالرحمٰن فتح اور کامرانی سے ہمکنار نہ ہو سکے گا۔ دوسرے طلیطلہ کے باغیوں کو یہ بھی امید تھی کہ عبدالرحمٰن کے لشکر میں موالف بھانت کے لوگ تھے اور جب طلیطلہ شہر کا محاصرہ طول پکڑے گا تو لشکر کے اندر ایک افراتفری اور بے چینی کی صورت طاری ہو جائے گی۔ اس بناء پر عبدالرحمٰن محاصرہ ترک کر کے واپس جانے پر مجبور ہو جائے گا۔ اس لئے کہ عبدالرحمٰن کے لشکر میں پرانے مسلمانوں کے علاوہ بہت سے نومسلم بھی داخل ہو چکے تھے۔ ان میں یونانی، فرینک، لوم برگ اور اس طرح کی بہت سی نسلوں کے نومسلم جنگجو شامل تھے۔

دراصل یہ وہ لوگ تھے جن کو یونانی اور وینس کے بردہ فروش بچپن میں پکڑ کر لاتے تھے اور قرطبہ کے امیر کے ہاتھوں فروخت کر دیتے تھے جہاں انہیں مسلمان بنا کر ان کی بہترین تعلیم وتربیت کا اہتمام کیا جاتا تھا۔

یہ زرخرید اسلام قبول کرنے اور تعلیم یافتہ ہونے کے بعد بڑے شائستہ، بڑے مہذب اور مسلمانوں کے امیر کے سچے وفادار ثابت ہوتے تھے۔ یہ ایشیا کے انہی لوگوں سے ملتے جلتے تھے جنہیں شیر دل صلاح الدین ایوبی اور مصر کے سلطان رکن الدین اور ان کے جانشینوں نے بطور محافظ دستوں کے بھرتی کیا تھا اور تاریخ میں مملوک کے نام سے تعبیر کئے جاتے تھے اور یہی وہ مملوک تھے جو عزت اور ناموری میں بڑے بڑے حکمرانوں سے بھی آگے بڑھ گئے تھے۔ جنہوں نے سلاطین مصر اور شام کی عظمت کو اپنے پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ یہی حالت امیر عبدالرحمٰن الثالث کے زرخرید غلاموں کی بھی تھی جو اس کے ہاتھوں مسلمان ہوئے اور جن کی اس نے بہترین

تربیت کا کام سرانجام دیا تھا۔

یہ طلیطلہ کے باغیوں کی خوش فہمی تھی کہ عبدالرحمٰن کے لشکر میں کیونکہ بھا بھانت کے لوگ ہیں لہٰذا محاصرے کی طوالت کو برداشت نہیں کر سکیں گے۔

عبدالرحمٰن کا اصولِ سلطنت بڑا بے مثال اور کامیاب تھا۔ اس کا نظ م کچھ اس طرح کہ حکمرانی کا اقتدار وہ اپنے ہاتھ میں رکھتا تھا۔ عام نظم ونسق اپنے امراء اور سالاروں کے ذریعے کرتا تھا جن کے عروج اور ترقی کا باعث وہ خود ہوتا تھا۔ سالار مقرر کرنے میں وہ حد درجہ کی احتیاط کرتا تھا۔ انہیں بڑی فوقیت دیتا تھا جنہوں نے اعلیٰ پائے کی خدمات انجام دی تھیں۔ اکثر حکمران بڑے بڑے صاحبِ ثروت امراء کو سالار مقرر کرتے تھے لیکن ان کے برخلاف امیر عبدالرحمٰن کسی کو ترقی دینے، کسی کو اعلیٰ عہدہ پر مقرر کرنے کے لئے صرف اس کی قابلیت اور لیاقت کو نگاہ میں رکھتا تھا۔

عبدالرحمٰن نے طلیطلہ شہر کا محاصرہ کر لیا اور طلیطلہ والوں کا یہ خام خیال تھا کہ امیر محاصرے کی طوالت سے تنگ آ کر واپس چلا جائے گا۔ شہر کی فصیل بڑی مضبوط اور مستحکم تھی لہٰذا اس مغرور شہر کو یہ وہم تھا کہ اس فصیل کی وجہ سے امیر ان پر قابو نہیں پا سکے گا۔ لیکن ان کا یہ اندازہ غلط تھا۔ اس لئے کہ اس سے پہلے انہیں ضعیف الاعتقاد سپہ سالاروں سے پالا پڑا تھا مگر عبدالرحمٰن ان سے مختلف تھا۔ وہ انتہا درجہ کا اولوالعزم تھا اور جس پر حملہ آور ہوتا تھا اسے اس کے انجام تک پہنچنے سے پہلے چھوڑتا نہیں تھا۔

چنانچہ طلیطلہ کے باغیوں کی حوصلہ شکنی کے لئے اس نے سب سے پہلا قدم اٹھایا کہ طلیطلہ کا محاصرہ کرنے کے ساتھ طلیطلہ کے قریب ہی جو کوہستانی سلسلہ تھا اس کے اوپر اس نے بڑی تیزی کے ساتھ ایک شہر بسانا شروع کیا اور اس شہر کا نام بھی اس نے الفتح رکھا۔

شہر کے لوگوں نے جب دیکھا کہ عبدالرحمٰن تو ان کے اطراف میں بڑا پختہ کار کر رہا ہے اور یہ کہ اس نے اپنے لشکریوں کی رہائش اور اپنے قیام کے لئے ان کے قریب ہی ایک کوہستانی سلسلے کے اوپر دنوں کے اندر ایک خوبصورت شہر آباد کر لیا۔ اور اس کا نام الفتح رکھ لیا ہے۔ اس سے انہوں نے اندازہ لگا لیا کہ وہ طلیطلہ کو فتح کئے بغیر ٹلے گا نہیں۔

امیر عبدالرحمٰن نے شہر پر حملہ آور ہو کر شہر کے مسلمانوں کو نقصان نہیں پہنچایا

اس نے اس شدت کے ساتھ شہر کا محاصرہ کیا کہ محاصرے کی صعوبتوں سے لوگ تنگ آ گئے جبکہ خود عبدالرحمٰن قریبی کوہستانی سلسلے کے اندر اپنے نئے آباد کردہ شہر میں بیٹھ کر محاصرے کے انتظامات مکمل کرتا رہتا تھا۔

اس شدت کے محاصرے نے آخر کار رنگ لانا شروع کیا اور انجام کار طلیطلہ کے لوگ فاقہ مستیوں سے تنگ آ گئے اور ان کی جنگ آوری کا سارا جوش اور ولولہ ٹھنڈا اور ماند ہو کر رہ گیا۔ آخر کار طلیطلہ کے لوگوں نے عبدالرحمٰن کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے اور عبدالرحمٰن ایک فاتح کی حیثیت سے طلیطلہ شہر میں داخل ہوا۔ شہر کے فسادیوں کا خاتمہ کرنے اور شہر کو اپنی سلطنت میں شامل کرنے کے بعد عبدالرحمٰن الثالث کی سلطنت وہیں تک پہنچ گئی تھی جہاں اس سے پہلے اس کے اجداد میں سے عبدالرحمٰن اوّل نے سلطنت کو وسعت دی تھی۔

عبدالرحمٰن الثالث نے چند روز تک طلیطلہ شہر میں قیام کیا۔ نظم ونسق درست کر کے وہاں اپنا والی مقرر کیا، اس کے بعد وہ قرطبہ کی طرف چلا گیا تھا۔

رومیر کے کہنے پر افریقہ میں فاطمی حکمران عبیداللہ مہدی نے اپنے کچھ جاسوس اور طلایہ گر اُندلس میں پھیلا دیئے تھے۔ ان کا رومیر کے طلایہ گروں سے بھی تعلق تھا اور ان کا مرکز سمورہ شہر کے نواح میں مدوّر نام کا ایک قصبہ قرار دیا تھا اور یہ رومیر کی اس سلطنت کا جنوبی حصہ تھا۔ عبدالرحمٰن الثالث کے خلاف افریقہ کے فاطمی حکمران عبید اللہ مہدی نے جو اپنے جاسوس مقرر کئے وہ زیادہ تر سیاحوں، زائرین اور تاجر لوگوں کے بھیس میں اپنا کام کرنے لگے تھے۔ ان میں دو اشخاص تاریخ کے اوراق میں بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔

ان میں سے ایک تو ابنِ حوقل ہے جو مشہور سیاح اور جغرافیہ دان تھا۔ اس کو بھی امیر عبدالرحمٰن کے خلاف افریقہ میں فاطمی حکمران عبید اللہ مہدی کے لئے جاسوسی کی تھی۔ اس کا پورا نام ابوالقاسم محمد بن ابنِ حوقل تھا۔ جغرافیہ دان سیاح اور مؤرخ شمار کیا جاتا ہے اور سب سے پہلے یہ شخص سیاحت کے لئے بغداد سے نکلا۔ کئی ممالک کی سیر کی، اپنے پیش رو سیاحوں کی تصانیف کو بھی پڑھا اس کے بعد اپنی کتابوں میں بھی اصلاح کی۔ یہ شخص ایک سیاح کے بھیس میں عبدالرحمٰن کے خلاف عبید اللہ مہدی کے لئے کام کرتا رہا۔ اس نے عبید اللہ مہدی کو اسپین کے حالات سے متعلق درج ذیل تحریر بھیجی تھی۔

''جو چیز غیر ملک والوں کو اندلس میں قدم رکھتے ہی متعجب کرتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ ملک ابھی تک اس بادشاہ کے قبضے میں ہے جو اس پر حکومت کرتا ہے۔ یہاں کے رہنے والے مردہ دل اور غلاموں کی سی طبیعت رکھتے ہیں۔ گھوڑوں کی سواری تو جانتے اور ہرگز اتنی طاقت نہیں رکھتے کہ ایک تربیت یافتہ لشکر کے مقابلے میں مقاومت لاسکیں۔ تاہم ہمارے آقا فاطمین حکمرانوں پر اللہ اپنی برکتیں نازل رکھے۔

ملک کی قدر و قیمت سے خوب واقف ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں گو اس ملک کی آمدنی کس قدر زیادہ ہے اور اس میں کیا کیا حُسن اور خوبیاں ہیں۔

ابنِ حوقل کا یہ پیغام مبہم اور چھپا چھپا اور رازدارانہ تھا۔ ایک اور موقع پر وہ اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ایک طرح کا تشدد پسند بھی تھا۔

ایک موقع پر وہ افریقہ کے نصرانیوں سے متعلق لکھتے ہوئے اپنے جذبات کا اظہار کرتا ہے۔

''یہ نصرانی لوگ اکثر بغاوتیں کر کے سلطنت کو مشکلات میں مبتلا رکھتے ہیں۔''

آگے چل کر مزید مشورہ دیتا ہے۔

''اس کا ایک ہی علاج ہے کہ عیسائی آئندہ سلطنت کو بالکل نہ ستا سکیں گے اور علاج یہ ہے کہ ان کو بالکل نیست و نابود کر دیا جائے۔''

دوسرا اہم شخص جسے افریقہ کے فاطمین نے عیسائیوں کے حق میں عبدالرحمٰن کی جاسوسی پر مقرر کیا تھا وہ ایک فلسفی ابنِ مسرّہ تھا۔ اور یہ ابنِ مسدہ قرطبہ کا مشہور فلسفی درحقیقت علامہ ابنِ عربی کے عقیدے وحدت الوجود کا ماننے والا تھا۔ اس نے چند یونانی فلسفے کی کتب کا مطالعہ بھی کر رکھا تھا۔ شروع میں یہ اسپین سے نکل کر مشرقی ممالک کی طرف چلا گیا اور وہاں اس نے مختلف فرقوں کے عقائد سے واقفیت پیدا کی

مشرق ہی میں قیام کے دوران وہ اسماعیلیہ کی خفیہ جماعت میں داخل ہو گیا۔ اس بات کا یقین مؤرخ اس امر سے لیتے ہیں کہ جب وہ پھر اسپین میں آیا تو اس نے اپنے خیالات جس طرح جوانی میں ظاہر کئے تھے اب ظاہر نہ کرنا شروع کئے تھے بلکہ بڑا زاہد اور متقی بن گیا۔ اسپین میں رومیر اور عبیداللہ مہدی نے جو خفیہ انجمن مقرر کی تھی اس کا یہ باقاعدہ رکن بنا۔ اس انجمن کے سرکردہ لوگوں نے ابنِ مسرّہ کو سمجھایا کہ تم سنی مذہب کا بھیس اختیار کئے رکھو اور بظاہر سنی بن کر ہی اپنی تقریروں سے لوگوں کو گمراہ کرتے رہو۔

ابنِ مسرّہ ایک اچھا مقرر بھی تھا۔ اپنی تقریروں سے اُس نے اپنے بہت سے شاگرد بنا لئے تھے۔ اپنے شاگردوں کو یہ عجیب و غریب تعلیم دیتا تھا۔ پہلے ان کے

ایمان میں شک کا عنصر داخل کرتا تھا اور پھر شک کو قطعی انکار کی تعلیم دینے لگتا تھا گویا ان لوگوں کو بالکل ہی ملحد بنا دیتا تھا۔ اندلس کے علماء کو جب یہ خبر ہوئی کہ ابن مسرّہ تو اندلس کے اندر بے دینی پھیلا رہا ہے تب اس کے حال کی اطلاع عبدالرحمٰن کو دی گئی۔ چنانچہ ابنِ مسدہ تو بچ نکلا لیکن اس کا جس قدر کتب کا ذخیرہ تھا اسے جلوا دیا گیا۔ بہرحال سمورہ شہر کے قریب ہی مدوّر نام کی بستی میں افریقہ کے فاطمی حکمرانوں کے جاسوس بڑی تگ و دو کے ساتھ کام کرنے لگے تھے اور ان کی حرکتوں سے متعلق عبدالرحمٰن الثالث کے جاسوس اور مخبر بھی عبدالرحمٰن کو آگاہ کرنے لگے تھے۔

لبون شہر کے قصر میں ایک روز رومیر کی بیوی لیسانا اکیلی بیٹھی تھی کہ اس کی بیٹی قرسینا اس کے کمرے میں داخل ہوئی۔ ہاتھ کے اشارے سے لیسانا نے قرسینا کو اپنے پہلو میں بیٹھنے کے لئے کہا۔ قرسینا آگے بڑھی، چپ چاپ اس نشست پر بیٹھ گئی۔ کچھ دیر تک خاموشی رہی، اس کے بعد قرسینا نے اپنی ماں لیسانہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''اماں! میں دو موضوعات پر آپ سے گفتگو کرنے آئی ہوں۔''

قرسینا کے ان الفاظ پر لیسانا نے چونکنے کے انداز میں اس کی طرف دیکھا، کہنے لگی۔

''بیٹی! تمہارا چہرہ آج بتاتا ہے کہ خیریت نہیں۔ کہو، تم کیا کہنا چاہتی ہو؟ کیا تمہاری کسی نے دل شکنی کی ہے؟''

جواب میں قرسینا نے کچھ سوچا پھر کہنے لگی۔

''اماں! میں اپنے بابا کے کچھ کاموں سے اختلاف رکھتی ہوں ..... بابا کو بڑے ابا افونش کو بینائی سے محروم نہیں کرنا چاہئے تھا۔ اس کے علاوہ بابا نے جو اپنے دیگر چچا زاد بھائیوں کو بینائی سے محروم کر دیا ہے، یہ بھی کوئی پسندیدہ فعل نہیں ہے۔ میں نے بابا پر اپنے ان خیالات کا اظہار کر دیا ہے اور انہیں یہ بھی مشورہ دیا ہے کہ آپ کو بڑے ابا اور اپنے دوسرے چچا زاد بھائیوں کو بینائی سے محروم نہیں کرنا چاہئے تھا۔ اگر آپ ان سے خطرہ محسوس کرنے لگے تھے یا انہیں اپنے سامنے بے بس رکھنا چاہتے تھے تو کم از کم انہیں ایک معزز مہمان کی حیثیت سے زندان میں ڈال دیتے تاکہ وہ اپنی زندگی کے باقی دن گزار دیں۔ اب انہیں اندھا کر دیا گیا ہے اور اندھے کی زندگی اماں! تم جانتی ہو کس قدر اذیت ناک اور ہولناک ہوتی ہے۔

اماں! دوسری بات یہ ہے کہ میں اندر ہی اندر یہ باتیں سننے لگی تھی کہ بابا بڑے ابا کے بیٹے اورڈینو اور بیٹی انجلینا کو بھی بے بس کرنا چاہتے تھے۔ لیکن میں نے آج ابا کو سمجھا دیا ہے کہ آپ نے اورڈینو اور انجلینا کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو پھر یوں جانئے گا قرسینا آپ کی بیٹی نہیں رہے گی۔ میں کہیں چلی جاؤں گی۔ اماں! میں نے اورڈینو کو اپنے سگے بھائیوں اور انجلینا کو سگی بہن کی طرح چاہا ہے۔ بڑے ابا افونش میرے باپ کی سخت طبیعت سے واقف تھے۔ میرے خیال میں انہیں خدشہ لاحق ہو گیا تھا کہ اگر میرا بابا ان کے خلاف کامیاب رہا تو ان کی اولاد کو نقصان پہنچائے گا لہٰذا احتیاط کی خاطر انہوں نے اورڈینو اور انجلینا کو ان کے ننھیال کی طرف روانہ کر دیا۔ اماں! میں کسی مناسب موقع پر یہاں سے نبرہ جاؤں گی۔ وہاں اورڈینو اور انجلینا سے ملوں گی اور انہیں اپنے ساتھ یہاں لے کر آؤں گی۔ میں نے اپنے خیالات کا اظہار بابا سے بھی کر دیا ہے اور بابا کو یہ بھی تنبیہ کر دی ہے کہ جب میں اورڈینو اور انجلینا کو لے کر یہاں آؤں تو انہوں نے اگر ان دونوں بہن بھائیوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو پھر یوں جانئے گا وہ دن قرسینا کی زندگی کا آخری دن ہو گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد قرسینا جب خاموش ہوئی تب مسکراتے ہوئے لیسانا بول اٹھی۔

''بیٹی! اب تک جو تُو نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے، میں مکمل طور پر ان سے اتفاق کرتی ہوں۔ اب جبکہ تم نے خود ہی اپنے بابا سے ان باتوں کا ذکر چھیڑ دیا ہے تو میں اپنی طرف سے بھی انہیں سمجھانے کی کوشش کروں گی کہ افونش اور اپنے چچا زاد بھائیوں کے خلاف جو قدم اٹھا چکے ہیں وہ تو اب قابل برداشت ہو چکا ہے لیکن اورڈینو اور انجلینا کو کسی طرح کی کوئی اذیت نہیں پہنچنی چاہئے۔ ان کے متعلق میری بیٹی تُو بے فکر رہ ..... میں تیرے باپ کو سمجھا دوں گی۔''

یہاں تک کہنے کے بعد لیسانا رکی پھر قرسینا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''بیٹی! تُو نے یہاں آتے ہی کہا تھا کہ تُو دو موضوعات پر مجھ سے گفتگو کرنا

چاہتی ہے۔تمہارا ایک موضوع تو ختم ہوا، اب دوسرا موضوع کون سا ہے؟''

جواب میں قرسینا مسکرائی اور کہنے لگی۔

''اماں! میں بابا سے اجازت لے کر آ رہی ہوں ..... میں چند دن کے لئے شکار کھیلنے کے لئے نکل رہی ہوں۔ میں سمورہ کے کوہستانی سلسلوں کا رخ کروں گی۔ ماں! میں دو کام کروں گی ایک تو شکار کھیلوں گی اور وہاں ہماری سلطنت اور افریقہ کی فاطمین مصر نے بدور شہر میں اپنی ایک متحدہ انجمن عبدالرحمٰن کے خلاف جاسوسی کرنے کے لئے بنائی ہوئی ہے، اس کا بھی جائزہ لوں گی اور اس سلسلے میں، میں نے بابا سے بھی بات کر لی ہے۔''

قرسینا کے ان الفاظ پر لیسانا کچھ فکرمند ہوگئی، کہنے لگی۔

''بیٹی! محتاط رہنا ..... اس سے پہلے بھی تم نے دیکھا کہ شکار کے دوران تیرے ساتھ حادثہ پیش آیا تھا اور تُو اپنے گھوڑے اور قیمتی اشیاء سے بھی محروم ہوگئی تھی۔ اس حادثے کے دوران تمہاری جان کو بھی خطرہ لاحق ہوسکتا تھا ..... وہ تو وہ شخص بھلا مانس تھا کہ تمہیں شاہراہ پر ڈال گیا۔ کوئی اور غیر ذمہ دار، اوباش اور لچا قسم کا آدمی ہوتا تو تمہیں ایک خوبصورت اور پُرکشش لڑکی جان کر اپنے ساتھ لے جاتا تو تم اس کا کیا بگاڑ سکتی تھیں؟''

لیسانا یہاں تک کہنے کے بعد خاموش ہوئی تو مسکراتے ہوئے قرسینا کہنے لگی۔

''اماں! اس بار ایسا نہیں ہوگا ..... میں محتاط رہوں گی۔ آپ بالکل کوئی فکر نہ کریں۔'' اس کے ساتھ ہی قرسینا اپنی ماں کے پاس سے نکل کر قصر کے دوسرے حصے کی طرف چلی گئی تھی۔

دوپہر کے قریب ایک روز احمد بن یعلیٰ اپنی بستی میں اپنے گھوڑے کو کھریرا کر رہا تھا جبکہ یوحنا بن خروئی بھی اس کام میں اس کی مدد میں لگا ہوا تھا، رحیق بنتِ خروئی اس وقت مطبخ میں کھانا تیار کر رہی تھی کہ حویلی کے دروازے پر دستک ہوئی۔

مطبخ کے اندر سے رحیق بنتِ خروئی نے زوردار آواز میں اپنے بھائی یوحنا کو مخاطب کیا۔

''یوحنا میرے بھائی! دیکھنا دروازے پر کس نے دستک دی ہے؟''

یوحنا اصطبل سے نکل کر بیرونی دروازے کی طرف بھاگا۔ جب اس نے دروازہ کھولا تو دروازے پر ایک مسلح جوان کھڑا تھا۔ یوحنا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''کیا احمد بن یعلیٰ گھر پر ہیں؟''

یہ الفاظ احمد بن یعلیٰ نے بھی سن لئے تھے لہٰذا وہ اصطبل سے نکل کر صدر دروازے کی طرف بڑھا۔ رحیق بھی یہ الفاظ سن کر مطبخ سے باہر نکل آئی تھی۔ پریشان ہوگئی تھی۔ احمد بن یعلیٰ جب حویلی کے صدر دروازے پر گیا تب جو مسلح جوان آیا تھا وہ احمد کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''آپ کو امیر نے فی الفور بلایا ہے۔ کوئی انتہائی اہم معاملہ ہے۔''

اس پر احمد بن یعلیٰ اس جوان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تم چلو، میں لباس تبدیل کر کے آتا ہوں۔''

وہ مسلح جوان وہاں سے ہٹ گیا۔ احمد اور یوحنا پلٹے، اس موقع پر رحیق، احمد کے قریب آئی اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''بھائی! کھانا میں نے تیار کر دیا ہے۔ آپ کھانا کھا کر جایئے گا ..... آپ نے صبح بھی کچھ نہیں کھایا تھا۔ میرے خیال میں آپ کو سخت بھوک لگ رہی ہوگی۔''

جواب میں احمد مسکرایا، شفقت بھرا ہاتھ رحیق کے سر پر رکھ کر اس کے سر کو ہلایا اور کہنے لگا۔

''میری عزیز بہن! جس قدر تُو میرا خیال رکھتی ہے اس کو مدِنظر رکھتے ہوئے میں اپنی ساری ویرانیوں کو بھول جاتا ہوں۔ دیکھ امیر نے مجھے بلایا ہے میرا فی الفور جانا ضروری ہے۔ بلانے والا کہہ رہا تھا کہ کوئی انتہائی اہم مسئلہ ہے۔ میری بہن! میں دیر نہیں لگاؤں گا، جلد لوٹ آؤں گا۔ پھر اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھائیں گے۔ اب میں لباس تبدیل کرتا ہوں۔'' اس کے ساتھ ہی بھاگنے کے انداز میں احمد سامنے والے کمرے میں چلا گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ نکلا تو لباس تبدیل کر چکا تھا۔ کمر پر تلوار اور خنجر کی پیٹی بھی باندھ لی تھی۔ اس کے بعد رحیق اور یوحنا کی طرف دیکھتے اور ہاتھ ہلاتے ہوئے حویلی سے باہر نکل گیا۔

احمد جس وقت قصر میں داخل ہوا اس وقت امیر عبدالرحمٰن الثالث نے اسے فی

الفور طلب کر لیا۔ جب وہ قصر کے ایک کمرے میں داخل ہوا تب قصر کے دروازے پر حاجب کھڑا تھا اور کمرے کے اندر عبدالرحمٰن اکیلا بیٹھا ہوا تھا۔ احمد کو دیکھتے ہی ہاتھ کے اشارے سے عبدالرحمٰن نے قریب آنے کو کہا۔ احمد آگے بڑھا، عبدالرحمٰن کو تعظیم دیتے ہوئے وہ بالکل قریب جا کر بیٹھ گیا۔ کچھ دیر خاموشی رہی پھر عبدالرحمٰن نے احمد کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

''احمد میرے بیٹے! میں تمہارے ذمے ایک انتہائی اہم کام لگانے لگا ہوں اور مجھے امید ہے بلکہ مجھے یقین ہے کہ تمہارے علاوہ اس کام کو کوئی بہتر انداز میں سرانجام نہیں دے سکتا۔ تھوڑی دیر پہلے اپنے کچھ طلایہ گر آئے ہیں اور انہوں نے یہ خبر دی ہے کہ لیون کے جنوبی شہر سمورہ کے نواح میں مدوّر نام کی ایک بستی ہے۔ اس بستی میں ہمارے خلاف کارروائیوں کا ایک مرکز بنا ہوا ہے۔ ان کارروائیوں میں افریقہ کے فاطمی حکمرانوں کے علاوہ لیون کے جاسوس اور کارندے بھی کام کر رہے ہیں۔ یہ لوگ وہاں سے نکل کر تاجروں، سیاحوں، زائرین کے بھیس میں ہمارے علاقوں میں داخل ہوتے ہیں۔ لوگوں میں طرح طرح کی لچھے دار تقریریں کر کے انہیں ہمارے خلاف کرتے ہیں۔ مذہب سے گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور میں اس سلسلے کو فی الفور بند کرنا چاہتا ہوں۔

جو طلایہ گر یہ خبریں لے کر آئے ہیں میں نے انہیں قصر کے ایک کمرے میں بٹھایا ہوا ہے ..... میں چاہتا ہوں کہ تم ایک لشکر لے کر رات کے وقت نکلو، مدوّر نام کی اس بستی کا محاصرہ کر کے جس قدر لوگ اس کام میں ملوث ہوں انہیں گرفتار کر کے لے آؤ۔ ان میں سے جو بڑے مجرم ہوں گے ان کے سر قلم کر دیئے جائیں گے اور جو کم درجہ کے مجرم ہوں گے انہیں زندان میں ڈال دیا جائے گا۔ اس طرح وہ مرکز جہاں سے ہمارے خلاف افواہیں، دین کے خلاف طرح طرح کے خدشات پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اس کا خاتمہ کر دیا جائے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد لمحہ بھر کے لئے عبدالرحمٰن رکا، کچھ سوچا پھر دوبارہ احمد بن یعلیٰ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''بیٹے! اب بول تیرا کیا خیال ہے؟''

جواب میں احمد مسکرایا اور کہنے لگا۔

''امیر! آپ کو یہ پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ جب آپ نے مجھے کہہ دیا کہ یہ کام کرنا ہے پھر یہ کام ہو گا۔ آپ دیکھیں گے کہ انشاء اللہ میں ان سارے مجرموں پر ایسے وارد ہوں گا کہ کسی کو بچ کر بھاگنے نہیں دوں گا۔''

احمد کی اس گفتگو سے عبدالرحمٰن بھی خوش ہو گیا تھا۔ پھر فیصلہ کن انداز میں کہنے لگا۔

''اگر یہ بات ہے تو تم واپس حویلی جاؤ، اپنی تیاری کو آخری شکل دو۔ اتنی دیر تک میرا حاجب ان طلایہ گروں کو مستقر میں لے کر جاتا ہے۔ تمہارے تیار ہونے تک مستقر میں وہ لشکر بھی تیار ہو چکا ہو گا جس نے تمہارے ساتھ کوچ کرنا ہے اور جو طلایہ گر خبر لے کر آئے ہیں وہ بھی تمہاری راہنمائی کے لئے تمہارے ساتھ جائیں گے۔''

پھر امیر عبدالرحمٰن کے کہنے پر احمد اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ امیر کو اس نے تعظیم دی اور قصر کے اس کمرے سے نکل گیا تھا۔

تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا احمد حویلی میں داخل ہوا۔ وہاں رحیق اور یوحنا اس کے منتظر تھے۔ احمد کے حویلی میں داخل ہوتے ہی انتہائی بے چینی اور فکر مندی میں رحیق نے اسے مخاطب کر کے پوچھا۔

''بھائی! کیا معاملہ ہے ..... کیا کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آنے والا ہے؟''

احمد نے دیکھا رحیق بڑی فکرمند اور پریشان ہو رہی تھی۔ احمد نے اس کا شانہ تھپتھپایا اور کہنے لگا۔

''میری بہن کو پریشان اور فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ بس ایک مہم ہے، تھوڑی دیر تک اس مہم کے لئے ایک لشکر کوچ کرے گا۔ بس اسی مہم کے سلسلے میں امیر نے مجھے بلایا تھا۔ اب میں پہلے تم دونوں بہن بھائی کے ساتھ مل کر کھانا کھاؤں گا اس کے بعد مستقر کی طرف چلا جاؤں گا۔''

احمد کے اتنی تفصیل بتانے پر ہی رحیق اور یوحنا دونوں مطمئن ہو گئے تھے۔ اس کے بعد تینوں نے مل کر کھانا کھایا۔ احمد نے اپنا جنگی لباس پہنا۔ اس کے بعد اصطبل کی طرف گیا۔ پہلے اپنے گھوڑے پر اس نے زین ڈالی، دوسرا گھوڑا اصطبل میں قریبنا کا بندھا ہوا تھا اس پر بھی احمد نے زین ڈالی۔ تب آہستہ آہستہ بڑے غور سے احمد کی

طرف دیکھتے ہوئے رحیق کہنے لگی۔

''بھائی! آج آپ دوسرا گھوڑا بھی ساتھ لے کر جائیں گے؟''

قرسینا کے گھوڑے کی زین کسنے کے بعد احمد نے کمر سیدھی کی اور رحیق کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''میری بہن آج جن علاقوں کے اندر مہم درپیش ہے یہ گھوڑا انہی علاقوں سے تعلق رکھتا ہے۔ اگر وہاں مجھے کوئی ایسا شخص مل گیا جو اس گھوڑے کے مالک کا جاننے والا ہوا تو میں اس گھوڑے کو اور اس گھوڑے کے ساتھ جو اشیاء تھیں وہ ساری اس کی طرف بھجوا دوں گا۔ اس بناء پر میں اس گھوڑے کو بھی اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں۔''

احمد کے اس جواب پر رحیق مطمئن ہوگئی تھی۔ پھر رحیق اور یوحنا دونوں مل کر اس کی تیاری کرنے لگے تھے۔ جلدی جلدی احمد کے گھوڑے کی زین کے ساتھ بستر باندھا گیا۔ احمد دو بڑی بڑی خرجینیں بھی کمرے کے اندر سے اٹھا لایا۔ وہ بھی اپنے گھوڑے کی زین سے باندھ دیں۔ اتنی دیر تک رحیق نے پانی کی چھاگل بھر کر زین کے ساتھ لٹکا دی تھی۔ ساری تیاری کرنے کے بعد احمد نے ہاتھ ہلاتے ہوئے رحیق اور یوحنا کو الوداع کہا پھر دونوں گھوڑوں کو لے کر وہ حویلی سے نکل گیا تھا۔ سیدھا مستقر کی طرف گیا اور وہاں ضروری انتظامات کو آخری شکل دینے کے بعد اس لشکر کے ساتھ وہ شمال کی طرف کوچ کر گیا جو عبدالرحمٰن الثالث نے اس کے لئے مختص کیا تھا۔

اپنے سرحدی علاقوں میں پہنچنے کے بعد احمد نے پورا دن وہاں گزارا۔ عشاء کے بعد تک اس نے اپنے لشکریوں کو آرام کرنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد اپنے طلایہ گروں کی رہنمائی میں اس نے اپنے کام کی ابتداء کی۔ لشکر کو وہ حرکت میں لایا، آندھی اور طوفان کی طرح وہ شمال کی طرف بڑھا تھا۔

آدھی رات کے قریب احمد نے مدوّر نام کی اس بستی کا گھیراؤ کر لیا تھا۔ بستی کوئی خاص بڑی نہ تھی لیکن اس کے اندر جو مکان بڑے بڑے پتھروں سے بنے ہوئے تھے وہ ضرور قلعہ نما تھے۔ پہلے بستی کا گھیراؤ کیا گیا تاکہ وہاں سے کوئی بچنے نہ پائے۔ اس کے بعد بستی کے معززین سے رابطہ قائم کیا گیا۔ انہیں جب موت کے

گھاٹ اتار دینے کی دھمکی دی گئی تب انہوں نے افریقہ کے فاطمی حکمرانوں کے علاوہ لیون کی مملکت کے جو کارندے وہاں قیام کئے ہوئے تھے اور جنہوں نے مسلمانوں کے خلاف ایک انجمن بنائی ہوئی تھی ان سب کو گرفتار کرانے میں مدد دی۔ اس طرح مدوّر نام کی بستی سے کافی مسلح جوانوں کے علاوہ لیون اور فاطمین مصر کے بہت سے جاسوس طلایہ گروں کو اپنی گرفت میں لینے کے بعد احمد نے بستی کا گھیراؤ ترک کر دیا۔ بڑی تیزی سے پلٹا اور صبح کا سورج طلوع ہونے سے پہلے ہی پہلے وہ لیون کے علاقوں سے نکل کر اپنے علاقوں میں داخل ہو گیا تھا۔

احمد نے اپنے اور لیون کے علاقوں کی سرحدوں پر قیام نہیں کیا تھا بلکہ وہ بیس سے پچیس میل تک اپنے علاقوں کے اندر آ گیا تھا۔ وہاں کیونکہ سورج طلوع ہو چکا تھا لہٰذا اس نے اپنے لشکر کو وہاں پڑاؤ کرنے کا حکم دیا تھا۔ مدوّر نام کی بستی سے جو قیدی گرفتار کئے گئے تھے انہیں رسیوں میں جکڑ کر گھوڑوں پر ڈالا گیا تھا۔ ان میں بہت سی لڑکیاں بھی تھیں جو عبدالرحمٰن الثالث کے خلاف جاسوسی کی کارروائیوں میں ملوث تھیں۔

اپنے علاقوں میں آنے کے بعد احمد جس وقت فجر کی نماز سے کر بعد فارغ ہوا تب اس کے لشکر کا ایک چھوٹا سالار اس کے پاس آیا اور کسی قدر خدشات کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''امیر! دشمن کی بستی مدوّر سے ہم نے جن مشتبہ لوگوں کو پکڑا ہے اور جنہیں رسیوں میں جکڑ کر یہاں لائے ہیں ان میں لیون کے بادشاہ رومیر کی بیٹی بھی شامل ہے۔''

اس سالار کے ان الفاظ پر احمد چونکا تھا، کچھ سوچا پھر ہلکے سے تبسم میں کہنے لگا۔ ''پہلے یہ کہو کہ یہ انکشاف تم پر کس نے کیا ہے؟''

اس پر وہ سالار کہنے لگا۔

''یہاں آنے کے بعد قیدیوں کو جب گھوڑوں سے اتارا گیا اور ان کی نگہداری شروع کی گئی تب ایک لڑکی نے ہمارے ایک لشکری پر انکشاف کیا کہ ان کے ساتھ قیدی لڑکیوں میں رومیر کی لڑکی بھی شامل ہے۔ اس کا نام انہوں نے قرسینا بتایا ہے۔''

احمد نے کچھ سوچا پھر اپنے اس چھوٹے سالار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اگر یہ معاملہ ہے تو پھر تُو ٹھیک کہہ رہا ہے ..... اس لئے کہ اس لڑکی کا نام تو قرسینا ہی ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد احمد رکا پھر اس سالار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میں یہیں کھڑا ہوتا ہوں۔ تم ذرا اس لڑکی کو پکڑ کر میرے پاس لے کر آؤ۔''

اس کے ساتھ ہی احمد ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ وہ چھوٹا سالار وہاں سے ہٹ گیا تھا۔

جلد ہی وہ سالار لوٹا۔ احمد نے دیکھا کہ واقعی اس کے ساتھ قرسینا تھی۔ وہ سالار جب قرسینا کو لے کر احمد کے قریب آیا تب احمد اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ احمد کو دیکھتے ہی قرسینا کا رنگ فق ہو گیا تھا۔ جسم خوف اور ڈر سے کپکپانے لگا تھا۔ اس سالار نے قرسینا کو احمد کے سامنے لا کھڑا کیا۔ قرسینا اس طرح ڈر کے مارے کپکپا رہی تھی جیسے اسے تنہا برف باری میں کھڑا کر دیا گیا ہو۔ ایک بار اس نے ایک گہری نگاہ احمد پر ڈالی تھی اس کے بعد اس کی گردن جھک گئی تھی۔

احمد تھوڑی دیر تک اس کی حالت دیکھتے ہوئے مسکراتا رہا۔ اتنی دیر تک کچھ اور سوار اور مسلح جوان بھی وہاں جمع ہو گئے تھے۔ جو سالار قرسینا کو لے کر آیا تھا احمد نے اسے مخاطب کیا۔

''پشت پر بندھے ہوئے اس کے ہاتھ کھول دو۔''

وہ سالار آگے بڑھا اور قرسینا کے ہاتھ اس نے کھول دیئے۔ قرسینا کچھ دیر تک اپنے بازو سہلاتی رہی۔ ساتھ ہی تشکر آمیز انداز میں وہ احمد کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

احمد نے پہلی بار اسے مخاطب کیا۔

''رومیر کی بیٹی! اس وقت تمہاری عزت افزائی، مہمان نوازی کے لئے ہمارے پاس کوئی سامان نہیں۔'' اس کے ساتھ ہی احمد نے ایک پتھر کی طرف اشارہ کیا اور کہنے لگا۔

''فی الحال اس پر بیٹھ جاؤ اور غور سے میری بات سنو۔''

قرسینا منہ سے کچھ نہ بولی، کسی فرمانبردار بچے کی طرح اس پتھر پر بیٹھ گئی جس پتھر کی طرف احمد نے اشارہ کیا تھا۔ پھر احمد نے اس سے سوال کیا۔

''رومیر کی بیٹی! مدوّر نام کی بستی میں جو لیون او فاطمین افریقہ کی حکومتوں کی متحدہ انجمن بنی ہوئی تھی جس کے سپرد ہماری سلطنت کے مفاد کو نقصان پہنچانے کی ذمہ داری سونپی گئی تھی کیا ان افراد میں تمہارا بھی نام آتا ہے؟ کیا تم بھی ان کے اندر رہ کر کام کر رہی تھی؟ بی بی! تم رومیر کی بیٹی ہو اور رومیر لیون کا حکمران ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ کسی حکمران کی بیٹی کو ایسے گھٹیا کام میں ملوث ہونا نہیں چاہئے۔''

اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے قرسینا نے پہلی بار زبان کھولی۔ احمد کی طرف دیکھے بغیر گردن جھکائے ہی جھکائے کہنے لگی۔

''میرا اس متحدہ تنظیم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں چند دن پہلے ان علاقوں میں شکار کھیلنے کے لئے آئی تھی۔ شکار کے لئے میں پہلی بار نہیں آئی۔ اس سے پہلے بھی میں ان علاقوں میں شکار کے لئے آ چکی ہوں۔ میرے خیال میں مسلمانوں کے سالار! تم اس سے آگاہ بھی ہو۔ اس لئے کہ ان علاقوں میں اس سے پہلے تمہارا میرے ساتھ پالا پڑ چکا ہے۔ میں جھوٹ نہیں بولوں گی، میں اپنی کچھ ساتھی لڑکیوں اور اپنے کچھ محافظوں کے ساتھ ان علاقوں میں آئی تھی۔ شکار ہی کی غرض سے میں نے اس بستی میں قیام کیا ہوا تھا ورنہ میں جاسوسی کے کسی کام میں ملوث نہیں ہوں۔''

قرسینا جب خاموش ہوئی تب کچھ سوچتے ہوئے احمد نے اسے پھر مخاطب کیا۔

''رومیر کی بیٹی! جھوٹ مت بولنا۔ اس لئے کہ تم جیسی لڑکی کو جھوٹ زیب بھی نہیں دیتا۔ کیا تم اس بات کو تسلیم کرو گی کہ ہمارے مفاد کو نقصان پہنچانے کے لئے یہاں تمہارے باپ نے ایک مرکز قائم کر رکھا تھا؟''

قرسینا تھوڑی دیر تک خاموش رہی، کچھ نہ کہہ پائی۔ اس پر پہلے کی نسبت کسی قدر تلخ اور تحکمانہ انداز میں احمد نے اسے مخاطب کیا۔

''رومیر کی بیٹی! میں نے تم سے کچھ پوچھا ہے۔ اور میرے اس پوچھنے کا جواب خاموشی نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں تُو رومیر کی بیٹی ہے اور تُو صرف اپنی سلطنت کے مفاد کو نگاہ میں رکھے گی۔ لیکن میں نے اپنی سلطنت کے مفاد کو اپنے سامنے رکھنا ہے اور جس کے متعلق بھی مجھے شک ہوا کہ وہ ہمارے مفاد کو نقصان پہنچانے میں ملوث ہے تو میں اسے نہیں چھوڑوں گا۔ یہی میرے لئے حکم ہے۔ میں اپنی سلطنت کا ایک مخلص سالار ہوں اور احکام کا انتباہ کرنا میرے فرائضِ منصبی میں

شامل ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد احمد رکا، دوبارہ قرینا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''رومیر کی بیٹی! جو کچھ تم نے کہا ہے میں اس پر اعتبار کر لیتا ہوں۔ لیکن تُو اس بات کو تو تسلیم کرے گی کہ یہاں ہمارے مفاد کو نقصان پہنچانے کے لئے ایک مرکز قائم کیا گیا تھا اور اس میں کچھ کارکن کام بھی کر رہے تھے۔''

قرینا نے پہلی بار نگاہ اٹھا کر بڑے غور سے احمد کی طرف دیکھا۔ اس موقع پر اس کی نگاہوں میں رحم طلبی تھی۔ دکھ بھرے انداز میں کہنے لگی۔

''مجھے جھوٹ بولنے کی عادت نہیں ہے اور نہ ہی میں اس وقت جھوٹ بولوں گی۔ مدوّر نام کی بستی میں جس کی طرف آپ اشارہ کر رہے ہیں وہاں ایسا مرکز تھا اور وہاں کارکنوں کا قیام بھی تھا اور وہ اپنے کاموں میں مصروف بھی تھے۔''

قرینا کے اس انکشاف پر احمد کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی، کہنے لگا۔

''رومیر کی بیٹی! سچ بولنے کا شکریہ۔ اب میں یہ کیسے جانوں گا کہ ہمارے مفادات نقصان پہنچانے والے کون سے اشخاص ہیں؟ اور جو لوگ تمہارے ساتھ شکار میں شامل تھے وہ کون ہیں؟ بی بی! تمہاری ذات نے مجھے ایک طرح سے ابہام اور اوہام میں مبتلا کر کے رکھ دیا ہے۔ اس لئے کہ تم وہ لڑکی جو ہو میرے خون کی پیاسی ہو اور میرے سر کی طالب ہو۔ بی بی! کسی کے سر اس طرح قلم نہیں کروائے جاتے جو طریقہ تم نے اور تمہارے باپ نے اپنا رکھا ہے۔ طلیطلہ شہر سے باہر تم نے اپنے تین بہترین تیغ زنوں کو میرے خلاف آزمایا لیکن تمہاری بدقسمتی کہ تمہیں اور تمہارے باپ کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ اور پھر سب سے بڑی بات کہ میں نے تمہارے خلاف کوئی ایسا جوابی بھی نہیں کیا جس کی بناء پر تم ایک دم ردِعمل کا اظہار کرتے ہوئے میرا سر حاصل کرنے کا اعلان کر دیتی۔

بہرحال یہ تمہارا اور تمہارے باپ کا کردار ہے۔ جتنی پستی میں تم دونوں اتر گئے ہو اتنی پستی کی طرف ہم نہیں جا سکتے۔ اٹھو، میرے ساتھ چلو۔ وہ عملہ جو تمہارے ساتھ شکار کے لئے نکلا تھا اس کی نشاندہی کرو۔ اس میں جو تمہارے پاسبان ہیں انہیں علیحدہ کرو۔ جو لڑکیاں تمہارے ساتھ تمہاری حفاظت کے لئے یا تمہارا شکار میں ساتھ

اپنے کے لئے آئی ہیں ان کو بھی علیحدہ کرو۔ اس موقع پر میں تم سے پھر کہوں گا کہ، فریب اور جھوٹ سے کام نہ لینا۔ سچائی پر رہتے ہوئے یہ کام سرانجام دینا۔ اگر تم ایسا کرو گی تو مجھے خوشی ہو گی۔''

اس کے ساتھ ہی قرینا اٹھ کھڑی ہوئی۔ احمد اور دوسرے سالاروں کے ساتھ وہ اس جہاں رسوں میں بندھے ہوئے قیدیوں کو رکھا گیا تھا۔ قرینا ایک ایک کی طرف گئی، جس کی طرف اس نے اشارہ کیا اسے علیحدہ کر دیا گیا۔ اس طرح قرینا نے اپنے پاسبانوں اور اپنے ساتھ آئی ہوئی لڑکیوں کی جب نشاندہی کر دی تو انہیں دوسرے قیدیوں سے علیحدہ کر دیا گیا تھا۔

جب اس کام کی تکمیل ہو گئی تب احمد نے اپنے ایک چھوٹے سالار کی طرف دیکھا اور اس سے کہنے لگا۔

''یہ جس قدر مرد اور عورتیں علیحدہ کی گئی ہیں ان سب کے پشت پر بندھے ہوئے ہاتھ کھول دو۔''

احمد کا یہ حکم پا کر اس کے لشکری آگے بڑھے اور ان لوگوں کے بندھے ہوئے ہاتھ کھول دیئے تھے۔ اس موقع پر ہاتھ کے اشارے سے اپنے سالار کو احمد نے قریب بلایا، اس کے کان میں کچھ کہا جسے وہ سن کر پیچھے ہٹ گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ سالار لوٹا، اس نے ایک گھوڑے کی باگ پکڑ رکھی تھی اور وہ گھوڑا قرینا کا تھا۔ قرینا نے جب اپنے گھوڑے کو دیکھا تو دنگ رہ گئی۔ اس سالار کے پیچھے پیچھے ایک لشکری بھی آ رہا تھا اور وہ احمد کے گھوڑے کی باگ پکڑے ہوئے تھا۔ دونوں گھوڑوں کو احمد کے پاس لا کر کھڑا کر دیا گیا تھا۔ اس موقع پر قرینا بڑے پیار سے اپنے گھوڑے کو دیکھنے لگی تھی۔ گھوڑا بھی شاید قرینا کو پہچان گیا تھا اس لئے کہ قرینا آگے بڑھ کر اس کے منہ پر ہاتھ پھیرنے لگی تھی اور اس نے بھی سپردگی کا اظہار کر دیا تھا۔

اس موقع پر اپنے گھوڑے کی زین سے بندھی ہوئی خرجین سے احمد نے دو خرجینیں نکالیں۔ وہ خرجینیں قرینا کے سامان کی تھیں۔ دونوں خرجینوں کو لے کر احمد قرینا کے پاس آیا اور دونوں خرجینیں آگے بڑھاتے ہوئے کہنے لگا۔

''بی بی! تمہارا گھوڑا تمہارے سامنے کھڑا ہے ..... تم اسے پہچان چکی ہو .....

اس گھوڑے کے ساتھ یہ تمہاری خرجینیں بھی تھیں۔ نیچے بیٹھ جاؤ، ان کا جائزہ لو۔ اچھا
ساری اشیاء دیکھ لو۔ اگر ان میں سے کوئی کم ہو تو بتاؤ۔''

عجیب سی پریشانی اور تعجب میں قرسینا نے وہ دونوں خرجینیں لے لیں۔ کچھ دیر
تک وہ تعجب خیز سے انداز میں احمد کی طرف دیکھتی رہی پھر زمین پر بیٹھ گئی۔
دونوں خرجینوں کے سامان کا اس نے جائزہ لیا پھر خرجینوں کے منہ اس نے بند کر
دیئے۔ اس موقع پر اس کے لبوں پر ہلکا سا تبسم تھا۔ پھر احمد کی طرف دیکھتے ہوئے
کہنے لگی۔

''ان خرجینوں میں جو میرا سامان تھا وہ پورے کا پورا ہے۔ کوئی چیز کم نہیں۔''

احمد نے اس کی طرف دیکھے بغیر پھر سوال کر دیا۔

''تمہاری ان خرجینوں میں سنہری سکّوں کی کچھ نقدی کے علاوہ کچھ جواہرات بھی
تھے۔ ان کا بھی جائزہ لے لو۔ شاید اس میں سے کچھ کم ہو۔''

جواب میں ممنونیت کے انداز میں قرسینا مسکرائی اور کہنے لگی۔

''میں نے ساری چیزوں کا جائزہ لے لیا ہے ..... کوئی چیز کم نہیں ہے۔''

احمد نے اپنے پاس کھڑے ایک چھوٹے سالار کو مخاطب کیا۔

''ان سب کے گھوڑوں کو جو ہم ہانکتے ہوئے اپنے ساتھ لے کر آئے ہیں وہ
بھی لے کر آؤ۔''

اس سالار کے کہنے پر کچھ لشکری گھوڑوں کو لے آئے۔ گھوڑے ایک طرف
کھڑے کر دیئے گئے۔ اس موقع پر احمد نے قرسینا کو مخاطب کیا۔

''رومیر کی بیٹی! تمہارا سارا سامان تمہیں مل گیا ہے اور تم نے اس بات کا اقرار
کیا ہے کہ ہم نے اس میں کوئی بد دیانتی نہیں کی۔ تمہارا پورے کا پورا سامان ان
خرجینوں میں موجود ہے۔ تمہارا گھوڑا اس وقت تمہارے پاس ہے۔ جو تمہارے ساتھی
ہیں ان سے کہو یہ جو سامنے گھوڑے کھڑے ہیں ان میں سے ایک ایک گھوڑے پر
بیٹھ جائیں۔ تم بھی اپنے گھوڑے پر سوار ہو اور اپنے ساتھی پاسبانوں اور لڑکیوں کو
واپس لے جا سکتی ہو۔''

یہاں تک کہنے کے بعد احمد رکا۔ اس موقع پر قرسینا عجیب سے تعجب خیز انداز
میں اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس کے اس طرح دیکھنے کے انداز کو احمد سمجھ گیا تھا

اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''رومیر کی بیٹی! تُو یہ سوچ رہی ہو گی کہ تُو نے مجھے قتل کرانے کی ٹھانی تھی،
میرا سر مانگا تھا اور آج جب تم گرفتار ہوئی ہو تو میں تمہارا سر قلم کروں گا۔ ہم اس
طرح کی انتقامی کارروائیوں کے قابل نہیں ہیں۔ یہ بھی یاد رکھنا جب کتا بھونکتا ہے تو
جواب میں بھونکا نہیں جاتا۔ اور جب گدھا لات مارتا ہے تو جواب میں لات بھی
نہیں ماری جاتی۔ اس کے علاوہ میں تم سے کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ تمہارا سامان تمہیں مل
گیا ہے، تمہارا گھوڑا بھی تمہارے پاس ہے۔ میرا خیال ہے ان چیزوں کی وجہ سے تم
نے میرا سر مانگا تھا۔ اس کے باوجود بھی آنے والے دور میں اگر تم میرے سر کی
طلب رہو گی تو پھر میرے مقابلے میں اچھے تیغ زنوں کو لے کر آنا جو تمہیں مایوس نہ
کریں۔''

احمد جب خاموش ہوا تب عجیب سی ممنونیت میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے
اپنا چند قدم اس کی طرف بڑھی پھر انتہائی سنجیدگی اور متانت کے سے انداز میں
کہنے لگی۔

''مجھے اپنے ماضی کے رویے پر ندامت ہے۔ میں غلطی پر تھی اور میں اپنی غلطی
کا آپ سے معافی مانگتی ہوں۔ میں معذرت خواہ ہوں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد قرسینا رکی، تھوڑی دیر بعد وہ پھر اسی انداز میں کہہ رہی
تھی۔

''آپ نے مجھ پر یہ جو احسان کیا ہے کبھی موقع ملا تو آپ کے اس احسان کا
بدلہ چکاؤں گی۔''

احمد مسکرایا اور کہنے لگا۔

''خاتون! میں نے تم پر کوئی احسان نہیں کیا۔ یہ گھوڑا تمہارا تھا۔ یہ جو سامان
تمہارے حوالے کیا ہے وہ بھی تمہارا ہی تھا۔ میں نے تو صرف تمہارا سامان واپس کیا
ہے۔ اس کے لئے تمہیں میرا شکریہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہارے علاقوں
کی سرحد یہاں سے بیس پچیس میل کے قریب ہے۔ اب تم اپنے گھوڑے پر سوار ہو
جاؤ اور اپنی ان ساتھی لڑکیوں اور محافظوں کو لے کر روانہ ہو جاؤ۔ میں اپنے دو راہبر
تمہارے ساتھ روانہ کرتا ہوں۔ وہ تمہیں سرحد تک پہنچا آئیں گے۔ راستے میں ان کی

وجہ سے تم سے کوئی تعرض نہیں کرے گا۔ اب تم اپنے گھوڑے پر سوار ہو جاؤ۔''

قرسینا نے ایک بار پھر تشکر آمیز انداز میں دیکھا، اپنی دونوں خرجینیں اس نے اپنے گھوڑے کی زین کے ساتھ باندھیں، رکاب میں پاؤں جما کر اپنے گھوڑے پر بیٹھی۔ پھر وہ اپنی ساتھی لڑکیوں اور پاسبانوں کے ساتھ وہاں سے روانہ ہوگئی تھی۔ احمد نے اپنے دو راہبر اس کے ساتھ کر دیئے تھے جو ان کے ساتھ شمال کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد احمد نے بھی وہاں سے اپنا پڑاؤ ختم کیا۔ اب وہ اپنے لشکر اور مدوّر سے پکڑے جانے والے مجرم قیدیوں کے ساتھ بڑی تیزی سے قرطبہ کا رخ کئے ہوئے تھا۔

لیون شہر میں جس وقت یہ خبر پہنچی کہ مسلمانوں کا ایک لشکر سمورا کے نواح میں مدوّر نام کی بستی پر حملہ آور ہوا اور وہاں سے بہت سے لوگوں کو پکڑ کر لے گیا تب لیون کا بادشاہ رومیر اور اس کی دونوں بیویاں اور بیٹے بڑے فکرمند اور پریشان ہوئے۔ اس موقع پر رومیر کوئی کارروائی کرنا چاہتا تھا کہ اس دوران قرسینا بھی اپنے پاسبانوں اور ساتھی لڑکیوں کے ساتھ لیون میں داخل ہوگئی تھی۔

جس وقت وہ قصر میں داخل ہوئی تو سب سے پہلے اس کی ماں لیسانہ اور بوراکہ نے اسے اپنے ساتھ لپٹایا، اس کے بعد اس کے باپ اور بھائیوں نے اس کی خیریت پوچھی۔ پھر اس کی ماں لیسانہ اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''آئندہ کے بعد تم ان علاقوں میں شکار کے لئے نہیں جاؤ گی۔ اس سے پہلے تمہارے ساتھ حادثہ پیش آیا۔ اس بار پھر تمہارے ساتھ حادثہ پیش آیا۔ جن لوگوں نے تمہیں گرفتار کر لیا تھا اگر تمہیں رہا نہ کرتے تو یہ سوچو ہم پر کیا گزرتی؟''

جواب میں قرسینا مطمئن انداز میں کہنے لگی۔

''فکرمندی کی ایسی کوئی بات نہیں۔ دراصل مسلمانوں کا ایک لشکر مدوّر پر حملہ آور ہوا تھا اور جو ہم نے انجمن بنائی تھی ان کے سب افراد کو انہوں نے گرفتار کر لیا۔ ہم نے بھی ان کے پاس مدوّر میں قیام کیا ہوا تھا لہٰذا ہمیں بھی پکڑ لیا گیا اور حیرت کی بات یہ کہ مسلمانوں کے جس سالار کا میں نے سر مانگا تھا، حملہ کرنے والے لشکر کا سربراہ بھی وہی تھا۔

اس کے بعد قرسینا پر جو کچھ بیتی، مزے لے لے کر بڑی تفصیل کے ساتھ اس

نے ساری داستان سنا ڈالی تھی۔

قرسینا جب خاموش ہوئی تب تعجب کا اظہار کرتے ہوئے اس کا بڑا بھائی ڈیاینو کہنے لگا۔

''اس کا مطلب ہے تمہیں تمہارا گھوڑا اور تمہارا سارا قیمتی سامان بھی مل گیا ہے۔''

اس بار قرسینا بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''بھائی! آپ کا اندازہ درست ہے ..... حیرت، تعجب اور معجزانہ بات یہ ہے کہ میرا سامان پورے کا پورا ہے۔ اس میں سنہری سکے تھے، انتہا درجہ کے قیمتی جواہرات کے علاوہ دوسرا قیمتی سامان تھا۔ ان میں سے کسی ایک چیز کو بھی نہیں چھیڑا گیا۔ سکے بھی پورے، جواہرات بھی پورے کے پورے۔ وہ مسلمان سالار اگر چاہتا تو مجھے میرا گھوڑا واپس کرنے اور میرا سارا سامان مجھے واپس دینے کا مجاز تو نہیں تھا۔''

قرسینا جب خاموش ہوئی تب رومیر کی حالت سے لگتا تھا جیسے وہ کہیں کھو گیا ہو۔ پھر بڑے متاثر کن انداز میں کہنے لگا۔

''مسلمانوں کے خلیفہ عبدالرحمٰن کا وہ سالار بھی خوب ہے۔ جہاں وہ تیغ زنی، حرب وضرب کے فنون میں لاجواب اور بے مثال ہے وہاں اس کی یہ دیانت داری بھی ضرب المثل کے طور پر کہی جا سکتی ہے۔''

اس موقع پر لیسانا نے قرسینا کا ہاتھ پکڑ لیا اور بڑے پیارے انداز میں کہنے لگی۔

''تم تھکی ہوئی ہو گی ..... میرے ساتھ آؤ۔'' اس کے ساتھ ہی وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر قصر کے اندر لے گئی تھی۔

رومیر کو امیر عبدالرحمٰن کے مقابلے میں دو بار بدترین شکستوں کا سامنا کرنا پڑا تھا اور اب اپنی ان ناکامیوں کا غصہ اس نے قشتالیہ کے حاکم گونزالیز پر نکالنے کا تہیہ کر لیا تھا۔ قشتالیہ کا علاقہ بنیادی طور پر لیون کی سلطنت کا ایک حصہ سمجھا جاتا تھا۔ وہاں کا حاکم گونزالیز تھا اور کچھ لحاظ سے وہ خود مختار حکمران کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔

رومیر نے اس کی طرف پیغام پہنچایا کہ اس سے پہلے اس نے مسلمانوں کے خلاف دو مہموں کے دوران اسے پیغام بھجوائے کہ وہ اپنا لشکر لے کر رومیر کی طرف آئے لیکن وہ نہیں آیا لیکن آخری بار اسے حکم دیا جاتا ہے کہ وہ اپنا لشکر لے کر بذات خود رومیر کی خدمت میں حاضر ہو۔

یہ پیغام بھجوانے کے بعد رومیر نے کچھ عرصہ انتظار کیا اور جب گونزالیز پھر بھی نہ آیا تب رومیر نے اس کے خلاف لشکر کشی کرنے کا ارادہ کر لیا۔

اس مقصد کے لئے رومیر ایک جرار لشکر لے کر نکلا۔ قشتالیہ پر حملہ آور ہوا۔ قشتالیہ کا حاکم بڑا عقل مند اور کسی قدر عیار آدمی بھی تھا۔ اس نے کوئی مزاحمت نہ کی اور نہ ہی رومیر کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے لشکر کو استوار کیا۔ قشتالیہ کا یہ صوبہ شمال اور وسطی اندلس کے وسیع علاقوں پر مشتمل تھا۔ پہلی صدی ہجری کے آخر میں یعنی آٹھویں صدی عیسوی کے شروع میں جس وقت مسلمانوں نے تھوڑا سا حصہ چھوڑ کر سارے اندلس کو فتح کر لیا تھا تو پسپا شدہ عیسائی سرداروں نے اندلس کے شمال میں اشتولاس کے علاقے کو اپنا مستقر بنا لیا جہاں انہوں نے اسلامی فتح کے بعد سو برس کے اندر ہی اپنی حکومت کی بنیاد ڈالی جس کو تقریباً چار سو برس میں یعنی دوسری صدی ہجری سے لے کر پانچویں صدی ہجری تک اتنی ترقی ہوئی کہ شمالی اور وسطی اندلس میں

ایک وسیع عیسوی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے جس کا نام انہوں نے کیسٹیلا رکھا تھا۔

کیسل کے معنی قلعے کے ہیں اور اسی کیسل سے کیسٹیلا بنا۔ عیسائی اپنی حکومت قائم کرنے کے زمانے میں جس وقت اپنے علاقوں سے نکل کر مسلمانوں کی کمزوری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اندلس کے اسلامی مقبوضات کی طرف قدم اٹھاتے اور کسی علاقے پر قبضہ کر لیتے تو اس کی سرحد پر قلعے بنا دیتے تاکہ مسلمانوں کے حملوں سے محفوظ رہیں۔ انہی قلعوں کی وجہ سے ملک کے ان حصوں کو کیسل کی جگہ کیسٹیلا بنا دیا گیا اور بعد میں منتقل ہو کر قشتالیہ کہلانے لگا۔

جہاں تک اس صوبے کا محل وقوع تھا تو اس کے شمال میں نبرہ کی عیسائی سلطنت، مشرق میں ارغون کا علاقہ، جنوب میں اسلامی سلطنت اور مغرب کی طرف لیون کی سلطنت کے علاوہ مسلمانوں کے کچھ علاقے بھی تھے۔

دو کوہستانی سلسلے اس پورے علاقے کو دو حصوں میں تقسیم کرتے تھے۔ ایک کو سلسلہ قدیم اور دوسرے کو قشتالیہ جدید کا نام دیا گیا تھا۔ ان علاقوں کے اندر تین بڑے دریا بہتے تھے۔ ایک دریائے آنہ، دوسرا دریائے دویرہ اور تیسرا دریائے تاجہ۔ ان حصوں میں بارش زیادہ ہوتی تھی وہاں زمین کی پیداوار بھی خوب تھی لیکن بعض علاقے خشک بھی تھے اور اکثر خشک سالی کی مصیبت میں مبتلا رہتے تھے لیکن جن دنوں یہ علاقے مسلمانوں کے تحت تھے تو مسلمانوں نے خشک علاقوں کی آب پاشی کے لئے بہترین مصنوعی انتظام قائم کیا ہوا تھا۔ قشتالیہ کے ان علاقوں کا مرکزی شہر برغوش تھا۔ بہرحال رومیر بغیر کسی مزاحمت کے اپنے لشکر کے ساتھ برغوش شہر میں داخل ہوا گونزالیز کو اس نے گرفتار کر لیا اور اس کی ملکہ انفنطا وقتی طور پر روپوش ہو گئی تھی۔ رومیر نے اپنے لشکر کے ساتھ چند یوم تک برغوش شہر میں قیام کیا اس کے بعد اس علاقے سے واپسی کا سفر اختیار کیا اور گونزالیز کو گرفتار کر کے اپنے ساتھ لے گیا

گونزالیز جب ایک طرح سے نبرہ کی عیسائی سلطنت کا داماد تھا لیکن چونکہ نبرہ کی ملکہ انفنطا بھاگ کر نبرہ سے نکلی تھی لہٰذا نبرہ کا بادشاہ اور ملکہ تھیوڈورہ دونوں ہی اب گونزالیز اور اپنی بیٹی انفنطا کو کوئی اہمیت نہیں دے رہے تھے۔

گونزالینر کے گرفتار ہونے پر ملکہ تھیوڈورہ اور نبرہ کے بادشاہ نے کسی ردِعمل کا اظہار نہ کیا جبکہ رومیر نے لیون پہنچ کر گونزالینر کو زندان میں ڈال دیا تھا۔ نبرہ کی ملکہ اور بادشاہ اس لئے بھی خاموش رہے کہ رومیر بھی ان کا داماد تھا۔ رومیر کی بیوی یورا کہ انفنطا کی بہن اور تھیوڈورہ کی بیٹی تھی۔

گونزالینر کی بیوی اور قشتالیہ کی ملکہ انفنطا جہاں حد درجہ کی خوبصورت تھی وہاں کمال درجہ کی عجیب وغریب خاتون بھی تھی۔ جب رومیر اس کے شوہر گونزالینر کو گرفتار کر کے لے گیا تو سب سے پہلے تو اس نے قشتالیہ کے صوبے کا دورہ کیا اور عوام کو رومیر کے خلاف اکسایا جس کے نتیجے میں ہر روز رومیر کے خلاف قشتالیہ کے صوبے میں اجتماع ہونے لگے۔ اسی دوران انفنطا نے ایک بہت بڑا قدم اٹھایا۔

بھیس بدل کر انفنطا قشتالیہ سے نکل کر رومیر کی سلطنت کے مرکزی شہر لیون میں داخل ہوئی۔ زندان کے داروغہ اور دوسرے اراکین کو اس نے بھاری نقدی سے نوازا۔ زندان میں داخل ہوئی۔ زندان کے جس کمرے میں گونزالینر کو رکھا گیا تھا وہ کمرہ اس نے کھلوایا۔ کافی دیر تک اپنے شوہر گونزالینر کے ساتھ مل کر اس سے رازدارانہ گفتگو کرتی رہی جس کے نتیجے میں گونزالینر شاید اپنی بیوی انفنطا کی تجویز ماننے پر تیار ہو گیا۔ جو لباس انفنطا نے پہنا ہوا تھا۔ زندان کے اس کمرے میں وہ لباس گونزالینر نے پہن لیا اور جو لباس گونزالینر کا تھا وہ انفنطا نے زیب تن کر لیا اور گونزالینر کی جگہ انفنطا ایک قیدی کی حیثیت سے زندان کے اس کمرے میں بند ہو کر بیٹھ گئی جبکہ گونزالینر انفنطا کے لباس میں زندان سے نکلا۔ زندان کے داروغہ نے اسے وہ گھوڑا مہیا کیا جس پر بیٹھ کر انفنطا آئی تھی۔ لہٰذا اس گھوڑے پر بیٹھ کر گونزالینر واپس قشتالیہ چلا گیا۔ اس کے وہاں پہنچنے سے قشتالیہ میں ہر طرف ہنگامہ خیزی اٹھ کھڑی ہوئی۔ لوگ رومیر کے خلاف اپنی رائے کا اظہار کرنے لگے اور ان کا صرف ایک ہی نعرہ تھا کہ وہ قشتالیہ کا حاکم صرف گونزالینر کو قبول کرنے کے لئے تیار ہیں۔

رومیر نے جب یہ صورت حال دیکھی تب اس نے ارادہ کیا کہ اس سلسلے میں زندان میں گونزالینر سے بات کرنی چاہئے۔ جب وہ زندان میں پہنچا اور حکم دیا کہ گونزالینر کو نکال کر اس کے سامنے لایا جائے تب زندان کے کمرے سے قیدی رومیر کے سامنے لایا گیا تو یہ دیکھ کر رومیر دنگ رہ گیا کہ وہ گونزالینر نہیں تھا بلکہ ا

کی ملکہ انفنطا تھی۔

رومیر نے جب یہ صورت دیکھی تو بڑا پریشان ہوا۔ دوسری طرف کیونکہ قشتالیہ میں بھی اس کے خلاف ہنگامے اٹھ کھڑے ہوئے تھے لہٰذا مجبوراً رومیر نے انفنطا کو بھی رہا کر دیا۔ اس طرح انفنطا اپنے شوہر کے لئے قربانی دے کر واپس اپنی سلطنت میں پہنچ گئی۔ رومیر انفنطا کے خلاف کوئی تادیبی کارروائی بھی نہ کر سکا۔ اس لئے کہ وہ اس کی بیوی یورا کہ کی بہن تھی۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ انفنطا نام کی اس خاتون نے اپنے شوہر گونزالینر کے لئے دو بار قربانی دی۔ ایک بار اس وقت جب اس کی شادی نہیں ہوئی تھی اور گونزالینر اس کا رشتہ مانگنے کے لئے نبرہ پہنچا تھا اور رشتہ مانگنے کے جواب میں اسے زندان میں ڈال دیا گیا تھا اور انفنطا نے اسے وہاں سے نکالا اور اس کے ساتھ ہی بھاگ کر قشتالیہ چلی گئی تھی۔ اور دوسری بار رومیر نے جب گونزالینر کو گرفتار کیا تب بھی انفنطا نے اس کے لئے قربانی دی اور اس کو زندان سے رہائی دلانے کا باعث بنی۔



اندلس میں جب افریقہ کی فاطمی حکومت کے سربراہ عبیداللہ مہدی کو خبر ہوئی کہ ان کی جاسوسی کا سارا نظام اندلس میں ناکام کر دیا گیا ہے، ابنِ حوقل اور ابنِ مسّرہ وہاں سے نکل گئے ہیں اور یہ کہ باقی لوگوں کو گرفتار کر کے عبدالرحمٰن نے زندان میں ڈال دیا ہے اور کچھ کے سر بھی قلم کر دیئے گئے ہیں تب عبیداللہ افریقہ میں انتقام پر تل آیا۔

افریقہ کے علاقے مراکش میں ان دنوں اسلامی مملکت تھی اس کا نام نکور تھا اور اس کا مرکزی شہر بھی نکور ہی تھا۔ وہاں کا حکمران ان دنوں ایک شخص سعید ثانی تھا۔ سعید ثانی کا تعلق عربوں کے ایک قبیلے سے تھا اور عربوں کا یہ قبیلہ ایک عرصے سے نکور پر حکمرانی کر رہا تھا۔ عبیداللہ مہدی کا کیونکہ ان لوگوں سے عقیدے اور مسلک کا اختلاف تھا لہٰذا اس نے نکور پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کر لیا۔ اس کے علاوہ نکور کا حکمران سعید ثانی اندلس کے حکمران امیر عبدالرحمٰن الثالث کا حمایتی بھی تھا اور اس پر

حملہ آور ہونے کے لئے عبیداللہ مہدی کے پاس یہ وجہ بھی تھی کہ وہ عبدالرحمٰن کی حمایت کرتا تھا۔

نکور پر حملہ آور ہونے سے پہلے عبیداللہ مہدی نے ایک خط سعید ثانی کے نام لکھا۔ اس خط کا مضمون بڑا سخت تھا اور اس خط میں اسماعیلی حکمران عبیداللہ مہدی نے اپنی حکومت کے ملک الشعراء کے چند اشعار بھی لکھے تھے۔ جن اشعار کا ترجمہ کچھ اس طرح تھا۔

''اگر اہلِ نکور نے ہماری اطاعت قبول نہ کی تو وہ بالکل غارت اور تباہ و برباد کر دیئے جائیں گے۔ لیکن اگر وہ مطیع ہو گئے، ہماری اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کر لی تو پھر عدل و انصاف ان کے ملک میں قائم ہو جائے گا۔''

یہ خط جب نکور کی اسلامی مملکت کے حکمران سعید ثانی کے پاس پہنچا تو اس نے بڑے تحمل کے ساتھ وہ خط پڑھا۔ اتفاق سے اس وقت نکور کی مملکت کا سب سے بڑا شاعر بھی دربار کے اندر موجود تھا۔ عبیداللہ مہدی کا خط پڑھنے کے بعد نکور کے حکمران سعید ثانی نے وہ خط اپنی مملکت کے ملک الشعراء کو دکھایا۔ وہ خط پڑھنے کے بعد مملکت کا جو ملک الشعراء تھا اس نے عبیداللہ مہدی کے ان اشعار کے جواب میں جو اس نے اپنے پیغام میں لکھے تھے چند اشعار کہے۔ سعید ثانی کے ملک الشعراء کے وہ اشعار بڑے عبرت خیز تھے جن کا مطلب کچھ اس طرح تھا۔

''کعبہ کے رب کی قسم تُو جھوٹ بولتا ہے۔ تُو جانتا ہی نہیں ہے عدل و انصاف کسے کہتے ہیں۔ تیری ذات کی ابتداء سے لے کر تمہارے پیغام بھیجنے تک نیکی، راستی اور خیر کا کبھی کوئی کلمہ تیری زبان سے نکلا ہی نہیں۔ تُو مکار ہے اور کافر ہے۔ تیری ہدایت اور تلقین بے وقوفوں کے لئے ہے۔ شریعت جس کے محکوم ہمارے تمام احوال ہونے چاہئیں اسے تُو نے توڑ دیا ہے۔ تُو شریعت کا منکر ہے۔ ہماری خواہشوں میں جو چیز سب سے اعلیٰ ارفع اور افضل ہے وہ میرے نبی اکرم (ﷺ) کا دین ہے ..... مگر تیرا حال انہی چیزوں پر جما ہوا ہے جو قبیح اور مذموم ہیں۔''

سعید ثانی کی طرف سے جب ان اشعار سمیت پیغام عبیداللہ مہدی کو ملا تو اشعار پڑھ کر بڑا برافروختہ ہوا۔ غصے کے عالم میں اس نے اپنی مملکت کے شہر تاہرت میں جو حاکم تھا جس کا نام مصالمہ تھا اسے پیغام بھیجا کہ تمہارے پاس جو بہت بڑا لشکر

ہے ایک لشکر میں تمہاری مدد کے لئے بھیج رہا ہوں۔ دونوں لشکروں کو مجتمع کر کے پوری طاقت اور قوت کے ساتھ نکور کی اسلامی مملکت پر حملہ آور ہو جاؤ اور اسے اپنی مملکت میں شامل کر لو۔''

عبیداللہ کا یہ پیغام ملتے ہی تاہرت کا حاکم مصالمہ حرکت میں آیا۔ اپنا لشکر لے کر نکور کی طرف بڑھا۔ نکور کی سلطنت کا مرکزی شہر بھی نکور ہی تھا۔ اب سعید ثانی کے لئے اس وقت دو بڑی دشواریاں تھیں۔ ایک تو وہ خود بوڑھا ہو چکا تھا دوسرے اس سے پہلے کبھی ان کا کسی کے ساتھ لڑائی جھگڑا ہوا ہی نہیں تھا نہ وہ کسی سے جنگ کرتے تھے۔ اس بناء پر انہوں نے اپنے مرکزی شہر نکور کے گرد شہر پناہ ہی نہ بنائی ہوئی تھی۔

لہٰذا عبیداللہ کے سالار مصالمہ کو موقع مل گیا اور وہ لشکر لے کر نکور پر چڑھ دوڑا۔ سعید اس کا مقابلہ نہ کر سکا۔ نکور پر مصالمہ نے قبضہ کر لیا اور سعید ثانی مارا گیا۔ سعید کے تین بیٹے تھے۔ تینوں بھاگ کر اندلس کی طرف چلے گئے۔ سعید کے مارے جانے پر تاہرت کے حاکم مصالمہ نے نکور شہر میں داخل ہو کر شہر کے مردوں کو قتل کیا، عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر کے لونڈی اور غلام بنا لیا۔ اس طرح عبیداللہ مہدی نے اپنے سالار مصالمہ کے ہاتھوں نکور کی اسلامی مملکت میں وہ مظالم ڈھائے جن سے متعلق سوچا بھی نہیں جا سکتا۔

نکور کے حاکم سعید ثانی کے تینوں بیٹے انتہائی کسمپرسی کی حالت میں اندلس پہنچے اور مالقہ شہر میں انہوں نے قیام کیا۔ عبدالرحمٰن الثالث کو جب خبر ہوئی کہ افریقہ کے فاطمی حکمران نے نکور کی اسلامی مملکت پر حملہ آور ہو کر اسے تاخت و تاراج کیا ہے اور یہ کہ وہاں کے حاکم سعید ثانی کے تینوں بیٹے وہاں سے بھاگ کر مالقہ شہر میں آ گئے ہیں تب عبدالرحمٰن نے تیز رفتار قاصد مالقہ شہر میں سعید کے بیٹوں کے پاس بھجوائے اور انہیں پیشکش کی کہ اگر وہ مالقہ میں قیام کرنا چاہتے ہیں تو وہیں ان کے قیام کا بہترین انتظام کیا جائے گا اور اگر وہ میرے پاس قرطبہ آنا چاہتے ہیں تو تشریف لائیں، ان کی حیثیت قرطبہ میں صاحبِ عزت اور صاحبِ قدر مہمانوں کی سی ہو گی۔

سعید ثانی کے بیٹے صالح نے عبدالرحمٰن الثالث کی طرف پیغام بھجوایا کہ آپ

نے جو ہماری احوال پرسی کی ہے اس کے لئے ہم تہہ دل سے شکر گزار ہیں سین
اندلس میں قیام نہیں کرنا چاہتے۔ عبیداللہ کے سالار مصالمہ نے نکور کی اسلامی مملکت
تاخت و تاراج کیا ہے اور مظالم ڈھاتے ہوئے لوگوں کا قتلِ عام کیا ہے۔ بس ہم
اس سے انتقام لیتے ہوئے اپنی مملکت سے نکال باہر کرنا چاہتے ہیں۔ اس سلسلے میں
آپ ہماری مدد کریں۔

امیر عبدالرحمٰن الثالث فوراً نکور کی اسلامی مملکت کے مرحوم حکمران سعید ثانی کے
بیٹے صالح کی مدد پر آمادہ ہو گیا۔ عبدالرحمٰن نے ایک بحری بیڑہ تیار کیا۔ ایک لشکر ا
بن یعلیٰ کے حوالے کیا اور احمد بن یعلیٰ کے ساتھ صالح اور اس کے دونوں بھائیوں ا
افریقہ میں اپنی مملکت کی بحالی کے لئے روانہ کر دیا گیا تھا۔

احمد بن یعلیٰ بحری بیڑے میں اپنے لشکر کے ساتھ صالح اور اس کے دونوں
بھائیوں کی رہنمائی میں افریقہ کی بندرگاہ سبتہ پہنچا۔ سبتہ میں اس وقت عبیداللہ مہد
کی طرف سے کوئی حفاظت کا اہتمام نہیں تھا لہٰذا احمد اپنے لشکر کے ساتھ بڑی آسا
سے سبتہ پر قابض ہو گیا تھا اور وہاں اس نے اپنی طاقت اور قوت کو مستحکم کرنا شرو
کر دیا تھا۔

ایک روز احمد بن یعلیٰ اپنے کچھ سالاروں کے ساتھ اپنے خیمے سے باہر کھلی
میں زمین کی ننگی پیٹھ پر بیٹھا ہوا تھا کہ مرحوم سعید ثانی کا بیٹا صالح اور اس کے دو
بھائی وہاں آئے۔ ان کی آمد پر احمد بن یعلیٰ نے اپنی جگہ پر کھڑے ہو کر ا
استقبال کیا۔ دوسرے سالار بھی کھڑے ہو گئے تھے۔ تینوں بھائی احمد کے دائیں با
پہلو میں بیٹھ گئے۔ اس کے بعد گفتگو کا آغاز احمد نے کیا تھا۔ صالح کی طرف د
ہوئے کہنے لگا۔

''صالح میرے بھائی! میں افریقہ میں آنے کے بعد بے کار نہیں بیٹھنا چا
میں جانتا ہوں امیر عبدالرحمٰن کی آنکھیں اس وقت میری کارگزاریوں کی منتظر
گی۔ میں انہیں مایوس نہیں کروں گا۔ میں فی الفور دشمن کے خلاف حرکت میں آنا
ہوں اور نکور کی اسلامی مملکت کو بحال کر کے اس مملکت کا تمہیں حاکم بنا کر
اندلس لوٹ جانا چاہتا ہوں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد احمد رکا پھر دوبارہ صالح کی طرف دیکھتے ہوئے

لگا۔

''دشمن کے خلاف حرکت میں آنے سے پہلے میں یہاں کے حالات سے
واقفیت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ صالح میرے بھائی! پہلے یہ کہو یہاں بڑے بڑے
بربر قبائل کون سے ہیں اور ان کا کس طرف رجحان ہے؟''

احمد بن یعلیٰ جب خاموش ہوا تب صالح نے لمحہ بھر کے لئے اس کی طرف
دیکھا پھر کہنے لگا۔

''بربر قبیلوں میں سب سے بڑا قبیلہ کتامہ ہے۔ کتامہ نام کا یہ قبیلہ فاطمی حکمران
عبیداللہ مہدی کا نہ صرف حمایتی بلکہ اس کا سرپرست ہے۔ اس لئے کہ کتامہ نام کے
اس قبیلے کو عبیداللہ مہدی نے اپنا ہم عقیدہ بنا لیا ہے لہٰذا یہ قبیلہ تو مکمل طور پر عبیداللہ
مہدی کا حمایتی اور مددگار ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد صالح رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ
رہا تھا۔

''بنو کتامہ کے بعد افریقہ میں بربروں کا دوسرا بڑا قبیلہ مکناسیہ ہے۔ اس قبیلے
کا سردار ابنِ ابی عافیہ ہے۔ آج کل عبیداللہ مہدی اس قبیلے پر ڈورے ڈال رہا
ہے۔ وہ اس قبیلے کی طاقت سے واقف ہے۔ وہ چاہتا ہے بنو کتامہ کے علاوہ
مکناسیہ قبیلہ بھی اس کے ساتھ ہو جائے گا تو افریقہ میں اس کی طاقت اور قوت
ناقابلِ تسخیر ہو جائے گی۔ جہاں تک عقیدے کا تعلق ہے تو قبیلہ مکناسیہ اور اس کا
سردار ابنِ ابی عافیہ عبیداللہ مہدی کے عقیدے کو اچھا نہیں سمجھتے۔ عقیدے اور مسلک
کے لحاظ سے اس کے مخالف ہیں لیکن اس وقت افریقہ میں کیونکہ عبیداللہ مہدی کی
طاقت اور قوت ہے لہٰذا اگر ابنِ ابی عافیہ سے رابطہ قائم کر کے اسے عبیداللہ مہدی
کی طرف سے حفاظت کی ضمانت نہ دی تو اندیشہ ہے کہ ڈرا دھمکا کر عبیداللہ مہدی
ابنِ ابی عافیہ کو اپنا اطاعت گزار بناتے ہوئے اس کے قبیلے مکناسیہ کو بھی اپنا ہم نوا
بنا لے گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد صالح رکا پھر کہنے لگا۔

''افریقہ میں بربروں کا تیسرا طاقتور قبیلہ بنو مغرادہ ہے۔ اس کے سردار کا نام محمد
بن خزیہ ہے۔ محمد بن خزیہ انتہا درجہ کا دیانت دار، انتہا درجہ کا مذہب پسند انسان ہے۔

جہاں تک قبیلہ مکناسیہ کے سردار ابنِ عافیہ کا تعلق ہے تو مذہب کے لحاظ سے وہ بھی شرع کا انتہا درجہ کا پابند ہے۔ مذہبی نقطہ نگاہ سے ابنِ ابی عافیہ عبیداللہ مہدی کا بالکل الٹ ہے۔ چونکہ قبیلہ مکناسیہ کی سرحدیں قبیلہ کتامہ سے ملتی ہیں لہٰذا طاقت اور رعب کے گھمنڈ میں عبیداللہ مہدی کسی بھی وقت اسے اپنے ساتھ ملا سکتا ہے۔

لیکن قبیلہ مغرادہ ذرا ہٹ کر ہے۔ اس کے علاوہ قبیلہ مغرادہ کا علاقہ عجیب اور غریب ہے۔ کہیں ریت کے ٹیلے ہیں، کہیں گھنے جنگل ہیں جہاں بوقت ضرورت محمد بن خزیہ حملہ آوروں سے چھاپہ مار جنگ کی ابتداء کر کے اپنی حفاظت کا انتظام خوب کر سکتا ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد صالح جب خاموش ہوا تب احمد بن یعلیٰ تھوڑی دیر تک خاموش رہا، گردن جھکائے رکھی، کچھ سوچتا رہا پھر اس نے آہستہ آہستہ گردن سیدھی کی، صالح کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''صالح میرے بھائی! کیا تم میرا ایک کام کر سکتے ہو؟''

احمد بن یعلیٰ کے ان الفاظ پر صالح بیچارہ رو دینے والا ہو گیا تھا۔ وہ اکھڑتی، بکھرتی، کپکپاتی آواز میں کہنے لگا۔

''امیر ابنِ یعلیٰ! آپ کس قسم کی گفتگو کرتے ہیں؟ خدا کے لئے میرے ساتھ یہ الفاظ نہ ادا کریں۔ آپ کا کوئی کام کرنا تو بہت دور کی بات۔ میں صالح اپنے بھائیوں اور اپنے ہمنواؤں کے ساتھ آپ کے لئے جان بھی قربان کرنے کے لئے تیار ہوں۔ آپ حکم دیں مجھے کیا کرنا ہے اور پھر دیکھیں میں کیسے حرکت میں آتا ہوں۔''

احمد نے ہونٹوں پر زبان پھیری پھر صالح کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''صالح میرے بھائی! کچھ تیز رفتار مقامی قاصد محمد بن خزیہ اور ابنِ ابی عافیہ کی طرف روانہ کرو۔ انہیں امیر عبدالرحمٰن الثالث کا حوالہ دیتے ہوئے میرا بھی ذکر کرو اور ان سے ایک طرح سے گزارش کرو کہ میں ان سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ اگر وہ میرے پاس یہاں آ جائیں تو ان کا آنا میرے لئے بہت بڑی سعادت بن جائے گا اور اگر وہ یہاں آنا اپنے لئے کسرِ شان خیال کریں تو پھر میرے لئے حکم جاری کریں کہ ان سے ملاقات کرنے کے لئے مجھے کہاں پہنچنا چاہئے؟ بس میرا یہی پیغام ان

تک بھجواؤ اور پھر دیکھنا میں اس عبید اللہ مہدی اور اس کے ناقابلِ تسخیر سالار مصالمہ کے خلاف کیسے حرکت میں آتا ہوں۔''

صالح کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی، بڑے پیارے انداز میں اس نے اپنا ہاتھ احمد بن یعلیٰ کے کندھے پر رکھا پھر جست لگا کر اٹھا اور بڑی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''اگر آپ یہاں کے حالات درست کرنے کے لئے بے چین ہیں اور وقت ضائع نہیں کرنا چاہتے تو پھر میں بھی فی الفور قاصد ابنِ ابی عافیہ اور محمد بن خزیہ کی طرف روانہ کرتا ہوں اور پھر دیکھتا ہوں وہ کیسے ردِعمل کا اظہار کرتے ہیں۔''

اس کے ساتھ ہی صالح اپنے دونوں بھائیوں کے ساتھ وہاں سے چلا گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے کچھ قاصد قبیلہ مغرادہ کے سردار محمد بن خزیہ اور بنو مکناسیہ کے سردار ابنِ ابی عافیہ کی طرف روانہ کر دیئے تھے۔

احمد بن یعلیٰ کو زیادہ دن انتظار نہ کرنا پڑا تھا۔ اس لئے کہ ایک روز جب وہ عصر کی نماز سے فارغ ہوا تو صالح تقریباً بھاگتا ہوا اس کے پاس آیا اور بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''امیر! میں آپ کے لئے ایک بہت اچھی خبر لے کر آیا ہوں اور وہ یہ کہ بنو مغرادہ کا سردار محمد بن خزیہ اور بنو مکناسیہ کا سردار ابنِ ابی عافیہ دونوں اپنے اپنے لشکر لے کر یہاں پہنچ گئے ہیں۔ دونوں ہی آپ سے ملاقات کرنے کے خواہش مند ہیں۔ اگر آپ کہیں تو میں انہیں لے کر آؤں؟''

یہ خبر سن کر احمد بے حد خوش ہو گیا۔ صالح کو گلے لگا کر اس کی پیشانی چومی پھر کہنے لگا۔

''میں اپنے خیمے کی طرف جاتا ہوں ..... وہاں اپنے کچھ چھوٹے سالاروں کو بھی جمع کر لیتا ہوں۔ باہر کھلے میدانوں میں دونوں سرداروں سے ملنا، ان کی سرداری کی میں اہانت خیال کرتا ہوں۔ انہیں میرے خیمے میں لے کر آؤ تاکہ میں وہاں ان کی عزت افزائی کروں۔''

کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ صالح بنو مغرادہ اور بنو مکناسیہ کے دونوں سرداروں محمد بن خزیہ اور ابنِ ابی عافیہ کے ساتھ احمد بن یعلیٰ کے خیمے میں داخل ہوا۔ ان تینوں

کو دیکھتے ہی احمد اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے اس کے چھوٹے سالار بھی اپنی نشستوں پر کھڑے ہو گئے تھے۔ پھر احمد انتہائی عقیدت اور ارادت مندی میں مسکراتے ہوئے آگے بڑھا۔ باری باری جھک کر اس نے محمد بن خزیہ اور ابنِ ابی عافیہ سے مصافحہ کیا، دونوں کے ہاتھوں کو چوما پھر انتہائی انکساری اور عاجزی میں انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''بصیرتیں اندھی اور امیدیں باطل کرنے والوں کے خلاف جس طرح آپ دونوں بھائی نعرہ آوازِ حق اور آرزوؤں کی کرنوں کی طرح میرے پاس آئے ہیں اس کے لئے میں آپ کا انتہا درجہ کا ممنون اور شکر گزار ہوں ..... اگر آپ دونوں نے ساتھ دیا تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں دشمن کے حسد اور گھمنڈ بھرے کی شکست اور ہزیمت سے داغ دار کر دوں گا۔ اگر آپ دونوں میرا ساتھ دیں ہنگامہ نورِ سحر کی طرح میں دشمن کے خلاف معرکہ بود و نابود کی ابتداء کر کے دارالعمل سے دارالبقا کی طرف کوچ کرنے پر مجبور کر دوں گا۔''

احمد کی اس گفتگو سے محمد بن خزیہ اور ابنِ ابی عافیہ بے حد متاثر ہوئے۔ دونوں نے عجیب سے انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ اس موقع پر دونوں کی آنکھ میں نمی تھی۔ پھر ابن ابی عافیہ آگے بڑھا، اس کی طرف دیکھتے ہوئے محمد بن خزیہ آگے بڑھ چکا تھا۔ پھر دونوں ایک دم آگے بڑھ کر جھکے اور احمد بن یعلیٰ کے پکڑتے ہوئے کہنے لگے۔

''امیر! خدا کے لئے آپ یہ نہ کہیں کہ ہم نے یہاں آ کر آپ پر احسان ہے ..... اور اس کے لئے آپ کو ہمارا ممنون اور شکر گزار ہونا چاہئے۔ خدا کے لئے پر صرف یہ واضح کیجئے کہ ہم نے دین کے دشمنوں کے خلاف کس انداز میں میں آنا ہے؟''

احمد بن یعلیٰ نے پہلے ان دونوں کو نشستوں پر بیٹھنے کے لئے کہا۔ جب بیٹھ گئے تب احمد خود بھی ایک نشست پر ہو بیٹھا پھر ان دونوں کی طرف دیکھتے کہنے لگا۔

''ابنِ ابی عافیہ! سب سے پہلے تو میں آپ سے مخاطب ہوں گا کہ مجھے تھا کہ عبیداللہ مہدی آپ کو دھمکیاں دینے لگا تھا۔ آپ کی طرف گھور کر دیکھا

گے خلاف اس کا ساتھ دیں۔ میں سب سے پہلے تو آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے خطرات کو نظر انداز کرتے ہوئے یہاں میرے پاس آنے کی زحمت کی۔ اس کے علاوہ میں تم دونوں کا بھی شکر گزار ہوں کہ بڑے بڑے قبائل کے سردار ہونے کے باوجود تم دونوں میرے پاس آئے۔ حالانکہ تم اس کام میں میرے مددگار بننے کے لئے اپنے پاس بھی طلب کر سکتے تھے۔ قسم خداوندِ قدوس کی اگر تم دونوں مجھے طلب کرتے تو میں ضرور تم دونوں کی خدمت میں حاضر ہوتا۔''

اس موقع پر انتہائی پسی کچلی آواز اور نم ناک آنکھوں سے محمد بن خزیہ کہنے لگا۔

''امیر! خدا کے لئے ایسی گفتگو نہ کیجئے۔ میں اور ابنِ ابی عافیہ آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ دشمنوں کے خلاف حرکت میں آتے ہوئے جہاں آپ اپنا پاؤں رکھیں گے وہاں ہم اپنا ہاتھ رکھنے کے لئے تیار ہیں۔ بس آپ نے ہماری یہ رہنمائی کرنی ہے کہ دشمن کو ہم نے رگیدنا کیسے ہے۔''

محمد بن خزیہ جب خاموش ہوا تب گفتگو کا آغاز پھر احمد نے کیا۔ ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''میں عبیداللہ مہدی اور اس کے ناقابل تسخیر کہے جانے والے سالار مصالمہ کے خلاف حرکت میں آنے کے لئے تاخیر سے کام نہیں لینا چاہتا۔ میں جانتا ہوں آپ دونوں لمبا سفر طے کر کے آئے ہیں اس لئے آپ دونوں اپنے لشکر کے ساتھ آرام کریں۔ کل صبح ہی ہم اپنے کام کی ابتداء کریں گے۔ پھر اس سے پہلے میں ایک اور گزارش بھی کر دوں کہ آپ نے یہ تو بہت اچھا قدم اٹھایا کہ دونوں اپنے اپنے لشکروں کو اپنے ساتھ لے کر آ گئے ہیں۔ اب ہم ایک متحدہ قوت کی صورت میں عبیداللہ مہدی اور مصالمہ کے خلاف حرکت میں آئیں گے۔ آپ دونوں مل کر فیصلہ کر لیں کہ آپ دونوں میں سے کون اس متحدہ لشکر کا سالارِ اعلیٰ ہو گا۔ جہاں تک میرا تعلق ہے تو میں آپ دونوں میں سے کسی کے تحت بھی ایک عام لشکری کی حیثیت سے کام کرنے کے لئے تیار ہوں۔''

اس بار ابنِ ابی عافیہ بڑی عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''امیر! خدا کے لئے ایسی باتیں نہ کیجئے ..... ہم دونوں میں سے کوئی بھی لشکر کی

کمانداری کرنے کے قابل ہے نہ ہی اس کے لئے تیار ہے۔ اور ہم آپ پر
انکشاف کریں کہ اندلس میں آپ حرب وضرب، اندوہناک سایوں میں ہماری
جنگ کا وسیع تجربہ رکھتے ہیں۔ آپ جوان عزم اور پُرہمت ہیں۔ امیر! ہم آپ کو
بھی یقین دلاتے ہیں کہ تاروں بھری رات میں آبشاروں کی آوازوں جیسی آپ
شجاعت اور جرأت مندی کی داستانیں اندلس کے میدانوں سے نکل کر افریقہ میں
پہنچ چکی ہیں اور افریقہ میں آپ کا نام کسی کے لئے بھی نا آشنا نہیں ہے۔ احمد
یعلیٰ کو یہاں کے سب لوگ جانتے ہیں۔ لوگ یہ بھی جانتے ہیں کہ طلیطلہ کے
کھلے میدانوں میں کس طرح احمد بن یعلیٰ نے لیون کی مملکت کے تین بڑے تیغ زن
کو انفرادی مقابلے میں زیر اور نابود کیا۔ افریقہ کے لوگ یہ بھی جانتے ہیں کہ بطلیوس
کو فتح کرنے میں یعلیٰ کے بیٹے احمد نے کیسے کارہائے سرانجام دیئے۔ امیر!
افریقہ کی سرزمین میں بھی متحدہ لشکروں کے سالارِ اعلیٰ آپ ہوں گے جبکہ میں
میرا بھائی محمد بن خزیہ دونوں آپ کے ماتحت لشکریوں کی طرح آپ کے ساتھ
کریں گے۔ امیر! ہم آپ کو یہ بھی یقین دلائیں کہ افریقہ کے اُجڑے ہوئے
گھروندوں میں آپ کی ذات ایک سحر خیز مجاہد اور انہی سرزمینوں کے تجنس
فریب میں آپ کی حیثیت ہمارے لئے ایک مہربان سایہ دار بادل کی سی ہوگی۔
اور محمد بن خزیہ دونوں آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم دونوں زندگی کو تلخ بنانے والے
کے خلاف ظلم کے اندھیروں، ستم کے کہساروں میں گونجتی اذانِ سحر اور مسلم قوم
دردمندوں کی طرح آپ کے شانہ بشانہ کام کریں گے۔ اب مزید کہیں ہمارے
کیا حکم ہے؟''

ابنِ ابی عافیہ کے ان الفاظ سے کچھ دیر تک احمد لطف اندوز ہوتا رہا، مسکرا
پھر کہنے لگا۔

''اگر تم دونوں بھائیوں کے یہ عزائم ہیں تو خداوند قدوس نے چاہا تو
سرزمینوں میں عبیداللہ مہدی کے دستِ راست مصالمہ کے دن گنے جا چکے ہیں
اس پر ایسی ضرب لگائیں گے کہ اس سے پہلے اس نے کسی ایسی ضرب کی
چکھی ہوگی۔ آپ دونوں اپنے اپنے علاقوں سے خاصا لمبا سفر طے کر کے آئے
پہلے میرے ساتھ چلیں، آپ دونوں کی خیمہ گاہ کا جائزہ لیتے ہیں، لشکریوں کے

آرام کا اہتمام کرتے ہیں اس کے بعد کھانا تیار کرنے کا حکم دیا جائے گا۔ اگلے
خداوند نے چاہا تو دشمن پر ضرب لگانے کے لئے یہاں سے کوچ کریں گے۔

صالح کے علاوہ ابن ابی عافیہ اور محمد بن خزیہ نے احمد بن یعلیٰ کے ان الفاظ
اتفاق کیا تھا۔ پھر سب خیمے سے نکل کر محمد بن خزیہ اور ابنِ ابی عافیہ کی لشکر گاہ کی
لیے ہو لئے تھے۔

لیون شہر کے قصر میں ایک روز رومیر، اس کی دونوں بیویاں، یوراکہ اور لیسانہ بیٹی قرسینا، دونوں بیٹے اورڈینو اور شانجہ اکٹھے بیٹھے کسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے کہ قصر کے محافظ دستوں کا سالار دروازے پر نمودار ہوا۔ پہلے جھک کر اس نے رومیر تعظیم دی پھر کہنے لگا۔

''مالک! افریقہ کی سرزمینوں میں جو مخبر ہمارے کام کر رہے ہیں ان میں سے ایک آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہے۔''

ان الفاظ پر رومیر چونکا تھا پھر فوراً قصر کے محافظ دستوں کے سالار کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''اُسے فی الفور اندر بھیجو۔''

اس کے ساتھ ہی وہ سالار پیچھے ہٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک مخبر کو ساتھ لایا۔ خود محافظ دستوں کا سالار پیچھے ہٹ گیا۔ وہ مخبر اس کمرے میں داخل ہوا، اس کے اشارے سے رومیر نے اسے ایک خالی نشست پر بیٹھنے کے لئے کہا۔ جب وہ بیٹھ گیا تب رومیر نے اسے مخاطب کیا۔

''مجھے بتایا گیا ہے کہ تم افریقہ کی سرزمینوں سے آئے ہو۔ کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟''

اس پر وہ مخبر کہنے لگا۔

''مالک! آپ نے افریقہ میں جن طلایہ گروں کو پھیلایا تھا ان طلایہ گروں کے سربراہ نے مجھے آپ کی طرف روانہ کیا ہے۔ یہ خبریں پہلے ہی آپ تک پہنچ چکی ہیں کہ ابوعبیداللہ نے اپنے ایک سالار مصالمہ کو افریقہ کی اسلامی سلطنت نکور پر حملہ [illegible] فتح کر لیا [illegible] کا حاکم سعد شالی [illegible] کا بیٹا عبدالرحمٰن اس کے بیٹے اندلس میں آئے، عبدالرحمٰن سے مدد کی درخواست کی اور اب عبدالرحمٰن نے اپنے ایک سالار احمد بن یعلیٰ کو ایک لشکر دے کر افریقہ کی طرف روانہ کر دیا ہے۔ مسلمانوں کا یہ لشکر افریقہ پہنچ چکا ہے اور اب وہ کس انداز میں اپنی کارروائی کی ابتدا کرتا ہے اس کی ابھی تک کوئی خبر نہیں۔''

اس مخبر سے یہ الفاظ سن کر رومیر کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی، پھر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔ ''یہی تو میں چاہتا تھا..... اب بہت جلد وہ وقت آنے والا ہے جب میں مسلمانوں سے گزشتہ شکستوں کا انتقام لینے کے قابل ہو جاؤں گا۔'' اس کے ساتھ ہی رومیر نے اپنے اس مخبر کو فارغ کر دیا۔ وہ جب چلا گیا تب رومیر کی بیوی لیسانہ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔

''اگر مسلمانوں کا ایک لشکر افریقہ کی طرف چلا گیا ہے تو اس سے آپ کو کیا فائدہ ہوگا؟ اور اپنے انتقام کی آگ کیسے سرد کریں گے؟''

اس موقع پر رومیر نے باری باری ایک نگاہ اپنی دونوں بیویوں، بیٹی اور دونوں بیٹوں پر ڈالی پھر کسی قدر بڑی طمانیت میں کہنے لگا۔

''جس وقت عبیداللہ مہدی نے نکور کی سلطنت پر حملہ آور ہو کر اس پر قبضہ کر لیا تھا اس وقت میری خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی اور میں یہ امید لگائے بیٹھا تھا کہ عبدالرحمٰن کوئی لشکر افریقہ کی طرف روانہ کرے۔ اس لئے کہ نکور کی سلطنت عبدالرحمٰن کی ملکیت ہے۔ اب جبکہ میری خواہش کے مطابق ہی عبدالرحمٰن نے فیصلہ کیا ہے تو میں سمجھتا ہوں مسلمانوں کا ایک نہیں دو لشکر افریقہ کی طرف چلے گئے ہیں۔''

رومیر جب خاموش ہوا تب قرسینا اپنے باپ کی طرف دیکھتے ہوئے تعجب خیز انداز میں کہنے لگی۔

''بابا! آپ کی بات سمجھ میں نہیں آئی۔ پہلے خود ہی آپ نے کہا کہ مسلمانوں کا ایک لشکر افریقہ کی طرف چلا گیا ہے اور اب خود ہی کہہ رہے ہیں کہ دو لشکر چلے گئے ہیں۔ جو بات آپ کہنا چاہتے ہیں وہ میں کم از کم نہیں سمجھی۔''

رومیر مسکرایا، ہاتھ آگے بڑھا کر قرسینا کا شانہ تھپتھپایا پھر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''میری بیٹی! میری نگاہوں میں عبدالرحمٰن کے دو لشکر ہی افریقہ کی طرف گئے

ہیں۔ ایک لشکر تو وہ جس کا آنے والا مخبر ذکر کر چکا ہے اور دوسرا احمد بن یعلیٰ ہے۔ احمد بن یعلیٰ اپنی ذات میں مکمل لشکر ہے۔ اس کا اندلس سے نکل کر افریقہ کی طرف چلے جانا ہمارے لئے آسانی کے کئی راستے کھول سکتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں طلیطلہ اور بطلیوس کے مقام پر جو ہمیں شکستوں اور ناکامیوں کا سامنا کرنا پڑا اس میں اس احمد بن یعلیٰ کا بڑا ہاتھ تھا۔ اب اس کے افریقہ جانے کے بعد میں چند دن تک عبدالرحمٰن کے خلاف جنگ کی ایسی طرح ڈالوں گا کہ اپنی گزشتہ شکستوں کا انتقام لینے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد رومیر رکا پھر اپنی بیٹی قرسینا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''قرسینا میری بیٹی! طلیطلہ کے نواح میں میدانِ جنگ میں انفرادی مقابلے میں جو ہمارے بہترین تین تیغ زن مارے گئے تھے ان کا دکھ تو میں ساری زندگی فراموش نہیں کر سکوں گا۔ ان تینوں کو احمد بن یعلیٰ نے انفرادی مقابلے میں ہلاک کیا تھا۔ اب میں نے احمد بن یعلیٰ سے انفرادی مقابلہ کرنے کے لئے ایک اور تیغ زن کا انتخاب کیا ہے۔ لوگ کہتے ہیں وہ بڑا لاجواب، بڑا بے مثال تیغ زن ہے اور آج تک اس نے تیغ زنی میں کسی سے مات نہیں کھائی۔ اور میرے خیال میں فی الوقت اس تیغ زن کی ضرورت محسوس نہیں ہو گی۔ اس لئے کہ احمد بن یعلیٰ تو افریقہ چلا گیا ہے اور میں جو اندلس میں عبدالرحمٰن کے خلاف جنگ کی طرح ڈالنے لگا ہوں اس میں احمد بن یعلیٰ حصہ نہیں لے سکے گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد رومیر رکا پھر دوبارہ اپنی بیٹی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''میری بیٹی! تُو احمد بن یعلیٰ کا سر مانگتی ہے۔ پر میں اس کا سر نہیں مانگتا میں اسے تیغ زنی کا مقابلہ کرتے ہوئے دیکھنا چاہتا ہوں۔ تیغ زنی کے فن حرب وضرب کی دوسری صناعی میں وہ ایسی مہارت رکھتا ہے کہ اکثر اوقات میرا دل چاہتا ہے کہ وہ انفرادی مقابلہ کرتا رہے اور میں اسے دیکھتا رہوں ..... بیٹی! کیا ایسا ممکن نہیں کہ تو اس کے سر کی طلب سے دستبردار ہو جائے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد رومیر رکا اور اپنی بیٹی قرسینا کے جواب کا انتظار کرنے

لگا۔ قرسینا کچھ دیر سر جھکا کر کچھ سوچتی رہی پھر بڑی سنجیدگی میں اپنے باپ رومیر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

اے میرے باپ! چند غلط فہمیوں کی وجہ سے شروع میں، میں اس کے سر کی طالب ہو گئی تھی لیکن وہ میری غلطی اور میرا فریب نظر تھا ..... میں اب ہرگز اس کے سر کی طالب نہیں ہوں، نہ میں کسی بات کا اس سے انتقام لینا چاہتی ہوں ..... اس پر یہ غصہ تھا کہ وہ میرا گھوڑا اور قیمتی اشیاء لے اڑا لیکن بعد میں جو اس نے اپنے اعلیٰ اور ارفع اخلاق اور کردار کا اظہار کیا اس کی بناء پر میری نگاہوں میں اس کے لئے نفرت نہیں ایک طرح کی ہمدردی کے جذبات پیدا ہو چکے ہیں۔

اے میرے باپ! میرے گھوڑے کی خرجینوں میں اس قدر قیمتی سامان تھا کہ جس کے بھی وہ ہاتھ چڑھ جاتا ایک دن کے اندر مالا مال ہو جاتا اور اس کو اور اس کے خاندان کے پورے افراد کو زندگی بھر کچھ کمانے کی ضرورت نہ ہوتی ..... اس دولت کے بل بوتے پر وہ ہاتھ پر ہاتھ رکھے کھاتے رہتے تب بھی وہ دولت ان کے لئے ختم نہ ہوتی۔

اے میرے باپ! گزشتہ دنوں جب وہی احمد بن یعلیٰ مدور پر حملہ آور ہوا اور میں بھی گرفتار ہو گئی تو اس نے آپ جانتے ہیں نا صرف میرا گھوڑا مجھے پیش کیا، میری ساری چیزیں بھی میرے حوالے کیں ..... ساتھ ہی مجھے یہ بھی کہا کہ میں بغور اپنی چیزوں کا جائزہ لے لوں کہ اس میں کوئی چیز کم نہیں۔ بابا! میں نے اپنے سارے سامان کا جائزہ لیا اس میں ایک تنکے کی کمی نہیں پائی ..... اے میرے باپ! ایمانداری اور دنیا سے بے رغبتی کا ایسا اظہار ہر کوئی نہیں کر سکتا میں سمجھتی ہوں یہ کام ایک ایسا شخص کر سکتا ہے جو اخلاق اور کردار کے اعلیٰ مقام پر ہو ..... بابا! ایسے شخص کا سر نہیں مانگا جا سکتا بلکہ اس کی عزت، تعظیم و تکریم کی جا سکتی ہے۔''

جواب میں رومیر کچھ دیر سوچتا رہا پھر کہنے لگا۔

''کبھی کبھی میرا دل چاہتا ہے کہ اس احمد بن یعلیٰ کو کوئی بہت بڑی رغبت دے کر اپنے ساتھ ملا لوں ..... عبدالرحمٰن سے اسے توڑ لوں ..... اسے اپنا ہم نوا، اپنے لشکر کا سالار مقرر کر دوں ..... ایسا کسی نہ کسی روز کروں گا ضرور۔''

یہاں تک کہنے کے بعد جب رومیر رکا تب اس کی طرف بڑے غور اور تجسس

بھرے انداز میں دیکھتے ہوئے قرسینا کہنے لگی۔

''بابا! آپ احمد بن یعلیٰ کو کیسے اور کس طرح اپنے لشکر میں شامل کریں گے ..... کیسے اسے اپنا ہم نوا بنا لیں گے ..... کیا ایسے شخص کو خریدنا، ایسے شخص کو اس کے حکمران سے توڑنا آسان اور قابل عمل ہے۔''

رومیر نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

''بیٹی! تیرا کہنا بھی کسی حد تک درست ہے ..... ایسے لوگ اخلاق و کردار کے بڑے پختہ ہوتے ہیں لیکن دولت کی چکا چوند بھی اپنے اندر ایک کشش اور جذب رکھتی ہے۔ پہلے میں اسے ایک بہت بڑی دولت کے علاوہ اپنے لشکر کے اندر سالار اعلیٰ کے منصب کی رغبت دوں گا ..... میں دولت کے انبار اس کے سامنے لگا دوں گا جس قدر دولت چاہے گا اسے پیش کر دوں گا اور اس سے یہ بھی وعدہ کروں گا کہ جونہی وہ عبدالرحمٰن کو چھوڑ کر میرا ساتھ دینے پر آمادہ ہو جائے اور قرطبہ سے نکل کر لیون میں آ جائے گا تو میں اس کو اپنے لشکر کا سالار اعلیٰ بنا دوں گا اور میں سمجھتا ہوں دولت کے ڈھیر کے ساتھ ہی ساتھ جب کسی کو لشکریوں کا سالار اعلیٰ کا منصب پیش کیا جائے تو یہ منصب دولت کے ساتھ ساتھ مل کر بڑے بڑے لوگوں کے ارادے، ان کے ولولے، ان کے قدم ڈگمگا سکتا ہے اور میرا دل کہتا ہے کہ ان دو چیزوں کے باعث احمد بن یعلیٰ کے قدم میں بھی ڈگمگاہٹ پیدا ہو گی۔''

یہاں تک کہنے کے بعد رومیر رکا پھر دوبارہ اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''ہاں! اگر احمد بن یعلیٰ نے دولت کی چمک اور اعلیٰ منصب کی کشش کو بھی نظر انداز کر دیا اور قرطبہ سے نکل کر میرے پاس لیون آنے سے انکار کر دیا تو پھر میں اسے عبدالرحمٰن سے توڑ کر اپنے پاس لانے کے لئے ایک آخری حربہ استعمال کروں گا ..... میری بیٹی! وہ حربہ ایسا ہے جو ہر صورت میں کارگر ہو گا۔ اپنے ہدف پر ضرب لگائے گا، وہ میری طرف سے ایسی پیش کش ہو گی کہ اس پیش کش کو کسی بھی صورت احمد بن یعلیٰ ٹھکرا نہیں سکے گا اور میری اس پیش کش کے ہوتے ہی وہ قرطبہ سے نکل کر لیون میں میرے پاس چلا آئے گا اور میں اسے اپنی مملکت میں سپہ سالار اعلیٰ کے عہدے پر فائز کر دوں گا۔''

اس بار قرسینا نے جستجو بھرے انداز میں اپنے باپ رومیر کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔

''اے میرے باپ! وہ ایسی کون سی پیش کش ہے جسے احمد بن یعلیٰ ٹھکرا نہ سکے گا ..... آپ دیکھیں اس سے پہلے دولت کے کتنے بڑے ذخیرے کو لات مار کر اس نے واپس کر دیا، اب آپ اسے کون سی پیش کش کرنے والے ہیں۔''

اس پر رومیر مسکراتے ہوئے اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

''یہ پیش کش ابھی بتانے والی نہیں ..... فی الحال میں مستقر کی طرف جا رہا ہوں اس لئے کہ میں اپنے سالاروں سے مشورہ کرنے کے بعد عبدالرحمٰن کے خلاف جنگ کی طرح ڈالنا چاہتا ہوں۔''

اس کے ساتھ ہی رومیر قصر کے اس کمرے سے نکل گیا تھا۔

✵

افریقہ میں احمد بن یعلیٰ نے بنو مغراوہ اور بنو مکناسیہ کے سرداروں محمد بن خزیہ اور ابن ابی عافیہ کے ساتھ متحدہ لشکر کے ساتھ افریقہ میں عربوں کی اسلامی مملکت کے مرکزی شہر نکور کی طرف پیش قدمی کی تھی۔

دوسری طرف فاطمی حکمران عبیداللہ مہدی کو بھی اس پیش قدمی کی خبر ہو چکی تھی اور اسے یہ بھی اطلاع ملی تھی کہ اندلس سے عبدالرحمٰن الثالث کا ایک سالار احمد بن یعلیٰ ایک لشکر کے ساتھ نکور کے سابق حکمرانوں کی مدد کے لئے پہنچ گیا ہے لہٰذا اس مہم کو ناکام کرنے کے لئے عبیداللہ مہدی نے اپنی پوری عسکری قوت کو جنگ میں جھونکنے کا ارادہ کر لیا تھا۔

افریقہ میں عبیداللہ مہدی کے پاس جس قدر عسکری قوت تھی وہ اس نے اپنے سالار مصالمہ کے حوالے کر دی تھی ساتھ ہی افریقہ میں سب سے بڑے قبیلے کتامہ کو بھی متحرک کیا گیا اور کتامہ قبیلے کا ہزاروں پر مشتمل خونخوار لشکر اپنے سردار ذتول کی سرکردگی میں نکبور کے شمال مغرب کی طرف بڑھا تھا۔

احمد نے محمد بن خزیہ اور ابن ابی عافیہ کے ساتھ مل کر اپنے آگے آگے کیونکہ مخبر پھیلا رکھے تھے، ان مخبروں نے احمد کو اطلاع کر دی تھی کہ فاطمی حکمران عبیداللہ مہدی ان کا مقابلہ کرنے کے لئے بہت بڑی قوت سامنے لا رہا ہے لہٰذا احمد اپنے ساتھیوں

اور لشکر کے ساتھ ابھی نکور سے کافی دور تھا کہ عبیداللہ مہدی کا سالار اعلیٰ مصالمہ اور بنوکتامہ کا سردار زتول ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ احمد بن یعلیٰ کی راہ روک کھڑے ہوئے اس طرح دشت افریقہ میں دونوں لشکر ایک دوسرے سے ٹکرانے کے لئے پڑاؤ کر گئے تھے۔

ایک دن اور ایک رات دونوں لشکریوں نے ایک دوسرے کے سامنے پڑاؤ کیا اور اگلے روز صبح سویرے ہی احمد نے اپنے لشکر کو متحرک کیا اور لشکر کی اس نے صفیں درست کرنا شروع کیں۔ اس کام میں بڑی سرگرمی سے محمد بن خزیہ اور ابن ابی عافیہ اس کا ساتھ دے رہے تھے لشکر کو تین برابر حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا دوسری طرف عبیداللہ مہدی کا لشکر دو حصوں میں تقسیم ہوا۔ عبیداللہ مہدی بذات خود اس جنگ میں حصہ لینے کے لئے نہیں آیا تھا، اپنے سالار اعلیٰ مصالمہ کو بھیجا تھا۔ لہٰذا لشکر کو انہوں نے دو حصوں میں تقسیم کیا تھا۔ جو لشکر عبیداللہ اور اس کے سالار مصالمہ نے ترتیب دیا تھا اس کی کمانداری خود مصالمہ کر رہا تھا اور وہ لشکر جو بربر کے وحشی قبائل پر مشتمل تھا اس کی کمانداری بربری قبیلے کتامہ کا سردار زتول کر رہا تھا۔

احمد کچھ دیر تک مصالمہ اور زتول کے لشکر کا جائزہ لیتا رہا۔ اس موقع پر محمد بن خزیہ اور ابن ابی عافیہ کے علاوہ کچھ اور سالار بھی اس کے پاس جمع تھے اس موقع پر ابن ابی عافیہ کو مخاطب کر کے احمد کہنے لگا۔

''ابن عافیہ میرے بھائی! میں یہ تو دیکھتا ہوں کہ دشمن ہمارے مقابلہ پر جو لشکر لے کر آیا ہے وہ تعداد میں ہم سے بہت زیادہ ہے پر مجھے دشمن کی اس عددی قوت کی کوئی پرواہ نہیں جو معلومات میں تم سے جاننا چاہتا ہوں وہ یہ کہو کہ جس لشکر کی کمانداری مصالمہ کر رہا ہے اس کی اہمیت زیادہ ہے یا اہمیت میں وہ لشکر زیادہ ہے جس کی کمانداری بربری قبیلے کتامہ کا سردار زتول کر رہا ہے؟''

احمد کے اس سوال پر احمد بن خزیہ اور ابن ابی عافیہ تھوڑی دیر تک عجیب سے انداز میں اس کی طرف دیکھتے رہے پھر ابن ابی عافیہ کہنے لگا۔

''امیر! میں آپ کی بات کا مطلب نہیں سمجھا.....''

جواب میں احمد مسکرایا اور کہنے لگا۔ ''وہ سادہ الفاظ میں تم سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ جب اپنے سامنے کھڑے دشمن سے ہمارا ٹکراؤ ہوتا ہے تو جنگ میں کارکردگی کا مظاہرہ مصالمہ کا لشکر کرے گا یا زتول کا۔''

اب ابن ابی مسکرایا اور کہنے لگا۔

''اب میں آپ کا سوال سمجھا ..... جنگ میں ہمیں زتول اور اس کے وحشی بربروں سے زیادہ خطرہ ہے۔ وہ تعداد میں بھی زیادہ ہیں اور پھر یہ جنگ بھی وحشی پن میں کرتے ہیں۔ خون بہانے کے بڑے شوقین ہیں۔ جہاں بھی انسانی جسم کٹتے ہیں وہاں یہ بڑی خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ جنگ کے دوران ہم پر زیادہ بوجھ زتول کی طرف سے ہوگا۔''

احمد کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر کہنے لگا۔

''ابن ابی عافیہ اور محمد بن خزیہ جو کچھ میں کہنے لگا ہوں، غور سے سننا۔ جو لشکر میں اندلس سے لے کر آیا ہوں وہ میری کمانداری میں رہے گا۔ ابن ابی عافیہ! تمہارے لشکر کی تعداد زیادہ ہے محمد بن خزیہ کے پاس جو لشکر ہے وہ تعداد میں کم ہے۔ میں یہ چاہوں گا کہ محمد بن خزیہ مصالمہ کے سامنے آئے اور ابن ابی عافیہ! تم زتول سے ٹکراؤ گے۔''

اس موقع پر بڑے عجیب سے انداز میں ابن ابی عافیہ نے احمد کی طرف دیکھا پھر فکرمندی میں کہنے لگا۔

''امیر! میں ٹکرانے میں تو زتول سے ضرور ٹکراؤں گا پر یہ دیکھیں، زتول کے پاس جو لشکر ہے اس کی تعداد ہمارے کل لشکر سے بھی زیادہ ہے اسی بناء پر.....''

ابن ابی عافیہ کو خاموش ہو جانا پڑا اس لئے کہ احمد بول اٹھا۔

''ابی عافیہ! ابھی میں نے اپنے کام کی انتہا نہیں کی جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں وہ غور سے سنو اس کے بعد مجھے اپنے تاثرات سے آگاہ کرنا۔

میں کہہ رہا تھا محمد بن خزیہ جنگ کے دوران مصالمہ کے سامنے رہے گا۔ ابن عافیہ! تم زتول سے ٹکراؤ گے۔ اس وقت مصالمہ ہمارے بائیں ہاتھ ہے، زتول دائیں جانب۔ لہٰذا بائیں جانب محمد بن خزیہ اور دائیں جانب تم رہو گے اور تمہارے دائیں جانب میں رہوں گا۔'' احمد رکا پھر کہنے لگا۔

''ابن ابی عافیہ! اور میرے عزیز بھائی محمد بن خزیہ! میں یہ جنگ کی ابتدا بڑے عجیب و غریب طریقے سے کروں گا۔ جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں وہ سن لو اس کے بعد

میں اپنے کام کی ابتداء کروں گا۔ میں پہلے انفرادی جنگ کی ابتدا کروں گا اور پھر دیکھنا کہ میں دشمن پر کیسے بد دلی کے جذبات طاری کر کے رکھ دیتا ہوں۔

اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے میں یوں کہہ سکتا ہوں کہ ابن عافیہ! میں تمہارے دائیں جانب میں ہوں گا۔ جب محمد بن خزیہ مصالمہ سے ٹکرا جائے گا تو تم ذتول سے ٹکراؤ گے۔ تب میں اپنے کام کی ابتدا کروں گا، میں بربری قبیلے کتامہ کے پہلو کی طرف نکلوں گا اور ان پر ایسی ضرب لگاؤں گا کہ ابن ابی عافیہ! دیکھنا جنگ کے دوران میں نے ذتول اور اس کے بربروں کو کھنگال کر نہ رکھ دیا تو میرا نام تبدیل کر دینا۔ یہ میدان آنے والی نسلوں کے لئے عبرت خیزی اور درس آفریں کا سبب بن جائے گا۔ یہی وحشی بربر جو خون بہانا فخر سمجھتے ہیں اور وہ قتل کرتے ہوئے رقص کرتے ہیں، خون بہانا اپنے جذبات میں ہلچل مچانے کے مترادف خیال کرتے ہیں، جنگ کے دوران یہی میرے آگے آگے بھاگ رہے ہوں گے اور میں کسی چرواہے کی طرح ان کا تعاقب کر رہا ہوں گا۔ جب میں بنو کتامہ کو پیچھے ہٹنے اور پسپا ہونے پر مجبور کر دوں گا تو یاد رکھنا، میدان جنگ میں مصالمہ کی کوئی حیثیت نہیں رہے گی وہ جب دیکھے گا کہ بنو کتامہ میں پسپائی کے آثار نمودار ہو رہے ہیں تو وہ تو سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے گا تاکہ اپنی جان بچائے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد احمد رکا، دوبارہ ابن ابی عافیہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ابن ابی عافیہ! جنگ کے دوران تم نے ایک احتیاط برتنی ہے۔ پہلے تم بنو کتامہ سے ٹکراؤ گے اس ٹکراؤ کے بعد جب میں اپنے کام کی ابتدا کروں گا اور تم یہ اندازہ لگاؤ گے کہ میں نے بنو کتامہ کی کئی صفوں کا خاتمہ کر دیا ہے اور بنو کتامہ والے پیچھے ہٹنے پر مجبور ہیں تب تم اپنے لشکر کے ایک حصے سے محمد بن خزیہ کی مدد کرنا۔ ابھی سے کچھ سالاروں کو مقرر کر دو جو لشکر کے ایک حصے کے ساتھ محمد بن خزیہ سے مل جائیں گے۔ اس طرح محمد بن خزیہ کی طرف سے مصالمہ پر دباؤ پڑے گا اور مصالمہ بھی پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو جائے گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد احمد جب خاموش ہوا تب بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے ابن ابی عافیہ بول اٹھا۔

''امیر احمد! آپ نے جو جنگ کا طریقہ وضع کیا ہے اس میں ہم دشمن کو بدترین

شکست دیں گے۔ پہلے جس وقت آپ نے کہا تھا کہ دشمن کی عددی فوقیت کی کوئی پرواہ نہیں کرتے تو اس وقت میں کچھ شش و پنج میں تھا لیکن اب جو آپ نے دشمن پر ضرب لگانے کا طریقہ بتا دیا ہے تو میں سمجھتا ہوں اس طرح تو ہم لمحوں کے اندر دشمن کو بتا دیں گے کہ ان کی شکست اور ہماری فتح یقینی ہے۔''

احمد بن یعلیٰ نے پھر محمد بن خزیہ اور ابن ابی عافیہ کو مخاطب کیا۔

''اب دونوں بھائی مل کر اپنے اپنے لشکر کی ترتیب درست کر لو۔ ابن ابی عافیہ! ان سالاروں کو بھی ہدایت کر دو جنہوں نے جنگ کے دوران تمہارے لشکر سے علیحدہ ہو کر محمد بن خزیہ کی طرف جانا ہے۔''

احمد کے کہنے پر محمد بن خزیہ اور ابن ابی عافیہ دونوں اپنے کام میں لگ گئے تھے پھر احمد نے اپنے چھوٹے سالاروں کو ایک جگہ جمع کیا۔ بڑی رازداری سے وہ جنگ کے دوران نقل و حرکت کرنے اور دشمن پر ضرب لگانے کے طریقوں سے انہیں آگاہ کرنے لگا تھا۔

اس کام سے فارغ ہونے کے بعد احمد اپنے لشکر کے وسطی حصے میں آیا۔ پیچھے مڑ کر ایک بھرپور نگاہ اپنے لشکر پر ڈالی، لمحہ بھر کے لئے اس کا سر زین کے ہتے پر جھک گیا تھا۔ دل ہی دل میں کچھ پڑھتا رہا اس موقع پر اس پر عجیب سے جذب کی کیفیت طاری تھی پھر اپنا سیدھا کیا لمحہ بھر کے لئے آسمان کی طرف دیکھا اس کے بعد اس کی نگاہیں دشمن کے لشکر پر جم گئی تھیں۔ ساتھ ہی وہ بڑی عاجزی اور انکساری سے دعا مانگ رہا تھا۔

''اے اللہ! کالے قہر کی صورت پھیلتی اذیتوں اور مایوسی کے پھیلے سیم وتھور میں تو ہی اپنے عاجز بندوں کا مددگار اور حمایتی ہوتا ہے۔ میرے اللہ! دجلہ اور فرات، جیحوں و سیحوں اور نیل کی نبض تیرے ہی حکم سے حرکت میں رہتی ہے۔ میرے اللہ! تو ہی آفاق کی سرحدوں کے اس پار اور بے کراں آسمان کے آخری کناروں تک نور کا لمس پیہم پھیلاتا ہے۔ تو ہی اندھیروں کو اجالوں کی بشارت دیتا ہے اور تو ہی اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اسے تبلیس ابلیس سے نجات دے کر رکھتا ہے۔

اے خدائے ارض میں اس وقت دشمن خیالوں کے عفریت کی طرح ہمارے سامنے کھڑا ہے۔ ان سے مقابلے میں ہمیں کامیاب رکھنا۔ اے خالق! جن و انس، یہ دشمن بدی اور وہموں کے آسیب کی طرح خیر کے درپے ہیں۔ اے مالک عرش و فرش! میرے رسول عربی (ﷺ) کے طفیل بدی کے اس طوفان سے ہمیں سرخرو اور فوز مند بنا کر نکالنا۔ اے رب سماوات و ارض! میں تیری ہی تائید کا محتاج ہوں، تیرے سوا کوئی حامی ناصر و مددگار اور امین نہیں ہے۔ میرے اللہ! خیر و شر کے اس تصادم میں مجھے کامیاب اور کامران رکھنا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد احمد رک گیا لمحہ بھر کے لئے پھر بڑی عاجزی اور انکساری سے آسمان کی طرف دیکھا پھر اس نے اپنے گھوڑے کی گردن تھپتھپائی، دائیں جانب اپنے لوہے کے لمبے نیزے کا جائزہ لیا پھر ایک جھٹکے کے ساتھ اس نے اپنے بھاری پھل کی تلوار بے نیام کی، پیٹھ پر بندھی ہوئی ڈھال بھی اپنے بائیں ہاتھ میں لے لی ایک بار پھر پہلے اس نے دائیں جانب اپنے گھوڑے کی اگلی ٹانگ کے قریب ہلکی سی مہمیز لگائی اور باگیں کھینچیں اس کا ایسا کرنا تھا کہ گھوڑا اپنی دونوں پچھلی ٹانگوں پر فضا کے اندر الف ہوا۔ وحشی انداز میں ہنہنایا جیسے اپنے مالک کے ساتھ وہ وفادار رہنے کے عہد کی تجدید کر رہا ہوں۔ اس کے بعد جب گھوڑا اپنی چاروں ٹانگوں پر کھڑا ہوا تو اس کی گردن پھر احمد نے تھپتھپائی اور اسے ایڑ لگائی جس کے جواب میں گھوڑا بری طرح ہنہناتا، گردن کو اکڑاتا ہوا میدان کے وسطی حصے کی طرف بھاگ کھڑا ہوا تھا۔

میدان کے وسط میں جا کر احمد نے اپنے گھوڑے کو روکا ایک بھرپور نگاہ دشمن پر ڈالی پھر اپنی تلوار فضا میں بلند کی اور اونچی آواز میں دشمن کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میں اندلس میں امیر عبدالرحمٰن الثالث کا سالار احمد بن یعلیٰ ہوں ..... انفرادی مقابلے کے لئے میدان میں نکلا ہوں ..... میں عبیداللہ مہدی کے سالار مصالمہ کو انفرادی مقابلے کے لئے للکارتا ہوں۔''

احمد نے اپنا یہ جملہ تین بار دہرایا اور اس کے بعد خاموشی سے انتظار کرنے لگا۔

کافی دیر کے انتظار کے بعد بھی جب مصالمہ انفرادی مقابلہ کرنے کے لئے نہ نکلا تب احمد نے پھر بلند آواز میں چلاتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''میں اندلس میں امیر عبدالرحمٰن الثالث کا سالار احمد بن یعلیٰ ہوں..... اگر مصالمہ انفرادی مقابلے کے لئے میرے سامنے نہیں آ سکتا تو میں بربروں کے قبیلے بنو کتامہ کے سردار ذتول کو مقابلے کے لئے للکارتا ہوں۔''

یہ جملہ بھی احمد نے تین بار دہرایا پھر خاموش ہو گیا۔ ذتول کو بھی انفرادی مقابلہ لڑنے کے لئے اس کے سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اس موقع پر ذتول اور مصالمہ قریب قریب ہی کھڑے ہوئے تھے شرمندگی کا اظہار کرتے ہوئے ذتول کہنے لگا۔

''مصالم! اس کے ساتھ انفرادی مقابلے کے لئے کیا کرنا چاہیے ..... اس احمد بن یعلیٰ کی شہرت اندلس سے نکل کر افریقہ میں پہنچ چکی ہے ..... اس کا نام سن کر ہی میرے دل پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے ..... میں ذرا اپنے خیمے کی طرف جاتا ہوں اور اپنے لشکر سے کوئی اچھا تیغ زن اس کے مقابلے کے لئے نکالتا ہوں۔''

اس کے ساتھ ہی ذتول وہاں سے ہٹ گیا تھا۔ احمد تھوڑی دیر انتظار کرتا رہا اس کے بعد اس نے دشمن کو پھر للکارا۔

''میں احمد بن یعلیٰ ہوں ..... اگر مصالمہ اور ذتول دونوں اکیلے اکیلے اور تنہا انفرادی مقابلے کے لئے میرے سامنے نہیں آتے تو میں مصالمہ اور ذتول دونوں کو بیک وقت انفرادی مقابلے کی دعوت دیتا ہوں۔''

بے غیرتی اور بے حسی کی انتہا کہ احمد بن یعلیٰ کی اس پکار پر بھی مصالمہ اور ذتول دونوں اکٹھے ہو کر بھی احمد سے مقابلہ کرنے کے لئے نہ نکلے۔ یہاں تک کہ قبیلے کے سردار ذتول نے اپنے لشکر میں سے ایک دیوپیکر بربری کو جو گھوڑے پر سوار دکھائی دیتا تھا انفرادی مقابلے کے لئے نکالا۔

کتامہ قبیلے کا وہ سورما درمیانہ روی سے اپنے گھوڑے کو ہانکتا ہوا احمد بن یعلیٰ کے قریب آیا۔ تھوڑی دیر تک طنزیہ سے انداز میں مسکراتے ہوئے احمد بن یعلیٰ کی طرف دیکھتا رہا۔ اس موقع پر احمد بن یعلیٰ نے اسے مخاطب کیا۔

''اپنے سالار مصالمہ اور ذتول کی جگہ میرے ساتھ انفرادی مقابلہ کرنے کے

لئے آنے والے ذرا اپنا نام تو کہہ۔''

آنے والا وہ دیوہیکل قہقہہ لگاتے ہوئے کہنے لگا۔

''تو اپنا نام بتا چکا ہے اتنا ہی کافی ہے ..... جب میں اس میدان میں انکا مقابلہ کرتے ہوئے تیری شجاعت کا جنازہ نکالوں گا اور تیرے خیالات کا بچپن طرح دور کروں گا جیسے وقت کی شہ نشین سے کسی کردار کو گرا دیا جاتا ہے تب تجھے معلوم ہو جائے گا کہ میرا نام چلتی پھرتی مرگ ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد وہ رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ تھا۔

''احمد بن یعلیٰ! میرا تعلق اس صحرا کے قدیم قبیلے بنو کتامہ سے ہے ..... ہم لوگ اس دشت کے اندر شجاعتوں کے رامش گر، تلاطموں کے نباض، آندھیوں کے اذیتوں کے نقیب خیال کیے جاتے ہیں ..... جب میں قدیم تمدن کا ارتعاش اور کالی آندھی کی طرح تجھ پر وارد ہوں گا تو تیرے عزائم کی ساری جوانیوں کو اور جیسے فتان کی ساری فتنہ گری کو دھو کر رکھ دوں گا۔ وہ بربر جب خاموش ہوا تب غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے احمد بن یعلیٰ کہنے لگا۔

''تو نے اچھے الفاظ میں اپنا تعارف کروایا ہے پھر یہ بھی تو سن! اس فریب کی اجارہ داری میں، میں اس سے پہلے تیرے جیسے سرکش اور بے زنجیر بہت دیکھ رکھے ہیں ..... قوموں کی سرنوشت میں تیرے جیسے متعصب کافی سے میرا پالا پڑ چکا ہے ..... آگے بڑھ، میرے ساتھ ٹکرا پھر دیکھ میں اپنے رب حمایت، اپنے عمل کی صلاحیت سے کیسے تیری جرأت مندی کو خودکشی کی خواہشوں، ساری طاقت اور قوت کو دکھوں کی گھمبیر رات، تیری ساری شجاعتوں کو مرگ توشے اور تیری انتقام کی حدت کو موت کی کھلی آغوش میں تبدیل کرتا ہوں۔ آ مقابلے کی ابتدا کریں ..... وقت ضائع نہ کریں پھر دیکھ میں کیسے گربہ پا اس رات شب میں تجھے شکست کر کے تجھے افسردہ اور بے سامان مسافر سے بھی بدتر بنا کر ہوں۔''

احمد بن یعلیٰ کی اس گفتگو سے وہ بربر تاؤ کھا گیا تھا۔ اپنے گھوڑے کو ایڑ اور ایک پُرقوت زور دار اور انتہائی خطرناک وار اس نے احمد پر کیا تھا۔ احمد

سامنے ہوئے بڑی آسانی کے ساتھ اس کے وار کو ڈھال پر لیا، ساتھ ہی اپنے گھوڑے کی پچھلی ٹانگوں کے قریب اس نے ہلکی سی ضرب لگائی جواب میں گھوڑا ایک دم پلٹا پہلے اس کا منہ بربر کے گھوڑے کے منہ کے قریب تھا، اب وہ اپنا بربر کے گھوڑے کی پیٹھ کی طرف لے گیا تھا اس کا ایسا کرنا تھا کہ جس وقت احمد تلوار کو بربر نے اپنی ڈھال پر روکا تھا، احمد اپنے بائیں ہاتھ کو حرکت میں لایا اور بربر کی گردن کی پچھلے حصے میں اس زور سے ڈھال کی ضرب لگائی کہ ڈھال کی چوٹ پڑنے سے وہ بربر تو چکرایا ہی تھا، اس کے سر پر رکھا ہوا خود بھی گر کر زمین پر جا گرا دور چلا گیا تھا۔ اس موقع پر وہ بربر پریشان اور فکرمند ہو گیا تھا۔ اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے احمد نے ایک قہقہہ لگایا پھر کہنے لگا۔

''کیا میں نے تیرے وحشی تمدن کا ایک دروازہ بند نہیں کر دیا ..... ابھی تو اور چھ سے دروازے بند ہوں گے ..... پہلے دروازے کے بند ہونے سے پہلے ہی تو پریشان اور فکرمند ہو گیا ہے ..... اپنی گفتگو کے دوران تو نے خود ہی کہا تھا کہ جب تم اپنے قدیم تمدن کا ارتعاش بن کر نازل ہو گے تو بہت کچھ کر گزرو گے ..... اب میں نے تمہارے اس وحشی تمدن کا ایک دروازہ بند کر دیا ہے اور دوسرے دروازے کے بند ہونے کا اب تو انتظار کر۔''

اس کے ساتھ ہی احمد نے پھر اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی، گھوڑا ہنہنایا احمد اور بربر دونو کی حرکات سے بربر پریشانی اور فکرمندی کا اظہار کر رہا تھا اس لئے کہ بربر کا گھوڑا اس کے اشاروں پر دائیں بائیں، آگے پیچھے آندھی اور طوفان کی طرح حرکت کر رہا تھا۔ ایک دم احمد نے اپنے گھوڑے کو آگے بڑھایا، اپنی ڈھال بلند کر کے اس نے بربر کے سر کو اپنا نشانہ بنایا۔ اس بار بربر نے اپنے سر کے سامنے ڈھال نہ لی۔ یہ اس کی حماقت تھی اس لئے کہ جب اس نے اپنا سر بچانے کے لئے اپنی ڈھال آگے کی تب احمد کا ایک حصہ اس سے اوجھل ہو گیا تھا کیونکہ ڈھال سامنے آ گئی تھی۔ شاید ایسا کرنے پر احمد نے خود اسے مجبور کیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی احمد نے اپنی تلوار اس کے شانے پر گرائی اور اس کے شانے پر جو آہنی خول چڑھا ہوا تھا اس آہنی خول کو کاٹتی ہوئی احمد کی تلوار اس کے شانے پر خاصا گہرا گھاؤ دیتی ہوئی چلی گئی تھی۔ اس موقع پر احمد نے اپنے گھوڑے کی باگ کو ایک جھٹکا دیا، گھوڑا الٹے پاؤں پیچھے

ہٹ گیا۔ احمد نے پھر تحکمانہ انداز میں بربر کو مخاطب کیا۔

''میرے مقابلے پر آنے والے اس دشت کے سورما دیکھ! میں نے تیرے وحشی تمدن کا دوسرا دروازہ بھی بند کر دیا ہے۔ اب تیسرے دروازے کے بند ہونے کا انتظار کر۔''

وہ بربر پاگل سا ہو کر رہ گیا تھا۔ اس کے سر سے اس کا خود پہلے ہی اتر چکا تھا اور اب اپنے سر کو غیر محفوظ خیال کر رہا تھا۔ اب جو احمد نے اس کے دائیں شانے پر چڑھے ہوئے آہنی خود کو کاٹنے کے بعد دایاں شانہ خاصا زخمی کر دیا تھا تب اس بربر کی پریشانیوں اور افسردگی کی کوئی حد نہ تھی۔ احمد کچھ دیر پیچھے ہٹ کر کھڑا رہا اس کی حالت پر مسکراتا رہا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''دیکھ! میں فریب دیتے ہوئے اور بے خبری کی حالت میں تجھ پر وار نہیں کرنا چاہتا۔ میں تجھ پر حملہ آور ہونے لگا ہوں، اپنا دفاع کر سکتا ہے تو کر۔''

اس کے ساتھ ہی احمد نے ایک بار پھر اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی، گھوڑا ہنہنایا اور طوفانی انداز میں آگے بڑھا، اس کے ساتھ ہی احمد نے جان لیوا حملے اس پر شروع کر دیئے تھے۔ اب بربر کے سر پر خود نہیں تھا، اسے اپنے سر کی بھی فکر لگی ہوئی تھی۔ دوسرے اس کا دایاں شانہ زخمی تھا، دائیں ہاتھ میں وہ اپنی تلوار پکڑتا تھا تلوار وہ اب صحیح طرح سے چلا نہ پا رہا تھا۔

اس کی اس کمی کی وجہ سے احمد نے مقابلے کو طول نہیں دیا ایک چکمہ اسے دیا اس کے بعد دوبارہ اس نے اپنی ڈھال برسانے کے ساتھ ہی تلوار بھی برسا دی اور اس بربر کے بائیں شانے پر اچھا خاصا گھاؤ لگاتا چلا گیا تھا۔ بربر اس گھاؤ کو برداشت نہ کر سکا گھوڑے کی زین پر پہلے جھکا پھر زمین پر گر گیا تھا۔

احمد اپنے گھوڑے سے نیچے اتر گیا تھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی تو کہہ رہا تھا کہ تو میرے جیسے فتان کی ساری فتنہ گری دھو کر رکھ دے گا ..... اب تو زمین پر سر جھکائے کیوں پڑا ہے .....''

اس کے ساتھ ہی احمد کی تلوار بلند ہو کر گری اور اپنے مدمقابل کو کاٹ کر رکھ گئی تھا۔

تلوار صاف کر کے وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور کتامہ قبیلے کے سردار ذنتول کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''ذنتول! تم نے اور عبیداللہ مہدی کے سالار مصالمہ نے جو اپنے آپ کو بچا کر لے گئے اور دیو پیکر کو موت کا لقمہ بنانے کی کوشش کی تو دیکھو! میں نے تمہارے اس سورما کا سر کاٹ دیا ہے ..... تمہارے پاس کوئی اس جیسا اچھا تیغ زن ہو جس کی تم مہارت نہ محسوس کرتے ہو اور اس سے جان چھڑوانا چاہتے ہو تو اسے بھی انفرادی مقابلے کے لئے میدان میں اتارو۔''

احمد بن یعلیٰ کے ان الفاظ پر مصالمہ اور ذنتول دونوں انتہا درجہ کی شرمندگی محسوس کر رہے تھے۔ اس بار انہوں نے کسی کو بھی انفرادی مقابلے پر نہ اتارا۔ آپس میں تبادلہ مشورہ کرنے کے بعد ایک دم حملہ کرنے کے لئے انہوں نے اپنے لشکر کو آگے بڑھایا تھا پھر دیکھتے ہی دیکھتے عبیداللہ مہدی کا سالار مصالمہ اور بربر قبیلے کا سردار ذنتول دونوں اپنے لشکر کے ساتھ رات کی رسوائیوں میں پتھروں کے نگر کے چیختے کلس، بغض عداوت کو بے زنجیر کرتے دکھوں اور زندگی کی طویل گزرگاہ پر بدقسمتی کی پرچھائیاں پھیلاتے برے حالات کے سرطان کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔ حملہ آور ہوئے ذنتول کے وحشی بربر عجیب طرح کی خوف و وحشت کے اژدہاؤں جیسی آوازیں نکالتے ہوئے صدیوں کے قحط کی طرح احمد اور اس کے ساتھیوں پر ٹوٹ پڑے تھے۔

احمد بن یعلیٰ ابن ابی عافیہ اور محمد بن خزیہ نے شروع میں دشمن کے حملوں کو روکنے پر اکتفا کیا تھا۔ کچھ دیر تک وہ دفاع تک محدود رہے اس کے بعد پہلے سے طے شدہ لائحہ عمل کے مطابق احمد نے لگاتار تکبیریں بلند کرنا شروع کیں۔ تکبیروں کے جواب میں ابن ابی عافیہ اور محمد بن خزیہ بھی تکبیریں بلند کر رہے تھے۔ ان تکبیروں کی آوازیں بلند ہوتے ہی احمد اور اس کے سالاروں کے علاوہ ابن ابی عافیہ اور محمد بن خزیہ دونوں اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ حرکت میں آئے۔ دفاع سے نکل کر وہ بھی دشمن پر اترتے ہوئے دشمن پر آشاؤں کے شہر میں دکھوں کے عفریت اور جیون کی ایک دنوں میں اذیتوں کے بے کراں سلسلوں کی طرح حملہ آور ہونا شروع ہو گئے۔

کچھ دیر تک احمد اور اس کے ساتھی سالار حملہ آوروں کے حملے کو روکتے اور ان

پر جوابی کارروائی کرتے ہوئے ان کی طاقت اور قوت کا اندازہ لگاتے رہے ساتھ ہی انہیں تھکانے کی بھی کوشش کرتے رہے۔ اس کے بعد احمد نے اپنے کام کی ابتدا کرنا شروع کی تھی۔ اپنے حصے کے لشکر کو لے کر وہ دائیں جانب کھسکنا شروع ہوا اس کے بعد وقت کی آنکھ نے دیکھا احمد اپنے لشکر کے ساتھ بنو کتامہ کے لشکر کے ایک پہلو پر زندگی کے دشت کی آوارگی میں صحرا کی بیچارگی طاری کرتی ہجر کی ویران راتوں اور زیست کی ویران وادیوں میں نارسائی کے سمندر کی طرح حملہ آور ہونا شروع ہو گیا تھا۔

مصالم اور بربر قبیلے کتامہ کے سردار دتول کے لئے یہ نئی صورت حال تھی۔ سامنے کی طرف سے ابن ابی عافیہ اور محمد بن خزیہ دونوں ان کے حملوں کو روکتے ہوئے جوابی حملے بھی کر رہے تھے۔ دتول اور مصالمہ کو آگے بڑھنے نہیں دے رہے تھے۔ اب جو احمد نے بنو کتامہ کے پہلو پر حملہ کیا تو اپنے پہلے ہی حملے میں احمد نے بنو کتامہ کے ہزاروں لشکریوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔

اس موقع پر دتول بے حد فکرمند اور پریشان تھا اس لئے کہ وہ اپنے لشکر کے کسی قدر اگلے حصے میں تھا۔ پہلی تین چار صفوں کو چھوڑ کر وہ چوتھی پانچویں صف میں تھا جب کہ اس کے پیچھے ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ چیخ و پکار اور نوحوں کا ایک طوفان اسے سنائی دے رہا تھا۔ ساتھ ہی اسے جب یہ بتایا گیا کہ احمد بن یعلیٰ نے ایک چکر کاٹ کر بربروں کے لشکر کے ایک پہلو اور پچھلے حصے کو اپنا ہدف بنا لیا ہے تب دتول کے پاؤں تلے سے زمین نکلنا شروع ہو گئی تھی۔ اسے یہ خطرہ لاحق ہو گیا تھا کہ جب احمد بن یعلیٰ پچھلی سمت سے اس کے لشکر کو کاٹتا ہوا آگے بڑھتا چلا آئے گا تو اس طرح وہ بربروں کے پورے لشکر کا کام تمام کر دے گا اور کسی کو جان بچا کر بھاگنے کا موقع ہی نہیں ملے گا۔ اس طرح فریقوں کو یہ بھی خطرہ ہو گیا تھا کہ ایسی صورت میں احمد بن یعلیٰ اس کا بھی سر کاٹ کر رکھ دے گا جب کہ مصالمہ تو اپنے لشکر کے ساتھ اپنی جان بچا کر بھاگ کھڑا ہو گا۔

یہ صورت حال دتول کے لئے انتہائی خطرناک اور تشویشناک تھی۔ جوں جوں وقت گزرتا جا رہا تھا اس کے لشکر کے پچھلے حصے میں چیخ و پکار بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ اس موقع پر اپنے محافظ دستوں کے ساتھ وہ حرکت میں آیا۔ شاید وہ یہ چاہتا تھا کہ کچھ

دستوں کے ساتھ وہ حرکت میں آئے اور احمد بن یعلیٰ کے خلاف جوابی کارروائی کرے لیکن اس وقت تک احمد بن یعلیٰ نے اس کے لشکر کے پچھلے حصے کے ان گنت لشکریوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ اس موقع پر دتول نے جو صورت حال دیکھی وہ بڑی مایوس کن تھی۔ اس لئے کہ اس کے لشکری احمد بن یعلیٰ کے ساتھیوں کے آگے آگے بھاگ رہے تھے۔ کوئی بھی ان سے ٹکرانے کی کوشش نہیں کر رہا تھا بلکہ خوف اور دہشت زدہ کر دینے والی آوازیں نکالتے ہوئے ان میں سے کئی لشکر کے اگلے حصے کی طرف بھاگ رہے تھے اور کچھ اپنی جانیں بچانے کی خاطر مصالمہ کے لشکر میں گھسنا شروع ہو گئے تھے۔ اس صورت حال نے مصالمہ کو بھی پریشان کر دیا تھا اور اس کے لشکریوں میں افراتفری اور بے دلی پھیلنا شروع ہو گئی تھی۔

دتول کے لئے یہ صورت حال بڑی ناقابل برداشت تھی۔ وہ خود خوف زدہ ہو گیا تھا اب اس نے آگے بڑھ کر احمد بن یعلیٰ کا مقابلہ کرنے کا ارادہ ترک کر دیا تھا اس لئے کہ اس کے لشکر کے پچھلے حصے کا تو احمد نے خانہ خراب کر کے رکھ دیا تھا۔ اب باقی لشکری اپنی جانیں بچانے کے لئے کچھ اگلی سمت اور کچھ مصالمہ کی طرف بھاگ رہے تھے۔ اس طرح دتول کے لشکر کا اگلا حصہ بھی متاثر ہو رہا تھا اور لوگ اپنی جانیں بچانے کے لئے آگے جانے کے بجائے اب دائیں جانب مصالمہ کے لشکر کی جانب آہستہ آہستہ کھسکنے لگے تھے۔

دتول نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اگر حالت اسی طرح رہی تو اس کے لشکر کا مکمل طور پر صفایا ہو کر رہ جائے گا لہٰذا اس نے شکست قبول کرتے ہوئے اپنے لشکر کے اندر پسپائی کے بگل بجوا دیئے تھے۔ یہ بگل بجنے تھے کہ دتول اور اس کے بربر ساتھی بھاگ کھڑے ہوئے۔ یہ صورت حال مصالمہ کے لئے بھی انتہائی خطرناک تھی۔ اس نے بھی اپنے لشکر میں پسپائی کے بگل بجوا دیئے تھے۔ اس طرح بدترین شکست اٹھا کر مصالمہ اور دتول بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ احمد، ابن ابی عافیہ، محمد بن خزیہ تینوں ان کے تعاقب میں لگ گئے تھے۔

یہ تعاقب کافی دیر تک جاری رہا اور اس تعاقب کے دوران دتول کے علاوہ مصالمہ کے لشکر کو بھی ناقابل تلافی نقصان پہنچایا گیا جس قدر تعداد دتول اور مصالمہ لے کر میدان جنگ میں آئے تھے اب وہ اس سے دسوں حصے سے بھی کم تعداد لے

کر اپنی جانیں بچاتے ہوئے بھاگ رہے تھے۔

پہلے مصالمہ اور ذتول دونوں نے نکور شہر کو اپنی طاقت اور قوت کا مرکز بنا رکھا تھا۔ اب شکست اٹھانے کے بعد انہوں نے دیکھا کہ احمد بن یعلیٰ اپنے سالاروں کے ساتھ ان کے تعاقب میں لگ گیا ہے تب انہوں نے نکور کا رخ نہیں کیا بلکہ مصالم، ذتول کو لے کر اپنے ایک اور شہر تاہرت کی طرف بھاگ نکلا۔

صورت حال کو دیکھتے ہوئے احمد نے تعاقب کو ترک کر دیا اور واپس اس جگہ آیا جہاں جنگ ہوئی تھی۔ دشمن کے پڑاؤ کی ہر چیز پر قبضہ کیا گیا۔ مرنے والوں کی تجہیز اور تکفین کے بعد زخمیوں کی دیکھ بھال کی گئی۔ اس کے بعد احمد بن یعلیٰ، ابن ابی عافیہ، محمد بن خزیہ تینوں اپنے متحدہ لشکر کو لے کر آگے بڑھے اور فاتح کی حیثیت سے افریقہ میں عربوں کی اسلامی مملکت کے مرکزی شہر نکور میں داخل ہوئے تھے۔

لیون کے بادشاہ رومیر نے جب دیکھا کہ احمد بن یعلیٰ تو لشکر کے ایک حصہ کے ساتھ افریقہ گیا ہوا ہے اس طرح عبدالرحمٰن الثالث کی طاقت اور قوت میں کمی آ گئی ہے لہٰذا اپنا لشکر لے کر وہ اپنے مرکزی شہر لیون سے نکلا اور سمورہ شہر کے نواح میں کھلے میدانوں کے اندر اس نے پڑاؤ کر لیا تھا سمورہ شمال وسطی اندلس کا ایک مشہور شہر تھا۔ یہ شہر دریائے دوہرہ کے دائیں کنارے پر ایک کوہستانی سلسلے کے قریب واقع تھا۔ یہ شہر شروع شروع میں موسیٰ بن نصیر کی فتوحات کے ابتدائی سلسلے میں مسلمانوں کے ہاتھ آیا تھا اور یہاں کچھ بربر قبائل کو آباد کیا گیا تھا۔ اس کے بعد اندلس کے حکمران امیر یوسف الفہری کے زمانے میں مسلمانوں کی طاقت اور قوت میں ضعف آیا اور قحط بھی برپا ہو گیا جس کی وجہ سے مملکت کے اکثر حصوں میں خانہ جنگی اور فساد برپا ہو گیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ شہر مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل کر عیسائیوں کے تصرف میں چلا گیا۔

بعد کے دور میں اس شہر کی عجیب و غریب حالت رہی۔ کبھی یہ مسلمانوں کے ہاتھ میں چلا جاتا تھا کبھی نصرانی اس پر قبضہ کر لیتے تھے اور اب یہ شہر رومیر کی مملکت میں شامل تھا۔

سمورہ شہر کی نسبت مؤرخین لکھتے ہیں کہ یہ بڑا مضبوط اور مستحکم شہر خیال کیا جاتا تھا۔ اس کی سات فصیلیں تھیں اور ایک کے اندر ایک شہر کی طرف بڑھتی چلی جاتی تھی۔ ایک فصیل دوسری فصیل سے اونچی ہوتی چلی جاتی تھی اور ہر فصیل کے بعد ایک خندق تھی جو ہر وقت پانی سے بھری رہتی تھی۔

اس طرح سات فصیلیں اور سات خندقیں سمورہ شہر کے گرد بنائی گئی تھی۔ ایسا نصرانیوں نے اس لئے کیا تھا کہ یہ کیونکہ سرحدی شہر تھا۔ لہٰذا انہیں مسلمانوں کی طرف

سے اس شہر پر حملہ آور ہونے کے خدشے سے اس بناء پر اس کے استحکام کو ایک طرح سے انہوں نے ناقابل تسخیر بنا رکھا تھا۔

بہرحال سمورہ شہر کے نواح میں رومیر نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا لیکن پڑاؤ کرنے سے پہلے عبدالرحمٰن کو انگیخت کرنے کی خاطر اس نے آگے بڑھ کر مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ کیا اور وہاں لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا دراصل رومیر چاہتا تھا کہ عبدالرحمٰن کا لشکر ہٹا ہوا ہے۔ کچھ افریقہ گیا ہوا ہے کچھ عبدالرحمٰن کے پاس ہے لہٰذا یہ موقع ہے وہ عبدالرحمٰن سے اپنی شکستوں کا انتقام لے سکتا ہے۔

مسلمان علاقوں میں لوٹ مار اور تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلنے کے بعد رومیر نے سمورہ کے نواحی میدانوں میں پڑاؤ کر لیا تھا۔ اپنے شہر سمورہ کو اس نے اپنی پشت پر رکھا تھا تاکہ مسلمانوں کے ہاتھوں اسے شکست ہو تو بھاگ کر سمورہ شہر میں محصور ہو جائے۔ امیر عبدالرحمٰن کو جب خبر ہوئی کہ رومیر مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہوا ہے، لوٹ مار کی ہے، تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلا ہے تو وہ اپنے لشکر کو لے کر قرطبہ سے نکلا اور سمورہ کے میدانوں کا رخ کیا۔

وقت ضائع کیے بغیر امیر عبدالرحمٰن اپنے لشکر کے ساتھ سمورہ کے نواحی میدانوں میں داخل ہوا اور رومیر کے لشکر کے سامنے اس نے پڑاؤ کیا تھا۔

کچھ مؤرخین کا خیال ہے یہ لڑائی دشمہ کے میدانوں میں ہوئی تھی۔ دشمہ کے یہ میدان اس شاہرہ کے قریب واقع تھے جو دریائے آش سے غرناطہ کی طرف جاتی تھی۔

رومیر مسلمانوں کی تھکاوٹ سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ جونہی امیر عبدالرحمٰن نے اپنے لشکر کے ساتھ اس کے سامنے پڑاؤ کر لیا رومیر نے جنگ کی ابتدا کرنے کے لئے اپنے لشکر کے اندر طبل اور بگل بجوا دیئے تھے۔ اس صورت حال کے پیش نظر امیر عبدالرحمٰن نے اپنے لشکر کی صفوں کو استوار کرنا شروع کر دیا تھا۔

حملہ آور ہونے کی ابتدا رومیر نے کی تھی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ معدوم ہوتی دور یوں سے الٹتے بے نام افسوں کے آسیب اور پرانے دیولاخوں سے نمودار ہوتی طوفانوں کی ظلمتوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

امیر عبدالرحمٰن نے شروع سے ہی دفاع اختیار نہ کیا۔ رومیر کے مقابلے میں جارحیت اختیار کی اور رومیر جب حملہ آور ہوا تو جوابی کارروائی کرتے ہوئے امیر

عبدالرحمٰن، اس کے سالار اور لشکری بھی رومیر کے لشکر پر آکاش کی طرف لے اڑنے والے مہیب اور گراں بار وحشتوں کے بگولوں اور ظلمت کے دشت کو زار و زبوں کر دینے والے بھاگتے چنگھاڑتے لمحوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

میدان جنگ میں چاروں طرف بے نام عداوتیں اور گھاتیں اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ نفرت کی اونچی دیوار نے دلوں کے راستے مسدود کرنا شروع کر دیئے تھے۔ جھلمل کرتی خاموشیوں میں روتے بادلوں کا سا شور کھڑا ہو گیا تھا، ہواؤں کی ٹھنڈی سانسوں میں خون کی خوفناک بساند بھرنی شروع ہو گئی تھی۔ بڑے بڑے بھورے جبے اور کتان کے لباسوں والے سورما خاک و خون ہونے لگے تھے بڑے بڑے نامور تیغ زن جو اپنے آپ کو ناقابل تسخیر خیال کرتے تھے، کاروانِ رفتہ کی طرح پراگندہ اور فرومایہ ہوتے دکھائی دے رہے تھے۔

میدان جنگ میں کدورت بشریت، آتش سیال کی طرح حواس کو پراگندہ کرنے لگی تھی۔ چاروں طرف رزم گاہ میں ایک ایسا شور اٹھ کھڑا ہوا تھا جس کے اندر خون میں نہائی موت رقص کرتی دکھائی دے رہی تھی۔

رومیر اور عبدالرحمٰن الثالث کے درمیان سمورہ کے ان نواحی میدانوں کے اندر ہولناک جنگ ہوتی دکھائی دی۔ آخر وقت کی آنکھ نے دیکھا، امیر عبدالرحمٰن، رومیر پر حاوی ہوتا نظر آنے لگا تھا اور پھر بڑی تیزی کے ساتھ رومیر کے لشکر کی حالت بے خانماں خیالات میں سوز مفارقت سے بھی بدتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔ رومیر کے لشکری آوارہ خواہشوں اور شکستہ ناؤ کی طرح ادھر اُدھر اس طرح بھاگتے پھر رہے تھے جس کا کوئی ناخدا ہی نہ ہو۔

کچھ دیر مزید جنگ کے بعد رومیر کو اپنے سامنے اپنی شکست صاف دکھائی دینے لگی۔ یہ صورت حال دیکھتے ہوئے اس نے پسپائی اور شکست کے بگل بجا دیئے، بھاگ کھڑا ہوا، سیدھا سمورہ شہر کا رخ کیا اور سمورہ شہر کی سات فصیلوں اور سات خندقوں کے اندر وہ محصور ہو گیا تھا۔ رومیر کے خلاف امیر عبدالرحمٰن الثالث کی یہ عظیم الشان فتح تھی۔

سمورہ شہر میں داخل ہونے کے بعد رومیر نے اپنے سارے بڑے بڑے سالاروں کو اپنے گرد جمع کر لیا پھر انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''سمورہ سے باہر کھلے میدانوں میں میری توقع کے خلاف ہمیں ناکامی اور شکست کا منہ دیکھنا پڑا ہے۔ مجھے اس کی بالکل توقع نہیں تھی اور میں تو پکی امید لگائے بیٹھا تھا کہ اس بار کھلے میدانوں میں، میں عبدالرحمٰن کو شکست دینے میں کامیاب ہوجاؤں گا لیکن ہماری بدقسمتی کہ ہم پھر ناکام رہے۔ اب میرا خیال ہے کہ کھلے میدانوں میں ہمیں شکست دینے کے بعد عبدالرحمٰن اپنے لشکر کو لے کر واپس نہیں جائے گا، پیش قدمی کرے گا اور سمورہ شہر کا محاصرہ کرنے کی کوشش کرے گا۔

میرے عزیزو! اس میں کوئی شک نہیں کہ سمورہ شہر ایک طرح سے ناقابل تسخیر ہے لیکن کبھی کبھی حملہ آوروں کے ناقابل تسخیر ارادے کوہستانی سلسلے کو بھی ان کی جڑوں سے ہلا کر رکھ دیتے ہیں۔ کہیں ہمارے ساتھ بھی سمورہ شہر میں ایسا ہی نہ ہو۔

اس میں کوئی شک نہیں، شہر کی سات فصیلیں اور ہر فصیل کے اندر ایک خندق ہے۔ اس طرح سات فصیلوں اور پانی سے بھری ہوئی سات خندقوں کو عبور کر کے سمورہ کو فتح کرنا اگر ناممکن نہیں تو ایسا مشکل کام ہے جسے ہر کوئی پورا نہیں کر سکتا۔ میرے عزیز ساتھیو! اپنے لشکر کی اکثریت کو سمورہ شہر کے سب سے باہر والی فصیل کے اوپر پھیلا دو تاکہ جونہی عبدالرحمٰن حملہ آور ہونے کی کوشش کرے تو فصیل کے اوپر سے ان پر ایسی تیر اندازی کی جائے کہ وہ نزدیک نہ آنے پائیں۔ میں چاہتا ہوں انہیں ایک بھی فصیل عبور کر کے سمورہ شہر کی طرف نہ آنے دیا جائے اور اگر ایک فصیل انہوں نے عبور کر لی تو پھر یاد رکھنا دوسری فصیلیں ان کے سامنے خود ہی سرنگوں ہوتی چلی جائیں گی اور سمورہ شہر کو عبدالرحمٰن فتح کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ اگر ایسا ہوا تو یاد رکھنا شہر کے اندر جس قدر ہمارا لشکر ہے نہ ان میں سے کوئی باقی بچے گا اور نہ شہریوں میں سے کسی کو زندہ رہنے دے گا اس لئے جب وہ سات فصیلیں، سات خندقیں عبور کر کے آئے گا تب اس کا غصہ، اس کی غضبناکی ہمارے خلاف اپنے عروج پر ہو گی اور عروج پر آیا ہوا غصہ اس طوفان کی مانند ہوتا ہے جو اپنے سامنے آنے والی ہر شے کو خس و خاشاک کی طرح اڑا کر لے جاتا ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد رومیر رکا پھر دوبارہ اپنے سالاروں کو وہ مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''میرے ساتھیو! اپنے کچھ لشکریوں کو طبیبوں کے ساتھ لگا دو تاکہ وہ زخمیوں کی

دیکھ بھال کریں باقی لشکر میں سے اکثریت کو باہر والی فصیل پر متعین کر دو تاہم کچھ اسے شہر کی بیرونی فصیل کے ہر دروازے پر بھی متعین کر دو اس لئے کہ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر ہم نے فصیل کے اوپر سے تیر اندازی کرتے ہوئے عبدالرحمٰن کو اس کے لشکریوں سمیت فصیل کے قریب نہ آنے دیا تب عبدالرحمٰن کوئی اور طریقہ شہر میں داخل ہونے کے لئے اپنائے گا۔ عبدالرحمٰن جنگ کا وسیع تجربہ رکھتا ہے، باہمت ہے، شہر پر حملہ آور ہوئے بغیر واپس نہیں جائے گا۔ اس بناء پر ہمیں شہر کے دروازوں کی بھی حفاظت کرنا ہو گی اس لئے کہ وہ کوئی حربہ استعمال کرتے ہوئے شہر پناہ کے دروازے توڑ کر بھی داخل ہو سکتا ہے۔''

اس کے بعد رومیر نے اپنے سالاروں کو وہاں سے ہٹا دیا اور اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہونے کا حکم دیا پھر دیکھتے ہی دیکھتے لشکری سمورہ شہر کی پہلی فصیل پر جمع ہوتے ہوئے برجوں کے اندر تیروں اور پتھروں کے ڈھیر لگانے لگے تھے تاکہ سمورہ شہر کا دفاع کر سکیں۔

جس وقت رومیر کے پاس سے اس کے سالار ہٹ گئے تب ایک طرف سے رومیر کی بیوی لیسانہ، بیٹی قرسینا بیٹا اورڈینو اور چھوٹا بیٹا شانجہ آئے، چاروں رومیر کے قریب کھڑے ہو گئے۔ اس موقع پر گفتگو کا آغاز قرسینا نے کیا اور رومیر کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''بابا! آپ تو کہتے تھے عبدالرحمٰن کے سالار احمد بن یعلیٰ کے لشکر کے ایک حصے کے ساتھ افریقہ چلے جانے کے باعث آپ عبدالرحمٰن کو شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے اور آپ اپنی شکستوں کا انتقام لے لیں گے اور میں کیا دیکھتی ہوں کہ اس بار پھر ہمیں سمورہ کے میدانوں میں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے۔'' یہاں تک کہنے کے بعد قرسینا رکی پھر دوبارہ اپنے باپ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''اے میرے باپ! اس جنگ میں اگر احمد بن یعلیٰ بھی افریقہ کی طرف چلے جانے والے لشکر کے ساتھ موجود ہوتا تو میں یہ سوچ کر لرز کانپ جاتی ہوں کہ پھر ہمارا کیا حشر ہوتا پھر تو ہمارے ساتھ ہمارے لشکریوں کا بھی قتل عام شروع ہو چکا ہوتا۔''

قرسینا جب خاموش ہوئی تب شرمندگی کا اظہار کرتے ہوئے رومیر کہنے لگا۔

''میری بیٹی! تیرے خیالات درست ہیں اور میں تیرے ان خیالات کی تائید بھی کرتا ہوں ..... میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ سمورہ کے ان میدانوں میں ہمیں اس طرح بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑے گا۔ میں نے تو اپنے دل میں ٹھان رکھی تھی کہ میں عبدالرحمٰن سے اپنی گزشتہ دو شکستوں کا ان میدانوں میں انتقام لینے میں کامیاب ہو جاؤں گا لیکن ہماری بدقسمتی کہ شکست پھر ہماری ہی جھولی میں آئی اور مجھے اب اندیشہ ہے کہ اپنی فتح کی ردا کو مزید طویل کرنے کے لئے عبدالرحمٰن سمورہ شہر کا ضرور محاصرہ کرے گا ..... ان حالات کو دیکھتے ہوئے میری بیٹی! میں نے ایک بہت بڑا فیصلہ کیا ہے۔''

قرسینا نے اس بار بڑے تعجب سے اپنے باپ کی طرف دیکھا پھر پوچھ لیا۔

''کیسا فیصلہ .....''

رومیر نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔ ''میری بیٹی! یہ جنگ کافی طول بھی پکڑ سکتی ہے۔ اگر محاصرہ طول پکڑ گیا تو ہمیں اردگرد کے علاقوں اور شہروں سے رسد اور کمک بھی حاصل کرنا ہوگی اور اس کے لئے ہمیں مختلف علاقوں میں مسلمانوں کے خلاف چھاپہ مار جنگ کی ابتدا کرنا ہوگی۔ یہ بھی ممکن ہے مسلمان ایک فصیل کے بعد دوسری فصیل، ایک خندق کے بعد دوسری خندق کو عبور کرتے ہوئے شہر تک پہنچنے میں کامیاب ہو جائیں۔ ایسی صورت میں ہمیں سمورہ سے نکل کر بڑی سرعت کے ساتھ اپنے مرکزی شہر لیون کا رخ کرنا ہوگا۔''

رومیر رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔ ''ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے میری بیٹی! میں نے فیصلہ کیا ہے کہ سمورہ شہر میں صرف اورڈینو میرے ساتھ رہے گا۔ تم، تمہاری ماں اور شانجہ تینوں لیون کی طرف چلے جاؤ۔ میں تمہارے ساتھ چند محافظ دستے کر دیتا ہوں جو تمہیں وہاں تک بحفاظت لے جائیں گے۔''

رومیر جب خاموش ہوا تب بغیر کسی توقف کے قرسینا بول اٹھی۔

''بابا! جہاں تک میرا سوال ہے میں تو آپ کے ساتھ جنگ میں شرکت کروں گی۔ بڑا بھائی اورڈینو بھی یہاں رہے گا۔ میرا اپنا خیال ہے کہ اماں اور شانجہ کو لیون بھیج دیتے ہیں، ان کا یہاں رہنا ٹھیک نہیں ہے۔''

اس موقع پر پرسینا کی ماں لیسانہ آگے بڑھی اور قرسینا کو اس نے بڑے پیارے انداز میں اپنے ساتھ لپٹا لیا، اس کا گال چوما پھر کہنے لگی۔

''بیٹی! میں تو کہتی ہوں تو بھی میرے ساتھ چل ..... یہاں جنگ میں حصہ لے کر تو کیا کرے گی ..... اس بار سمورہ شہر میں محصورہ رہتے ہوئے جنگ بڑی کٹھن اور بڑی دشوار ہو کر رہ جائے گی اور میں نہیں چاہتی کہ میری بیٹی ان دشواریوں اور کٹھنایوں سے گزرے۔''

اپنی ماں کے ان الفاظ پر قرسینا کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ بڑے پیارے انداز میں اس نے اپنی ماں لیسانہ کا گال تھپتھپایا، کہنے لگی۔

''اماں! آپ میری کوئی فکر نہ کریں ..... آپ یوں جانیں کہ اورڈینو سے چھوٹی میں آپ کی بیٹی نہیں بیٹا ہوں ..... میں یہاں ابا کے ساتھ رہتے ہوئے بہت کچھ کر سکتی ہوں ..... آپ اور شانجہ دونوں لیون چلے جائیں اس طرح ہم زیادہ طمانیت کے ساتھ دشمن کے خلاف برسرپیکار رہ سکیں گے۔''

اپنی بیٹی قرسینا کی بات لیسانہ مان گئی پھر کچھ دستے متعین کیے گئے جو اسی وقت لیسانہ اور شانجہ دونوں کو سمورہ سے لے کر لیون کی طرف روانہ ہو گئے تھے جب کہ اورڈینو اور قرسینا دونوں بہن بھائی اپنے باپ رومیر کے ساتھ شہر کے استحکامات کا جائزہ لینے لگے تھے۔

دوسری طرف امیر عبدالرحمٰن الثالث سمورہ کے میدانوں میں رومیر کو بدترین شکست دینے کے بعد انہی میدانوں میں قیام کیے رہا۔ بھاگتے رومیر کا اس نے تعاقب نہ کیا۔ سب سے پہلے اس نے رومیر کے پڑاؤ کی ہر چیز پر قبضہ کیا، بڑے سکون اور آرام کے ساتھ عبدالرحمٰن نے مرنے والوں کی تدفین کے علاوہ زخمیوں کی دیکھ بھال اور مرہم پٹی کا سامان کیا۔ پورا دن اور اگلی پوری رات امیر نے اپنے لشکر کو وہیں پڑاؤ کرنے کا حکم دیا اس کے بعد جب اگلے دن کا سورج طلوع ہوا تو رومیر اور اس کے سالاروں نے دیکھا عبدالرحمٰن الثالث اپنے لشکر کے ساتھ سمورہ شہر کے نواح میں پڑاؤ کر چکا تھا۔

پڑاؤ کرنے کے بعد عبدالرحمٰن نے اپنے سالاروں کو اپنے خیمے میں طلب کیا تھا۔ جب سب سالار اس کے پاس جمع ہو گئے تب عبدالرحمٰن انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے عزیزو! سمورہ سے باہر کھلے میدانوں میں رومیر کو ہم بدترین شکست دے چکے ہیں اور اب وہ ہم سے اپنی جان بچانے کے لئے سمورہ شہر میں محصور ہو چکا ہے۔ میں نے سن رکھا ہے اس شہر کے استحکامات بڑے پائیدار اور ناقابل تسخیر خیال کیے جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں شہر پر حملہ آور ہونے کے لئے تمہاری کیا رائے ہے۔''

عبدالرحمٰن الثالث جب خاموش ہوا تب سب سے پہلے اس کا وزیر سعید بن منذر بول اٹھا، کہنے لگا۔

''امیر محترم! میں نے سمورہ شہر دیکھ رکھا ہے ..... شہر کے گرد سات انتہا درجہ کی مضبوط فصیلیں ہیں اور فصیلوں کی صفت یہ ہے کہ پہلی فصیل کے بعد جب دوسری فصیل آتی ہے تو وہ پہلی فصیل سے اونچی ہے اس طرح دوسری سے تیسری اور پھر چوتھی اس طرح ہر فصیل پہلی فصیل سے اونچی ہوتی چلی جاتی ہے اس کے علاوہ ہر فصیل کے درمیان کافی گہری خندق ہے جو پانی سے بھری رہتی ہے۔ یوں سات فصیلوں اور سات پانی سے بھری خندقوں کو عبور کرنے کے بعد ہم سمورہ شہر میں داخل ہونے کے قابل ہو سکیں گے اور میں سمجھتا ہوں یہ بڑا کٹھن کام ہے اس کے لئے ہمیں کچھ انتظامات کرنے کے ساتھ ساتھ محاصرے کو طول دے کر دشمن کو تھکا مارنا ہو گا اور اگر ہم نے محاصرے کو طول نہیں دینا تو پھر یہاں پڑاؤ کر کے اردگرد کے علاقوں سے درخت کاٹ کر منجنیقیں تیار کی جائیں ان منجنیقوں سے شہر کی ہر فصیل پر سنگ باری کر کے یکے بعد دیگرے ہر فصیل کو توڑتے ہوئے شہر میں داخل ہوا جائے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد سعید بن منذر خاموش ہوا کچھ سوچا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا وہ کہہ رہا تھا۔

''امیر محترم! اس کے علاوہ بھی ہمیں کچھ دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے گا ..... فصیل گرانے کے بعد ہمارے سامنے جو سب سے پہلا اور بڑا مسئلہ آئے گا وہ دو فصیلوں کے درمیان پڑنے والی خندق کو عبور کرنا ہو گا اور خندق کو عبور کرنے کے لئے آپ جانتے ہیں فی الوقت ہمارے پاس کوئی سامان نہیں اور اسے لکڑی کے بڑے بڑے تختوں کے ذریعے ہی عبور کیا جا سکتا ہے اور یہ تختے ہم گرد و نواح کے درخت کاٹ کر ہی تیار کر سکتے ہیں۔''

سعید بن منذر جب خاموش ہوا تب نجد اپنی جگہ پر بڑی بے چینی کا اظہار کر رہا

تھا۔ نجد بڑا تجربہ کار اور بڑا مخلص اور جانثار سالار تھا۔ اس کی حالت کو عبدالرحمٰن الثالث نے بھانپ لیا تھا۔ مسکراتے ہوئے نجد کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''نجد! میں دیکھتا ہوں تم بھی اس موقع پر کچھ کہنا چاہتے ہو ..... کہو اگر تمہارے پاس کوئی تجویز ہے، وہ قابل عمل ہوئی تو اس پر ضرور عمل کیا جائے گا۔''

جواب میں نجد مسکرایا اور کہنے لگا۔

''امیر! آپ کا اندازہ درست ہے ..... میں واقعی بہت کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ میں محترم سعید بن منذر کی تجویز سے اختلاف نہیں کرتا ..... شہر کو فتح کرنے کا بہترین طریقہ وہی ہے جو محترم ابن منذر نے بیان کیا ہے اس کے علاوہ بھی ایک آسان طریقہ ہے جس کے ذریعے شہر میں آسانی کے ساتھ داخل ہوا جا سکتا ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد نجد رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''امیر یہ تو آپ جانتے ہیں کہ ہمارے پاس کچھ صناع اور ہنرمند ایسے ہیں جو فصیل کو گرانے میں بڑے مشاق اور ماہر ہیں۔ اس موقع پر ہمیں منجنیقوں کی بھی ضرورت نہیں ہے ..... ہمارے وہی ہنرمند اور صناع پہلی فصیل کے اندر شگاف ڈالیں گے جیسا کہ محترم ابن منذر نے کہا ہے کہ ہر فصیل کے بعد ایک پانی سے بھری خندق آتی ہے۔ پانی سے بھری خندق ہماری راہ میں کوئی بڑی رکاوٹ ثابت نہ ہو گی۔

پہلی فصیل کو ہم جہاں سے توڑیں گے اس کا ملبہ جہاں گرے گا وہی ملبہ اٹھا کر ہم فصیل کے ایک حصے میں پھینک کر وہاں گزرنے کا راستہ بنا لیں گے اس طرح پہلی فصیل کے بعد دوسری فصیل پر حملہ کریں گے۔ دوسری فصیل کا حصہ توڑ کر اس کا ملبہ اگلی خندق میں ڈالیں گے اور اسے بھی عبور کر لیں گے اس طرح ایک فصیل کے بعد دوسری فصیل کو توڑتے ہوئے اور ایک خندق کے بعد دوسری خندق کو عبور کرتے ہوئے ہم سمورہ شہر میں داخل ہو کر رومیر کو بدترین شکست دینے کے بعد سمورہ پر قبضہ کر سکتے ہیں۔''

اس تجویز پر عبدالرحمٰن مسکرایا کچھ دیر تک توصیفی انداز میں اس کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

''نجد کی تجویز کیونکہ سب سے زیادہ قابل عمل ہے لہٰذا میں سمجھتا ہوں اس پر عمل

کیا جائے گا ..... ہمارے پاس منجنیقیں نہیں ہیں لہٰذا منجنیقوں کے بغیر اس طرح پر عمل کرتے ہوئے ہم سمورہ شہر میں محصور رومیر سے نمٹ سکتے ہیں۔''

عبدالرحمٰن کی اس تجویز سے دیگر سالاروں نے بھی اتفاق کیا تھا لہٰذا اگلے روز سمورہ شہر پر حملوں کی ابتدا ہوگئی تھی۔ ان حملوں کی کمانداری نجد کے ہاتھ میں تھی۔ کیونکہ ایک غلام تھا لہٰذا اس کے کماندار مقرر کیے جانے پر عرب سردار متفقہ طور پر اس کی قیادت کے خلاف ہو گئے اس کے باوجود کہ لشکر میں نااتفاقی پیدا ہو چکی تھی۔ عرب سرداروں نے ایک طرح سے نجد کے تحت دشمن پر ضرب لگانے سے انکار کر دیا تھا پھر بھی امیر عبدالرحمٰن نے حملہ آور ہوتے ہوئے سمورہ شہر کی پہلی دیوار کا ایک حصہ گرایا اور اسی کے ملبے سے خندق کو بھر کر دوسری دیوار کی طرف پیش قدمی کی۔ دوسری دیوار کا بھی ایک حصہ گرا کر دوسری خندق بھری گئی۔ تیسری دیوار کے قریب جب عبدالرحمٰن کا لشکر پہنچا تب لشکر کے اندر جو نا اتفاقی تھی وہ کھل کر سامنے آ گئی۔ عرب سرداروں نے جو اپنی قومی عظمت کی وجہ سے ایک غلام کے تحت جنگ کرنے کو عار خیال کرتے تھے، انہوں نے ذہنی طور پر نجد کی کمانداری کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور جنگ سے ہاتھ کھینچ لئے تھے۔

عرب سرداروں کی بے حمیتی اور بے غیرتی کی وجہ سے نجد پر زیادہ زور پڑا اس لئے جب عرب سرداروں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس کا ساتھ چھوڑ دیا تب رومیر اور اس کے لشکری اس تھوڑے سے لشکر پر ٹوٹ پڑے جو نجد کی کمانداری میں تھا۔ اس طرح حملہ آور نصرانیوں نے نا صرف نجد کو ہلاک کر دیا بلکہ اس کے ساتھ جو بہت سے اس کے ساتھی تھے وہ بھی مارے گئے تھے اور خندق کا ایک حصہ انہوں نے مسلمانوں کی لاشوں سے بھر دیا۔

کچھ غیر ذمہ دار عرب سرداروں کی بے غیرتی، بے حمیتی کی وجہ سے عبدالرحمٰن نے پیش قدمی ترک کر دی، پسپائی اختیار کی، شہر سے باہر نکلا اور بچے کھچے لشکر کو لے کر وہ قرطبہ کی طرف چلا گیا تھا۔

امیر عبدالرحمٰن جب اپنے لشکر کو لے کر سمورہ شہر سے نکل گیا تو سمورہ شہر کے گرجوں اور خانقاہوں میں خوشی کی وجہ سے گھنٹیاں بجنے لگی تھیں۔ لوگ باہر نکل آئے تھے۔ خوشی کا اظہار کرنے لگے تھے۔ رومیر نے لشکر کا خاصا بڑا حصہ ٹوٹی ہوئی دونوں فصیلوں کو بحال کرنے پر مقرر کر دیا تھا۔ لشکری خندقوں کے اندر ملبہ بھر کر جو راستہ بنایا گیا وہ خندقوں سے نکالنے لگے تھے۔ اس موقع پر رومیر اپنی بیٹی قرسینا اور بیٹے اورڈینو کے ساتھ تیسری فصیل کے ایک برج پر کھڑا اپنے لشکریوں کے کام کی نگرانی کر رہا تھا کہ رومیر کا چوبدار اس کے پاس آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ہمارا ایک مخبر افریقہ سے آپ کے لئے کوئی خبر لے کر آیا ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں اسے یہیں لے آؤں۔''

اس وقت رومیر قرسینا اور اورڈینو بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ مسکراتے ہوئے رومیر کہنے لگا۔

''آج کا دن ہمارے لئے سب سے بڑی کا خوشی کا دن ہے اس لئے کہ ہم نے عبدالرحمٰن سے اپنی گزشتہ شکستوں کا انتقام لے لیا ہے۔ افریقہ سے اگر کوئی قاصد آیا ہے تو اسے یہیں لے آؤ اس لئے کہ افریقہ سے ہمارے لئے کوئی بری خبر نہیں آ سکتی۔ وہاں عبیداللہ مہدی مصالمہ اور کتامہ قبیلے کے خونخوار سردار ذنتول کے پاس بہت بڑی عسکری طاقت اور قوت ہے اور یقیناً ذنتول اور مصالمہ نے مل کر احمد بن یعلیٰ اور اس کے حمایتیوں کو شکست دے کر ان کے لشکر کا کام تمام کر کے رکھ دیا ہو گا۔ تم قاصد کو لے کر آؤ میرے خیال میں وہ یہی خبر دے گا ایسے موقع پر ہم دوہری فتح کا جشن منائیں گے۔''

چوبدار پیچھے ہٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد واپس آیا، اس کے ساتھ افریقہ سے آنے

والا مخبر تھا۔ وہ مخبر جب رومیر، قرسینا اور اورڈینو کے سامنے آیا، رومیر نے اسے مخاطب کیا۔

''گفتگو کا آغاز کرنے سے پہلے مجھے یہ بتا دو کہ جو خبر تم لے کر آئے ہو وہ اچھی ہے یا بری.....''

مخبر بے چارا عجیب سے شش و پنج میں پڑ گیا تھا کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

''مالک! میں اچھی نہیں بری خبر لے کر آیا ہوں۔''

مخبر کے ان الفاظ پر رومیر سنجیدہ اور کسی قدر مایوس ہو گیا تھا۔ اس کی بیٹی قرسینا، اور ڈینو بھی بڑی فکرمندی سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے پھر رومیر نے مخبر کو مخاطب کیا۔

''اچھا تم جو کہنا چاہتے ہو تفصیل سے کہو خبر بری ہے تو کوئی بات نہیں میں سنوں گا۔''

رومیر جب خاموش ہوا تب قاصد نے افریقہ میں لڑی جانے والی جنگ کی تفصیل کہہ دی تھی جسے سن کر رومیر حیرت زدہ ہو گیا تھا۔ مخبر جب خاموش ہوا تب رومیر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''یہ تو کہو جس وقت جنگ ہوئی تم اس وقت کہاں تھے.....؟''

مخبر بڑی عاجزی میں کہنے لگا۔

''مالک! جس وقت یہ جنگ ہوئی اس وقت میں عبیداللہ مہدی کے سالار مصالمہ کے لشکر کے پچھلے حصے میں تھا۔ یوں جانیں میں اس کے پڑاؤ کے ایک حصے ہی میں گھوڑے پر سوار جنگ کا سارا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔''

مخبر جب خاموش ہوا تب رومیر کہنے لگا۔

''کیا تم نے اپنے کانوں سے سنا کہ احمد بن یعلیٰ نے انفرادی مقابلے کے لئے باری باری پہلے مصالمہ اور ذتول کو للکارا اور جب ان کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا تو اس نے بیک وقت دونوں کو انفرادی مقابلے کی دعوت دی۔''

مخبر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''میں نہ صرف مسلمانوں کے سالار احمد بن یعلیٰ کو دیکھ رہا تھا بلکہ میں اس کی آواز کو بھی سن رہا تھا۔ اس نے پہلے مصالمہ کو للکارا بعد میں ذتول کو انفرادی مقابلے کی

دعوت دی جب دونوں کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا تو اس نے دونوں کو بیک وقت مقابلہ کرنے کی دعوت دی لیکن حیرت کی بات ہے کہ دونوں اکٹھے ہو کر بھی اس کے مقابلے پر نہ نکلے۔''

مخبر جب خاموش ہوا تب خفگی کے انداز میں رومیر کہنے لگا۔

''بڑے تعجب اور حیرت کی بات ہے اس کے بیک وقت مصالمہ اور ذتول دونوں کو انفرادی مقابلے کی دعوت دی اور انہوں نے ایسی بزدلی کا اظہار کیا کہ دونوں اکٹھے ہو کر بھی اس کے مقابلے میں نہ نکلے.....''

رومیر کو یہاں تک کہتے کہتے رک جانا پڑا اس لئے کہ اس کی بیٹی قرسینا بول اٹھی تھی۔

''اے میرے باپ! اس میں تعجب اور حیرت کی کوئی بات نہیں ..... ہم نے اپنی سلطنت کے تین تیغ زنوں کا انتخاب کیا تھا۔ آپ کا کہنا تھا کہ ان جیسا کوئی تیغ زن ہے ہی نہیں۔ احمد بن یعلیٰ نے پہلے ہمارے ایک تیغ زن کا کام تمام کیا اس کے بعد ہمارے دو تیغ زنوں سے بیک وقت ٹکرایا اور پلک جھپکتے میں اس نے ان دونوں کا کام تمام کر کے رکھ دیا۔ بابا! یہ مصالمہ اور بربروں کے وحشی قبیلے کتامہ کا سردار ذتول ہمارے تیغ زنوں سے جنگ کا کوئی وسیع تجربہ تو نہ رکھتے ہوں گے۔ ان سے کوئی اچھے تیغ زن تو نہ ہوں گے جب احمد بن یعلیٰ نے ہمارے دو تیغ زنوں کو بیک وقت موت کی نیند سلا دیا اور پھر میرا یہ بھی اندازہ ہے کہ اس احمد بن یعلیٰ کی شجاعت، اس کی بہادری کی داستانیں اندلس سے نکل کر افریقہ تک بھی پہنچ چکی ہوں گی اس بناء پر مصالمہ اور ذتول اس کے ساتھ انفرادی مقابلے کے لئے نہ نکلے ہوں گے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد قرسینا رکی، کچھ سوچا پھر اپنے باپ رومیر کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''بابا! اب تو میں بھی انتہائی بے چینی کے ساتھ اس بات کا انتظار کرنے لگی ہوں کہ احمد بن یعلیٰ کو عبدالرحمٰن کے لشکر میں نہیں بلکہ ہمارے لشکر میں سالار اعلیٰ ہونا چاہیے۔ بابا! جس لشکر میں احمد بن یعلیٰ جیسا جوان ہو میرے خیال میں اسے شکست دینا ناممکن نہیں تو مشکل ترین ضرور ہے۔''

قرسینا کے ان الفاظ پر رومیر تھوڑی دیر مسکراتے ہوئے اپنی بیٹی کی طرف دیکھتا

رہا پھر کہنے لگا۔

''بیٹی! تُو تو اس سورما کا سر مانگنے کے درپے تھی۔ اب تو بھی میری طرح یہی چاہتی ہے کہ اسے ہمارے لشکر میں سالار اعلیٰ ہونا چاہیے۔ میں تو اس بات سے بھی ڈرتا ہوں کہ میں نے اسے عبدالرحمٰن کے لشکر سے نکال کر اپنے لشکر میں شامل کرلیا تو کہیں تم اس کے خلاف انتقامی کارروائی کرتے ہوئے اس کا خاتمہ ہی نہ کر دو۔''

جواب میں قرسینا مسکرائی اور کہنے لگی۔

''بابا! میں آپ کے ان خیالات اور ان سوچوں سے قطعی اتفاق نہیں کرتی۔ میرے وہ خیالات، میرے وہ ارادے ماضی کے ساتھ ہوا میں تحلیل ہو کر رہ گئے۔ اس وقت احمد بن یعلیٰ کے متعلق میرے خیال کچھ اور تھے لیکن اب ایسا نہیں ہے۔ اب میں تو بڑی بے چینی سے اس بات کی خواہش مند ہوں کہ وہ قرطبہ سے نکل کر ہمارے پاس لیون میں چلا آئے۔ بابا! اگر وہ ایسا کرے تو میں آپ کو اپنے خون سے ایک معاہدہ لکھ کر دینے کے لئے تیار ہوں جس میں، میں تحریر کر دوں گی کہ اگر احمد بن یعلیٰ لیون میں آ جائے تو میں اسے وہ عزت، وہ احترام اور وہ وقار دوں گی جو اس سے پہلے میں نے اپنی سلطنت میں کسی شخص کو دیا ہی نہیں ہے۔''

تھوڑی دیر تک مسکراتے ہوئے رومیر نے قرسینا کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''میری بیٹی! اگر تیری یہ خواہش ہے تو پھر لکھ رکھ، میں ہر صورت میں تیری اس خواہش کی تکمیل کروں گا۔ اب احمد بن یعلیٰ عن قریب قرطبہ کے بجائے لیون شہر میں ہو گا۔''

اس موقع پر کسی قدر خدشات کا اظہار کرتے ہوئے قرسینا کہنے لگی۔

''بابا! آپ اسے دولت جواہرات کا لالچ دیں گے، سپہ سالاری کا منصب اس کے سامنے پیش کریں گے یا اپنی سلطنت کے اندر کسی وسیع جاگیر کی ملکیت دیں گے۔ اگر اس نے ان ساری پیش کشوں کو ٹھکرا دیا تو پھر کیا ہو گا۔'' رومیر طنزیہ سے انداز میں کہنے لگا۔

''بیٹی! تو نے جن پیش کشوں کا ذکر کیا ہے پہلے میں واقعی ہی اسے ان ہی چیزوں کی پیش کش کروں گا اور اگر اس نے میری اس پیش کش کو ٹھکرا دیا تو یاد رکھ میرے پاس ایسی پیش کش بھی ہے جسے احمد بن یعلیٰ کسی بھی صورت ٹھکرا نہیں سکتا

ہاں میں اسے وہ پیشکش کروں گا میری بیٹی، میں تمہیں ضمانت دیتا ہوں، میرے اس پیش کش کا اظہار کرتے ہی وہ بغیر کسی اعتراض کے قرطبہ سے نکل کر لیون میں آ جائے گا۔ وہ پیش کش ایسی ہے کہ اگر میں اسے لشکریوں کا سالار اعلیٰ نہ بھی بناؤں، اسے کوئی جاگیر بھی نہ دوں یا اسے کوئی عزت و احترام بھی نہ دوں تب بھی وہ اکیلی پیش کش ایسی ہے کہ وہ قرطبہ سے بھاگتا ہوا لیون میں میرے پاس آنے کے لئے تیار ہو جائے گا۔''

اس موقع پر بے پناہ طمانیت کا اظہار کرتے ہوئے قرسینا کہنے لگی۔

''اے میرے باپ! آپ کے پاس وہ کون سی جادوئی اور طلسمی پیش کش ہے جس کا اظہار ہوتے ہی احمد بن یعلیٰ جیسا بے نظیر اور بے عدیل نوجوان اپنے آبائی شہر قرطبہ سے نکل کر ہمارے پاس لیون چلا آئے گا۔''

جواب میں رومیر نے بڑے پیارے انداز میں قرسینا کا خوبصورت اور سرخ گال تھپتھپایا پھر کہنے لگا۔

''بیٹی! ابھی اس پیش کش کا میں اظہار نہیں کروں گا۔ وقت آنے دو پھر دیکھنا میری اس پیشکش کے جواب میں احمد بن یعلیٰ کیسے بھاگتا ہوا قرطبہ سے لیون کی طرف آتا ہے۔''

اپنے باپ کے ان الفاظ پر قرسینا کی خوشی اور مسرت کی کوئی انتہا نہ تھی۔ تھوڑی دیر تک شاید وہ اسی خوشی سے لطف اندوز ہوتی رہی پھر اس نے آنے والے مخبر کو مخاطب کیا۔

''تم نے تفصیل کے دوران بتایا تھا کہ بربروں کے سردار ذتول نے احمد بن یعلیٰ کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے کسی بربر کو نکالا تھا۔ اس بربر کا انجام کیا ہوا..... وہ بربر کیسا تھا..... طاقت اور قوت میں کیا وہ احمد بن یعلیٰ سے بھاری لگتا تھا..... تیغ زنی میں کیسا تھا.....؟''

قرسینا کے ان سوالات میں مخبر کہنے لگا۔

''جس بربر کو انفرادی مقابلے کے لئے نکالا گیا تھا، اپنی ذات میں وہ دیوپیکر تھا میں نے جب اسے انفرادی مقابلہ کرنے کے لئے لشکر سے نکل کر میدان میں اترتے دیکھا تو مجھے یقین ہو گیا تھا کہ وہ وحشی قسم کا نوجوان احمد بن یعلیٰ کو چیر پھاڑ کر رکھ

دے گا لیکن اس نے دیکھنے والی ہر آنکھ کو مایوس کیا۔

پہلے وہ عجیب سے انداز میں احمد بن یعلیٰ کو موت کے گھاٹ اتار دے دھمکیاں دیتا رہا لیکن اس کی کسی دھمکی کا اثر احمد بن یعلیٰ پر نہ ہوا تھا۔ چھوٹی حیرت کی بات یہ ہے کہ احمد بن یعلیٰ جس وقت انفرادی مقابلہ کرنے کے لئے اپنے کندھوں پر کوئی آہنی خود چڑھائے ہوئے تھا نہ اس کے بازوؤں پر لوہے جوشن تھے جب کہ اس کے مقابلہ پر آنے والے وحشی بربر نے کندھوں پر مولے خول بھی چڑھائے ہوئے تھے اور دونوں بازوؤں پر جوشن بھی تھے۔ احمد بن یعلیٰ خوش قسمتی اور اس بربر کی بدقسمتی کہ پہلے ہی حملے میں احمد بن یعلیٰ اس پر غالب شروع ہو گیا تھا اس لئے کہ پہلے ہی وار میں احمد بن یعلیٰ نے ڈھال مار کر اس کا اس کے سر سے اتار دیا تھا پھر چند ہی لمحوں بعد اسے چکمہ دے کر تلوار اس کے دائیں شانے پر گرائی، آہنی خول کو کاٹ کر رکھ دیا اور پھر دو تین لمحوں بعد ہی اس نے اسے عجیب و غریب چکمہ دیا اور اس کی تلوار بربر کے بائیں شانے پر گری اور ایک ناقابل برداشت گھاؤ دیتی چلی گئی تھی۔ بربر اپنے گھوڑے سے گرا اور احمد بن یعلیٰ نے اس کا سر کاٹ کر رکھ دیا تھا۔''

مخبر جب خاموش ہوا تب بڑے توصیفی انداز میں اپنے باپ رومیر کو مخاطب کرتے ہوئے قرسینا کہنے لگی۔

''بابا! یہ احمد بن یعلیٰ بڑا عجیب و غریب اور انوکھا یکتا اور اچھوتا قسم کا تیغ زن ہے۔ میں سمجھتی ہوں انفرادی مقابلے میں اسے شکست دی ہی نہیں جا سکتی۔ اگر دی جا سکتی تو بابا جن تیغ زنوں کا ہم نے انتخاب کیا تھا ان میں سے کوئی نہ کوئی اس پر ضرور غالب رہتا پر ایسا نہیں ہوا۔ بابا! میں ایک بار پھر آپ سے التجا کرتی ہوں کہ اسے اپنے لشکر میں شامل ضرور کیجئے گا۔''

جواب میں مسکراتے ہوئے رومیر نے قرسینا کا سر تھپتھپایا کہنے لگا۔

''میری بیٹی! تو اس قدر پریشان اور فکرمند کیوں ہوتی ہے۔ احمد بن یعلیٰ بے نظیر اور بے عدیل تیغ زن کا صحیح مقام لیون ہے، قرطبہ نہیں اور تو دیکھے گی کہ لیون آ کر ہمارے لشکر میں شامل ہو جائے گا اس کے آنے سے ہماری طاقت اور میں خوب اضافہ ہو جائے گا ..... میری بیٹی! اب آؤ کام کی نگرانی کریں۔''

قرسینا نے اس سے اتفاق کیا پھر اپنے بیٹے بیٹی اور دوسرے سالاروں کے ساتھ رومیر اپنے لشکریوں کو ہدایت دیتے ہوئے کام کی نگرانی کرتے ہوئے گری ہوئی فصیلوں کو پھر ان کی پہلی حالت پر بحال کرنے لگا تھا۔

احمد بن یعلیٰ نے چند ہفتوں تک نکور شہر ہی میں قیام کیے رکھا۔ اس دوران مغرادہ قبیلے کا محمد بن خزیہ اور مکناسیہ قبیلے کا سردار ابن ابی عافیہ بھی احمد بن یعلیٰ اور صالح کے ساتھ نکور شہر ہی میں مقیم رہے۔ شہر کے استحکامات کو پہلے سے زیادہ مضبوط اور پائیدار بناتے رہے۔ نکور کا پہلا حکمران سعید ثانی کیونکہ مارا جا چکا تھا لہٰذا احمد بن یعلیٰ، محمد بن خزیہ اور ابن ابی عافیہ نے وہاں صالح کی حکومت قائم کی۔ صالح بڑی سرگرمی سے سارے انتظامات کو احمد بن یعلیٰ کی موجودگی میں آخری شکل دیتا رہا۔ چاروں نے مل کر یہ بھی طے کیا کہ اس سے پہلے نکور شہر کی کوئی فصیل نہیں لہٰذا اس کی مضبوط اور مستحکم فصیل کا بھی اہتمام کیا جانا چاہیے۔

ایک روز جب چاروں اکٹھے بیٹھ کر نکور شہر کی فصیل کے متعلق ہی گفتگو کر رہے تھے کہ نکور کی اسلامی مملکت کے نئے حکمران صالح نے پہلے باری باری مغرادہ کے قبیلے کے سردار محمد بن خزیہ اور مکناسیہ کے سردار ابن عافیہ کی طرف دیکھا پھر انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے عزیز بھائیو! اگر تم دونوں مجھ سے اتفاق کرو تو اس موقع پر میں ایک تجویز پیش کرنا چاہتا ہوں ..... اگر اس تجویز سے تم دونوں نے اتفاق کیا تو اسے آخری شکل دی جائے گی ورنہ اس پر عمل درآمد نہیں کیا جائے گا۔''

صالح کے ان الفاظ کے جواب میں ابن ابی عافیہ اور محمد بن خزیہ بڑے غور سے اس کی طرف دیکھنے لگے تھے پھر محمد بن خزیہ نے اسے مخاطب کیا۔

''میرے بھائی! اب تم نکور کی اسلامی مملکت کے حکمران ہو تمہیں اس طرح کے الفاظ ادا نہیں کرنا چاہیے۔ اپنے دل میں جو فیصلہ تم کر چکے ہو اسے کھل کر کہو، میں اور ابن عافیہ تمہیں یقین دلاتے ہیں کہ ہم تمہارے ہر اس ارادے سے اتفاق کریں گے جس میں ملت مسلمہ کی بہتری ہو گی۔''

محمد بن خزیہ کے ان الفاظ پر صالح تھوڑی دیر مسکراتا رہا، اطمینان کا اظہار کرتا

رہا پھر کہنے لگا۔

''اس موقع پر میرے ذہن میں دو منصوبے ہیں۔ پہلا یہ کہ میں افریقہ میں گو نکور کی سلطنت کا حکمران ہوں لیکن میں اس سلطنت کا حکمران اعلیٰ امیر عبدالرحمٰن الثالث کو تسلیم کرتا ہوں۔ آج کے بعد میں ایک طرح سے افریقہ میں ان کا نائب ہوں گا اور مملکت کے صحیح حکمران وہی ہوں گے۔

میرا دوسرا منصوبہ یہ ہے کہ میں اپنے ساحلی شہر سبتہ کو مکمل طور پر عبدالرحمٰن الثالث کی تحویل میں دے دوں، وہاں اندلس کا ایک لشکر ہر وقت مقیم رہے۔ ایسا کرنے کے دو فائدے ہوں گے۔

ایک تو آنے والے دور میں اگر عبیداللہ مہدی نے پھر ہمارے خلاف سر اٹھانے کی کوشش کی تو اس کے سامنے دو رکاوٹیں ہوں گی۔

پہلی یہ کہ اس کے ذہن میں یہ بات بیٹھی ہوئی ہو گی کہ اب نکور کی مملکت کا اصل حکمران میں نہیں بلکہ امیر عبدالرحمٰن الثالث ہے۔ دوسری بات جو اس کے لئے کھٹکا اور اس کے لئے خطرے اور خدشے کا باعث ہو گی وہ یہ کہ سبتہ میں جو امیر عبدالرحمٰن کا لشکر مقیم ہو گا وہ افریقہ میں عبیداللہ مہدی کو من مانی کارروائیاں نہیں کرنے دے گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد صالح جب خاموش ہوا تب کچھ دیر تک محمد بن خزیہ اور ابن ابی عافیہ ایک دوسرے کی طرف غور سے دیکھتے رہے پھر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے ابن ابی عافیہ کہنے لگا۔

''صالح بن سعید! ہم تیری عظمت، تیرے خلوص، تیری جانثاری کو سلام کرتے ہیں۔ ہم تمہارے دونوں منصوبوں سے اتفاق کرتے ہیں۔ قسم خداوند قدوس کی تم نے میرے اور محمد بن خزیہ کے دل کی بات کہہ دی ہے اور اس پر فوراً عمل درآمد ہونا چاہیے۔

اس معاملے میں پہلی بار احمد بن یعلیٰ اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''میرے عزیز دوستو! جو فیصلہ تم نے کیا ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ یہ ملت کے حق میں بہتر ہے۔ میں بھی واپس جا کر ان دونوں موضوعات پر امیر سے گفتگو

کروں گا اور مجھے امید ہے جب اسے پتا چلے گا کہ افریقہ میں اس کے ایسے ہمنوا ہیں جو وقت ضرورت اس کے دست راست بن سکتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ ہو گی۔''

یہاں تک کہنے کے بعد احمد بن یعلیٰ رکا پھر صالح کی طرف دیکھتا ہوا کہنے لگا۔

''ابن سعید میرے بھائی! میں کل یہاں سے کوچ کروں گا۔ یہاں سے سبتہ کا رخ کروں گا، اپنے لشکر کا ایک حصہ سبتہ ہی میں مقرر کروں گا باقی لشکر کو لے کر میں واپس اندلس روانہ ہو جاؤں گا۔''

احمد بن یعلیٰ جب خاموش ہوا تب ابن ابی عافیہ بول اٹھا۔

''امیر ابن یعلیٰ! ہم آپ کی اس تجویز سے بھی اتفاق کرتے ہیں اور اس میں، میں کچھ یہ اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ کل جب آپ یہاں سے سبتہ کی طرف روانہ ہوں گے تو میں محمد بن خزیہ، صالح تینوں سبتہ تک آپ کے ساتھ جائیں گے۔ ہم وہاں آپ کو اور آپ کے لشکریوں کو الوداع کہیں گے۔ آپ جو اپنے لشکر کا ایک حصہ سبتہ میں چھوڑنے کا فیصلہ کر رہے ہیں یہ ایک اچھا اور عمدہ اقدام ہے جب آپ روانہ ہو جائیں گے تو ہم بھی صالح کے ساتھ لوٹ آئیں گے۔''

احمد نے ابن ابی عافیہ کی اس تجویز کو بخوشی قبول کر لیا تھا پھر چاروں وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ اگلے روز احمد بن یعلیٰ نے نکور سے کوچ کیا۔ سبتہ کا رخ کیا۔ ابن ابی عافیہ محمد بن خزیہ اور صالح بن سعید اس کے ساتھ تھے۔ سبتہ میں آ کر اس نے لشکر کا ایک حصہ سبتہ میں چھوڑا باقی لشکر کو لے کر وہ اپنے جہازوں پر سوار ہوا اور سبتہ سے وہ اندلس کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

امیر عبدالرحمٰن الثالث کو جب احمد کے اپنے لشکر کے ساتھ قرطبہ کے قریب آنے کی اطلاع ملی تب اس نے شہر میں منادی کرا دی کہ جونہی احمد اور اس کا لشکر قرطبہ میں داخل ہو تو جشن کا سماں برپا کرتے ہوئے شاندار انداز میں اس کا استقبال کیا جائے۔ یہ بھی حکم جاری کر دیا گیا تھا کہ احمد بن یعلیٰ کو سیدھا قصرِ قرطبہ میں لایا جائے۔

احمد بن یعلیٰ جب قرطبہ میں داخل ہوا تو عبدالرحمٰن الثالث کی خواہش کے

مطابق قرطبہ کے مستقر میں مقیم لشکریوں اور شہریوں نے شاندار انداز میں اس کا استقبال کیا۔ لشکر کو مستقر میں ٹھہرایا گیا جب کہ مملکت کا وزیر سعید بن منذر احمد بن یعلیٰ کو قصر کی طرف لے گیا تھا۔

احمد جب قصر میں داخل ہوا تو عبدالرحمٰن نے شاندار انداز میں اس کا استقبال کیا۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر عبدالرحمٰن نے احمد کو گلے لگایا اسے افریقہ میں اس کی شاندار فتح پر مبارک باد دی۔ اس موقع پر عبدالرحمٰن کا بیٹا حکم بھی بڑے پرجوش انداز میں احمد سے ملا، اسے مبارک باد دی۔ ملکہ زہرہ نے بھی آگے بڑھ کر اس فتح پر مبارک باد دی تھی پھر احمد کو عبدالرحمٰن نے اپنے پہلو میں بٹھایا، عبدالرحمٰن اسے مخاطب کرتے ہوئے کچھ کہنا چاہتا تھا کہ گفتگو کا آغاز احمد نے کیا۔

''امیر محترم! یہاں آ کر مجھے سمورہ شہر میں اپنے لشکر کے نقصان کا علم ہوا تو مجھے بے حد دکھ اور افسوس ہوا۔''

احمد مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ عبدالرحمٰن نے مسکراتے ہوئے اس کی بات کاٹی، کہنے لگا۔

''بیٹے! فی الحال اس موضوع کو بھول جاؤ اس وقت میرے سامنے موضوع یہ ہے کہ تم نے افریقہ میں شاندار کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے۔ عبیداللہ مہدی اور اس کا سالار یقیناً افریقہ میں اپنے آپ کو ناقابل شکست تسلیم کرنے لگے تھے۔ وہ پورے افریقہ میں اپنی مملکت قائم کرنے کے خواب دیکھنے لگے تھے۔ تم نے عبیداللہ اور بربروں کے وحشی قبیلے سردار ذنول کو بدترین شکست دے کر ایک تو مغرب کی طرف بڑھنے کے لئے ان کا منہ موڑ دیا ہے۔ ان کی یورش، ان کی پیش قدمی کو روک دیا ہے۔ دوسرے ان پر یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ اندلس کی مملکت اتنی گئی گزری اور کمزور نہیں کہ اندلس سے نکل کر افریقہ میں وہ اپنے دشمنوں کے خلاف کوئی کامیاب کارروائی نہ کر سکے۔''

اس کے بعد احمد نے روانگی سے ایک دن پہلے صالح بن سعید، ابن ابی عافیہ اور محمد بن خزیہ کے ساتھ جو گفتگو ہوئی تھی اس کی تفصیل بھی عبدالرحمٰن سے کہہ دی تھی۔

یہ تفصیل سن کر عبدالرحمٰن بے حد خوش ہوا اور اس نے احمد کے اس اقدام سے بھی بخوشی اتفاق کیا کہ احمد نے اپنے لشکر کا ایک حصہ سبتہ میں چھوڑ دیا ہے پھر

عبدالرحمٰن، احمد کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''بیٹے! اب تم اٹھو اور جا کر آرام کرو اس لئے کہ لگاتار سفر کرتے ہوئے تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔''

اس موقع پر احمد بن یعلیٰ بڑے غور سے عبدالرحمٰن کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ عبدالرحمٰن بھی اس کے دیکھنے کے انداز کو بھانپ گیا تھا کہنے لگا۔

''لگتا ہے ابھی مزید تم کچھ کہنا چاہتے ہو۔'' احمد بن یعلیٰ سنجیدہ ہو گیا تھا، کہنے لگا۔

''امیر اس وقت میرے ذہن میں افریقہ میں میری کامیابی نہیں، سمورہ میں مرنے والے اپنے لشکریوں کا نقصان ہے۔ میں چاہتا ہوں جلد اس نقصان کی تلافی کی جائے۔ میں چاہتا ہوں کہ رومیر کی اس عارضی کامیابی کو اس کی دائمی شکست اور ناکامی میں تبدیل کیا جائے۔ امیر محترم! جب تک ایسا نہیں ہو گا، میرے لئے دن کا آرام، رات کا سکون جاتا رہے گا۔'' عبدالرحمٰن مسکرایا اور کہنے لگا۔

''احمد بیٹے! میں تمہارے اس جذبے کی قدر کرتا ہوں۔ تم دیکھو گے کہ عنقریب رومیر سے نہ صرف ہم انتقام لیں گے بلکہ اسے ایسی شکست سے دوچار کریں گے جو حال میں ساری عیسائی مملکت کے لئے درس عبرت کا باعث بنی رہے گی۔ فی الحال ہمارے سامنے ایک اور کام آن پڑا ہے۔''

احمد نے تجسس بھرے انداز میں عبدالرحمٰن کی طرف دیکھا پھر پوچھا۔

''امیر وہ کیا.....؟''

اس موقع پر عبدالرحمٰن نے اپنے قریب ہی بیٹھی اپنی ملکہ زہرہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''زہرہ کئی دن سے مجھ پر زور ڈال رہی ہے کہ قرطبہ کے نواح میں ایک نیا شہر آباد کیا جائے جس کا نام مدینہ الزہرہ ہو اور اس کے اندر ایک شاندار قصر تعمیر کیا جائے جس کا نام بھی قصر زہرہ رکھا جائے۔''

اس موقع پر مسکراتے ہوئے احمد نے عبدالرحمٰن کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''امیر! یہ بہت اچھی تجویز ہے ..... میں بھی اس سے اتفاق کرتا ہوں اس موقع پر میں آپ سے یہ بھی کہنا پسند کروں گا کہ آپ نئے شہر کی تعمیر کا کام شروع کریں

..... اپنی پوری توجہ اس پر مبذول رکھیں۔ مجھے اجازت دیں کہ میں لشکر کی تیاریوں میں لگ جاؤں آپ قرطبہ ہی میں قیام کیجئے گا۔ میں لشکر لے کر شمال کا رخ کروں گا اور آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ سمورہ شہر میں جو ہمارے لشکر کا نقصان ہوا، رومیر کا اس سے بڑھ کر نقصان کروں گا اور اسے بدترین شکست بھی دوں گا۔''

عبدالرحمٰن نے اس موقع پر فخریہ انداز میں احمد کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''میرے بیٹے! میں تمہاری تجویز سے اتفاق کرتا ہوں ..... میں قصر کی تعمیر کا کام شروع کر دوں گا، تم آج کا دن آرام کرو کل سے نئے لشکری بھرتی کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی تربیت کا کام بھی شروع کر دو اور جب تم مناسب سمجھو گے میں تمہیں شمال کی اس مہم پر روانہ کر دوں گا۔''

امیر عبدالرحمٰن کے الفاظ پر احمد مطمئن ہو گیا تھا پھر وہ قصر سے نکل گیا تھا۔ جب وہ اپنی حویلی کے دروازے پر آ کر اپنے گھوڑے سے اترا تو شاید خروئی، رحیق بنت خروئی اور یوحنا بن خروئی تینوں اس کی حویلی میں اس کا انتظار کر رہے تھے۔ گھوڑے کی باگ پکڑ کر احمد حویلی میں داخل ہوا تو ایک دم دو دفیں ایک ساتھ بج اٹھیں۔ ایک دف رحیق کے ہاتھ میں تھی دوسری یوحنا کے ہاتھ میں۔ دونوں ایک ساتھ بڑے پیارے انداز میں دفیں بجاتے ہوئے احمد کی فتح مندی کا گیت گا رہے تھے۔ احمد اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے اصطبل کی طرف ہو لیا حویلی کے وسط میں اسی طرح دفیں بجاتے ہوئے رحیق اور یوحنا گا رہے تھے جب کہ خروئی اپنے دونوں بچوں کے پاس کھڑا مسکرا رہا تھا۔ دونوں بہن بھائی فتح کا جو گیت گا رہے تھے اس کا مفہوم کچھ اس طرح تھا۔

تیری زندگی پر کبھی حادثوں کا نزول نہ ہو
آفاق کی رعنائیاں تیری فتح کے گیت گاتی رہیں
سورج، چاند، ستاروں کے رقص دما دم اور
تصور خانۂ حیرت میں فوزمندیاں تیرا مقدر بنیں
دشمن بے خانماں خیالات کی طرح تیرے سامنے ایسے جھکے
جیسے روشنیوں کے سامنے تاریکیاں سرنگوں ہوتی ہیں
خداوند رحیم و کریم تیرے قلب سلیم

تیری روح کو دیرپا سکون عطا کرے
سماوات و ارض کا رب وقت کے دشت میں
شہد سی میٹھی پھولوں سی کومل کا مرانیاں
جل سی نرمل اور نجم سحری نوش کن کامیابیاں تیرا مقدر بنائے
صبح کی روشنی شام کی تاریکیاں
تیرے ہر آدرش، تیرے ہر مقصد کی تکمیل کریں
اے عزیز! تیرا ذہنی رشتہ لا انتہا مضبوط ہے
تو ہمارے لئے اجالوں کا صحیفہ، ہم تیرے لئے طبت کا پیغامبر ہیں
ہواؤں کی ٹھنڈی سانسوں میں تیرے لئے
زندگی کو شیریں کرتی طلب انگیز مہک ہو
ستاروں بھری راتوں میں اے زجل عظیم خدا آبشاروں کی گنگناہٹوں اور حکمت کے گوہروں کا تجھ پر نزول کرے
خدائے مہربان رب پرجمال تجھے استطاعت دے کہ
تو ویرانوں کا گلستان بجھی شمعوں کو قندیل ضوفشاں کرتا چلا جائے

اتنی دیر تک احمد نے اپنے گھوڑے کو اصطبل میں باندھ کر اس کی زین دھانہ اتار دیا تھا۔ زین کے ساتھ بندھی ہوئی خرجینیں اس نے اپنے کندھے پر ڈال لیں پھر آہستہ آہستہ مسکراتے ہوئے صحن کے وسطی حصے کی طرف آیا جہاں خروئی اس کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا رہا تھا جب کہ رحیق بنت خروئی اور یوحنا دونوں دفیں بجاتے ہوئے خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ سب سے پہلے خروئی اور یوحنا آگے بڑھا، احمد کو گلے لگا کر اس کی پیشانی چومی، اسے شاندار فتح پر مبارکباد دی پھر احمد، رحیق اور یوحنا کی طرف بڑھا دونوں کو اپنے بازوؤں میں لے کر لپٹا لیا۔ باری باری دونوں کی پیشانیاں چومیں پھر لمبا سانس لیتے ہوئے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''رحیق! جہاں تم جیسی بہن ہو اور یوحنا جیسا بھائی ہو وہاں احمد بن یعلیٰ کے لئے کوئی غم، کوئی دکھ نہیں آ سکتا۔''

رحیق نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی دف یوحنا کو تھما دی پھر احمد کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''بھائی! کافی دیر پہلے ہمیں آپ کی آمد کی اطلاع ہو گئی تھی بلکہ میں اور یوحنا دونوں بہن بھائی آپ کے استقبال کے لئے بھی گئے تھے اور لوگوں کی طرح میں نے اور یوحنا نے بھی آپ کی طرف پھول پتیاں پھینکے لیکن افسوس وہاں لوگوں کا اس قدر ہجوم تھا کہ ہم آپ کے نزدیک نہیں آ سکے۔''

اس موقع پر غور سے احمد نے رحیق کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''میری بہن! اگر تو یوحنا کے ساتھ وہاں گئی تھی تو تو نے مجھے آواز دی ہوتی..... اپنے بھائی کو پکارا ہوتا ..... میں گھوڑے کو روک کر تیرا ہاتھ پکڑ کر تجھے اور یوحنا کو اپنے گھوڑے کے پیچھے بٹھاتا۔''

احمد کے ان الفاظ پر رحیق بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے ایک بار پھر اس سے لپٹ گئی تھی کہنے لگی۔

''جہاں آپ جیسا بھائی ہو وہاں کوئی بہن بھی دکھی نہیں رہ سکتی۔'' اس کے ساتھ ہی رحیق پھر پیچھے ہٹی کہنے لگی۔

''بھائی! آپ کا استقبال کرنے کے بعد واپس آ کر میں نے کھانا تیار کر دیا ہے ..... بس ہم تینوں آپ ہی کا انتظار کر رہے تھے ..... آپ تینوں سامنے والے کمرے میں چلیں، میں کھانا لگاتی ہوں اور اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں۔''

اس کے ساتھ ہی احمد، خروئی اور یوحنا سامنے والے کمرے میں جا کر بیٹھ گئے تھے جب کہ رحیق مطبخ کی طرف چلی گئی تھی۔

امیر عبدالرحمٰن الثالث نے اپنی ملکہ زہرہ کے کہنے پر مدینہ الزہرہ اور قصر زہرہ کی [illegible] کا کام شروع کر دیا تھا۔ اس کی تعمیر قرطبہ کے نواح میں جبل عروس کے دامن میں [illegible] کی گئی تھی اور یہ علاقہ قرطبہ کے نواح میں چند میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ [illegible] یہ نیا شہر بننا شروع ہوا۔ اس شہر اور قصر کی تعمیر میں پچیس سال کا عرصہ لگا اور [illegible]رحمٰن کے بعد اس کے بیٹے الحکم نے بھی لگ بھگ پندرہ سال تک شہر اور قصر میں [illegible] کیے اس طرح امیر عبدالرحمٰن سلطنت کا کاروبار کرنے کے ساتھ ساتھ اس شہر [illegible] کی تعمیر میں بھی لگا رہا۔

کہا جاتا ہے کہ اس شہر کی تعمیر پر دس ہزار معمار اور نجار روزانہ کام کرتے تھے۔ [illegible] کے بجائے چھ ہزار سنگین سلیں روزانہ تیار کی جاتی تھیں۔ بار برداری کے لگ [illegible] تین ہزار جانور رف تعمیر کا مصالحہ لے جانے کے لئے استعمال ہوتے تھے۔ تعمیر [illegible] کے شروع میں چار ہزار ستون پہلے نصب کیے گئے تھے۔ ان ستونوں میں [illegible] اکثر قسطنطنیہ، روم اور دیگر بہت سے ممالک سے تحفے کے طور پر وہاں کے [illegible] نے روانہ کیے۔

اس کے علاوہ اندلس کے مختلف مقامات میں سنگ مرمر کی کانوں سے بھی پتھر [illegible] کر استعمال کیے گئے تھے۔ پندرہ ہزار دروازے تھے جن پر عمدہ قسم کے لوہے کے [illegible] پیتل کے سروپا غلاف چڑھائے گئے تھے۔ صرف عبدالرحمٰن الثالث کے ذاتی [illegible] کی چھت اور دیواریں بالکل ایسی تھیں جن پر سونا چڑھا ہوا تھا اور کمرے کے [illegible] ایک انتہائی عجیب و غریب فوارہ نصب تھا جو ایک ہی پتھر کو تراش کر بنایا گیا تھا [illegible] یونان کے بادشاہ نے ایک انتہائی قیمتی ہدیے کے ساتھ روانہ کیا تھا۔

عبدالرحمٰن الثالث کے کمرے کے عین وسط میں ایک چھوٹا سا حوض بنایا گیا تھا

جس میں پارہ بھر دیا گیا تھا اور اس کمرے کے ہر طرف آٹھ آٹھ دروازے تھے پر ہاتھی دانت اور آبنوس کی نہایت عمدہ صنعت کاری اور گل کاری کی گئی تھی اور قسم قسم کے بیش بہا پتھر جڑے گئے تھے۔ جب آفتاب کی روشنی ان دروازوں سے اندر داخل ہو کر اپنی تمازت سے پارے کو متحرک کرتی تھی تو گویا ہر طرف برق کا بلوہ نظر آتا تھا اور اہل دربار کی نظریں خیرہ ہو جایا کرتی تھیں۔

بہت سے مؤرخین نے اس شہر کے عجائب و غرائب بڑی تفصیل کے ساتھ لکھے ہیں۔ اس شہر میں جا بجا لبریز پاکیزہ چشمے بہتے تھے جن کے اطراف میں سرسبز و شاداب باغات اور شاندار مکانات تھے۔

اراکین دربار کے عظیم الشان محل بنائے گئے تھے۔ مسلح لشکریوں، نوجوان خادموں اور ہر قوم و ملت کے غلاموں کا ایک اژدہام رہتا تھا جو زربفت، کمخواب اور ریشم کی قبائیں اور جبے زیب تن کیے شہر کے وسیع اور خوش نما کوچہ اور بازار میں ہر وقت اس کثرت سے ادھر ادھر پھرتے رہتے تھے جن کی وجہ سے تل دھرنے کو جگہ نہ رہتی تھی۔

قاضیوں، علماء اور شاعروں کے ہجوم عبدالرحمٰن الثالث کے اس قصر کے شاندار کمروں اور دیوان میں متانت اور استقلال کے ساتھ ٹہلتے رہتے تھے۔

کہا جاتا ہے کہ قصر زہرہ میں ایک شاندار اور بہترین قسم کا خوشنما تالاب بھی بنا گیا تھا جس میں رنگ برنگ کی مچھلیاں تفریحاً پالی گئی تھیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ تالاب اتنا بڑا تھا اور اس میں مچھلیوں کی اس قدر کثرت تھی کہ ہر روز بارہ ہزار روٹیاں اور ماش کے چھ لبریز پیالے تالاب میں ڈالے جاتے تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جس نے ایک مرتبہ اس خوشنما شہر اور اس کے قصر زہرہ کو دیکھ لیا وہ تصدیق کرتا تھا کہ اسلامی دنیا میں اس کا کوئی نظیر نہ تھا۔ بعیدالوطن سیاح، اولوالعزم شہزادے، سفیر، تاجر، حجاج، فقہا، شعراء اور تمام اعلیٰ ادنیٰ درجہ کے پیشہ ور اور ہر مذہب کے لوگ اس بات پر متفق تھے کہ انہوں نے دوران سیاحت کوئی ایسا عجیب و خوشنما شہر یا عمارت نہیں دیکھی جس کو مدینہ الزہرہ اور قصر الزہرہ سے ذرا بھر بھی مناسبت ہو سکے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ قصر اور شہر کے سرسبز باغات، اس کے سنگ مرمر کے ہال خانے اور ان کے اندر وسیع اور عریض کمرے، قبہ دار مسندیں اور نشست گاہیں جن

عجیب و غریب صناعی کی گئی تھی اس دور کی اعلیٰ ترین اشیاء میں شمار کی جا سکتی تھیں۔

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ سونے کے پانی سے قصر کی آرائش اور زیبائش میں اضافہ کیا گیا تھا۔ سنگ مرمر کے لوازمات سے اس کی خوبصورتی اور ستونوں کی بوقلمونی نے اسے ایک عجوبہ بنا دیا تھا۔

ایک عام اور بہت بڑا تالاب بھی بنایا گیا تھا جو ہر وقت صاف و شفاف پانی سے لبریز رہتا تھا اور اس حوض میں جا بجا مختلف قسم کے مصنوعی پرندے بنائے گئے تھے جو ایسے لگتے تھے جیسے زندہ ہوں اور پانی پر تیر رہے ہوں۔

مؤرخین یہ بھی تفصیل کے ساتھ لکھتے ہیں کہ عبدالرحمٰن نے مہمانوں کے لئے قصر میں ایک مخصوص کمرہ تیار کروایا تھا۔ اسی کمرے کے اندر دوسرے ملکوں کے سفیر، امیر کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی نامزدگی کے کاغذات پیش کرتے تھے۔ اس کمرے سے متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے شاہانہ شان و شوکت سے آراستہ کر کے اس کے عین وسط میں ایک نہایت پرتکلف اور خوشنما تخت بچھایا گیا تھا جس پر جا بجا آب دار ہیروں اور جواہرات اور آبِ زر سے گل کاری کی گئی تھی۔

جب کبھی کوئی اجلاس طلب کیا جاتا تو تخت کے دونوں جانب عبدالرحمٰن کے بیٹے پہلے کھڑے ہوتے اس کے بعد وزیر، معتبر اور اعلیٰ سالار، ان کے فرزند، اس کے بعد امیر کے خانہ زاد اور آزاد کردہ غلام کھڑے ہوتے تھے۔

تمام دربار میں اندر سے باہر تک قیمتی غالیچوں اور اعلیٰ درجے کے پشمینوں کا فرش بچھا دیا گیا تھا اور محراب اور دروازوں پر زردوزی ریشم کے پردے آویزاں کر دیئے گئے تھے۔ غرض یہ کہ اس کمرے کے لئے بھی اشیائی تکلف کی کوئی کمی نہ رہنے دی گئی تھی۔

کہتے ہیں اسی کمرے میں ایک بار کچھ یونانی سفیر، امیر عبدالرحمٰن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کمرے کی شان و شوکت پر، وہاں کے رہنے والوں کی شاہانہ جبروت اور سطوت دیکھتے ہوئے ان پر عجیب طرح کا خوف اور ہیبت طاری ہو کر رہ گئی تھی۔ اس کمرے اور عبدالرحمٰن کی شان و شوکت کا یہ عالم تھا کہ کہتے ہیں ایک بار یونان کا ایک سفیر اسی کمرے میں امیر عبدالرحمٰن کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے بادشاہ کی طرف سے ایک خیرسگالی کا ایک خط پیش کیا۔

کمرے اور عبدالرحمٰن کی ہیبت کا یہ عالم تھا کہ جب اس نے حکم دیا کہ خط بلند آواز میں پڑھ کر اسے سنایا جائے تو جب خط اس کے سامنے پڑھا جانے لگا تو دربار کی شان و شوکت اور اہل دربار کی عظمت کے سامنے وہ شخص زیادہ دیر اپنی زبان پر قابو نہ رکھ سکا۔ سلطان کی ہیبت اس قدر غالب آئی کہ چند کلمے بیان کرنے کے بعد اس کی زبان میں لکنت طاری ہوگئی اور وہ بے ہوش ہوکر گر پڑا۔ اس طرح دوسرے نے خط پڑھنے کی ناکام کوشش کی لیکن وہ بھی تھوڑا سا پڑھ کر اپنے پہلے ساتھی کی طرح زمین پر گر کر ادھ مویا سا ہوگیا۔

بہرحال عبدالرحمٰن الثالث نے نئے شہر مدینہ الزہرہ اور قصر الزہرہ پر ہی توجہ نہ دی بلکہ اس نے قرطبہ کی جامع مسجد میں بھی بڑے خوبصورت اضافے کیے جس وقت اندلس میں عیسائیت نہیں تھی اور وہاں بت پرستوں کی حکومت تھی تو قرطبہ شہر میں اس وقت ان کا ایک بہت بڑا بت خانہ ہوا کرتا تھا جب عیسائیوں کی حکومت وہاں آئی تب اس بت خانے کو عیسائیوں نے گرجے میں تبدیل کر دیا۔

جب مسلمانوں نے اندلس کو فتح کیا تو جس طرح فاروق اعظمؓ کے دور میں حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح اور خالد بن ولیدؓ نے دمشق پر قبضہ کرنے کے بعد وہاں کے گرجا کو عیسائیوں اور مسلمان میں نصف نصف تقسیم کر دیا تھا بالکل ایسے ہی قرطبہ کے گرجا کو بھی ادھا مسلمانوں کے حوالے کر دیا گیا جو مسجد بنا لیا گیا اور آدھا عیسائیوں ہی کے قبضے میں رہا۔

جب عبدالرحمٰن الداخل کی اندلس میں حکومت ہوئی اور اس نے قرطبہ کو اپنا مرکزی شہر قرار دیا تب شہر کی ضروریات اور آرائش کی طرف توجہ کی۔ آبادی کیونکہ زیادہ ہوگئی تھی لہٰذا مسجد تنگ دکھائی دینے لگی یہاں تک کہ عبدالرحمٰن الداخل نے کافی انتظامات کیے، پہاڑوں سے نہر کاٹ کر شہر میں لایا، بازار، حمام، سرائیں بنوائیں، پُرتکلف باغات اور عمارات کی بنیاد ڈالی، جامع مسجد کو بھی اس نے نئے سرے سے بنوانا چاہا لیکن شرائط صلح کے مطابق جو حصہ گرجا کا عیسائیوں کو مل چکا تھا اسے مسجد میں شامل نہیں کیا جا سکتا تھا۔

آخر بڑے بڑے عیسائی رئیسوں کو بلایا گیا۔ ان سے کہا گیا کہ گرجا کا جو حصہ تمہارے قبضے میں ہے اسے مسلمانوں کے ہاتھوں فروخت کر دو، ہم نہایت گراں

قیمت دینے کے لئے تیار ہیں۔ عیسائیوں کو صلح کی شرائط معلوم تھیں پہلے انہوں نے تو نہی نکار کر دیا لیکن پھر سوچ کر اس شرط پر رضامند ہو گئے کہ شہر کے باہر جو گرجے ان کے مسمار ہو چکے ہیں انہیں نئے سرے سے تعمیر کرنے کی اجازت دے دی جائے۔ مسلمانوں نے ان کا یہ فیصلہ قبول کر لیا اس طرح وہ ساری عمارت جو پہلے بت خانہ تھا وہاں مسجد کی تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ پرانی عمارت کو گرا کر ایک عالیشان مسجد تعمیر کی گئی اور جس میں اندلس کے ہر خلیفہ نے اپنی طرف سے کوئی نہ کوئی اضافہ کیا۔

عبدالرحمٰن الثالث تک وہ عمارت ایک بے مثال اور شاندار مسجد کی صورت میں موجود تھی عبدالرحمٰن نے اپنی طرف سے یہ اضافہ کیا کہ پہلے مسجد کا ایک ہی مینار تھا اس مینار کے قریب ہی عبدالرحمٰن نے دوسرا مینار جو بہت رفیع الشان تھا بنوانا شروع کیا۔

مینار کی نسبت مؤرخین لکھتے ہیں کہ یہ بہتر (72) ہاتھ بلند تھا۔ اس بلندی کی تقسیم کچھ اس طرح تھی۔

یہ مینار زمین سے چون (54) ہاتھ اونچا لے جا کر اس کے چاروں طرف چوڑا چھجا نکالا گیا تھا اور اس پر ستون قائم کر کے ان کے اوپر ایک برج بنوایا گیا تھا۔

اس چھجا نما مینار کی دیوار کی طرف پشت کر کے مؤذن اذان دیتا تھا۔ برج کے اوپر ایک کلس تھا اور کلس کی شکل کچھ اس طرح تھی کہ سیب کی شکل کے تین گولے یا لٹو ایک کے اوپر ایک قائم کئے گئے تھے۔ درمیانہ لٹو چاندی کا تھا باقی دو خالص سونے کے تھے۔ ان لٹوؤں میں سے ہر ایک کی گولائی ساڑھے تین ہاتھ تھی اور اوپر ایک انار کا چھ پنکھڑیوں والا سوسن کا پھول بنوایا اور اس پھول کے اوپر ایک نہایت خوبصورت سونے کا انار بنایا تھا جو اوپر کے لٹو سے ایک ہاتھ اونچا تھا۔

مسجد کا جو مینار پہلے موجود تھا اس کے اندر اوپر جانے کا ایک زینہ تھا۔ اس نئے مینار میں دو زینے قائم کیے گئے تھے جن میں سے ہر ایک کی ایک سو سات سیڑھیاں تھیں۔ دونوں زینوں کے بیچ دیوار اس طرح حائل تھی کہ اگر ایک ہی وقت میں ایک آدمی ایک زینے سے دوسرا آدمی دوسرے زینے سے سیڑھیاں چڑھتا تو ایک دوسرے کو دیکھ نہ سکتا تھا۔

کہتے ہیں جس وقت یہ مینار تیار ہو گیا تو امیر عبدالرحمٰن الثالث اسے دیکھنے کے لئے آیا۔ مینار کے اوپر پہنچا اور عمارت کو دیکھ کر بے حد خوشی کا اظہار کیا پھر نیچے اترا اور شکرانے کے طور پر مسجد کے اندر دو رکعت نماز ادا کی۔ بہرحال عبدالرحمٰن الثالث نے جہاں قصر اور نئے شہر کی تعمیر میں تگ و دو سے کام لیا وہاں اس نے مسجد قرطبہ کو خوبصورت بنانے میں بھی انتہا درجہ کی دلچسپی اور عملی صورت کا اظہار کیا۔

امیر عبدالرحمٰن ایک روز قرطبہ شہر کے مستقر کے وسطی حصے میں جو تربیت گاہ تھی وہاں نئے لشکر کی تربیت کا جائزہ لے رہا تھا اس موقع پر اس کا وزیر سعید بن منذر بہت سے سالار اور امراء بھی ساتھ تھے۔

عبدالرحمٰن کے دائیں شانے کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے اچانک احمد بن یعلیٰ نے انتہائی دھیمی سرگوشی میں اسے مخاطب کیا۔

''امیر! میں ایک انتہائی اہم موضوع پر آپ سے علیحدگی میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں اور میں اس بات کا بھی خواہش مند ہوں کہ وہ گفتگو صرف میرے اور آپ کے درمیان رہے کسی اور کو اس کی خبر نہ ہونے پائے جس موضوع پر میں آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں وہ انتہائی اہم ہے اور اس میں .....''

عبدالرحمٰن مسکرایا اور کہنے لگا۔

''اس سلسلے میں تمہیں مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے تم ذرا رکو۔'' اس کے ساتھ ہی عبدالرحمٰن نے مڑ کر اپنے وزیر سعید بن منذر کی طرف دیکھا اور اسے کہنے لگا۔

''میں احمد بن یعلیٰ کے ذمے ایک انتہائی اہم کام لگانے والا ہوں .....تم سب یہیں رکو میں تھوڑی دیر تک یہیں لوٹ کر آتا ہوں۔'' اس کے ساتھ ہی احمد بن یعلیٰ کو لے کر عبدالرحمٰن آگے بڑھا، تربیت گاہ کے ایک کونے کی طرف وہ ہو لیا تھا۔ راستے میں بڑی رازداری سے احمد کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''بیٹے! اب سب لوگ پیچھے رہ گئے ہیں بتا تو کیا کہنا چاہتا ہے .....تمہاری گفتگو نے ایک طرح سے مجھے فکرمندی اور تجسس میں ڈال دیا ہے۔''

عبدالرحمٰن کے خاموش ہونے پر بڑی رازداری میں احمد بن یعلیٰ کہنے لگا۔

''امیر! میں ایک طرح سے اپنی تیاریاں مکمل کر چکا ہوں اور آپ سے یہ [illegible] کرنا چاہتا ہوں کہ لیون کے بادشاہ رومیر سے سمورہ میں اپنے لشکریوں کے [illegible] اور پسپائی کا بدلہ لینے کی اجازت دی جائے اس موقع پر میں یہ بھی گزارش [illegible] گا کہ آپ ذہنی طور پر اس مہم کے لئے تیار نہیں تو مجھے اکیلا جانے کی اجازت [illegible] دی جائے۔''

عبدالرحمٰن نے بڑی شفقت سے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''نہیں بیٹے ..... میں خود بھی اس مہم کے لئے پوری طرح تیار ہوں اور تمہارے [illegible] نکلوں گا اور میں تمہارے عزائم کو دیکھتے ہوئے یہ اندازہ لگا سکتا ہوں کہ اس بار [illegible] سمورہ شہر میں بھی محصور ہو گیا تو ہم اسے وہاں سے نکال باہر کریں گے اور اسے [illegible] سے دوچار کریں گے۔''

عبدالرحمٰن جب خاموش ہوا تب احمد بن یعلیٰ اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے [illegible] رہا تھا۔

''امیر! اس وقع پر میں آپ سے یہ بھی گزارش کروں گا کہ جو لشکر اس مہم کے [illegible] تیار کیا جائے گا اس لشکر میں امیہ بن اسحاق اور احمد بن اسحاق دونوں سالاروں کو [illegible] نہ کیا جائے۔ امیر! میں جانتا ہوں وہ دونوں آپ کے قریبی عزیز اور ایک طرح [illegible] آپ کی ان سے رشتہ داری ہے لیکن جہاں تک میں اندازہ کر پایا ہوں دونوں [illegible] نہیں ہیں۔ امیر! میں چاہوں گا جو لشکر لے کر ہم نکلیں اس میں یہ دونوں بھائی [illegible] نہ ہوں بلکہ ان کی جگہ دو اور سالار غالب اور محمد بن حسین کو لشکر میں شامل کیا [illegible]۔''

احمد کے ان الفاظ کے جواب میں عبدالرحمٰن کچھ دیر خاموش رہ کر کچھ سوچتا رہا [illegible] کہنے لگا۔

''ابن یعلیٰ! میں تمہاری اس تجویز پر عمل کرنے کے لئے تیار ہوں لیکن غالب [illegible] جنگ کا وسیع تجربہ رکھتا ہے اور پھر ہمارے بحری بیڑے کا وہ سالار اور امیر البحر [illegible] ہے۔ جہاں تک محمد بن حسین کا تعلق ہے اس میں کوئی شک نہیں وہ مخلص ہے، [illegible] کا تجربہ بھی رکھتا ہے۔''

عبدالرحمٰن کے خاموش ہونے پر احمد بن یعلیٰ کہنے لگا۔

''غالب صرف بحری نہیں بری جنگ کا بھی وسیع تجربہ رکھتا ہے اور رومیر
خلاف جنگ میں غالب کے علاوہ محمد بن حسین سے بھی بہت کام لیا جا سکتا ہے۔''
عبدالرحمٰن تھوڑی دیر خاموش رہ کر کچھ سوچتا رہا اس کے بعد فیصلہ کن انداز
بولا اور کہنے لگا۔
''میں تمہاری اس تجویز کو تسلیم کرتا ہوں۔ امیہ بن اسحاق اور احمد بن اسحا
دونوں کو لشکر میں شامل نہیں کیا جائے گا بلکہ ان دونوں کی جگہ غالب اور محمد بن مسیہ
کو رکھا جائے گا۔ مزید کچھ تم کہتے ہو تو کہو ورنہ واپس چلیں۔''
جواب میں احمد بن یعلیٰ نے گردن پر اپنے عمامے کا پلو سیدھا کیا پھر کہنے لگا
''اس کے علاوہ بھی ایک اچھی خبر میرے پاس ہے..... میں نے اپنے کچھ علا
گروں کو شمال کی سمت لیون کی سلطنت کے مختلف علاقوں کا جائزہ لینے کے لئے روا
کیا تھا۔ ان میں کچھ واپس آئے ہیں اور انہوں نے عجیب انکشاف کیے ہیں۔ ان
کہنا ہے کہ رومیر کی دو بیویاں ہیں۔ ایک بیوی جلیقیہ کے سابق حکمران کی بیٹی
اس میں سے رومیر کا ایک بیٹا اور بیٹی قرسینا ہے۔ دوسری بیوی نبرہ کی شہزادی ہے
کا نام یورا کہ ہے اور اس میں سے ایک بیٹا ہے جس کا نام شانجہ ہے۔''
احمد جب خاموش ہوا تب خاموشی کا اظہار کرتے ہوئے عبدالرحمٰن کہنے لگا۔
''یہ تو تم نے بہت اچھا انکشاف کیا اس کا مطلب ہے نبرہ کی ملکہ تھیوڈہ کی
بیٹیاں شمال کی عیسائی سلطنتوں کے حکمرانوں سے بیاہی ہوئی ہیں۔ ایک افونش کی
تھی جو مر چکی ہے اور یہ وہی افونش ہے جو رومیر کا بڑا بھائی ہے جسے رومیر نے
کر دیا ہے ملکہ تھیوڈورہ کی دوسری بیٹی قشتالیہ کے نواب گونزالیز کی بیوی ہے
نام انفنطا ہے اب پتا چلا کہ ملکہ کی تیسری بیٹی بھی ہے جس کا نام یورا کہ ہے جو
کی بیوی ہے اور اس سے بھی رومیر کا شانجہ نام کا بیٹا ہے۔ دراصل ان مملکتوں
شانجہ نام کے اتنے لوگ ہیں کہ سمجھنے میں غلط فہمی ہو جاتی ہے لیکن میں نے گزش
جنگوں میں یہ محسوس کیا ہے کہ عموماً ان جنگوں کے دوران رومیر کی بیوی جس کا
جلیقیہ کی سلطنت سے ہے اور جس کا نام یسانہ ہے وہی اس کے ہمراہ ہوا کرتی تھی
یورا کہ کا نام اب میں نے پہلی بار تم سے سنا ہے۔'' احمد بن یعلیٰ پھر بول اٹھا۔
''میرے مخبروں نے مجھے بتایا کہ ملکہ تھیوڈورہ کی یہ بیٹی جس کا نام یورا کہ ہے

بڑی گوشہ گیر اور نہایت پسند عورت ہے، باہر زیادہ نہیں نکلتی، اپنا زیادہ وقت گرجوں اور خانقاہوں میں گزارتی ہے۔ اس بناء پر وہ عموماً جنگوں کے دوران رومیر کے ساتھ نہیں ہوتی اس کے علاوہ سنا ہے وہ سلطنت کے امور میں بھی کم ہی حصہ لیتی ہے۔
آنے والے مخبروں نے مجھ پر یہ بھی انکشاف کیا ہے کہ نبرہ کا حکمران اور ملکہ تھیوڈورہ کا شوہر مر گیا ہے اور اب اس کی جگہ اس کا بیٹا گارشیا نبرہ کا حکمران بنا ہے۔ سنا ہے یہ اپنے آپ کو بڑا جنگجو خیال کرتا ہے، فتنہ پرور قسم کی طبیعت ہے اور مہم جوئی کا بڑا شوقین ہے لہٰذا اب ہمیں نبرہ کی طرف سے بھی محتاط رہنا ہوگا۔'' اس کے بعد احمد رکا، کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔
''امیر محترم! یہ تمام عام باتیں تھیں جو اپنے لشکر سے متعلق تھیں اب میں لیون پر حملے کی تفصیل سے متعلق بھی گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔''
عبدالرحمٰن نے مسکرا کر احمد بن یعلیٰ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔
''کہو میں جانتا ہوں تمہارا ہر فیصلہ، ہر تجویز سلطنت کے لئے بہتری اور بھلائی پر ہی مبنی ہوگی۔'' عبدالرحمٰن کے خاموش ہونے پر احمد بن یعلیٰ بول اٹھا۔
''امیر محترم! میں چاہوں گا کہ جس دن آپ ارادہ رکھیں کہ ہمیں لشکر لے کر لیون کی طرف کوچ کرنا چاہیے میں لشکر کے ایک حصے کے ساتھ اس سے ایک روز پہلے انتہائی راز داری اور احتیاط کے ساتھ رات کے پہلے حصے میں کوچ کرتا ہوا لیون کی سلطنت میں داخل ہو جاؤں گا۔ میں اپنے اطراف کے علاوہ اپنے آگے بھی کچھ مخبر پھیلا دوں گا جو دشمن کے مخبروں کا کام تمام کر کے چلے جائیں گے اس طرح میں کوشش کروں گا کہ لیون کے حکمران رومیر کو یہ خبر نہ ہو کہ میں آپ سے ایک دن پہلے اس کی سلطنت میں داخل ہو چکا ہوں۔
اب آپ یہ پوچھیں گے کہ میں آپ سے ایک دن پہلے کوچ کر کے رومیر کے علاقوں میں کیوں داخل ہونا چاہتا ہوں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ گزشتہ جنگ میں رومیر نے سمورہ شہر کو اپنی ڈھال کے طور پر استعمال کرتے ہوئے ہمارے لشکر کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا تھا۔ وہ شہر ایسا ہے کہ اسے جلد فتح نہیں کیا جا سکتا۔ سات فصیلوں، سات خندقوں کو پار کر کے پھر دشمن پر ضرب لگانا بڑا کٹھن اور مشکل کام ہے۔
آپ سے ایک دن پہلے روانہ ہونے کے بعد میں بڑی برق رفتاری سے اپنے

شمالی حصوں کی طرف چلا جاؤں گا۔ دن کے وقت سفر نہیں کروں گا۔ اگلی رات بھی میں کسی محفوظ اور کوہستانی گھات میں اپنے لشکر کے ساتھ دبکا رہوں گا اور پھر رات ہونے پر وہاں سے نکلوں گا۔ سب سے پہلے میں سمورہ شہر کا رخ کروں گا۔ سمورہ شہر کی طرف روانگی سے قبل اپنے علاقوں کی آخری سرحد پر جہاں میں آخری پڑاؤ کروں گا وہیں سے میں اپنے خاص آدمی سمورہ شہر کی طرف روانہ کر دوں گا جو تاجروں کے بھیس میں شہر میں داخل ہو جائیں گے۔ ان کی تعداد خاصی ہو گی شہر میں وہ تاجروں کے بھیس میں سرگرداں رہیں گے۔ رات کے پچھلے حصے میں اپنے کام کی ابتدا کریں گے۔ ساتوں فصیلوں کے جنوب کے ساتوں دروازے کھولنے کی کوشش کریں گے اور سورج طلوع ہونے سے پہلے جب فضاؤں کے اندر تاریکی ہی ہو گی میں اپنے لشکر کے ساتھ سمورہ شہر میں داخل ہونے کی کوشش کروں گا۔

اگر میں ایسا کرنے میں کامیاب ہو گیا تو میری سب سے پہلی کارروائی یہ ہو گی کہ سمورہ شہر میں رومیر کا جس قدر محافظ لشکر ہے اس پر حملہ آور ہو کر پہلے اس کا خاتمہ کر دوں گا اس کے بعد جنوب کی سمت کے ساتوں شہر پناہوں کے ساتوں دروازے میں گرا دوں گا دروازوں کے گرنے کے ساتھ ساتھ فصیل کا ایک حصہ بھی گرا دیا جائے گا۔ ہر فصیل پہلی سے اونچائی میں زیادہ ہے اسی طرح ہر خندق بھی دوسری خندق سے اونچائی پر ہے اس طرح میں خندق کو بھی بے کار کرنے کی کوشش کروں گا ساتوں فصیلوں کے دروازے گرانے کے بعد خندقوں کے اندر جو پانی بھرا ہوا ہے اسے بھی شہر سے باہر بہا دوں گا تاکہ شہر کے دفاع کے پہلے جیسے استحکامات نہ رہیں۔

شہر کے اندر جو رومیر کا محافظ لشکر ہو گا اس پر حملہ آور ہوتے ہوئے میں شہر کے اردگرد کسی کی ناکہ بندی نہیں کروں گا بلکہ جو بھاگنا چاہے اسے بھاگنے دوں گا اس طرح مجھے امید ہے کہ سمورہ شہر سے کچھ لوگ لیون کی طرف بھاگیں گے اور وہاں جا کر وہ رومیر کو اطلاع کریں گے کہ سمورہ پر مسلمانوں نے حملہ کر دیا ہے۔

ظاہر ہے یہ خبر رومیر کے لئے ناقابل برداشت ہو گی فوراً اپنے لشکر کے ساتھ لیون سے نکل کر وہ سمورہ کا رخ کرے گا اتنی دیر تک آپ بھی اپنے لشکر کے ساتھ سمورہ پہنچ چکے ہوں گے۔''

احمد بن یعلیٰ رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا کہہ رہا تھا۔

''اب اس موقع پر سمورہ پہنچنے کے بعد آپ سمورہ کے جنوب میں کسی مناسب میدان میں اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیجئے گا۔ کوشش یہ کیجئے گا کہ وہ شاہراہ جو لیون سے سمورہ کی طرف آتی ہے اس کے آس پاس اور قریب ہی آپ اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کریں اس لئے کہ جب رومیر لیون سے سمورہ کی طرف آئے گا اور آپ کو دیکھے گا کہ آپ نے اس سے ٹکرانے کے لئے پڑاؤ کر رکھا ہے تو وہ یقیناً آپ کے پڑاؤ کے سامنے پڑاؤ کر کے جنگ کی ابتدا کرنے کی کوشش کرے گا۔

اتنی دیر تک میں سمورہ سے نکل چکا ہوں گا میں جنوب مشرق میں اس شاہراہ کی طرف جاؤں گا جو لیون سے سمورہ کی طرف آتی ہے اور اس کے بائیں کنارے جو کوہستانی سلسلے ہیں ان کے اندر میں گھات لگا لوں گا۔

امیر محترم! سمورہ شہر کے جنوب میں جب آپ اور رومیر کے درمیان ٹکراؤ ہو گا تو میں مناسب وقت پر اپنی گھات سے نکلوں گا، رومیر کی پشت کی طرف سے حملہ آور ہوں گا اور مجھے امید ہے کہ میں رومیر کو شکست دینے اور مار بھگانے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔''

احمد جب خاموش ہوا تب عبدالرحمٰن تھوڑی دیر تک بڑے توصیفی انداز میں اس کی طرف دیکھتا رہا پھر اس نے اپنے دونوں بازو پھیلائے احمد بن یعلیٰ کو اپنے ساتھ لپٹا لیا اور اس کی پیشانی پر بوسہ دیا اور پھر کہنے لگا۔

''میرے عزیز بیٹے! جو تجویز تم نے پیش کی ہے اس پر عمل کرتے ہوئے ہم رومیر کو نا صرف بدترین شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے بلکہ اس سے پہلے سمورہ شہر کی خندقوں کے آس پاس جو ہمارا عسکری نقصان ہوا تھا ہم رومیر کو اس سے بھی زیادہ نقصان پہنچائیں گے۔ میرے بیٹے! اب ایک معاملہ میرے اور تمہارے درمیان طے ہونا باقی ہے۔''

اس موقع پر احمد بڑے غور سے عبدالرحمٰن کی طرف دیکھنے لگا یہاں تک کہ عبدالرحمٰن بول اٹھا۔

''جیسا کہ تم نے مجھے بتایا کہ امیہ بن اسحاق اور احمد بن اسحاق دونوں ناقابل اعتبار ہیں پہلے یہ بتاؤ کہ تم نے ان کے اندر کیا چیز دیکھی ہے جس کی بناء پر تم یہ کہہ سکتے ہو کہ وہ مخلص نہیں ہیں۔''

جواب میں احمد مسکرایا اور کہنے لگا۔

''امیر! یہ امیہ بن اسحاق اور احمد بن اسحاق دونوں بھائی ایسے اشخاص ہیں جو حاکمیت اور حکومت کے متمنی ہوتے ہیں۔ اکثر مواقع پر میں نے دیکھا وہ کسی کا بھی حکم ماننے سے انکار کر دیتے ہیں۔ اپنے آپ کو شاہی خاندان کا فرد خیال کرتے ہیں اور یہ بھی توقع رکھتے ہیں کہ عنقریب انہیں حکومت کے کسی اعلیٰ اور خاص منصب پر بھی مقرر کر دیا جائے گا۔ امیر! ایسے لوگ .....''

احمد کو رک جانا پڑا اس لئے کہ عبدالرحمٰن بول اٹھا۔

''اگر یہ بات ہے تو میں بھی اپنے کچھ آدمیوں کے ذریعے امیہ بن اسحاق اور احمد بن اسحاق پر نظر رکھوں گا لیکن مناسب موقع پر میں انہیں کچھ ذمہ داریاں ضرور سونپوں گا تاکہ اندازہ لگایا جا سکے کہ ان ذمہ داریوں میں یہ کس حد تک مخلص ثابت ہوتے ہیں۔ ان دونوں بھائیوں کو بالکل بے کار بھی نہیں چھوڑنا چاہیے اس طرح انہیں کوئی خطرناک سازش تیار کرنے کا موقع بھی مل سکتا ہے۔ بہرحال ان دونوں سے متعلق بعد میں سوچیں گے کہ ان کے خلاف ہم نے کب اور کس وقت کیا کارروائی کرنی ہے فی الحال تم مجھے یہ بتاؤ کہ غالب اور محمد بن حسین دونوں سالاروں میں سے تم کسے اپنے ساتھ رکھنا پسند کرو گے۔''

اس موقع پر تھوڑی دیر تک احمد سوچ بچار سے کام لیتا رہا پھر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''امیر! جہاں تک غالب کا تعلق ہے وہ عمر میں مجھ سے بڑا ہے اس کے علاوہ وہ ہمارا امیر البحر بھی ہے میں کبھی یہ پسند نہیں کروں گا کہ وہ میرے تحت کام کرے۔ ہاں اگر وہ اس مہم کی کمانداری کرنے پر راضی ہو جائے تو پھر میں اس کے تحت اس کے نائب کی حیثیت سے کام کرنے کے لئے تیار ہوں۔

جہاں تک دوسرے سالار محمد بن حسین کا تعلق ہے تو اس نے بھی اس سے پہلے میرے ماتحت کام نہیں کیا۔ وہ عمر میں بھی مجھ سے بڑا ہے اب یہ فیصلہ کرنا آپ کا کام ہے کہ کسے میرے ساتھ ہونا چاہیے اور مجھے اس کے تحت ہونا چاہیے یا اسے میرے تحت..... امیر! وہ دونوں سالار مجھ سے بڑے ہیں ہم نے صرف اس مہم کی تکمیل کرنی ہے جس کی تفصیل میں نے آپ سے کہی ہے اس میں یہ معاملہ باعث تنازعہ نہیں اٹھنا چاہیے کہ لشکر کا سالار کون ہوگا ..... میں ان دونوں میں سے کسی کے تحت بھی کام کرنے کے لئے تیار ہوں۔''

عبدالرحمٰن کچھ دیر مسکراتا رہا پھر خوشی کے انداز میں احمد بن یعلیٰ کا شانہ تھپتھپایا اور کہنے لگا۔

''بیٹے! اس میں عمر کا کوئی تعلق نہیں ہے میں جسے بھی حکم دوں گا وہ تمہارے تحت کام کرنے پر آمادہ ہو جائے گا اس لئے کہ .....''

عبدالرحمٰن رک گیا بیچ میں احمد کہنے لگا۔

''امیر بہتر ہے پہلے آپ ان دونوں کو بلا کر اس موضوع پر گفتگو کر لیں ساتھ ہی انہیں یہ بھی کہہ دیں کہ جو گفتگو ان کے ساتھ ہوگی اس کا اظہار وہ کسی اور سے نہیں کریں گے تاکہ بڑی راز داری کے ساتھ ہمیں اپنی اس مہم کو تکمیل تک پہنچانے کا موقع مل جائے۔''

اس موقع پر عبدالرحمٰن نے کچھ سوچا، واپس مڑا پھر ہاتھ کے اشارے سے اس نے اپنے سالاروں میں سے غالب اور محمد بن حسین کو بلایا۔ دونوں جب عبدالرحمٰن کے قریب آئے تب احمد بن یعلیٰ چند قدم پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا تھا اس کی اس حرکت پر عبدالرحمٰن مسکرایا پھر غالب اور محمد بن حسین کو مخاطب کرتے ہوئے عبدالرحمٰن نے اس گفتگو کی تفصیل غالب اور محمد بن حسین سے کہہ دی تھی جو اس سے پہلے احمد بن یعلیٰ اور اس کے درمیان ہوئی تھی عبدالرحمٰن جب خاموش ہوا تب غالب اور محمد بن حسین احتجاجی سے انداز میں احمد بن یعلیٰ کی طرف دیکھنے لگے تھے اس موقع پر پہلے گفتگو کا آغاز غالب نے کیا، عبدالرحمٰن کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''امیر! اگر میں آپ کی بحری قوت کا امیر ہوں تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں سمجھتا ہوں دشمنوں کو اپنے سامنے زیر کرنے کا جو ہنر، جو صناعی احمد بن یعلیٰ جانتا ہے وہ ہمارے پاس نہیں ہے لہٰذا کم از کم میں تو اس کے تحت کام کرنے کے لئے تیار ہوں۔''

غالب جب خاموش ہوا تب اسی کے انداز میں محمد بن حسین کہنے لگا۔

''امیر محترم! جہاں تک میرا تعلق ہے میں تو ویسے ہی احمد بن یعلیٰ کے مقابلے میں خام کار ہوں .....کوئی شک نہیں کہ میں عمر میں اس سے بڑا ہوں لیکن جنگی

مہارت اور فنون حرب وضرب میں احمد بن یعلیٰ مجھ سے کہیں آگے ہیں لہٰذا اس موقع پر میری آپ سے گزارش ہے کہ مجھے احمد بن یعلیٰ کے ساتھ اس کے نائب کی حیثیت سے کام کرنے کا موقع دیا جائے۔

عبدالرحمٰن نے غالب اور محمد بن حسین دونوں کے جواب کو پسند کیا تھا پھر اپنا فیصلہ دیتے ہوئے کہنے لگا۔

''احمد میرے بیٹے! اب فیصلہ ہو چکا جو میں نے اپنے دل میں سوچا ہے ..... وہ یہ ہے کہ غالب میرے ساتھ رہے گا، محمد بن حسین کی خواہش ہے کہ وہ تمہارے ساتھ کام کرے لہٰذا تم محمد بن حسین کو اپنے نائب کی حیثیت سے اپنے لشکر میں شامل کر لینا۔''

اس کے ساتھ ہی چاروں پلٹے اور پھر دوبارہ تربیت گاہ میں دوسرے سالاروں کے ساتھ زیر تربیت لشکریوں کی تربیت کا جائزہ لینے لگے تھے۔

سمورہ شہر میں ایک روز صبح سویرے سے ہی احمد بن یعلیٰ کے کچھ لشکری شہر میں داخل ہونا شروع ہوئے تھے وہ تین مختلف گروہوں میں وقفے وقفے سے شہر میں داخل ہوئے تھے۔ ایک گروہ غلہ فروخت کرنے والے نجاروں کی صورت میں تھا۔ دوسرا بان بیچنے والوں کا گروہ تھا اور تیسرا سبزی فروشوں کا گروہ تھا۔ یہ تین بڑے بڑے گروہ سمورہ شہر میں بغیر کسی رکاوٹ، بغیر کسی شک و شبے کے داخل ہو گئے تھے۔ دوسری طرف احمد بن یعلیٰ قرطبہ سے روانہ ہونے کے بعد رات کے وقت سفر کرتا رہا تھا۔ دن کے وقت کہیں اوٹ میں اپنے لشکر کے ساتھ قیام کر لیتا تھا اس طرح رات کی تاریکی ہی میں وہ اپنے اور رومیر کی سرحدوں تک پہنچ گیا تھا پورا دن اس نے وہیں گزارا پھر رات کے پچھلے حصے میں اس نے اپنے کام کی ابتدا کی۔ گمنام راستوں سے ہوتا ہوا وہ لیون کے جنوبی شہر سمورہ کی طرف بڑھا تھا۔ شہر کے قریب جا کر وہ رک گیا شاید اسے کسی اشارے کا انتظار تھا۔ اسے زیادہ دیر وہاں رکنا نہیں پڑا تھا اس لئے کہ سمورہ شہر کے اندر سے جلتے ہوئے پروں کا ایک تیر فضا میں بلند ہوا تھا اور یہ شاید احمد بن یعلیٰ کے ان لشکریوں کا اشارہ تھا جو شہر میں داخل ہو چکے تھے اور یہ اشارہ دے کر شاید انہوں نے بتا دیا تھا کہ وہ اپنے کام کی تکمیل کر چکے ہیں۔

یہ اشارہ پا کر احمد بن یعلیٰ نے پھر سمورہ شہر کی طرف بڑھنا شروع کیا تھا۔ دوسری جانب احمد کے لشکری جو سمورہ شہر میں داخل ہوئے تھے وہ تینوں گروہ اکٹھے ہو گئے اور سمورہ شہر کے جنوبی دروازے کا انہوں نے رخ کیا تھا اس لئے کہ شہر کے جنوبی دروازے کے سامنے خندقوں پر عارضی گزرگاہیں بنی ہوئی تھیں جن کے اوپر سے آسانی سے گزرا جا سکتا تھا۔

احمد بن یعلیٰ کے ان ساتھیوں نے پہلے اندر کی فصیل کے محافظوں پر حملہ کیا،

انہیں قتل کر کے ان کی لاشیں ایک طرف اندھیرے میں پھینک دیں پھر کچھ مسلمان لشکری محافظوں کے طور پر مستعد ہو کر کھڑے ہو گئے تھے۔ اس کے بعد وہ گروہ دوسری فصیل کے دوسرے دروازے پر بڑھا وہاں بھی انہوں نے محافظوں کو ختم کر دیا اور وہاں اپنے کچھ آدمی مقرر کر دیئے۔ اس طرح انہوں نے ساتوں فصیلوں کے محافظوں کا خاتمہ کرنے کے بعد وہاں خود کھڑے ہو کر شہر پناہ کے ان دروازوں کی حفاظت کا کام سرانجام دینا شروع کر دیا تھا چونکہ ان دنوں مسلمانوں یا کسی اور قوت سے سمورہ شہر کو کوئی خطرہ نہ تھا لہٰذا کسی بھی فصیل کے اوپر نہ کوئی محافظ تھا اور پہرے دار۔ سمورہ شہر کے اندر جس قدر لشکر تھا وہ سارے کا سارا جو سمورہ شہر میں مستقر تھا وہاں قیام کیے ہوئے تھا اس بناء پر محافظوں نے ساتوں فصیلوں کے محافظوں کا خاتمہ کر کے وہاں اپنی حالت مضبوط اور مستحکم کر لی تھی۔

اس کے بعد احمد بن یعلیٰ بھی اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔ پہلی فصیل کے محافظوں نے اسے دیکھ لیا تھا لہٰذا انہوں نے دروازہ کھول دیا۔ پہلے دروازے سے داخل ہوتے ہوئے احمد بن یعلیٰ نے ان ساتھیوں کی کارگزاری پر انہیں مبارکباد دی پھر آگے بڑھتا ہوا چلا گیا۔ اس طرح ساتوں فصیلوں کے دروازوں سے گزرتے ہوئے اور اپنے ساتھیوں کو ان کی کارگزاری پر شاباش دیتے ہوئے وہ ان ہی میں سے چند محافظوں کی نگرانی میں اس میدان کی طرف بڑھا جس کے اندر مستقر تھا جہاں سمورہ شہر کے لشکری آرام کر رہے تھے۔

پھر اندھیری رات کے آسمان پر چمکتے ہوئے ستاروں اور وقت کی مسکراتی ہوئی آنکھ نے دیکھا احمد بن یعلیٰ اپنے لشکر کے ساتھ اپنے کچھ مخبروں کی رہنمائی میں سمورہ شہر کے مستقر کی طرف ویرانوں کی دلدلوں سے اٹھتی نفرت کی گراں باری، تاریخ کے نہاں خانوں سے نکلتے بے پناہ سیل، دکھوں کی اٹھتی طغیانی اور درد آمیز لمحوں کے دھاروں کی طرح سمورہ شہر کے مستقر کی طرف بڑھا تھا۔

مستقر کے قریب جا کر احمد بن یعلیٰ اس کے سالاروں اور لشکریوں نے افق تا افق بکھر جانے والی انقلابی آہنگ گونجوں کی طرح تکبیریں بلند کیں۔ رات کی خاموشی اور چپ میں سمورہ شہر کے اندر تکبیروں کی آوازیں ایسے سنی گئیں جیسے وقت کی شوریدہ سری میں کرب آفرینش کی صداؤں نے ہر چیز کو اپنی گرفت میں لے لیا ہو۔

تکبیروں کی آوازیں سن کر سمورہ شہر کے رہنے والوں نے ہی نہیں بلکہ مستقر کے اندر آرام کرنے والے لشکریوں کے دل پر بھی خوف طاری ہو کر رہ گیا تھا۔ قبل اس کے کہ وہ سنبھلتے، دیکھتے کیا معاملہ ہوا ہے، احمد بن یعلیٰ مستقر کے قریب پہنچ چکا تھا اور وہ سمورہ شہر کے محافظوں پر رات کے کاندھوں پر گرجتے جھوم کر اٹھتے سجاب، ژالہ دوراں کے تیور منجمد کر دینے والے تقدیر کے بدترین عذابوں اور کالی رات کے مردہ سمندر میں رقص کرتے وحشی فتنوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

احمد بن یعلیٰ کا یہ حملہ ایسا زور دار اچانک اور پرقوت تھا کہ سمورہ شہر کے مستقر میں جو محافظ لشکری تھے وہ سنبھلنے بھی نہ پائے تھے کہ احمد بن یعلیٰ نے حملہ کر کے ان سب کا خاتمہ کر کے رکھ دیا تھا۔

اس حملے کی وجہ سے شہر کے لوگوں نے اپنے گھروں کے دروازوں کو اندر سے کنڈیاں لگا دی تھیں، ہر فرد سہم گیا تھا، گھروں سے آوازیں تک نکلنا بند ہو گئی تھیں۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ کوئی آباد شہر نہ ہو، ویران دشت اور غیر آباد جنگل ہو۔

سورج طلوع ہونے سے پہلے ہی مختلف جگہوں پر گڑھے کھود کر احمد بن یعلیٰ نے ساری لاشوں کو ٹھکانے لگا دیا تھا۔ سورج طلوع ہونے کے بعد بھی لوگ اپنے گھروں سے نہ نکلے، ہر کوئی سہما اور ڈرا ہوا تھا کہ نجانے اس کا کیا حشر ہو گا۔

جب کہ سورج طلوع ہونے کے بعد احمد بن یعلیٰ اپنے لشکر کے ساتھ پھر حرکت میں آیا۔ شہر کے جنوب میں ساتوں فصیلوں کے اندر جو دروازے تھے ان ساتوں دروازوں کو گرا کر ان کے بیچ میں جو خندقیں تھیں گرنے والے دروازوں کا ملبہ خندقوں کے اندر بھر کر ایک طرح سے وہاں گزرنے کے لئے راستہ بنا دیا گیا تھا۔

شہر کے لوگ ابھی تک سہمے سہمے اور ڈرے ہوئے تھے یہاں تک کہ احمد بن یعلیٰ کی طرف سے شہر میں منادی کرائی گئی کہ لوگ اپنے گھروں سے نکل کر اپنے روزمرہ کاموں میں مصروف ہو سکتے ہیں لیکن اگر کسی نے بھی مسلمانوں کے خلاف ہتھیار اٹھانے کی کوشش کی تو اسے زندہ نہ چھوڑا جائے گا۔ یہ بھی اعلان کرا دیا گیا تھا کہ سمورہ شہر کے اندر جو حفاظتی لشکر تھا اس کا مکمل طور پر خاتمہ کر دیا گیا ہے اور یہ کہ سمورہ شہر اب مسلمانوں کی گرفت اور قبضے میں ہے۔

شہر کے لوگوں نے جب دیکھا کہ مسلمان شہر پر حملہ آور ہو کر شہر کو فتح کر چکے

ہیں اور یہ کہ انہوں نے عام اعلان کرتے ہوئے شہریوں کو امان دے دی ہے تب لوگوں کا ڈر اور خوف کسی قدر کم ہوا اور لوگ اپنے گھروں سے نکل کر اپنے روزمرہ کے کاموں میں لگ گئے تھے تاہم جب انہوں نے ساتوں شہر پناہ کے دروازوں کو گرا ہوا دیکھا تو وہ رات ہی رات برپا ہو جانے والے اس انقلاب پر دنگ اور حیرت زدہ ہو کر رہ گئے تھے۔

احمد بن یعلیٰ نے وہ پورا دن سمورہ شہر ہی میں گزارہ۔ شہر کے اندر اس نے جس قدر خزانہ اور قیمتی اسباب تھا اس پر قبضہ کر لیا تھا، اپنے لشکر کے علاوہ امیر عبدالرحمن کے حصے کے لشکر کے لئے بھی اس نے خوراک اور ضروریات زندگی کی دوسری اشیاء کے وسیع ذخائر حاصل کر لئے تھے۔

دن جب گزر گیا، سورج جب غروب ہوا تب لوگ اپنے اپنے گھروں میں دوبارہ دبک گئے۔ گھروں کو انہوں نے اندر سے زنجیریں لگا دیں تب احمد بن یعلیٰ نے پھر اپنے کام کی ابتدا کی۔

سمورہ شہر سے جو سامان اس نے حاصل کیا تھا اسے دو برابر حصوں میں تقسیم کیا، ایک حصہ شہر سے باہر جنوب میں ڈھیر کر دیا گیا، دوسرے حصے کو لے کر احمد بن یعلیٰ اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے حرکت میں آیا اور سمورہ شہر کے نواح میں جو کوہستانی سلسلہ تھا اس کے اندر ایک مناسب جگہ اس نے گھات لگا لی تھی۔

یہ سب کچھ امیر عبدالرحمن اور احمد بن یعلیٰ کے درمیان پہلے سے طے ہو جانے والے لائحہ عمل کے مطابق ہو رہا تھا۔ جس وقت احمد بن یعلیٰ اپنے لشکر کے ساتھ سمورہ شہر سے نکل کر قریبی کوہستانی سلسلوں میں گھات لگانے کے لئے روانہ ہوا اس کے تھوڑی ہی دیر بعد امیر عبدالرحمن اور امیر البحر غالب بھی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ سمورہ شہر کے قریب پہنچ گئے۔ شہر سے باہر سامان کے ڈھیر لگائے گئے تھے۔ ان پر چند دستے محافظ کے طور پر مقرر کیے گئے تھے۔ وہ سارا سامان امیر عبدالرحمن کے لشکر میں منتقل کر دیا گیا اور امیر عبدالرحمن نے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ شہر کے جنوب میں کوہستانی سلسلے کے بالکل قریب جو کھلے میدان تھے وہاں اپنا پڑاؤ کر لیا تھا۔

اب امیر عبدالرحمن الثالث اور احمد بن یعلیٰ کے درمیان مخبروں اور طلایہ گروں

کے ذریعے رابطہ قائم ہو چکا تھا جہاں عبدالرحمن کے ساتھ امیر البحر ایک نائب کی حیثیت سے کام کر رہا تھا وہاں احمد بن یعلیٰ کے ساتھ امیر عبدالرحمن کا سالار محمد بن معین اس کے نائب کی حیثیت سے اپنے فرائض سرانجام دے رہا تھا۔

اب صورت حال کچھ اس طرح کی پیچیدہ قسم کی پیدا ہو گئی تھی کہ سمورہ شہر کے لوگوں کو خبر ہی نہ ہوئی تھی کہ ان پر حملہ آور ہونے والا لشکر رات کی گہری تاریکی میں شہر سے باہر نکل کر قریبی کوہستانی سلسلے کے اندر گھات لگا گیا ہے اس لئے کہ جب اگلے روز کا سورج طلوع ہوا تو شہر کے اندر مسلمانوں کا تو کوئی لشکر نہیں تھا۔ شہر کے باہر میں امیر عبدالرحمن اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر چکا تھا لہٰذا شہر کے لوگوں نے یہی سمجھا کہ مسلمانوں کا وہ لشکر جو سمورہ شہر پر حملہ آور ہوا اور سمورہ شہر کو فتح کیا اس نے اب سمورہ شہر کے جنوب میں پڑاؤ کر لیا ہے۔ شہر کے لوگوں نے کوئی اور جستجو اور تحقیق نہ کی۔ وہ اس بات پر ہی خوش تھے کہ مسلمانوں کا لشکر شہر سے نکل کر جنوب میں پڑاؤ کر گیا ہے اور یہ کہ وہ اب مسلمانوں کی غیر موجودگی میں اپنے روزمرہ کے کام بغیر کسی خوف اور خطر کے سرانجام دے سکتے ہیں۔ ان کے ذہنوں اور دلوں میں یہ بات ضرور سرایت کر چکی تھی کہ شہر اب ان کے بادشاہ لیون کا نہیں بلکہ مسلمانوں کا ہے اس لئے کہ مسلمان بزور شمشیر اسے فتح کر چکے ہیں وہ اس لحاظ سے بھی مسلمانوں کے شکر گزار تھے کہ مسلمانوں نے شہر کو فتح کرنے کے بعد شہر کے لوگوں کا قتل عام نہیں کیا تھا۔ اس لئے کہ لیون کے علاوہ جو دوسرے عیسائی حکمران وہ ماضی میں مسلمانوں کے جس شہر یا قصبے پر بھی حکمران ہوئے وہاں پہلے قتل عام کرتے اس کے بعد لوٹ مار کرنے کے بعد شہروں اور بستیوں کو آگ لگا کر برباد کر دینے کا طریقہ روا رکھے ہوئے تھے۔

دوسری طرف امیر عبدالرحمن، امیر البحر غالب، احمد بن یعلیٰ اور محمد بن حسینہ وہاں اپنی جگہ مطمئن تھے۔ مخبروں اور طلایہ گروں کے ذریعے ان کا آپس میں رابطہ بھی تھا اور اب وہ بڑی بے چینی سے لیون کے بادشاہ رومیر کے ردعمل کا انتظار کر رہے تھے۔

رومیر ایک روز لیون شہر کے نواح میں جو اس کے لشکر کی تربیت گاہ تھی وہاں بھرتی ہونے والے لشکریوں کی تربیت کے کام کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس کے

ساتھ اس کے دونوں بیٹے اورڈینو اور شانجہ بھی تھے۔ گو یہ ماں سے سوتیلے تھے لیکن آپس میں اتفاق سگے بھائیوں جیسا تھا اس لئے کہ اورڈینو قرسینا کا سگا اور بڑا بھائی تھا اور دونوں کی ماں لیسانہ جلیقیہ کی رہنے والی تھی جب کہ شانجہ رومیر کی دوسری بیوی یوراکہ سے تھا جو نبرہ کے شہنشاہ شانجہ اور اس کی ملکہ تھیوڈورہ کی بیٹی تھی اب کیونکہ شانجہ مر چکا تھا لہٰذا اس کی جگہ اس کا نوجوان بیٹا گارشیا نبرہ کی مملکت کا حکمران تھا۔

بہرحال رومیر، اس کے دونوں بیٹے اورڈینو اور شانجہ لشکر کی تربیت گاہ میں اپنے روز مرہ کے کاموں میں مصروف تھے کہ کچھ سوار اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے وہاں آئے تھے۔ جب وہ تربیت گاہ کے قریب آئے تو ان کی طرف دیکھتے ہوئے رومیر کسی قدر پریشانی اور فکرمندی میں ان کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ رومیر کے اس انداز کو دیکھتے ہوئے اس کے دونوں بیٹوں اورڈینو اور شانجہ کے علاوہ جس قدر وہاں چھوٹے بڑے سالار تھے وہ بھی آنے والے سواروں کی طرف حیرت اور تجسس بھرے انداز میں دیکھنے لگے تھے۔

وہ سوار قریب آ کر اپنے گھوڑوں سے اترے، رومیر کے سامنے آئے، اسے تعظیم دی پھر ان میں سے ایک انتہائی دکھ بھرے انداز میں رومیر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''آقا! ہم سمورہ شہر سے آئے ہیں ..... ہم وہاں سے آپ کے لئے بری خبر لے کر آئے ہیں ..... سمورہ شہر پر مسلمان حملہ آور ہوئے اور شہر کو انہوں نے فتح کر لیا ہے۔''

ان الفاظ پر رومیر چونک اٹھا تھا اس کے سالار اور دونوں بیٹے بھی حیرت زدہ سے انداز میں آنے والے ان سواروں کی طرف دیکھ رہے تھے۔ رومیر کچھ دیر خاموش رہ کر نجانے کن خیالوں میں الجھا رہا۔ پھر آنے والے کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تم جانتے ہو، تم کیا کہہ رہے ہو ..... تم نے مجھ سے یہ کہا ہے کہ مسلمانوں نے سمورہ شہر فتح کر لیا ہے ..... کیا ایسا ممکن ہے ..... کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اس سے پہلے مسلمانوں کا حکمران عبدالرحمٰن اپنی پوری طاقت اور قوت کے ساتھ سمورہ شہر پر حملہ آور ہوا تھا لیکن ہم نے اسے سمورہ شہر کی دوسری فصیل کے بعد آگے نہیں بڑھنے دیا تھا اور اسے پسپا ہو کر واپس قرطبہ جانے پر مجبور کر دیا تھا۔ لہٰذا اب وہ کیسے اور کیونکر سمورہ شہر کو فتح کرنے کی جرأت اور جسارت کر سکتا ہے .....؟''

رومیر جب خاموش ہوا تو آنے والا وہی شخص بول اٹھا۔

''آقا! ہم سب کا تعلق اس لشکر سے ہے جو سمورہ شہر میں متعین تھا ..... آقا! اس وقت پہلی بار آپ نے مسلمانوں کے حکمران کو دوسری فصیل سے آگے بڑھنے نہ دیا تھا اس وقت معاملہ کچھ اور تھا اس وقت آپ بذات خود ایک خاصے بڑے لشکر کے ساتھ شہر کے اندر موجود تھے ..... شہر کے اندر جو لشکر تھا اسے ہی نہیں بلکہ شہر کے لوگوں کو بھی آپ کی وجہ سے بڑا حوصلہ تھا اس بناء پر مسلمانوں کو پسپائی اختیار کرنا پڑی۔

لیکن آقا جو صورت حال ہم بتانے کے لئے آئے ہیں یہ اس صورت حال سے قطعی مختلف اور عجیب ہے۔ سمورہ شہر کے رہنے والے کسی بھی شخص کو ابھی تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ مسلمانوں نے شہر کیسے فتح کیا۔ رات کی تاریکی میں شہر کے لوگوں نے صرف مسلمانوں کے نعرے سنے تھے جو اکثر جنگ کے دوران وہ بلند کرتے ہیں اور انہیں وہ تکبیریں کہتے ہیں۔ اس وقت میں اپنے ان سارے ساتھیوں کے ساتھ قلعہ میں موجود تھا۔ ان نعروں کے تھوڑی ہی دیر بعد مسلمان مستقر پر حملہ آور ہوئے۔ وہاں ہمارا جس قدر حفاظتی لشکر تھا اسے حملہ آوروں نے موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ میں اور میرے یہ ساتھی بڑی مشکل سے جانیں بچا کر وہاں سے بھاگ کر اس طرف آئے ہیں تاکہ آپ کو صورت حال سے آگاہ کر سکیں۔'' یہاں تک کہنے کے بعد آنے والا وہ رکا پھر کہنے لگا۔

''دوسری عجیب بات یہ ہے کہ مسلمانوں نے حملہ رات کے وقت کیا تھا۔ اگلے دن سورج طلوع ہوا تو شہر کے لوگوں نے دیکھا کہ ساتوں فصیلوں کے جنوب میں جو دروازے تھے ساتوں کے ساتوں دروازے گرا دیئے گئے تھے اور ان دروازوں کا ملبہ ساتوں خندقوں کے اندر بھر کر ایک طرح سے شہر میں داخل ہونے کی ہموار راہ گزر بنا دی گئی تھی۔''

یہاں تک کہنے کے بعد آنے والا جب خاموش ہوا تب پہلے سے زیادہ تعجب خیز انداز میں رومیر بول اٹھا۔

''یہ کیسے ممکن ہے کہ رات کے وقت ہی ساتوں شہر پناہ کے دروازے گرا دیئے جائیں۔ دروازوں کا ملبہ خندقوں کے اندر ڈال کر راہ گزر بنا دی جائے اور شہر کے

لوگوں کے علاوہ شہر کے اندر جو حفاظتی لشکر تھا اسے خبر تک نہ ہو۔''

رومیر کے خاموش ہونے پر آنے والا پھر بول اٹھا۔

''مالک! ہمارا اندازہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا وہ لشکر پہلے کسی نہ کسی طرح شہر میں داخل ہونے میں کامیاب ہوا، شہر میں داخل ہونے کے بعد انہوں نے ساتوں کے ساتوں دروازے کسی طرح کھلوائے ہوں گے۔ پورا لشکر شہر میں داخل ہوا ہوگا اور ہمارے لشکر پر حملہ آور ہو کر پہلے انہوں نے پورے لشکر کا خاتمہ کیا ہوگا اس کے بعد میرے خیال میں انہوں نے ساتوں شہر پناہ کے دروازے گرائے ہوں گے۔

مالک! حیرت انگیز بات یہ ہے کہ رات ہی کے وقت انہوں نے یہ ساری کارروائی کی اور رات ہی کے وقت ہمارے لشکر کی ساری لاشوں کو انہوں نے مختلف جگہ گڑھے کھود کر دفن کر دیا اور اپنے کام کی تکمیل کر لی۔''

آنے والا جب خاموش ہوا تو رومیر کچھ دیر تک گہری سوچوں میں ڈوبا رہا پھر کہنے لگا۔

''کیا تم لوگوں میں سے کسی کو خبر ہوئی کہ حملہ آور ہونے والے لشکر کی کمانداری کون کر رہا تھا ..... کیا عبدالرحمٰن خود تھا کہ اس کا کوئی سالار .....؟''

اس پر آنے والا پھر بول اٹھا۔

''ہم نے حملہ آور ہونے والوں میں مسلمانوں کے امیر عبدالرحمٰن کو نہیں دیکھا اس لئے کہ بطلیوس اور طلیطلہ کے نواح میں جو ہماری ان سے جنگیں ہوئی تھیں ان میں ہم شامل تھے۔ ہم شکل سے ان کے امیر کو پہچانتے ہیں ..... ہاں عبدالرحمٰن کا ایک سالار ضرور دیکھا گیا جو حملہ آور مسلمان لشکر کی کمانداری کر رہا تھا.....''

یہاں تک کہتے کہتے اس آنے والے کو خاموش ہو جانا پڑا اس لئے کہ بڑی بے چینی اور بے تابی میں اس کی بات کاٹتے ہوئے رومیر بول اٹھا۔

''کیا مسلمانوں کا وہ سالار احمد بن یعلیٰ تھا .....؟''

آنے والے اس لشکری نے بھی چونکنے کے انداز میں رومیر کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''مالک! آپ کا اندازہ درست ہے ..... حملہ آور ہونے والے اس لشکر کا سالار یقیناً وہی احمد بن یعلیٰ تھا جس نے بطلیوس میں دریائے آنر کے اس پار ہمارے پڑاؤ پر حملہ آور ہو کر ہمارے ان گنت لشکریوں کو موت کے گھاٹ اتارا ..... وہی احمد بن یعلیٰ تھا جس نے طلیطلہ شہر کے باہر انفرادی مقابلے میں ہمارے تین تیغ زنوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔''

جواب میں رومیر نے پھر تھوڑی دیر کے لئے خاموشی اختیار کیے رکھی پھر آنے والوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''شہر کو فتح کرنے کے بعد کیا مسلمانوں کے لشکر نے شہر کے اندر ہی قیام کیا ہوا ہے .....؟'' آنے والا پھر بول اٹھا۔

''نہیں ..... شہر کو جس وقت انہوں نے فتح کیا، شہر کے لوگ اپنے اپنے گھروں میں دبک گئے تھے ..... خوف اور ڈر کے مارے باہر نہیں نکل رہے تھے ..... لوگوں نے خاموشی اختیار کر لی تھی ..... دروازوں کو اندر سے زنجیر لگا دی تھی لیکن مسلمانوں نے اس سالار نے اپنے منادوں کے ذریعے منادی کرا دی کہ شہر کے لوگوں کو امان دی جاتی ہے ..... شہر کے اندر جو حفاظتی لشکر تھا صرف اس کا خاتمہ کیا گیا، شہر کے کسی فرد کو ہاتھ نہیں لگایا گیا نہ کسی پر تلوار اٹھائی گئی ..... اس بناء پر شہر کے لوگ منادی کے بعد اپنے کاموں میں لگ گئے پر مسلمانوں کا وہ سالار اپنے لشکر کے ساتھ پورا دن شہر کے اندر ہی قیام کیے رہا ..... شہر سے اس نے اپنی ضروریات کا بہت سا سامان بھی حاصل کیا اس کے بعد جب رات چھا گئی تو لوگوں کو کچھ پتا نہ چلا کہ کیا ہوا ہے تاہم اگلے روز جب شہر کے لوگ اٹھے تو انہوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کا لشکر شہر سے باہر نکل گیا تھا اور شہر کے جنوب میں کوہستانی سلسلے کے قریب جو کھلے میدان ہیں وہاں انہوں نے پڑاؤ کر لیا تھا ..... انہیں اس حالت میں دیکھتے ہوئے ہمیں بھی کسی قدر بے فکری ہوئی لہٰذا ہم سمورہ شہر سے نکل کر آپ کو آگاہ کرنے کے لئے اس سمت چلے آئے۔''

اس بار رومیر نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

''اگر مسلمانوں کے سالار نے سمورہ شہر کے باہر اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا ہے تو وہ مجھ سے ٹکرانے کا منتظر ہے ..... اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ شہر کو برباد کر دیتا اور واپس چلا جاتا ..... اس کا مطلب ہے وہ ہم سے ٹکرانا چاہتا ہے ..... سو ہم وقت ضائع نہیں کریں گے، آج ہی اپنا لشکر لے کر نکلیں گے اور حملہ آور مسلمانوں کو بتائیں

گے کہ ہم سمورہ شہر کا انتقام کیسے لیتے ہیں۔''

اس کے ساتھ ہی اپنے دونوں بیٹوں اور سالاروں کے ساتھ رومیر تربیت گاہ کے میدان سے نکل کر پہلے مستقر کی طرف گیا، اپنے چھوٹے اور بڑے سالاروں کو اس نے احکامات جاری کیے پھر اپنے دونوں بیٹوں کے ساتھ وہ اپنے قصر کا رخ کر رہا تھا۔

اسی روز رومیر کی بڑی بیوی اور قرسینا کی ماں لیسانہ اپنے کمرے میں جو اس کی خواب گاہ کے طور پر استعمال ہوتا تھا اکیلی بیٹھی ہوئی تھی کہ کمرے میں آہستہ آہستہ اور انتہائی سنجیدگی میں رومیر کی چھوٹی بیوی یوراکہ داخل ہوئی۔

کمرے میں داخل ہونے کے بعد یوراکہ جب لیسانہ کی طرف بڑھی تب لیسانہ کچھ دیر تک بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتی رہی اس کی حالت کا اندازہ لگاتے ہوئے اپنی جگہ پر وہ اٹھ کھڑی ہوئی جب یوراکہ قریب آئی تب اسے مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''لگتا ہے آج خیریت نہیں ہے ..... تمہارا چہرہ اس سے پہلے نہ میں نے ایسا سنجیدہ دیکھا اور نہ ہی جس انداز میں تم میرے کمرے میں داخل ہوئی پہلے ایسے انداز میں کبھی آئی ہو ..... اب پتا نہیں تم کون سی اور کیسی خبر لے کر آئی ہو۔''

اس کے ساتھ ہی لیسانہ نے اپنے پہلو میں خالی نشست کی طرف اشارہ کیا۔ دونوں بیٹھ گئیں پھر گفتگو کا آغاز یوراکہ نے کیا۔ لیسانہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''لیسانہ! میں بری خبر لے کر نہیں آئی ..... بس یوں جانو ایک انتہائی اہم معاملے میں تم سے مشاورت کرنی ہے۔''

یوراکہ جب خاموش ہوئی تب بڑی اپنائیت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے لیسانہ کہنے لگی۔

''اگر ایسا کوئی معاملہ درپیش ہے تو تم اپنے طور پر کوئی فیصلہ کر لیتی، میں یقیناً اسے تسلیم کر لیتی۔''

جواب میں یوراکہ کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار دوبارہ لیسانہ کی طرف دیکھتے

ہوئے کہنے لگی۔

''لیسانہ! وہ موضوع ایسا ہے کہ اس میں مجھ اکیلی کا فیصلہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا بلکہ میں یہ کہہ سکتی ہوں کہ اگر اس معاملے پر میں اور تم دونوں مل کر بھی کسی بات پر متفق ہو جائیں تب بھی اس معاملے کی کوئی اہمیت نہیں ہے ..... جب تک ہماری بیٹی قرسینا اس سے اتفاق نہ کرے .....''

یوراکہ کے اس انکشاف پر لیسانہ بھی کسی قدر سنجیدہ ہو گئی تھی پھر کہنے لگی۔

''اگر یہ بات ہے تو پھر میں سمجھتی ہوں معاملہ انتہائی سنجیدہ اور سنگین ہے پھر کھل کر کہو کیا کہنا چاہتی ہو۔''

یوراکہ نے اس موقع پر لمبا سانس لیا پھر ایک گہری نگاہ لیسانہ پر ڈالی پھر کہنے لگی۔

''لیسانہ! تم جانتی ہو میری کوئی بیٹی نہیں ہے اور میں نے کبھی کسی بھی موقع پر یہ بھی نہیں کہا کہ میرا صرف ایک بیٹا شانجہ ہے ..... جب کبھی بھی مجھ سے پوچھا گیا۔ میں نے کہا میرے دو بیٹے اورڈینو، شانجہ اور ایک بیٹی قرسینا ہے ..... تم اس سے بھی اتفاق کرو گی کہ میں نے کبھی بھی قرسینا کا برا نہیں سوچا اسے اپنی سگی بیٹی جیسا چاہا ہے اور سگی بیٹی جیسا ہی پیار دیا ہے اس لئے کہ .....''

یوراکہ کو رک جانا پڑا اس لئے کہ جلدی جلدی اس کی بات کاٹتے ہوئے لیسانہ بول پڑی تھی۔

''یوراکہ میری بہن! یہ الفاظ ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے ..... تم کس قدر قرسینا سے محبت کرتی ہو یہ مجھ سے چھپا ہوا نہیں ہے ..... میں اس بات کو بھی تسلیم کرتی ہوں کہ تم چاہت اور محبت میں شانجہ، اورڈینو میں کوئی فرق نہیں رکھتی ہو اب تمہاری باتوں سے مجھے کچھ کچھ اندازہ ہونے لگا ہے کہ تم شاید قرسینا سے متعلق کچھ کہنا چاہتی ہو۔''

یوراکہ مسکرائی کہنے لگی۔

''تمہارا اندازہ درست ہے ..... میں قرسینا سے متعلق ہی کچھ کہنا چاہتی ہوں ..... لیسانہ! دراصل بات یہ ہے کہ میں چاہتی ہوں قرسینا کا رشتہ میرے بھانجے اورڈینو سے طے کر دیا جائے ..... لیسانہ! یہ مت خیال کرنا کہ اورڈینو میری مرحوم بہن

الویرہ کا بیٹا ہے اس بناء پر میں چاہتی ہوں کہ قرسینا کا رشتہ اس سے طے کر دیا جائے۔

سب سے بڑی وجہ اس بنا پر میں قرسینا کا رشتہ اورڈینو سے طے کرنا چاہتی ہوں۔ وہ یہ ہے کہ آنے والے دور میں لیون کے تخت و تاج کے لئے کوئی جھگڑا اور دنگا فساد نہ اٹھے ..... لیسانہ! اورڈینو افونش کا بیٹا ہے، افونش، رومیر کا بڑا بھائی ہے ..... جب تک ہم دونوں کا شوہر رومیر زندہ ہے تخت و تاج کے لئے کوئی جھگڑا اور تکرار پیدا نہیں ہوگا لیکن ایک بات یاد رکھنا، افونش اس وقت زندہ گورزندان میں ہے لیکن اس نے اپنے دور میں کچھ ایسے کام کیے تھے جن کی بناء پر لیون کے کافی لوگ اس کے حق میں ہیں ..... یہ علیحدہ بات ہے کہ اس وقت کوئی افونش کے حق میں رومیر کے خلاف نہیں بولتا لیکن یہ سوچو کہ رومیر کے بعد حالات کیا ہوں گے یقیناً رومیر کے بعدرومیر کے بڑے بھائی افونش کا بڑا بیٹا اورڈینو تاج و تخت کا مالک بننا چاہے گا ..... اگر کسی نے یہ مطالبہ کر دیا تو پھر یاد رکھنا میری بڑی بہن کے بیٹے اورڈینو میرے اپنے بیٹے شانجہ اور تمہارے بیٹے اورڈینو کے درمیان وہ چپلقش، وہ جھگڑا، وہ فساد اٹھے گا جو آگ کی طرح ٹھنڈا نہ کیا جا سکے گا ..... اگر ہم قرسینا کو اورڈینو سے بیاہ دیتے ہیں تو پھر ہمارے شوہر کے بعد لیون کے تاج و تخت کا مالک بنتا ہے تو اورڈینو اور شانجہ دونوں بھائی کوئی اعتراض نہیں کریں گے اس لئے کہ ان کی بہن قرسینا لیون کی ملکہ ہو گی اس بنا پر وہ اپنی بہن کی وجہ سے اطاعت اور فرماں برداری کے ساتھ سر جھکا دیں گے اور اگر تم اس سلسلے کو مزید پسند کرو تو ہم تمہارے بیٹے اورڈینو کی شادی افونش کی بیٹی انجلینا سے کر دیں گے اس طرح باہم رشتے مضبوط ہو جائیں گے اور کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد یوراکہ رکی، کچھ سوچا پھر دوبارہ لیسانہ کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

''لیسانہ! میں ابھی سے ایک بات کا ڈر اور خدشہ محسوس کر رہی ہوں.....''

یوراکہ کو رک جانا پڑا اس لئے کہ خوفزدہ سے انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے لیسانہ نے پوچھ لیا۔

''وہ کیا.....؟''

اس موقع پر یوراکہ نے ایک لمبا سانس لیا اس کے بعد وہ لیسانہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''لیسانہ میری بہن! موت ایک نہ ایک روز سب کو آنی ہے ..... ہمارے شوہر کو بھی اور ہم دونوں کو بھی ..... اگر رومیر کے بعد تخت و تاج کے لئے جھگڑا اٹھتا ہے، افونش کا بیٹا اورڈینو تخت و تاج کا دعویدار ہوتا ہے، ہم دونوں کے بیٹے بھی دعویدار بنتے ہیں تو پھر معاملہ بڑا لمبا ہو جائے گا ..... اورڈینو اور انجلینا نے اس وقت اپنے ننھیال میں قیام کیا ہوا ہے ..... میرا باپ شانجہ مر چکا ہے، اگر اس کے دور میں ایسا معاملہ پیش آتا تو وہ یقیناً بڑی دانش مندی سے اس معاملے کو سلجھا سکتا تھا لیکن اب وہاں میرا بھائی گارشیا حکمران ہے ..... وہ جذباتی ہے، جوان ہے ..... اگر ہمارے ہاں تاج و تخت کا کوئی جھگڑا اٹھا تو مجھے خدشہ ہے کہ میرا بھائی گارشیا، افونش کے بیٹے اورڈینو کا ساتھ دے گا اس لئے ایک تو اورڈینو میرے بھائی کا بھانجہ ہے دوسرے اس وقت ان دونوں بہن بھائی نے وہاں قیام کیا ہوا ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد یوراکہ جب خاموش ہوئی تو تھوڑی دیر لیسانہ سر جھکا کر کچھ سوچتی رہی پھر کہنے لگی۔

''یوراکہ میری عزیز بہن! جو کچھ تو نے کہا ہے میں اس سے مکمل طور پر اتفاق کرتی ہوں ..... میں خود نہیں چاہتی کہ ہمارے شوہر کے بعد لیون میں تخت و تاج کا کوئی جھگڑا اٹھے اس لئے کہ تمہارے بھائی گارشیا کے علاوہ خود ہمارے صوبے قشتالیہ کا حاکم گونزالیز بھی اس میں ملوث ہو سکتا ہے اس لئے کہ گونزالیز کی بیوی انفنطا بھی تمہاری بہن ہے اور یقیناً اس رشتے سے گونزالیز بھی لیون کے تاج و تخت کا ایک دعویدار بن کر اٹھ سکتا ہے پر میری بہن! جتنی گفتگو تم نے کی ہے میں سمجھتی ہوں اس سلسلے میں پہلے ہمیں رومیر سے بات کرنی چاہیے پھر بات کو آگے بڑھانا چاہیے۔''

جواب میں یوراکہ مسکرائی اور کہنے لگی۔

''اس سلسلے میں، میں تفصیل کے ساتھ رومیر کے ساتھ بات کر چکی ہوں ..... اس نے یہ فیصلہ دیا ہے کہ یہ معاملہ کیونکہ قرسینا کی زندگی اور موت کا ہے لہٰذا جو بھی فیصلہ قرسینا کرے گی مجھے منظور ہوگا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد یوراکہ رکی پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہہ

رہی تھی۔

''لیسانہ میری بہن! اس موقع پر میں تم سے ایک اور بات کہنا بھی پسند کروں گی۔ وہ یہ کہ اس میں سب سے پہلے ہم اپنی بیٹی قرسینا کے فیصلے کو مقدم جانیں گے ..... اگر قرسینا، اورڈینو کے ساتھ یہ رشتہ طے کرنے پر رضامند ہوگئی تو سارے مسئلے حل ہو جائیں گے ..... رومیر کو بھی اس سلسلے میں کوئی اعتراض نہیں ہوگا اور اگر قرسینا نے اورڈینو کے ساتھ اپنا ازدواجی رشتہ جوڑنے سے انکار کر دیا تو پھر میں یہ بھی کہوں کہ اس سلسلے میں قرسینا پر کوئی دباؤ نہیں ڈالا جائے گا ..... میں چاہتی ہوں قرسینا کی شادی وہیں ہو جہاں اس کی مرضی ہوں، جہاں اس کی چاہت اور محبت ہو ..... میں کسی بھی صورت نہیں چاہوں گی کہ قرسینا کے فیصلے کو رد کیا جائے۔''

اس موقع پر لیسانہ نے توصیفی انداز میں یوراکہ کی طرف دیکھا، مسکرائی اور کہنے لگی۔

''میری بہن! جو بات میں تم سے کہنا چاہتی تھی وہ پہلے ہی تم نے مجھ سے کہہ دی ہے اس لئے میں کسی بھی صورت یہ پسند نہیں کروں گی کہ میری بیٹی قرسینا کی دل شکنی ہو ..... اگر وہ اورڈینو کے ساتھ شادی کرنے پر رضامند ہوگئی تو میں سمجھوں گی کہ معاملہ درست ہے ..... اگر اس نے اورڈینو کے ساتھ شادی کرنے سے انکار کر دیا تو پھر اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ کسی اور کو پسند کرتی ہے، کہیں اس کی محبت اور چاہت ہے پھر ہم یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ وہ کسے چاہتی ہے، جسے وہ چاہتی ہے اسی کے ساتھ اسے بیاہ دیا جائے گا اب بولو تم کیا کہتی ہو .....''

یوراکہ خوش ہوگئی تھی پھر مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

''اب میں یہ چاہتی ہوں کہ اس سلسلے میں پہلے قرسینا سے بات کی جائے اس لئے کہ قرسینا کی رضامندی کے بغیر یہ معاملہ آگے بڑھ نہیں سکتا۔''

یوراکہ جب خاموش ہوئی تب بڑی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے لیسانہ کہنے لگی۔

''تمہارا کہنا ٹھیک ہے، میں کسی مناسب موقع پر قرسینا کا مزاج دیکھتے ہوئے اس موضوع پر بات ضرور کروں گی پھر دیکھیں وہ کیا جواب دیتی ہے۔''

لیسانہ کے ان الفاظ کا جواب یوراکہ دینا ہی چاہتی تھی کہ خاموش رہی اس لئے کہ اس کے کمرے کے دروازے پر رومیر نمودار ہوا تھا۔ وہ بڑا فکرمند اور پریشان دکھائی دے رہا تھا۔ اسے دیکھتے ہی لیسانہ اور یوراکہ دونوں اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ کمرے کے دروازے پر ان دونوں کو دیکھتے ہی رومیر رک گیا پھر ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''قرسینا کہاں ہے .....؟''

جواب میں لیسانہ اور یوراکہ ایک ساتھ دروازے کی طرف بڑھی تھیں پھر فکرمندی کا اظہار کرتے ہوئے لیسانہ کہنے لگی۔

''خیر تو ہے آپ کا چہرہ اترا ہوا ہے ..... کیا بات ہے قرسینا کو کیوں بلانا چاہتے ہیں .....؟''

رومیر نے لیسانہ کے ان الفاظ کا کوئی جواب نہ دیا بلکہ وہ اونچی آواز میں پکارنے لگا تھا۔

''قرسینا ..... قرسینا! کہاں ہو میری بیٹی ..... ذرا میرے پاس آؤ .....''

قرسینا اس وقت اپنی خواب گاہ میں تھی۔ جب رومیر نے اسے پکارا تب وہ اپنی خواب گاہ سے نکل کر تقریباً بھاگتی ہوئی رومیر کے پاس آئی، رومیر کی حالت دیکھتے ہوئے اور اس کے چہرے کے تاثرات کا اندازہ لگاتے ہوئے کسی قدر فکرگیر آواز میں کہنے لگی۔

''بابا! آپ کا چہرہ بتاتا ہے کہ کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آیا ہے ..... آپ نے جس انداز میں مجھے آواز دی اس آواز سے بھی میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ ضرور کوئی اہم معاملہ درپیش ہے۔''

اتنی دیر تک رومیر کے پیچھے پیچھے اورڈینو اور شانجہ بھی پہنچ چکے تھے۔ سب کو لے کر رومیر اسی کمرے میں داخل ہوا جس میں تھوڑی دیر پہلے یوراکہ اور لیسانہ بیٹھی آپس میں گفتگو کر رہی تھیں۔ سب نشستوں پر بیٹھ گئے پھر رومیر کہنے لگا۔

''قرسینا میری بیٹی! تمہارا اندازہ درست ہے تمہارے لئے ایک انتہائی بری خبر ہے اور وہ بری خبر .....''

رومیر کو رک جانا پڑا اس لئے کہ اس کی بات اچکتے ہوئے قرسینا ایک دم سے بولی۔

''اور وہ بری خبر یقیناً مسلمانوں کی طرف سے ہوگی۔''

اس موقع پر رومیر نے گھورنے کے انداز میں قرسینا کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''میری بچی! تمہارا اندازہ درست ہے۔''

''اگر میرا اندازہ درست ہے تو پھر تفصیل بتایئے، کیا معاملہ ہے ..... کیا مسلمانوں نے ہمارے کسی علاقے پر حملہ کر دیا ہے ..... کیا وہ ہمارے لئے کہیں دشواریوں اور مصیبتوں کا باعث بن رہے ہیں .....؟''

قرسینا کے خاموش ہو جانے پر رومیر نے گلہ صاف کیا پھر سمورہ سے متعلق اس نے غم زدہ سے الفاظ میں پوری تفصیل کہہ دی تھی۔

جب رومیر سمورہ سے متعلق تفصیل بتا چکا تو کچھ دیر تک سب گردن جھکائے غم زدہ سے انداز میں بیٹھے رہے پھر قرسینا نے رومیر کو مخاطب کیا۔

''بابا! یہ کیسے ممکن ہے کہ مسلمانوں کا لشکر سات فصیلوں، سات خندقوں کو پار کر کے شہر میں داخل ہو جائے ..... شہر میں داخل ہونے کے بعد شہر کے اندر جو ہمارا محافظ لشکر تھا اس پر حملہ آور ہو کر ان سب کا خاتمہ کر دے اس کے بعد ساتوں شہر پناہ کے جنوبی دروازوں کو گرا کر ان کا ملبہ خندقوں میں بھر کر وہاں ایک گزرگاہ بنا دے ..... آخر مسلمانوں کا لشکر شہر میں داخل کیسے ہو گیا .....؟''

اس موقع پر رومیر تفکرات بھرے انداز میں کہنے لگا۔

''بیٹی! ابھی تک یہ تو پتا نہیں چل سکا کہ مسلمانوں کا لشکر سمورہ شہر میں کیسے داخل ہو گیا لیکن سمورہ شہر میں جو شخص داخل ہوا، میرے اندازے اور خیال کے مطابق وہ ایسے مافوق الفطرت اور خرقِ عادت کام کر سکتا ہے ..... میری بیٹی! سمورہ پر حملہ آور ہونے والا وہی مسلمانوں کا سالار احمد بن یعلیٰ ہے۔ وہی سمورہ میں داخل ہوا۔ کیسے راتوں رات اس نے یہ کارروائی کی، سمورہ میں جو ہمارا حفاظتی لشکر تھا ان سب کو اس نے تہہ تیغ کر دیا۔ راتوں رات ہی ساری لاشوں کو اس نے گڑھے کھود کر ٹھکانے لگا دیا اور صبح کا سورج طلوع ہونے سے پہلے ہی پہلے ساتوں شہر پناہ کے جنوبی دروازے گرا کے اس نے خندق بھر کر وہاں آنے جانے کا راستہ بنا دیا ہے اور جس طرح آنے والے لشکریوں نے مجھے خبر دی ہے ان کے مطابق اس وقت وہ سمورہ شہر کے جنوب مغرب میں کوہستانی سلسلے کے سامنے جو کھلا میدان ہے وہاں اپنے لشکر کے ساتھ

پڑاؤ کیے ہوئے ہیں۔''

رومیر کے اس انکشاف پر قرسینا تھوڑی دیر تک گہری سوچوں میں الجھی رہی اس موقع پر اس کے چہرے پر کسی قسم کے خیالات کا اندازہ لگانا بڑا مشکل تھا تاہم کچھ دیر کی سوچ بچار کے بعد اپنے باپ رومیر کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

''بابا! آپ تو کہتے تھے کہ آپ احمد بن یعلیٰ کو ایسی پیش کش کریں گے کہ وہ کھچا کھچا ہمارے پاس چلا آئے گا اور ہم اسے اپنے لشکر میں اعلیٰ منصب پر مقرر کر دیں گے ..... کیا آپ ایسا اس وقت کریں گے جب وہ خوف ناک پرندوں کی طرح پرواز کرتا ہوا ہمارے سارے شہروں پر فنا کر دینے والا عذاب بن کر چھا جائے گا ..... بابا! پہلے میں بھی اس کے سر کی طلب گار تھی لیکن اب اس کے اخلاق، اس کی جرأت مندی اور شجاعت کو دیکھتے ہوئے میں بھی چاہتی ہوں کہ اسے کوئی ترغیب دے کر اپنے لشکر میں شامل کیا جائے، سزا دینے کے لئے نہیں بلکہ اپنی عسکری طاقت اور قوت میں اضافہ کرنے کے لئے۔''

قرسینا جب خاموش ہوئی تب رومیر کہنے لگا۔

''بیٹی! تو ٹھیک کہتی ہے ..... اس کے لئے میرے پاس دو ترغیبات ہیں ..... مجھے امید ہے کہ وہ پہلی ترغیب پر ہی میرے پاس چلا آئے گا اور اگر وہ پہلی ترغیب پر نہ آیا تو اس کے بعد اسے اپنی طرف لانے کے لئے میرے پاس ایک ایسا حربہ، ایک ایسا ہتھیار ہے جو کسی بھی صورت ناکام نہیں ہو گا اور اسکی وجہ سے وہ ہر صورت میں قرطبہ سے نکل کر لیون میں آنا پسند کرے گا۔''

رومیر کے خاموش ہونے پر قرسینا پھر بول اٹھی۔

''اگر آپ کے پاس ایسا کوئی حربہ ہے تو آپ اسے آزماتے کیوں نہیں ..... اسے آزمائیں، اگر آپ نے پہلے آزما لیا ہوتا تو میں سمجھتی ہوں وہ سمورہ شہر کو فتح ہی نہیں کرتا ..... اب بھی کچھ نہیں بگڑا، اب بھی میرے خیال میں کسی نہ کسی طرح اس سے رابطہ کر کے آپ اپنا حربہ آزمائیں اس لئے کہ وہ ان دنوں ہماری سرزمیوں میں ہی قیام کیے ہوئے ہے۔''

قرسینا جب خاموش ہوئی تب رومیر کہنے لگا۔

''میں اور ڈینو اور شانجہ تینوں باپ بیٹا مستقر سے ہو کر آ رہے ہیں اور لشکر کو ہم

نے تیار رہنے کا حکم دے دیا ہے اور یہ خبر ہمیں تربیت گاہ میں ملی تھی۔ ہم تینوں نے مل کر جو منصوبہ بندی کی ہے اس کے مطابق میں اور اورڈینو آنے والی شب کو پچھلے پہر ایک لشکر لے کر یہاں سے کوچ کر جائیں گے۔ جیسا کہ بتانے والوں نے ہمیں بتایا ہے کہ احمد بن یعلیٰ اپنے لشکر کے ساتھ سمورہ شہر کے جنوب مغربی سمت کھلے میدانوں میں پڑاؤ کیے ہوئے ہے لہٰذا میں یہاں سے کوچ کرنے کے بعد سمورہ شہر کا رخ نہیں کروں گا اس لئے کہ سمورہ شہر اس وقت ایک پنجرے کی حیثیت رکھتا ہے جو لشکر بھی اس میں داخل ہو گا وہ اپنی تباہی اور بربادی کو آواز دے گا اس لئے سمورہ اس وقت محفوظ نہیں ہے۔ ساتوں فصیلوں کے دروازے اگر گرا دیئے گئے ہیں تو سمورہ اس وقت قطعی طور پر غیر مستحکم ہے۔ میں احمد بن یعلیٰ کے لشکر کے سامنے جا کر پڑاؤ کروں گا۔

میری بیٹی! پہلے میں اسے لالچ، لوبھ دے کر اپنے ساتھ ملانے کی کوشش نہیں کروں گا۔ اس نے سمورہ شہر کو بزور قوت فتح کیا ہے اور اب وہ ہم سے ٹکرانے کے لئے کھلے میدانوں میں ہمارا منتظر ہے۔ اس موقع پر اگر میں اسے اپنے ساتھ ملانے کا لوبھ، لالچ دیتا ہوں تو اس میں ہماری بزدلی، کم ہمتی ظاہر ہوتی ہے۔ ہر بالغ نظر یہی کہے گا کہ ہم نے مسلمانوں کے سالار سے ٹکرانے میں اپنے لئے خوف اور شکست کو محسوس کیا ہے۔ اس بناء پر اس کے ساتھ جنگ کی طرح ڈالنے کے بجائے ہم نے اسے لوبھ لالچ دے کر اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی۔

میری بیٹی! پہلے مرحلے میں جو میں اسے لالچ دینا چاہتا ہوں وہ اسے ٹھکرا بھی سکتا ہے لیکن دوسرا حربہ ہر صورت میں کامیاب ہو گا، اسے وہ کسی صورت ٹھکرا نہیں سکتا لیکن اس سے پہلے میں اعتراض کرنے والوں کے منہ بند کروں گا۔

میں اس کے سامنے جا کر پڑاؤ کروں گا اور اس سے ٹکراؤں گا۔ اس جنگ کے دوران مجھے امید ہے کہ میں اس پر فتح پا لوں گا۔ اگر ایسا ہوا اور میری فتح کی صورت میں اس نے پسپا ہونے کی کوشش کی تو میں اسے زندہ پکڑنے کی کوشش کروں گا اس لئے کہ مستقر میں قیام کے دوران ہم نے منصوبہ بندی کرتے ہوئے اپنے لشکر کا ایک حصہ مختص کر دیا ہے جو احمد بن یعلیٰ کے پشتی حصے میں کہیں گھات لگا کر رکھے گا اور جس وقت احمد بن یعلیٰ ہمارے ہاتھوں شکست اٹھانے کے بعد واپس اپنی سرزمینوں

طبہ کی طرف بھاگنے کی کوشش کرے گا تو میرا گھات میں بیٹھا ہوا وہ لشکر جس کی
د خاصی ہو گی، جسے ایک چھوٹا لشکر کہا جا سکتا ہے وہ بھاگتے ہوئے احمد بن یعلیٰ پر
آور ہو گا اور میں نے اس لشکر کو تاکید کر دی ہے کہ احمد بن یعلیٰ اور اس کے
اس کے جس قدر سالار ہوں ان میں سے کسی کو کوئی گزند نہ پہنچائی جائے۔
کو زندہ سلامت گرفتار کیا جائے اور سب کی عزت اور احترام کو ملحوظ خاطر رکھتے
انہیں میرے سامنے پیش کیا جائے۔

میری بیٹی! اگر میں ایسا کرنے میں کامیاب ہو گیا تو پھر ہمارے سارے مسائل
ہو جائیں گے۔ احمد بن یعلیٰ کے ساتھیوں کو میں رہا کر دوں گا، ان کی رہائی سے
ابن یعلیٰ پر ہمارے اخلاق اور ہمارے کردار کا اچھا اثر پڑے گا لیکن احمد بن یعلیٰ
اپنے پاس روکیں گے۔ اپنے اخلاق، اپنے کردار، اس عزت افزائی، اس کی مہمان
سے اس پر ایسا تاثر ڈالیں گے کہ وہ ایک طرح سے ہمارا ممنون ہو جائے گا۔
کے بعد میں اسے وہ پہلی ترغیب دوں گا جس کے ذریعے میں اسے اپنے ساتھ
چاہتا ہوں۔ اگر وہ پہلی ترغیب ناکام ہو گئی تو پھر دیکھنا میں اپنا آخری حربہ کس
اور کیسے استعمال کرتا ہوں اور کیونکر وہ میرا ساتھ دینے پر آمادہ ہوتا ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد رومیر جب خاموش ہوا تب اس کی طرف دیکھتے ہوئے
رے انداز میں اسے مخاطب کر کے قرسینا کہنے لگی۔

''اے میرے باپ! یسوع مسیح کرے ایسا ہی ہو لیکن اگر احمد بن یعلیٰ نے آپ
ان جنگ سے پسپا ہونے پر مجبور کر دیا، آپ کو ہزیمت اٹھانے پر مجبور کیا تو
''

جواب میں رومیر نے ایک لمبا سانس لیا کہنے لگا۔

''میری بیٹی! اس کا بھی میں نے اہتمام کر رکھا ہے۔ اگر احمد بن یعلیٰ کے
لے میں مجھے شکست اٹھانا پڑتی ہے اور مجھے پسپا ہونا پڑتا ہے تو اس موقع پر میرا وہ
رکت میں آئے گا جو میں نے احمد بن یعلیٰ کی پشت پر بٹھا رکھا ہو گا۔ میری
اور ہزیمت کی صورت میں جب احمد بن یعلیٰ اپنے لشکر کے ساتھ میرا تعاقب
گا تو پشت پر میرے جس لشکر نے گھات لگا رکھی ہو گی وہ اپنی گھات سے نکلے
پشت کی طرف سے احمد بن یعلیٰ پر حملہ آور ہو جائے گا۔

ظاہر ہے جب احمد بن یعلیٰ پر پشت کی طرف سے حملہ ہوگا تو وہ اپنی زیادہ توجہ پشت کی طرف کرے گا اس لئے کہ میں تو اپنے لشکر کے ساتھ اس کے سامنے ویسے ہی پسپا ہو چکا ہوں گا پیچھے ہٹ رہا ہوں گا لہذا وہ مجھ سے خطرہ کم محسوس کرے گا۔ پشت کی جانب سے حملہ آور ہونے والے لشکر کو اہمیت دے گا اس لئے کہ وہ تازہ دم ہوگا۔

اس صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے احمد بن یعلیٰ جب پلٹ کر ہمارے پشت کی جانب سے حملہ آور ہونے والے لشکر سے ٹکرائے گا تو میں ایک دم پسپائی ترک کر کے سامنے کی طرف سے حملہ آور ہوں گا۔ اس طرح دو طرفہ ٹکراؤ کے نتیجے میں بھی ہم احمد بن یعلیٰ کو شکست سے دوچار کر کے گرفتار کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اب بول میری بیٹی! تو مزید کیا کہتی ہے۔''

جواب میں قرسینا پرسکون انداز میں مسکرائی، کہنے لگی۔

''اب میں یہ کہتی ہوں کہ میں اپنی تیاری کرتی ہوں تاکہ .....''

قرسینا اپنی بات مکمل نہ کرسکی اس لئے کہ رومیر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''میری بیٹی! تجھے تیاری کرنے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ اس بار تو میرے ساتھ نہیں جائے گی اور نہ ہی اس بار تمہاری ماں لشکر میں شامل ہوگی۔''

قرسینا چونکہ اس سے پہلے جنگوں میں اپنے باپ کا ساتھ دیتی رہی تھی لہٰذا رومیر کے ان الفاظ پر چونکنے کے انداز میں وہ کہنے لگا۔

''کیا کہا آپ نے ..... میں لشکر میں شامل نہیں ہوں گی۔ پر بابا.....''

رومیر نے اس کا شانہ تھپتھپایا اور اسے بات مکمل نہ کرنے دی کہنے لگا۔

''بیٹی! جو میں کہنے لگا ہوں ذرا ٹھنڈے دماغ سے سننا اور سوچنا ..... جذباتی مت ہونا فی الحال میں اور تمہارا بڑا بھائی اورڈینو لشکر لے کر یہاں سے کوچ کریں گے ..... اگر اس لشکر کے ساتھ ہم احمد بن یعلیٰ کو شکست دینے اور اسے زندہ گرفتار کرنے میں کامیاب ہو گئے تو پھر ہمیں کسی کمک اور رسد کی ضرورت پیش نہیں آئے گی ..... ہم واپس کامران اور کامیاب فاتح کی حیثیت سے لیون میں داخل ہوں گے اور ایسے موقع پر لیون میں ہماری جو عزت، ہمارے وقار میں اضاف ہوگا اس کا ابھی

کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا۔''

رومیر جب خاموش ہوا تو ایک دم سے قرسینا بول پڑی۔

''اور اگر .....''

رومیر نے پھر اسے بولنے نہ دیا کہنے لگا۔

''اگر کے بعد جو کچھ تم کہنا چاہتی ہو میری بیٹی! وہ میں خود ہی کہہ دیتا ہوں۔ اگر ہمیں احمد بن یعلیٰ کے مقابلے میں پسپائی کا سامنا کرنا پڑا تو پسپا ہو کر مین لیون واپس نہیں آؤں گا، سمورہ شہر کے جنوبی مغربی میدانوں میں اس وقت احمد بن یعلیٰ نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا ہوا ہے اس کے قریب ہی کوہستانی سلسلہ ہے اس کوہستانی سلسلے کے اندر درے ہیں یا جس قدر اس کے اندر جانے کے راستے ہیں ان میں سے میرے لشکری اور میرے سالار خوب واقف اور آگاہ ہیں لہٰذا میں اپنے لشکر کو پسپائی کی صورت میں اس کوہستانی سلسلے کے اندر لے جاؤں گا اور پھر میں احمد بن یعلیٰ کے ساتھ چھاپہ مار جنگ کی ابتداء کروں گا کہ اسے میرے سامنے سے پسپا ہوئے بغیر کوئی چارہ نظر نہ آئے گا۔

میری بیٹی! ایسی صورت میں، میں اپنے قاصد لیون کی طرف بھجواؤں گا اور ان قاصدوں کے پیغام پر تم اور شانجہ دونوں بہن بھائی کمک کی صورت میں ایک اور لشکر لے کر اس کوہستانی سلسلے کے اندر میرے پاس پہنچ جانا۔ اس طرح اپنی پسپائی کو ہم کامیابی میں تبدیل کرنے کی کوشش کریں گے۔ میری بیٹی! یہ آخری لائحہ عمل ہے اس میں کسی قسم کی تبدیلی کرنے کی کوشش نہ کرنا اس لئے کہ اس سے پہلے یہ سارا معاملہ میرے، اورڈینو، شانجہ اور سارے سالاروں کے ساتھ طے ہو چکا ہے۔'' اس کے ساتھ ہی رومیر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا، اپنی دونوں بیویوں اور قرسینا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اب تم تینوں یہاں بیٹھو ..... ہم تینوں باپ بیٹا جاتے ہیں اور اپنے کوچ کی تیاریوں کو آخری شکل دیتے ہیں۔''

قرسینا نے اس سے اتفاق کیا پھر لیسانہ، یورا کہ اور قرسینا تو اسی کمرے میں رکی رہیں جب کہ رومیر اپنے دونوں بیٹوں اورڈینو اور شانجہ کو لے کر وہاں سے نکل گیا تھا۔

آنے والی شب کے پچھلے حصے میں رومیر نے اپنے لشکر کے ساتھ لیون سے کوچ کیا بڑی برق رفتاری اور سرعت کے ساتھ فاصلوں کو سمیٹتے ہوئے وہ سمورہ شہر کے جنوب مغرب میں جو کھلے میدان تھے وہاں عبدالرحمٰن الثالث کے لشکر کے سامنے پڑاؤ کر گیا تھا۔

اب صورت حال یہ تھی کہ رومیر کو ابھی تک یہ خبر نہ ہونے پائی تھی کہ جو لشکر اس کے سامنے پڑاؤ کیے ہوئے ہے وہ احمد بن یعلیٰ کا نہیں بلکہ امیر عبدالرحمٰن الثالث کا ہے۔ رومیر اور اس کے لشکریوں کو مسلمانوں کے خلاف سخت غصہ اور رنج تھا کہ انہوں نے کیسے اور کس طرح سمورہ شہر میں داخل ہو کر اسے فتح کر لیا لہٰذا انہوں نے آتے ہی عبدالرحمٰن الثالث کے خلاف جنگ کی طرح ڈالنے کا فیصلہ کر لیا تھا اس لئے کہ رومیر نے اپنا ایک لشکر کیونکہ گھات میں بٹھا دیا تھا لہٰذا رومیر اور اس کے لشکریوں کو یقین تھا کہ فتح ان ہی کی ہو گی۔

اس بناء پر پر رومیر نے جنگ کی ابتدا کرنے کے لئے اپنے لشکر کے اندر طبل اور بگل بجانے کا حکم دے دیا تھا پھر دیکھتے ہی دیکھتے ایک دوسرے سے ٹکرانے کے لئے لشکر اپنی صفیں درست کرنے لگے تھے۔

جنگ کی ابتداء خود رومیر نے کی۔ اپنے لشکر کو اس نے آگے بڑھایا پھر وہ امیر عبدالرحمٰن الثالث کے لشکر پر غمگین اور سیاہ وقت کی پنہایوں سے اٹھتے حیرت اور یاس کے امڈتے بادلوں، قہر آلود فضاؤں کی لرزاں خاموشیوں میں سایوں کی طرح اترتے اندھیروں اور تاریک راہوں کی دشواریوں میں اضافہ کر دینے والی سنسناتی آندھیوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

امیر عبدالرحمٰن الثالث نے بڑے پرکمال انداز میں پہلے رومیر کے اس حملے کو

روکا تھا اس کے بعد عبدالرحمٰن الثالث کے مخصوص اشارے پر اس کے لشکر میں ایسی صداؤں میں تکبیریں بلند ہونا شروع ہوئیں جو شفق زاروں کو لذت شہد و شکر عطا کر دے جو محبت کے وجدان کو بہاروں کے پیغام، ستاروں کے سلام سے مزین کر دے پھولوں کی مسکراہٹ کو بارش کی ہنسی اور رنگوں کی رم جھم کو سچائیوں کی تمتماہٹ کا لبادہ پہنا کر رکھ دے۔

کچھ دیر اسی انداز میں تکبیریں بلند ہوتی رہیں اس کے بعد امیر عبدالرحمٰن الثالث نے اپنے کام کی ابتدا کی وہ جارحیت پر اترا، پھر امیر عبدالرحمٰن نے رومیر کے لشکر پر طلب کو لامحدود کر دینے والی تیز صدرنگی یلغار، بانجھ زمین میں تخلیق کی اجنبی خوشبو بھر دینے والے ان دیکھے معجزوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

عبدالرحمٰن الثالث کا یہ جملہ انتہا درجہ کا خوفناک اور زور دار تھا جس وقت امیر عبدالرحمٰن اور رومیر پر حملہ آور ہوا اس وقت رومیر کے سالاروں کو خبر ہوئی کہ ان کا مکراؤ احمد بن یعلیٰ سے نہیں بلکہ خود امیر عبدالرحمٰن الثالث سے ہے۔ اب وہ یہ خیال کرنے لگے تھے شاید مسلمانوں کے لشکر کی کمانداری خود عبدالرحمٰن الثالث کر رہا ہے اور ایک سالار کی حیثیت سے احمد بن یعلیٰ اور دوسرے لوگ اس کے ساتھ ہیں۔

جنگ جس وقت اپنے عروج پر آئی، قریب تھا کہ عبدالرحمٰن الثالث رومیر کو بدترین شکست دیتا کہ مسلمانوں کی پشت کی طرف سے رومیر کا وہ لشکر نکلا جو گھات میں بیٹھا ہوا تھا تاکہ وہ مسلمانوں کی پشت کی طرف سے حملہ آور ہو کر اپنی کامیابی اور کامرانی کو یقینی بنائے۔

لشکر کا اپنی گھات سے نکلنا تھا کہ ایک خونی انقلاب برپا ہو گیا اس لئے کہ احمد بن یعلیٰ اور اس کے لشکری کوہستانی سلسلے سے ہمت کو ارجمند بخت کو بلند کر دینے والے پرے باندھے اللہ کے شاہینوں اور صف در صف کندھے سے کندھا ملائے لشکر محمد کے اراکین کی طرح نمودار ہوئے تھے پھر احمد بن یعلیٰ گھات سے نکلنے والے رومیر کے لشکر پر بنجر پن کی پیاس بڑھا دینے والے وقت کے کرب خیز دام، اداسی کی تلاطم خیز آغوش میں مرگ کے آسیب اور ہجر کی شاموں میں ریگ پریشان کی طرح اڑا دینے والے فضا کے ساربانوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

احمد بن یعلیٰ نے لمحوں کے اندر رومیر کے اس لشکر کو دبوچ لیا تھا جو پشت کی

جانب سے عبدالرحمٰن الثالث کے لشکر پر حملہ آور ہونا چاہتا تھا کچھ دیر تک مسلمانوں کے لشکر کی پشت پر ٹکراؤ ہوتا رہا۔ مسلمان لشکری اپنی جگہ مطمئن تھے اس لئے کہ انہیں مسلمان مخبروں اور طلایہ گروں نے اطلاع کر دی تھی کہ رومیر نے اپنا ایک لشکر گھات میں بٹھایا ہوا ہے اور اس پر احمد بن یعلیٰ حملہ آور ہو چکا ہے لہٰذا وہ بڑی بے خوفی اور مستعدی کے ساتھ اپنے سامنے رومیر پر حملہ آور ہو رہے تھے۔

جلد ہی احمد بن یعلیٰ نے رومیر کے اس لشکر کا خاتمہ کر کے رکھ دیا پھر اس نے اپنے لشکر کے گرد ایک چکر کاٹا اس کے بعد رومیر کے لشکر کے بائیں پہلو پر آندھی اور طوفان کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

سامنے کی طرف سے عبدالرحمٰن الثالث اور پہلو کی طرف سے رومیر کے لشکر پر احمد بن یعلیٰ حملہ آور ہو رہا تھا اور اس دو طرفہ حملوں کے سامنے رومیر کے لشکر کی حالت بڑی تیزی سے برے دنوں کی حکایات اور اوہام کے امنڈتے بھنور سے بھی بدتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔

یہاں تک کہ رومیر نے جب دیکھا کہ جو لشکر اس کے پہلو پر حملہ آور ہوا ہے اس نے اس کے لشکریوں کا قتل عام شروع کر دیا ہے اور جلد ہی رومیر کے لشکر میں افواہ پھیلنی شروع ہو گئی کہ مسلمانوں کا جو لشکر پہلو کی طرف سے حملہ آور ہوا اس کی کمانداری مسلمانوں کا سالار احمد بن یعلیٰ کر رہا ہے۔

احمد بن یعلیٰ کا نام ہی اب دشمن کے لئے خوف و ہراس کھڑا کر دینے کے لئے کافی تھا لہٰذا جس سمت سے احمد بن یعلیٰ حملہ آور ہوا تھا اس سمت سے رومیر کے لشکر کی صفیں احمد بن یعلیٰ کے ہاتھوں کٹنے لگیں کچھ پیچھے سرکتے ہوئے اپنا دفاع کرنے لگی تھیں۔

یہ صورت حال رومیر کے لئے ناقابل برداشت تھی اس نے اندازہ لگایا کہ اگر اس نے مزید جنگ جاری رکھی تو اس کی جھولی اس کے مقدر میں بدترین شکست ڈال دی جائے گی۔ لہٰذا اس نے پسپائی کے بگل بجائے پھر اپنے لشکر کو لے کر وہ بھاگ کھڑا ہوا اور دائیں جانب کوہستانی سلسلوں کے اندر گھس گیا تھا۔

کوہستانی سلسلے میں جانے کے بعد رومیر نے سب سے پہلے اس کوہستانی سلسلے کے اندر جتنے راستے تھے وہاں اپنے تیر انداز اور محافظ مقرر کر دیئے تھے تاکہ مسلمان تعاقب کرتے ہوئے ان وادیوں میں داخل نہ ہوں جہاں رومیر اپنے لشکر کے ساتھ رکا تھا۔

پہلے رومیر نے اپنے زخمیوں کی دیکھ بھال کی پھر اپنے سالاروں کو ایک جگہ جمع کیا اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''پہلا قدم یہ اٹھاؤ کہ تیز رفتار قاصد لیون کی طرف روانہ کرو تاکہ وہاں سے ہمارے لئے کمک اور رسد کا سامان آئے ہمیں اپنے علاقوں میں خلاف توقع مسلمانوں کے ہاتھوں سے شکست اٹھانا پڑی ہے ہم نے مسلمانوں کی شکست اور اپنی فتح کو یقینی بنانے کے لئے اپنا جو لشکر گھات میں بٹھایا تھا اس کا بھی ہمیں کوئی فائدہ نہ ہوا۔ اب پتا چلا کہ جس لشکر کے سامنے ہم نے پڑاؤ کیا تھا وہ دراصل عبدالرحمٰن الثالث کا تھا جب کہ عبدالرحمٰن الثالث کا نامور سالار احمد بن یعلیٰ کوہستانی سلسلے کے اندر گھات لگائے بیٹھا تھا اور ہماری بدقسمتی کہ ہمارا گھات لگانے والا لشکر جب نکل کر عبدالرحمٰن کی پشت کی طرف سے حملہ آور ہونے لگا تو احمد بن یعلیٰ نے اس پر حملہ آور ہو کر اس کا مکمل طور پر خاتمہ کر دیا اور ہماری مزید بدبختی کہ انتہا اس پر نہیں ہوئی گھات پر جانے والے ہمارے لشکر کا خاتمہ کرنے کے بعد احمد بن یعلیٰ نے چکر کاٹا اور ہمارے بائیں پہلو پر اس نے حملہ کر دیا اور اس طرح اس نے لمحوں کے اندر ہماری کامیابی اور کامرانی کو شکست اور ہزیمت میں تبدیل کر کے رکھ دیا۔''

اس موقع پر رومیر اور اس کا بیٹا اوردڈینو دونوں انتہا درجہ کے پریشان اور فکرمند دکھائی دے رہے تھے۔ یہاں تک کہ رومیر نے پھر اپنے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''میں نے تو اپنے دل میں یہ عہد کر رکھا تھا کہ سمورہ کے نواحی میدانوں کے اندر مسلمانوں کو بدترین شکست دے کر میں ان سے بطلیوس اور طلیطلہ کی شکستوں کا انتقام لوں گا لیکن ہماری بدقسمتی کہ وقت نے مسلمانوں نے مقابلے میں تیسری بار ہمارے ہی علاقوں میں ہمارے دامن میں شکست اور ہزیمت کے سکے بھر کر رکھ دیئے ہیں۔''

اس کے بعد اپنے سالاروں کے ساتھ رومیر وہاں سے ہٹا، شکست خوردہ لشکریوں کی حوصلہ افزائی کرنے لگا تھا اور اس وادی کے اندر داخل ہونے کے لئے جو

درے اور راستے تھے وہاں کے انتظامات کو مزید مضبوط اور مستحکم کرنے لگا تھا۔ رومیر کو رسد اور کمک کی آمد کا انتظار تھا اور وہ مسلمانوں کے ساتھ طویل جنگ ابتداء کرنا چاہتا تھا۔

اس موقع پر رومیر نے جہاں کچھ قاصد اپنے مرکزی شہر لیون کی طرف رسد و کمک کے لئے روانہ کیے تھے وہاں اس نے اپنے کچھ طلایہ گروں اور مخبروں کے ذمے یہ کام بھی لگایا تھا کہ وہ اطراف میں سرگرداں رہیں اور مسلمانوں کے لشکر کی ہر وحرکت سے اسے گاہ کرتے رہیں۔

✵

ایک روز حسین اور خوبصورت قرسینا اپنی خواب گاہ میں چیزوں کو درست کر رہی تھی کمرے کی زینت اور آرائش میں مصروف تھی کہ کمرے میں اس کی ماں لیسانہ داخل ہوئی۔

اپنی ماں کو دیکھتے ہوئے کمرے کے کونے سے ہٹ کر قرسینا اس سمت گئی جہاں نشستیں لگی ہوئی تھیں اس کی ماں لیسانہ بھی اس کی طرف بڑھی، دونوں ماں بیٹی نشستوں پر بیٹھ گئیں۔ کچھ دیر خاموشی رہی اس دوران قرسینا بڑے غور سے اپنی ماں لیسانہ کی طرف دیکھتی رہی یہاں تک کہ اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''اماں! آج آپ کا چہرہ بتاتا ہے کہ آپ مجھ سے کچھ کہنے کے لئے آئی ہیں اور آپ کے چہرے کے تاثرات یہ بھی بتاتے ہیں کہ جو کچھ کہنا چاہتی ہیں وہ کوئی سنجیدہ موضوع ہے۔''

جواب میں لیسانہ مسکرائی، پہلے قرسینا کو اس نے اپنے ساتھ لپٹا لیا کئی بار اس کی پیشانی اور گال چومے اس کے سر پر مزید بوسا دیا پھر کہنے لگی۔

''قرسینا! تو میری بڑی قیمتی اور عقل مند بیٹی ہے۔ پہلے سے چہرے کے تاثرات دیکھتے ہوئے حالات کا جائزہ لے لیتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ میں انتہائی اہم موضوع پر تم سے گفتگو کرنے آئی ہوں پر بیٹی! اس موقع پر میں کہوں گی کہ جو کچھ میں پوچھوں سچ پر رہتے ہوئے اس کا جواب دینا۔''

قرسینا نے غور سے اپنی ماں کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

''کیا اس سے پہلے میں نے کبھی آپ سے جھوٹ بھی کہا ہے ..... دروغ کو

سے بھی کام لیا ہے.....؟''

بڑے پیارے انداز میں لیسانہ نے اس کا گال تھپتھپایا پھر کہنے لگی۔

''میری بچی! ایسی کوئی بات نہیں لیکن جس موضوع پر میں گفتگو کرنے لگی ہوں وہ موضوع ایسا ہی ہے کہ تو کچھ باتوں کو مجھ سے چھپا سکتی ہے لہٰذا میں اس امید کے ساتھ تم سے گفتگو کر رہی ہوں کہ مجھ سے کوئی بات پوشیدہ نہیں رکھو گی مجھ سے کچھ چھپاؤ گی نہیں۔''

قرسینا مسکرائی کہنے لگی۔

''اماں! آپ کس قسم کی گفتگو کرتی ہیں آپ پوچھیں کیا کہنا چاہتی ہیں ..... میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں آپ سے کچھ چھپاؤں گی نہیں۔''

ان الفاظ پر لیسانہ خوش ہو گئی تھی کچھ سوچا پھر ایک تیز نگاہ قرسینا پر ڈالی پھر کہنے لگی۔

''اچھا میری بیٹی! یہ بتا کیا تیرے دل میں کسی کی چاہت ہے.....؟''

لیسانہ اپنی بات مکمل نہ کر سکی جھٹ سے قرسینا بول پڑی۔

''میرے دل میں آپ کی چاہت ہے، ابا کے لئے، بھائیوں کے لئے چاہت ہے، دوسری ماں یوراکہ کے لئے چاہت ہے۔ اب بولیں آپ کیا کہنا چاہتی ہیں۔''

لیسانہ پھر بولی اور کہنے لگی۔

''میرا مطلب یہ نہیں ..... میں تم سے یہ جاننا چاہتی ہوں کہ کیا تو کسی ایسے نوجوان سے محبت کرتی ہے جسے تو اپنی زندگی کا ساتھی بنانا چاہے.....''

لیسانہ کے اس سوال پر قرسینا چونکی کچھ دیر تک غور سے اپنی ماں کی طرف دیکھتی رہی پھر کہنے لگی۔

''آج آپ کو یہ سوال کرنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی ..... کیا گھر میں اس موضوع پر کسی نے آپ سے گفتگو کی ہے.....؟''

اس پر لیسانہ مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

''بیٹی! دراصل تمہاری شادی کے سلسلے میں یوراکہ نے تمہارے باپ سے بات کی تھی ..... یوراکہ چاہتی ہے کہ تمہارا رشتہ تمہارے بڑے ابا افونش کے بیٹے اوردینو سے کر دیا جائے ساتھ ہی یوراکہ یہ بھی چاہتی ہے کہ اس سلسلے میں تمہاری رائے کو

مقدم رکھا جائے گا ..... اگر تم چاہو گی تو یہ رشتہ ہو گا اگر تم نہ چاہو گی تو قطعی طور پر اس رشتے کو طے نہیں کیا جائے گا۔''

لیسانہ جب خاموش ہوئی تب قرسینا کہنے لگی۔

''اماں! آپ مجھے اورڈینو کے ساتھ باندھتی ہیں ..... اسے لوگ اورڈینو خبیث کہتے ہیں ..... انتہا درجہ کا شرارتی اور غیر ذمہ دار شخص ہے ..... ایسے شخص کو اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ..... اماں! اگر اس میں یہ برائیاں نہ بھی ہوتیں، بہت اچھا انسان ہوتا، انتہاء درجہ کا لائق، شجاع، بہادر اور دلیر ہوتا تب بھی میں اس کے ساتھ شادی کرنے سے انکار کر دیتی۔''

لیسانہ نے اس کی طرف حیرت سے دیکھا پھر کہنے لگی۔

''کیا تو کسی اور سے محبت کرتی ہے ..... تو نے اپنے دل میں کسی اور کو بٹھا رکھا ہے جسے تو اپنی زندگی کا ساتھی بنانا چاہتی ہے.....؟''

قرسینا نے کچھ سوچا، پہلے اس نے اثبات میں گردن ہلائی پھر دھیمے لہجے میں کہنے لگی۔

''اماں! میں آپ سے وعدہ کر چکی ہوں کو جھوٹ نہیں بولوں گی لہٰذا میں آپ کے سامنے اقرار کرتی ہوں کہ میں ایک نوجوان سے محبت کرتی ہوں اور اپنے دل اور من میں اسے اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کا عہد کر چکی ہوں۔''

قرسینا کے ان الفاظ پر لیسانہ کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا دوبارہ قرسینا کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''جس نوجوان سے تم محبت کرتی ہو کیا اس کا تعلق لیون شہر سے ہے.....؟''

قرسینا نے نفی میں گردن ہلائی کہنے لگی۔

''اس کا لیون شہر سے کوئی تعلق نہیں۔''

''کیا اس کا تعلق ہماری مملکت سے ہے .....؟'' لیسانہ نے پھر بڑے غور سے قرسینا کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

قرسینا نے پھر پہلے نفی میں گردن ہلائی اس کے بعد دبی دبی مسکراہٹ میں کہنے لگی۔

''اماں! اس کا تعلق ہماری مملکت سے بھی نہیں ہے۔''

قرسینا جب خاموش ہوئی تب لیسانہ نے پھر پوچھ لیا۔

''جس نوجوان کو تم پسند کرتی ہو، اپنے من کا اسے مالک جان چکی ہو وہ جنوب کی سرزمینوں کا رہنے والا ہے یا شمال کی مملکتوں کا.....؟''

اپنی ماں کے اس سوال کا جواب قرسینا دینا چاہتی تھی کہ خاموش رہی اس لئے کہ عین اسی لمحہ اس کمرے کے دروازے پر یوراکہ اور شانجہ دونوں ماں بیٹا نمودار ہوئے تھے انہیں دیکھتے ہی قرسینا کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گئی تھی۔

یوراکہ اور شانجہ دونوں ماں بیٹا کمرے میں داخل ہوئے۔ اس موقع پر وہ دونوں پریشان اور کسی قدر فکرمند بھی دکھائی دے رہے تھے ان کی یہ حالت دیکھتے ہوئے لیسانہ اور قرسینا دونوں ماں بیٹی بھی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ اس موقع پر لیسانہ شانجہ کی طرف دیکھتے ہوئے اور اسے مخاطب کر کے کچھ پوچھنا چاہتی تھی کہ خود ان کے قریب جا کر خود ہی بول اٹھا۔

''قرسینا میری بہن! ابھی تھوڑی دیر پہلے بابا کی طرف سے دو قاصد آئے تھے انہوں نے یہ بری خبر دی ہے کہ بابا کو شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اپنے بچے کھچے لشکر کے ساتھ بابا کوہستانی سلسلے کی طرف چلے گئے ہیں۔ ایک طرح سے انہوں نے وہاں گھات لگا لی ہے وہ ایک کھلی وادی ہے اور وادی میں داخل ہونے کے لئے جس قدر درّے ہیں وہاں انہوں نے حفاظتی اقدام کر دیئے ہیں اور اب انہوں نے کمک کے علاوہ رسد بھی طلب کی ہے۔

یہ خبر سن کر قرسینا نے کسی قدر پریشانی اور فکرمندی کا اظہار نہ کیا تھا تاہم سنجیدہ لہجے میں وہ اپنے بھائی شانجہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''میرے بھائی! جو خبر تم نے سنائی ہے میں پہلے ہی اس کی توقع رکھتی تھی اس لئے یہ خبر سن کر مجھے زیادہ حیرانی اور تعجیب نہیں ہوا۔ میرا دل پہلے ہی کہتا تھا کہ مسلمانوں کے سالار احمد بن یعلی کے مقابلے میں بابا کو پسپائی اختیار کرنا پڑے گی پر قاصد یہ خبر لے کر آئے ہیں کیا انہوں نے تفصیل نہیں بتائی؟''

اس کے ساتھ ہی قرسینا اور لیسانہ بیٹھ گئیں آگے بڑھ کر یوراکہ اور شانجہ بھی دوسری نشست پر ہو بیٹھے تھے پھر شانجہ بولا اور کہنے لگا۔

''ان قاصدوں نے مجھے پوری تفصیل بتائی ہے۔'' اس کے بعد شانجہ نے جس طرح رومیر کے گھات میں جانے والے لشکر پر احمد بن یعلیٰ نے حملہ آور ہو کر اس کا خاتمہ کر دیا تھا اور اس کے بعد رومیر کے لشکر کے پہلو پر حملہ آور ہو کر اس کی شکست کو یقینی بنایا تھا اس کی ساری تفصیل قرسینا سے کہہ دی تھی۔

شانجہ جب خاموش ہوا تب کسی قدر پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے قرسینا کہنے لگی۔

''اس کا مطلب ہے کہ جنگ کے دوران جو حربہ میرا باپ مسلمانوں کے خلاف استعمال کرنا چاہتا تھا وہی مسلمانوں نے ہمارے خلاف استعمال کر لیا۔ بابا تو کہتے تھے کہ سمورہ شہر کے نواحی میدانوں میں مسلمانوں کے جس لشکر نے پڑاؤ کر رکھا ہے اس کی کمانداری احمد بن یعلیٰ کر رہا ہے جب کہ آنے والے قاصدوں نے اس کا الٹ بتایا ہے کہ اس لشکر کی کمانداری امیر عبدالرحمٰن کے ہاتھ میں تھی جب کہ احمد بن یعلیٰ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ کہیں گھات میں بیٹھا ہوا تھا۔''

قرسینا جب خاموش ہو گئی تب دکھ بھرے انداز میں شانجہ کہنے لگا۔

''میری بہن! یہ ہمارے مخبروں کی نا اہلی اور غفلت ہے کہ انہوں نے اصل صورت حال سے ہمیں آگاہ ہی نہیں کیا۔ یا وہ خود اصل صورت حال کو جان بھی نہیں سکے۔ اب جو تفصیل قاصدوں نے بتائی ہے اس کے مطابق سب سے پہلے ہمارے سرزمینوں میں احمد بن یعلیٰ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ داخل ہوا تھا۔ سمورہ شہر کے کچھ لوگوں نے یہ بھی انکشاف کیا ہے کہ احمد بن یعلیٰ نے سمورہ پر حملہ آور ہونے سے پہلے اپنے کچھ خاص آدمی سمورہ شہر میں داخل کر دیئے تھے جنہوں نے ساتوں شہر پناہ کے دروازے کھولے، احمد بن یعلیٰ اپنے لشکر کے ساتھ شہر میں داخل ہوا، حفاظتی لشکر کو موت کے گھاٹ اتار کر شہر پناہ کے ساتوں دروازے توڑنے کے بعد اگلی رات کو وہاں سے نکل کر وہ کوہستانی سلسلے کے اندر گھات لگا گیا تھا۔ جہاں تک مسلمانوں کے حکمران عبدالرحمٰن کا تعلق ہے تو وہ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ ایک دن بعد میں وہاں پہنچا تھا اور سمورہ شہر کے باہر اس نے پڑاؤ کر لیا تھا۔ ہمارے مخبروں کی نا اہلی اور غفلت کا یہ حال ہے کہ امیر عبدالرحمٰن کے لشکر کو انہوں نے احمد بن یعلیٰ کا لشکر بتا دیا اور اس طرح ہمارے بابا کو بھی دھوکہ ہوا۔''

شانجہ جب خاموش ہوا تب دکھ بھرے انداز میں قرسینا کہنے لگی۔

''اس کا مطلب ہے ہمارے لشکر کا خاصا نقصان ہوا ہے ..... بابا نے اپنے لشکر کا اہم حصہ گھات میں بٹھایا ہوا تھا جو حالات تم نے بتائے ہیں ان کے مطابق احمد بن یعلیٰ نے اس حصے پر حملہ آور ہو کر مکمل طور پر اس کا خاتمہ کر دیا ہے ..... اس کے بعد رومیر کے لشکر کے پہلو پر وہ حملہ آور ہوا اور بابا کے لشکر کا کافی حصہ اس نے کاٹ لیا۔ عبدالرحمٰن کی طرف سے امیر عبدالرحمٰن نے بھی ہمارے لشکر کو خاصا نقصان پہنچایا اس طرح تو اب بابا کے پاس مختصر سا لشکر رہ گیا ہو گا جس کے ساتھ تو کسی بھی طور عبدالرحمٰن اور احمد بن یعلیٰ کا مقابلہ ہی نہیں کیا جا سکتا ..... اس لحاظ سے میرے بھائی کو یہاں سے خاصا بڑا لشکر لے کر سمورہ کی طرف روانہ ہونا ہو گا۔''

قرسینا کے خاموش ہو جانے پر شانجہ پھر بول اٹھا۔

''میری بہن! بابا نے آپ کو بھی طلب کیا ہے ..... میں نے اپنے کچھ سالاروں کو حکم دے دیا ہے کہ وہ فوراً لشکر تیار رکھیں میں کسی وقت بھی کوچ کر سکتا ہوں اگر آپ میرے ساتھ جانا چاہیں تو پھر آپ .....''

شانجہ اپنی بات پوری نہ کر سکا اس لئے کہ قرسینا جست لگا کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

''میں نے ضروری جانا ہے اس لئے کہ میں نے بابا سے وعدہ کیا تھا اور پھر بابا نے مجھے بلایا ہے تو نا جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ..... میرے بھائی! تم جاؤ اور تیار ہو کر لشکر گاہ کی طرف چلو میں لباس تبدیل کر کے اپنے فالتو کپڑے اور ضرورت کی دوسری اشیاء خرجینوں میں ڈالتی ہوں اس کے بعد میں مستقر کی طرف آتی ہوں۔''

اس کے ساتھ ہی شانجہ اور یوراکہ بھی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ قرسینا تیاری کرنے کے لئے کمرے کے ایک کونے کی طرف بڑھی تھی۔ لیسانہ بھی اٹھ گئی تھی۔ یوراکہ اور شانجہ کے ساتھ ہو لی تھی۔ اچانک قرسینا کو کچھ یاد آیا اور اپنے بھائی سے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''بھائی! جاتے جاتے اصطبل کے داروغہ سے کہنا میرے گھوڑے کو تیار کر دے میں اصطبل کی طرف آتی ہوں۔''

جواب میں شانجہ نے اثبات میں گردن ہلائی پھر شانجہ، یوراکہ اور لیسانہ اس کمرے سے نکل گئے تھے جب کہ قرسینا اپنا جنگی لباس پہننے لگی تھی۔

تھوڑی دیر بعد قرسینا اپنے کمرے سے نکلی، وہ بہترین جنگی لباس پہنے ہوئے تھی۔ اپنے دونوں کاندھوں سے اس نے بڑی بڑی چرمی خرجینیں بھی لٹکا رکھی تھیں جب وہ اپنے کمرے سے باہر نکلی تب یوراکہ اور لیسانہ شاید وہیں کھڑی اس کا انتظار کر رہی تھیں۔ دونوں اصطبل تک قرسینا کے ساتھ گئیں وہاں اصطبل کا داروغہ قرسینا کا گھوڑا تیار کر کے اس کی باگ پکڑے ہوئے تھا۔ اس موقع پر قرسینا باری باری یوراکہ اور لیسانہ سے گلے ملی پھر ہاتھ ہلاتے ہوئے اپنے گھوڑے پر سوار ہوئی، داروغہ نے گھوڑے کی باگ اسے تھما دی تھی اس کے بعد گھوڑے کو ایڑ لگاتی ہوئی قرسینا قصر سے نکل گئی تھی۔ اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے قرسینا سیدھی مستقر کی طرف گئی وہاں شانجہ چند دوسرے سالاروں کے ساتھ لشکر کو پہلے ہی تیار کر چکا تھا اس کے بعد قرسینا اور شانجہ دونوں بہن بھائی لشکر کو لے کر سمورہ شہر کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

دوسری طرف امیر عبدالرحمٰن اور احمد بن یعلیٰ نے رومیر کو سمورہ کے نواح بدترین شکست دینے کے بعد سب سے پہلے تو رومیر کے پڑاؤ کی ہر چیز پر قبضہ تھا۔ زخمیوں کی دیکھ بھال کرنے کے بعد انہوں نے جہاں جنگ ہوئی تھی اس ایک طرف اپنا نیا پڑاؤ قائم کیا اور اپنے لشکریوں کو انہوں نے مکمل طور پر آرام کر کا موقع فراہم کر دیا تھا۔

امیر عبدالرحمٰن اور احمد بن یعلیٰ کو مخبروں نے یہ اطلاع بھی کر دی تھی کہ شکست اٹھانے کے بعد رومیر واپس اپنے مرکزی شہر لیون کی طرف نہیں گیا بلکہ کوہستانی سلسلے کے اندر اس نے گھاٹ لگا لی ہے اور اپنے مرکزی شہر لیون سے اس نے رسد کمک طلب کر لی ہے اس بناء پر اپنے مخبروں کے ذریعے عبدالرحمٰن اور احمد بن یعلیٰ رومیر کے لشکریوں کے علاوہ ان کے مخبروں پر بھی گہری نظر رکھنے لگے تھے۔

ایک روز احمد بن یعلیٰ اپنے ساتھ سالار محمد بن حسین کے ساتھ لشکر کا ایک حصہ لے کر سمورہ شہر کے مشرقی طرف جو کوہستانی سلسلے تھے ان کی طرف شکار کرنے کے لئے گیا جب کہ پڑاؤ کے اندر امیر عبدالرحمٰن اور امیر البحر غالب رہے تھے۔ جس علاقے کی طرف احمد بن یعلیٰ اور محمد بن حسین شکار کرنے کے لئے گئے تھے وہ وہ کوہستانی سلسلہ تھا جس کی طرف اکثر و بیشتر رومیر کی بیٹی قرسینا اپنے پاسبانوں اور اپنی ساتھی لڑکیوں کے ساتھ شکار کے لئے آیا کرتی تھی اس روز جب احمد بن یعلیٰ اور محمد بن حسین شکار کر کے لوٹے تو انہوں نے عبدالرحمٰن اور غالب دونوں کو حیرت زدہ کر دیا تھا۔ احمد بن یعلیٰ اور محمد بن حسین نے چند چھکڑوں اور بار برداری کے جانوروں پر ان گنت شکار کی ہوئی کوہستانی جنگلی بکریاں لاد رکھی تھیں جب دونوں

اپنے دستوں کے ساتھ پڑاؤ میں داخل ہوئے تو شکار کی جانے والی بکریوں کو دیکھ کر سب سالار اور لشکری دنگ رہ گئے تھے۔ خوشی کا ایک سماں برپا ہو گیا تھا اس موقع پر عبدالرحمٰن اور غالب دونوں اس جگہ آئے جہاں احمد بن یعلیٰ اور محمد بن حسین شکار کی گئی بکریوں کو چھکڑوں اور باربرداری کے جانوروں سے اتروا کر ایک طرف ڈھیر لگوا رہے تھے۔ عبدالرحمٰن آگے بڑھا، دونوں کو اس کارگزاری پر شاباش دی پھر احمد بن یعلیٰ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''ابن یعلیٰ میں نے تو یہی اندازہ لگایا ہوا تھا کہ تم شکار کے لئے جا رہے ہو تو چند بکریاں شکار کر کے لاؤ گے جو تم چھوٹے بڑے سالار آپس میں ذبح کر کے کھا لو گے لیکن جس قدر بکریاں تم شکار کر کے لائے ہو یہ تو پورے لشکر کے لئے دو دن کام آ سکتی ہیں۔''

اس پر احمد بن یعلیٰ مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''امیر! میں سب پہلے دو بار ان علاقوں کی طرف آیا ہوں اس کوہستانی سلسلے میں کافی جنگلی بکریاں ہیں۔ ابھی بھی بہت ہیں ان کا شکار کرتے ہوئے ہمیں زیادہ دشواری کا سامنا بھی نہیں کرنا پڑا۔ ان کوہستانی سلسلوں کے اند چونکہ جنگلی گھاس کی بہتات ہے لہٰذا یہ جنگلی بکریاں بھی کافی فربہ اور دراز قد ہیں۔''

اس موقع پر اپنے کچھ لشکریوں کو عبدالرحمٰن نے حکم دیا کہ ان بکریوں کی کھالیں اتار کر گوشت تیار کیا جائے اور لشکر کے لئے کھانا تیار کرنے کا حکم دیا۔ ساتھ ہی وہ احمد بن یعلیٰ، محمد بن حسین، غالب اور چند دوسرے سالاروں کو ایک طرف لے گیا پھر احمد بن یعلیٰ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''ابن یعلیٰ میرے بیٹے! تمہاری غیر موجودگی میں کچھ مخبر یہ اطلاع لے کر آئے تھے کہ رومیر نے جو اپنے مرکزی شہر سے رسد اور کمک طلب کی تھی اس کے جواب میں اس کا دوسرا بیٹا شانجہ اور بیٹی قرسینا ایک کافی بڑے لشکر اور رسد کے سامان کو لے کر لیون سے روانہ ہو چکے ہیں اور یہ کمک اور رسد پہنچنے کے بعد لازمی بات ہے رومیر ایک بار پھر ہمارے خلاف جنگ کی طرح ڈالے گا اور اپنی طرف سے کوشش کرے گا کہ اپنی شکست کا بدلہ اور انتقام ہم سے لے۔''

عبدالرحمٰن جب خاموش ہوا تب کچھ سوچتے ہوئے احمد بن یعلیٰ کہنے لگا۔

''امیر محترم! میرا اندازہ ہے کہ رومیر ایسا کر کے جنگ کو طول دینے کا ارادہ ..ے۔ وہ یہ بھی اندازہ لگا رہا ہو گا کہ ہم اپنے مرکزی شہر سے دور اپنے علاقوں ہ باہر اور رومیر کی سلطنت کی حدود کے اندر ہیں وہ یہ بھی اندازہ لگا رہا ہو گا کہ ے پاس رسد کے علاوہ لشکر کی ضروریات کا جو دیگر سامان ہے وہ جلد ختم ہو جائے ور ہم واپس جانے کی تیاریاں کرنے لگیں گے۔ میرے خیال میں اس نے یہ بھی لیا ہو گا کہ جب ہم واپس جانے کی تیاریاں کریں گے تو وہ کوہستانی سلسلوں کل کر ہمارے ساتھ چھاپہ مار جنگ کی ابتداء کرے گا ہمیں دن کے حملوں اور ات میں الجھائے رکھے گا، واپس جانے نہیں دے گا اس طرح ہمارا لشکر خوراک اور کی کمی کا شکار ہو کر رومیر کے قابو میں آ جائے گا لیکن ہم اسے ایسا سوچنے تو ے لیکن اس پر عمل نہیں کرنے دیں گے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد احمد بن یعلیٰ رکا کچھ سوچا اس کے بعد عبدالرحمٰن کی دیکھتے ہوئے ہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔

''امیر محترم! اس موقع پر میں یہ بھی چاہوں گا کہ ہم رومیر سے نبٹنے کے لئے م اٹھائیں۔ پہلا یہ کہ آج ہی بلکہ ابھی تھوڑی دیر تک سمورہ شہر سے کھانے پینے اریات کا جس قدر سامان حاصل کر سکتے ہیں حاصل کر لیں اس طرح ہمارے اور اور ضروریات کے دیگر سامان کی کمی نہیں ہو گی۔ اگر ہم نے محسوس کیا کہ اراک کی ضرورت ہے تو سمورہ شہر کے شمال مشرق اور جنوب میں بہت سے ں، بستیاں ہیں۔ کچھ ایسے بڑے قصبے بھی ہیں جنہیں چھوٹا شہر بھی کہا جا سکتا لشکر کے کچھ حصے کو وہاں پھیلا کر وہاں سے بھی اپنی ضروریات کا سامان حاصل ہیں۔

دوسرا قدم جو ہمیں اٹھانا چاہیے وہ یہ کہ میں چاہتا ہوں اس وقت جس جگہ ہمارے پڑاؤ ہے آپ اپنے خیمے کے ساتھ یہیں پڑاؤ کیے رہیں لشکر کا وہ حصہ جو اس ہلے میرے ماتحت کام کرتا رہا ہے اسے لے کر میں ذرا دائیں جانب کوہستانی کے نزدیک جا کر پڑاؤ کر لوں ایسا کرنے سے امیر محترم! ہمیں یہ فائدہ ہو گا ر کو جب اپنے مرکزی شہروں سے امداد اور کمک مل جائے گی تو یقیناً وہ خلاف کارروائیوں کی ابتداء کر دے گا۔

اب ہمارا لشکر جس وقت دو حصوں میں تقسیم ہو جائے گا تو وہ کوہستانی سلسلے
نکل کر ہمارے لشکر کے ایک حصے کے خلاف کارروائی کرے گا اور اسی سے ہم
فائدہ اٹھانا ہے۔ امیر محترم! اس کی مثال میں کچھ اس طرح پیش کر سکتا ہوں کہ
دن کے وقت یا رات کے کسی بھی لمحہ رومیر اپنے لشکر کے ساتھ نکل کر آپ کے
پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرتا ہے تو آپ اس کا مقابلہ کیجئے گا، اسے روکئے گا۔
دائیں جانب کاوا کاٹتا ہوا کوہستانی سلسلے کے اندر انہی وادیوں کی طرف جاؤں
جہاں رومیر نے پڑاؤ کر رکھا ہے میں جانتا ہوں ان وادیوں میں داخل ہونے
لئے جو درے ہیں وہاں رومیر نے اپنے بہترین محافظ بٹھا رکھے ہیں لیکن میں
روندتا ہوا وادیوں میں داخل ہوں گا، پڑاؤ کے اندر جس قدر رومیر کا لشکر ہو گا نا
اسے کاٹ کر رکھ دوں گا بلکہ اس کے پڑاؤ کی ہر چیز کو بھی سمیٹتا چلا جاؤں گا۔

ظاہر ہے جب رومیر کو خبر ہو گی کہ ہمارے لشکر کا ایک حصہ کوہستانی سلسلے
اندر اس کے پڑاؤ پر حملہ آور ہو چکا ہے تو وہ پلٹے گا، وادیوں کی طرف جانے کی
کرے گا، ایسی صورت میں آپ جب پشت کی جانب سے اس پر حملہ آور ہوں
اور سامنے کی طرف سے میں اس کے پڑاؤ سے نکل کر اس پر ضرب لگاؤں
میرے خیال میں اسے ایسی شکست کا سامنا کرنا پڑے گا جو اس سے پہلے اس
اپنی زندگی میں دیکھی نہ ہو گی۔''

احمد بن یعلیٰ جب خاموش ہوا تب عبدالرحمٰن کہنے لگا۔

''بیٹے! میں تمہاری ان دونوں تجویزوں سے مکمل اتفاق کرتا ہوں۔ آج
اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ حرکت میں آؤ، سمورہ شہر سے جس قدر سامان حاصل
سکتے ہو کر لو۔ اس سارے سامان کو دو حصوں میں بانٹتے ہیں، ایک حصہ میرے
کے پاس، دوسرا تمہارے لشکر میں رہے گا۔ اس کے بعد تم اپنے حصے کے لشکر
ساتھ نئی جگہ پڑاؤ کر لینا پر بیٹے! ایک احتیاط میں بھی روا رکھوں گا اور تم بھی
عمل کرنا۔ دن ہو کہ رات لشکر کا ایک حصہ ہر وقت مستعد رکھنا کیونکہ دن اور رات
کسی بھی حصے میں رومیر کوہستانی سلسلے سے نکل کر اچانک حملہ آور ہو کر ہمیں
پہنچا سکتا ہے۔ ایسی ہی احتیاط میں بھی برتوں گا۔''

احمد بن یعلیٰ نے امیر عبدالرحمٰن الثالث کی اس تجویز سے اتفاق کیا

تھوڑی دیر بعد احمد بن یعلیٰ اور محمد بن حسین لشکر کے ایک حصے کے ساتھ حرکت میں آئے، سمورہ شہر میں داخل ہوئے، اپنے ساتھ وہ چھکڑے اور بار برداری کے جانور بھی لے گئے تھے اور شہر کے اندر سے جس قدر خوراک اور ضروریات کی دوسری اشیاء انہیں میسر آ سکیں وہ سب انہوں نے حاصل کیں، شہر سے نکلے، ان اشیاء کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ ایک حصہ امیر عبدالرحمٰن کے لشکر کے سپرد کیا گیا اور دوسرا حصہ احمد بن یعلیٰ اور محمد بن حسین نے اپنے لشکر کے لئے رکھ لیا۔ اس کے بعد احمد بن یعلیٰ اور محمد بن حسین اپنے لشکر کو لے کر پہلے سے طے شدہ تجویز کے مطابق دائیں جانب پڑاؤ کر گئے تھے۔



قرسینا اور اس کا بھائی شانجہ دونوں ایک خاصے بڑے لشکر اور رسد کے سامان کو لے کر اپنے باپ رومیر کے پاس پہنچے۔ ان دونوں بہن بھائیوں کی آمد پر رومیر، اس کا بڑا بیٹا اورڈینو اور دوسرے سالار بے حد خوش ہوئے۔ قرسینا اور شانجہ کی آمد سے پہلے رومیر نے اس وادی کے اندر پہلے ہی کچھ خیمے نصب کروا رکھے تھے اور وہ خیمے اس نے اپنے مارے جانے والے لشکر کے حاصل کیے تھے۔ دراصل رومیر نے اپنے جس لشکر کو جنگ سے پہلے گھات میں بٹھایا تھا اور وہ گھات سے نکل کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوا تھا اور احمد بن یعلیٰ نے اس کا خاتمہ کر دیا تھا۔ گھات میں لشکر کے اس حصے کے خیمے اور رسد اور خوراک کا دوسرا سامان بھی تھا جو سب کوہستانی سلسلے کے اندر ہی اندر رومیر نے اپنے پاس منتقل کر لیا تھا۔ اب قرسینا اور شانجہ بھی اپنے ساتھ بہت سے خیمے لے کر آئے تھے۔ اس بناء پر کوہستانوں سے گھری ہوئی اس وادی میں کوہستانی سلسلے کے ساتھ ساتھ رومیر نے خیموں پر مشتمل اپنا پڑاؤ قائم کر لیا تھا۔ اب اس کے پاس رسد کا کافی سامان بھی آ گیا تھا۔ قرسینا اور شانجہ اپنے ساتھ تیروں کے ڈھیروں کے علاوہ دوسرا اسلحہ بھی لے کر آئے تھے اور ان دونوں کی آمد سے رومیر کو کافی حد تک تقویت حاصل ہوئی تھی۔

رومیر اور اس کا بڑا بیٹا اورڈینو دونوں قرسینا اور شانجہ کو خیمے میں لے گئے۔ چاروں خیموں کی نشستوں پر بیٹھ گئے۔ اس موقع پر قرسینا نے اپنے باپ رومیر کی طرف دیکھتے ہوئے گفتگو کا آغاز کیا۔

''بابا! سب سے پہلے تو مجھے اس بات کی حیرت ہے کہ آپ اتنا بڑا لشکر لے کر لیون سے آئے ہیں اس کے باوجود ہمیں شکست کا داغ اٹھانا پڑا اور پھر مسلمانوں پر ضرب لگا کر اپنی کامیابی کو یقینی بنانے کے لئے جو لشکر آپ نے گھات میں بٹھایا تھا اس سے بھی ہمیں کچھ حاصل نہ ہوا۔''

اپنی بیٹی قرسینا کی اس گفتگو سے رومیر کو کسی قدر شرمندگی کا احساس ہوا تھا۔ گھیسانی سی آواز میں کہنے لگا۔

''بیٹی! تمہارا کہنا درست ہے لیکن اس احمد بن یعلیٰ نے ہمارے سارے منصوبوں کو خاک میں ملا کر رکھ دیا ..... ہماری اس شکست میں جہاں احمد بن یعلیٰ کا ہاتھ ہے وہاں ہمارے مخبروں ی کوتاہی بھی ہماری شکست کا ایک سبب ہے۔ وہ ہمیں یہی بتاتے رہے کہ سمورہ شہر کے نواح میں کھلے میدانوں میں احمد بن یعلیٰ اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیے ہوئے ہے جب کہ ایسا نہیں تھا وہاں تو عبدالرحمٰن خود تھا ..... احمد بن یعلیٰ تو کوہستانی سلسلوں کے اندر گھات لگا چکا تھا۔ اس بناء پر اس نے ہماری گھات کو ناکام بنا دیا اور ہماری کامیابی کو ناکامی میں تبدیل کر کے رکھ دیا۔''

رومیر جب خاموش ہوا تب کچھ دیر خیمے میں خاموشی رہی اس کے بعد رومیر کی طرف دیکھتے ہوئے قرسینا کہنے لگی۔

''بابا! آپ تو کہتے تھے کہ آپ اس کے خلاف دو حربے استعمال کر سکتے ہیں اگر پہلا حربہ ناکام رہا تو دوسرے حربے کے جواب میں وہ بالکل سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر آپ کے پاس چلا آئے گا۔ لہٰذا اس موقع پر جنگ کی بھٹی گرم کرنے کے بجائے کیا ایسا ممکن نہیں کہ آپ اپنا پہلا حربہ استعمال کریں جس کے تحت ہم احمد بن یعلیٰ کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کریں۔''

قرسینا جب خاموش ہوئی تب رومیر کہنے لگا۔

''بیٹی! تیرا کہنا درست ہے پھر اس موقع پر کیا ہم اپنا کوئی حربہ استعمال کرتے ہوئے اچھے لگتے ہیں ..... ہمیں ان کے ہاتھوں شکست ہوئی ہے ..... اس موقع پر اگر میں اسے اپنے ساتھ ملانے کے لئے اپنا کوئی حربہ استعمال کرتا ہوں پھر یہی کہا جائے گا کہ میں جنگ میں تو ان کا مقابلہ نہ کر سکا لہٰذا اسے اپنے ساتھ ملانے کے لئے تگ و دو شروع کر دی۔''

رومیر جب خاموش ہوا تب اپنی بات پر زور دیتے ہوئے قرسینا کہنے لگی۔ ''بابا! کہنے والے کہتے رہیں ..... کہنے والے تو اس کے علاوہ دور بہت کچھ کہیں گے۔ اگر ہم کہنے والوں کی باتوں پر جائیں گے تو پھر یاد رکھئے گا شکستوں سے اپنا دامن بھرتے رہیں گے۔ ہاں اس موقع پر میں آپ سے یہ گزارش ضرور کروں گی کہ پہلے آپ اپنے دونوں حربے آزمائیں۔ اگر ان حربوں سے ہمارا کام نکل سکتا ہے اور ہم عبدالرحمٰن کو شکست دے کر واپس اپنے علاقوں پر بھاگ جانے پر مجبور کر سکتے ہیں تو پھر ہمیں اپنے لشکریوں کو ہلاکت میں ڈالنے کی کیا ضرورت ہے۔''

رومیر اپنی بیٹی قرسینا کے ان الفاظ کا جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ خیمے سے باہر جو رومیر کے محافظ دستوں کا سالار کھڑا تھا وہ خیمے کے دروازے پر نمودار ہوا۔ اپنی گردن کو خوب زمین کی طرف خم کرتے ہوئے اس نے رومیر کو تعظیم دی پھر کہنے لگا۔

''آقا! دو مخبر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ کہنا چاہتے ہیں۔''

اپنے محافظ دستوں کے سالار کے ان الفاظ پر رومیر چونکا تھا اور ڈینو، قرسینا، شانجہ بھی باہر دیکھنے لگے تھے۔ یہاں تک کہ رومیر نے اسے مخاطب کیا۔

''ان دونوں کو لے کر میرے پاس آؤ۔''

تھوڑی دیر بعد محافظ دستوں کا سالار دو مخبروں کو لے کر آیا۔ وہ مخبر خیمے میں داخل ہوئے۔ رومیر کے سامنے جا کر کھڑے ہوئے پھر رومیر کے استفسار پر ان دنوں میں سے ایک رومیر کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

''آقا! ہم صبح سے ہی دشمن کے لشکر اور اس کی نقل و حرکت کا جائزہ لیتے رہے ہیں۔ دشمن نے سمورہ شہر سے اپنے لئے خوراک اور ضروریات کا سامان کافی مقدار میں حاصل کر لیا ہے۔ یوں جانیں اب ان کے لشکر میں ضروریات زندگی کے انبار ہیں جو کافی دن تک ان کی ضروریات پوری کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کا سالار احمد بن یعلیٰ کبھی کبھی سمورہ شہر کے شرقی کوہستانی سلسلوں کی طرف جاتا ہے۔ اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں سے وہ جنگلی اور کوہستانی بکریوں کا شکار کر کے لاتا ہے۔ وہ وہاں سے اس قدر شکار لاتے ہیں کہ اس سے پہلے کسی نے اتنی بڑی تعداد میں وہاں شکار کیا ہی نہ ہو گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد مخبر رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہنے لگا۔

''آقا! اس کے علاوہ مسلمانوں نے اپنے لشکر میں کچھ تبدیلی کی ہے۔ پہلے مسلمانوں کا پورا کا پورا لشکر ایک ہی جگہ پڑاؤ کیے ہوئے تھا۔ بالکل اس جگہ جہاں ہمارا ان کے ساتھ ٹکراؤ ہوا تھا۔ اب انہوں نے اپنے لشکر میں جو تبدیلی کی ہے وہ کچھ اس طرح ہے کہ لشکر کو انہوں نے دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ ایک حصہ ان کے حکمران عبدالرحمٰن کی سرکردگی میں اسی جگہ پڑاؤ کر گیا ہے جہاں ان کے ساتھ ہمارا ٹکراؤ ہوا تھا۔ دوسرا حصہ ذرا فاصلے پر دائیں جانب پڑاؤ کیے ہوئے ہے اور اس لشکر کی کمانداری ان کا سالار احمد بن یعلیٰ کر رہا ہے۔ ابھی تک ہم یہ نہیں جان سکے کہ انہوں نے لشکر کو کیوں دو حصوں میں تقسیم کیا ہے اس لئے کہ مسلمانوں کے دونوں لشکروں نے اپنے اطراف میں اپنے طلایہ گروں کے بڑے جاسوس پھیلا دیئے ہیں اور اب ہمارے کچھ آدمیوں نے یہ بھی سنا ہے کہ اب ہمارا جو بھی جاسوس یا طلایہ گر ان کے اطراف میں سرگرداں پایا گیا وہ اسے موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد وہ مخبر جب خاموش ہوا تو رومیر نے ان کا شکریہ ادا کیا پھر انہیں آرام کرنے کے لئے۔ ان دونوں کے جانے کے بعد خیمے کے اندر کچھ دیر تک خاموشی رہی اس موقع پر قرسینا ہی نے خاموشی کو توڑا اور اپنے باپ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''بابا! آپ جو پہلا حربہ احمد بن یعلیٰ کے خلاف استعمال کرنا چاہتے تھے اسے استعمال کریں۔ اے میرے باپ! میں سمجھتی ہوں وہ حربہ استعمال کرنے کے لئے آپ کو اس سے بہتر موقع کبھی اور کسی وقت میسر نہ آ سکے گا۔ اگر مسلمانوں کا پورے کا پورا لشکر ایک ہی جگہ پڑاؤ کیے ہوتا تو پھر احمد بن یعلیٰ سے رابطہ کرنا ہمارے لئے قطعی طور پر ناممکن ہوتا اس لئے کہ وہاں ان کا حکمران عبدالرحمٰن بھی تیار کیے ہوتا۔ عبدالرحمٰن کی موجودگی میں نہ احمد بن یعلیٰ سے رابطہ قائم کیا جا سکتا تھا اور نہ ہی اس کے وہاں ہوتے ہوئے اسے کوئی ترغیب دے کر عبدالرحمٰن سے علیحدگی پر مجبور کیا جا سکتا تھا۔

اے میرے باپ! میں سمجھتی ہوں اگر آپ نے اس سنہری موقع سے فائدہ نہ اٹھایا تو پھر شاید زندگی میں پھر کبھی آپ کو ایسا موقع نے ملے۔ اس وقت عبدالرحمٰن اپنے لشکر کے ساتھ علیحدہ ہے۔ احمد بن یعلیٰ علیحدہ ہے لہٰذا جو بھی تحریص آپ اسے دینا چاہتے ہیں اس سلسلے میں اس سے رابطہ قائم کریں پھر دیکھیں اس کا ردعمل کیا نکلتا ہے۔ اگر پہلی ترغیب ناکام ہوئی تو آپ کہتے ہیں دوسری ہر صورت میں کامیاب ہو گی۔ وہ بھاگا بھاگا آپ کی طرف چلا آئے گا۔''

جب تک قرسینا بولتی رہی رومیر تو مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھتا رہا جب اوارڈینو اور شانجہ تجسس بھرے انداز میں کبھی قرسینا، کبھی اپنے باپ رومیر کی طرف دیکھ لیتے تھے۔ اس موقع پر رمیر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا پھر قرسینا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''تم تینوں بہن بھائی یہیں بیٹھو، میں جو کام کرنا چاہتا ہوں اس کی ابتدا کرتا ہوں۔''

اس کے ساتھ ہی رومیر اپنے خیمے سے نکل گیا تھا۔

احمد بن یعلیٰ اپنے لشکریوں کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد جب ا
خیمے کے قریب آیا تو وہ لشکری جو اس وقت خیمہ گاہ کی حفاظت پر مقرر تھے ان کا
احمد بن یعلیٰ کے پاس آیا دھیمے سے لہجے میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''امیر! عشاء کی نماز کے دوران ہم نے دشمن کے ایک آدمی کو پکڑا
ہمارے پڑاؤ میں داخل ہوا تھا۔ ہم نے پہلے اس کی تلاشی لی وہ بالکل نہتا ہے۔ ہم
اس سے اپنے پڑاؤ میں آنے کی وجہ پوچھی تو وہ ایک ہی بات کہتا ہے کہ وہ آپ
ملنا چاہتا ہے۔ میں نے اسے بہت کریدنے کی کوشش کی کہ وہ ہمارے امیر سے
سلسلے میں ملنا چاہتا ہے تو وہ اس موضوع پر مزید گفتگو بھی نہیں کرتا۔ اس کا کہنا ہے
جو کچھ بھی وہ کہنا چاہتا ہے آپ سے کہے گا، آپ سے کہے گا لہٰذا میں نے اسے
کے خیمے میں بٹھا دیا ہے اور اس پر نگاہ رکھنے کے لئے دو محافظ بھی مقرر کر دیئے ہیں
ویسے وہ خطرناک ثابت نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ وہ ایک ڈھلی ہوئی عمر کا ایک شخص
میرا اندازہ ہے کہ وہ کسی نہایت اہم کام کے سلسلے میں یا کسی اور کی طرف سے
ضروری پیغام لے کر آیا ہے۔ اس کے آنے کی نوعیت کیا ہے یہ تو جب آپ اس
ملیں گے تب ہی پتا چلے گا۔''

احمد بن یعلیٰ نے اس سالار کا شکریہ ادا کیا پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اپنے خیمے
طرف گیا۔ جب وہ خیمے میں داخل ہوا تو اندر ڈھلی ہوئی عمر کا ایک شخص بیٹھا ہوا
اس کے پاس احمد بن یعلیٰ کے دو مسلح جوان بھی تھے۔ احمد بن یعلیٰ کو دیکھتے ہی وہ
کھڑا ہوگیا۔ احمد نے آگے بڑھ کر اس شخص سے پرجوش مصافحہ کیا۔ اپنی نشست
بیٹھنے کے لئے کہا۔ جب وہ بیٹھ گیا تب احمد نے اسے مخاطب کر کے پوچھا۔

''آپ یہ بتائیں کہ آپ کہاں سے آئے ہیں ..... مجھ سے کیا چاہتے ہیں

آپ مجھ سے کس موضوع پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں.....؟''

اس پر ڈھلی ہوئی عمر کے اس شخص نے دائیں بائیں محافظوں کی طرف دیکھا پھر احمد کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''مسلمانوں کے امیر! میں بالکل تنہا ہوں۔ آپ میری تلاشی لے سکتے ہیں۔ آپ یہ خیال بھی دل میں نہ لائیے گا کہ میں آپ کے لئے کسی موقع پر خطرے کا باعث بن جاؤں گا لیکن میری آپ سے گزارش ہے کہ مجھے آپ سے جو کچھ کہنا ہے تنہائی اور علیحدگی میں کہنا ہے۔''

اس پر احمد بن یعلیٰ نے ان دونوں مسلح جوانوں کو سر سے مخصوص اشارہ کیا جس پر وہ دونوں خیمے سے باہر نکل کھڑے ہو گئے تھے۔ ان کے جانے کے بعد احمد بن یعلیٰ نے اسے مخاطب کیا۔ ''اب کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو.....؟''

جواب میں وہ بوڑھا کچھ دیر تک سوچوں میں ڈوبا رہا احمد بن یعلیٰ نے پھر اسے مخاطب کیا۔ ''میں نہیں جانتا تم کون ہو..... کس نے تمہیں بھیجا ہے لیکن میں ایک بات کہوں جو کچھ تم نے کہنا ہے اس کے لئے میرے سامنے تمہید مت باندھنا۔ اپنی گفتگو کو طول بھی مت دینا۔ اپنا مدعا مختصر الفاظ میں بیان کرو۔ اب بولو کیا چاہتے ہو۔''

وہ بوڑھا سنبھل کر بیٹھا پھر احمد کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ''یعلیٰ کے بیٹے! مجھے لیون کے بادشاہ رومیر نے آپ کی طرف روانہ کیا ہے۔ وہ آپ کی خدمات حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس کی خواہش ہے کہ آپ عبدالرحمٰن الثالث کے لشکر سے نکل کر رومیر کے لشکر میں شامل ہو جائیں تو جس قدر جاگیر کے طالب آپ ہوں گے وہ جاگیر آپ کو دی جائے گی۔ جس قدر مال و زر کا آپ مطالبہ کریں گے اسی قدر مال و زر آپ کو مہیا کیا جائے گا۔ اس کے ساتھ رومیر آپ کے ساتھ وعدہ کرتا ہے کہ ایسی صورت میں وہ آپ کو اپنے لشکریوں کا سالار اعلیٰ مقرر کر دے گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد وہ بوڑھا رکا، گلا صاف کیا پھر دوبارہ احمد بن یعلیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''آپ کی طرف روانہ کرتے وقت مجھے رومیر نے تاکید کی تھی کہ میں آپ سے یہ کہوں کہ وہ آپ کے سامنے زر جواہرات اور دولت کے انبار لگا دے گا۔ آپ کو اپنی مملکت میں ایسی عزت، ایسا وقار دے گا جس کا آپ اندازہ تک نہیں کر سکتے۔ اس کے

جواب میں اس کا صرف ایک ہی مطالبہ ہے کہ آپ قرطبہ سے نکل کر اس کے پاس لیون میں آ جائیں اور اس کے لشکریوں کی سربراہی کریں۔''

لیون کی طرف سے آنے والے اس شخص کی یہ ساری گفتگو سن کر احمد بن یعلیٰ کے چہرے پر وحشتوں کے مناظر میں داد کی اندھی لو آنکھوں میں تلخیوں کے انبوہ کے اندر غضبناکی کے ہجوم اور پیشانی کی سلوٹوں میں موت کے سراب اور روح کے عذاب رقص کرنے لگے تھے۔ وہ بوڑھا جب خاموش ہوا تب چند لمحوں تک احمد بن یعلیٰ نے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''جو گفتگو تو نے کی ہے، جو الفاظ تو نے میرے سامنے کہے ہیں میں جانتا ہوں تو نے اپنی طرف سے نہیں کہے، رومیر نے تمہارے منہ میں ڈالے ہیں۔ ایسی گفتگو کر کے تم نے میرے دین، میری وطن پروری اور میری ذات کا مضحکہ اڑایا ہے۔ رومیر کے پاس چلے جانے کا مطلب یہ ہے کہ میں اپنے دین کا خود مضحکہ اڑاتے ہوئے اس کے دین کے پروں پر سوار ہو جاؤں لیکن یہ پیغام بھجواتے وقت شاید رومیر نے سوچا نہیں کہ ہمارا دین وہ دین ہے جو بدی کے بارود بھرے ماحول، گناہ کے رواں کاروانوں اور دہر کے آفاق پر نمودار ہوتی ہوس پرستی کے طوفانوں میں روح و جسم کا رابطہ ضابطہ خوبی اور صفات کا منبع اور زندگی کے عذاب سے نجات دینے والا ہے۔ رومیر نہیں جانتا کہ ہمارا دین ہی وہ دین ہے جو انسان کو حقیقت کا شعور، خود شناسی، خود آگاہی، اپنی ذات، اپنی زندگی کے مقاصد کا احساس اور شعور دلاتا ہے۔ ہمارا دین ایک نورانی وقت ہے جو زماں و مکاں کی حدود سے بے نیاز ہے۔ یہ وہی قوت ہے جو انسان کو مشکلات پر غالب آنے کی ترغیب دیتا ہے۔ یہی وہ دین ہے جس نے ہماری ذہنی حالتوں میں ایک وحدت پیدا کر دی ہے۔ دین سے محبت ہی ہماری زندگی کا دارو مدار ہے اس لئے کہ ہمارا وہ دین ہے جو انسان کو مقام حیوانیت سے نکال کر مقام عبودیت کی طرف مائل کرتا ہے۔ رومیر مجھے اپنے ہاں آنے کی دعوت دے کر مجھے رفعت اور سربلندی سے ذلت اور پستی کے گڑھوں میں گرانا چاہتا ہے جسے میں کسی بھی صورت منظور نہیں کر سکتا۔

رومیر نے یہ پیغام دے کر دوسری ضرب میری ذات پر لگائی ہے۔ واپس جا کر اسے بتانا کہ میں نے اپنی ذات کو اپنے رسول محترم (ﷺ) کی شریعت، اسلامی تمدن اور ثقافت، اس کی روایات سے وابستہ کر رکھا ہے اور ان ہی چیزوں نے میرے شعور کو ایسی فراست عطا کی ہے جسے میں یہ جان سکتا ہوں کہ اس کائنات کے خالق اور ناظم کی ناراضگی، اس کی خفگی کن امور میں ہے۔ اس کی رضامندی، اس کی خوشنودی کن کاموں میں ہے اور اس راستے کو ترک کرنا میں خود اپنے ہاتھوں سے اپنی موت کو دعوت دینے کے مترادف خیال کرتا ہوں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد احمد رکا پھر آنے والے اس بوڑھے کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔ ''تمہارے حکمران رومیر نے تیسری ضرب میرے وطن اور میری وطن پروری پر لگائی ہے۔ یاد رکھنا جو شخص اس طرح اپنے وطن کو دھوکہ دیتا ہے جس کی ترغیب رومیر مجھے دے رہا ہے تو اس پر عمل کرنے والا شخص اپنے وطن سے نکل کر بے وطنی میں اور فرقتوں کی تیرہ سی میں خون کے بہتے جھرنوں، مرہم کو ترستے زخموں، چھاؤں کو ترستے دشت ویرانوں کے آسیب زدہ تنہا شجر اور آنکھوں میں چبھے نوکیلے کانٹوں سے بھی بدتر ہو کر رہ جاتی ہے۔

میرے عزیز! تو واپس جا، میری طرف سے اپنے بادشاہ رومیر کو پیغام دینا کہ میں کوئی بک جانیوالی شے نہیں جس کا اس نے سودا لگانے کے لئے تمہیں میرے پاس بھیجا ہے۔ میں تم سے کچھ نہیں کہتا اس لئے کہ تم تو ایک پیغامبر ہو۔ اس موقع پر اگر رومیر میرے سامنے ہوتا تو میں اسے بتاتا کہ یہ پیغام دینے پر میں اس کا کیا حشر نشر کرتا ہوں۔ اس سے زائد میں تم سے کچھ نہیں کہنا چاہتا، تم جا سکتے ہو۔''

احمد بن یعلیٰ کی اس گفتگو کے جواب میں بوڑھا اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ خیمے کے باہر جو مسلح جوان کھڑے ہوئے تھے احمد بن یعلیٰ نے ان میں سے دو کو حکم دیا کہ وہ بوڑھے کو اپنے پڑاؤ سے باہر نکال آئیں۔ اس کے ساتھ ہی احمد بن یعلیٰ اپنے خیمے میں داخل ہو گیا تھا۔



رومیر، قرسینا اور ڈینو اور شانجہ عبدالرحمٰن اور احمد بن یعلیٰ سے نمٹنے کے لئے اپنے مستقبل کے لائحہ عمل پر گفتگو اور بحث کر رہے تھے جب جو بوڑھا احمد بن یعلیٰ کی طرف گیا تھا وہ خیمے کے دروازے پر نمودار ہوا۔ اسے دیکھتے ہی سب چونک پڑے۔ رومیر اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا اس کی طرف دیکھتے ہوئے اس کے دونوں بیٹے اور قرسینا بھی کھڑی ہو گئی تھی۔ رومیر آگے بڑھ کر اس بوڑھے کو پکڑ کر اپنے ساتھ لایا اور اپنے خیمے

کے اندر ایک نشست پر بٹھایا اور خود بھی بیٹھ گیا۔ قرسینا، شانجہ، اورڈینو بھی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے تھے پھر رومیر نے اس بوڑھے کی طرف دیکھا پھر مایوس کن سے انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''تمہارے چہرے کے تاثرات مجھے بتاتے ہیں کہ جس مقصد کے لئے تم گئے تھے اس میں تمہیں کوئی خاص کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔''

اس بوڑھے نے گلا صاف کیا پھر کہنے لگا۔ ''آپ کا اندازہ درست ہے۔''

اس کے بعد رومیر کے پوچھنے پر اس بوڑھے نے اس گفتگو کی ساری تفصیل اس سے کہہ دی تھی جو احمد بن یعلیٰ کے خیمے میں اس کے ساتھ ہوئی تھی۔

یہ گفتگو سن کر حسین اور خوبصورت قرسینا کے لبوں پر ہلکا سا تبسم بکھر گیا تھا۔ دوسری طرف رومیر، اورڈینو اور شانجہ کسی قدر مایوس ہی دکھائی دے رہے تھے۔ خیمے میں کچھ دیر خاموشی رہی۔ اس کے بعد اس بوڑھے کی طرف دیکھتے ہوئے رومیر کہنے لگا۔

''اب تم اپنے خیمے میں آ جا آرام کرو، میں ذرا ایک موضوع پر اپنے بچوں سے مشورہ کر لوں۔ اس کے بعد کل اسی وقت تم پھر میرا ایک پیغام لے کر احمد بن یعلیٰ کی طرف جاؤ گے۔''

اس کے ساتھ ہی وہ بوڑھا اٹھا، رومیر کے خیمے سے نکل گیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد رومیر کے خیمے میں تھوڑی دیر تک خاموشی طاری رہی۔ اس موقع پر قرسینا نے اپنے باپ رومیر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''اے میرے باپ! جو جواب احمد بن یعلیٰ نے دیا ہے قسم یسوع مسیح کی میں ایسے ہی جواب کی توقع رکھتی تھی۔ اگر ان ترغیبات کے جواب میں جو آپ نے دیں وہ اپنا لشکر، اپنی ہر شے چھوڑ کر آپ کے پاس آ جاتا تو میں سمجھتی وہ کوئی بلند کردار انسان نہیں، پست ہمت انسان ہے جس نے لوبھ اور لالچ میں آ کر اپنی ذات، اپنی خودداری تک کو فروخت کر ڈالا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد قرسینا رکی دوبارہ اپنے باپ رومیر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ ''اے میرے باپ! احمد بن یعلیٰ کو اپنے ساتھ ملانے کے لئے آپ کا ایک حربہ تو ناکام ہوا۔ آپ اکثر مواقع پر کہا کرتے تھے کہ آپ اسے اپنے ساتھ ملانے کے لئے دو ترغیبات رکھتے ہیں۔ ایک ترغیب تو تمام ہوئی، دوسری ترغیب سے متعلق آپ کا دعویٰ تھا کہ اس ترغیب کے جواب میں احمد بن یعلیٰ کھچا ہوا آپ کے پاس چلا آئے گا اور کسی بھی صورت اس ترغیب کو رد نہیں کرے گا۔ اب آپ کا ایک حربہ تو ناکام ہوا۔ اب آپ ہمیں دوسری ترغیب بتا دیں جسے آپ اب تک راز میں رکھا ہوا تھا تاکہ ہم تینوں بہن بھائی بھی جانیں کہ وہ کون سی ترغیب ہے جس کے جواب میں احمد بن یعلیٰ جیسا مسلمانوں کا سالار بھاگتا ہوا آپ کے پاس چلا آئے گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد جب قرسینا خاموش ہوئی تو قرسینا ہی نہیں اورڈینو اور شانجہ بھی بڑے غور اور تعجب بھرے انداز میں رومیر کی طرف دیکھنے لگے تھے۔ کچھ دیر خاموشی رہی پھر رومیر نے قرسینا کی طرف دیکھا اس کے بعد کہنے لگا۔

''بیٹی! میرا دوسرا حربہ، میری دوسری ترغیب واقعی ایسی ہے جسے احمد بن یعلیٰ ٹھکرا نہ سکے گا۔ پر میری بیٹی وہ ترغیب تمہاری ذات سے وابستہ ہے اور اس کے لے جب تک تم ہاں نہ کرو اس ترغیب پر عمل نہیں کیا جا سکتا۔''

رومیر جب خاموش ہوا تب قرسینا کے لبوں پر خوشگوار سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور کہنے لگی۔ ''میں آپ کی اس ترغیب کو کچھ کچھ سمجھ رہی ہوں لیکن میں سب کچھ آپ کی زبان سے سننا چاہتی ہوں۔ آپ کہیں کیا کہنا چاہتے ہیں۔''

رومیر نے پہلے باری باری ایک سرسری سی نگاہ اپنے دونوں بیٹوں اورڈینو اور شانجہ پر ڈالی اس کے بعد قرسینا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''بیٹی! کل میں اسی بوڑھے کو اگر احمد بن یعلیٰ کے پاس بھیجوں اور اسے یہ ترغیب دوں کہ اگر وہ عبدالرحمٰن ک لشکر سے نکل کر میرے پاس آ جائے تو سب سے پہلے میں اپنی ہر دل عزیز بیٹی قرسینا کو اس سے بیاہ دوں گا۔ اسے اپنے لشکریوں کا سالار اعلیٰ مقرر کروں گا۔ سمورہ اور اس کے گرد و نواں میں جتنے علاقے ہیں ان علاقوں کا اسے حاکم مقرر کر دوں گا۔

بیٹی! اگر اس سلسلے میں تو ہاں کرے، اس رشتے کو تو منظور کرے تو پھر میں اس کی طرف پیغام بھیجتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ اس ترغیب کو وہ کسی بھی صورت رد نہیں کر سکے گا۔ میری بیٹی! تمہاری ذات، تمہاری شخصیت میں اتنی کشش ہے کہ وہ آنکھیں بند کیے تمہاری طرف چلا آئے گا اس لئے کہ اس سے پہلے وہ تمہیں دو بار دیکھ چکا ہے۔ یقیناً وہ تمہاری شخصیت، تمہاری خوبصورتی، تمہارے حسن و جمال سے واقف ہو گا۔ اس

بنا پر جب اسے یہ ترغیب دی جائے گی کہ رومیر کی بیٹی قرسینا کو اس کے بیوی بنا دیا جائے گا تو میرا دل کہتا ہے وہ میرے پاس آنے میں دیر نہیں لگائے گا۔''

رومیر جب خاموش ہوا تب خیمے میں کچھ لمحے تک سکوت طاری رہا۔ اس کے بعد رومیر کو مخاطب کرتے ہوئے قرسینا کہنے لگی۔

''اے میرے باپ! میں آپ کی اس پیش کش کو قبول کرتی ہوں لیکن میری ایک شرط ہے۔ اگر اس شرط پر عمل نہ کیا گیا تو پھر یوں جانیں کہ آپ کی بیٹی ہمیشہ کے لئے آپ کے ہاں سے نکل جائے گی۔''

رومیر نے چونکنے کے انداز میں قرسینا کی طرف دیکھا پھر پوچھ لیا۔ ''تم کیسی شرط پیش کرنا چاہتی ہو میری بیٹی.....!''

جواب میں قرسینا نے کچھ سوچا پھر کہنے لگی۔ ''آپ اسے میری ذات کی ترغیب دے رہے ہیں۔ اگر وہ میری خوبصورتی اور شخصیت سے متاثر ہو کر میرے پاس چلا آتا ہے تو میری شرط یہ ہو گی کہ اسے دھوکہ نہیں دیا جائے گا۔ مجھے اس سے واقعی بیاہ دیا جائے گا اور یہ کہ اسے لشکریوں کا سالار بنانے کے ساتھ ساتھ جس صوبے کا اسے والی بنانے کی ترغیب دے رہے ہیں، ان علاقوں کا اسے والی بھی مقرر کیا جائے گا۔ ان تینوں شرطوں میں سے اگر کسی ایک میں بھی اس کے ساتھ ناانصافی کی گئی تو اے میرے باپ! میرے اور آپ کے رشتے کے درمین ایک ایسی دراڑ پیدا ہو جائے گی جسے نہ میں اور نہ ہی آپ زندگی بھر پُر کر سکیں گے۔''

قرسینا جب خاموش ہوئی تب بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے رومیر کہنے لگا۔ ''میری بیٹی! میں اپنے دونوں بیٹوں کے سامنے وعدہ دیتا ہوں کہ جو تین ترغیبات اسے پیش کر رہا ہوں ان پر پوری طرح عمل کیا جائے گا۔ جونہی اپنے لشکر سے نکل کر وہ میرے پاس آئے گا اسی روز بلکہ اسی وقت میں تمہیں اس سے بیاہ دوں گا اور اگلے روز لشکریوں کے سالار اعلیٰ کی تقرری کا اعلان کرتے ہوئے اسے اس منصب پر فائز کر دیا جائے گا اور سمورہ اور اس کے گرد و نواح کی جس قدر بستیاں، قصبے اور شہر ہیں سب کو اس کی جاگیر خیال کیا جائے گا۔ اب بتا تو کیا کہتی ہے۔''

رومیر جب خاموش ہوا تب ہلکا سا تبسم قرسینا کے چہرے پر نمودار ہوا پھر بڑے عزم، بڑے پختہ قسم کے ارادے میں وہ کہنے لگی۔

''اب میں آپ سے یہ کہنا چاہتی ہوں کہ میری شخصیت، میری خوبصورتی اور میرے حسن کی جو ترغیب اسے آپ دے رہے ہیں میرا اندازہ ہے وہ اسے بھی رد کر دے گا اور اس کے ردعمل کے طور پر وہی جواب دے گا جو پہلی ترغیبات کے جواب میں وہ دے چکا ہے۔''

قرسینا کے خاموش ہونے پر رومیر نے تعجب خیز انداز میں قرسینا کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔ ''میری بیٹی! ایسا اندازہ تو نے کیسے اور کس بنا پر لگا لیا ہے۔''

جواب میں قرسینا نے کچھ سوچا پھر انتہائی سنجیدگی میں وہ اپنے باپ رومیر کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''بابا! وہ ایک عمدہ تیغ زن ہونے کے علاوہ بلا کا طاقتور اور ایک بے مثل اور نایاب جنگجو ہے۔ بابا ایسے لوگ نحیف جسموں میں روح تو سلگا سکتے ہیں، بلائے حرحر و سموم کو گلے لگا سکتے ہیں، اپنی احساس کی لوح پر موسموں کی سختیاں بھی برداشت کر سکتے ہیں پر اپنے پندار کو تشدد کا شکار نہیں ہونے دیتے۔ ایسے لوگ قہرمانیوں کے زنگ آلود گراں قفل توڑنے پر تیار ہو جاتے ہیں پر کسی کی دی ہوئی نجات کی مستعار روشنی کو اپنے چہرے کا عکس نہیں بننے دیتے۔ بابا ایسے لوگ کڑے کھڑے وقت سے مبارزت آرائی تو کر سکتے ہیں پر بدنام اور بے نام کر دینے والی کسی پیش کش کو قبول نہیں کرتے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد قرسینا رکی کچھ سوچا پھر دوبارہ رومیر کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔ ''بابا! وہ ایماندار اور دیانت دار ہے۔ ایسے لوگ صحراؤں سے اٹھتی فضا کا سامنا کر سکتے ہیں، فراز کوہ پر کمندیں ڈال سکتے ہیں، برباد کر دینے والے ہولناک سایوں کو گلے لگا سکتے ہیں پر اپنی انا کی شوابدہ سری، اپنی خودی کی اعصاب شکنی، اپنی عزت نفس کو مصلوب نہیں ہونے دیتے۔ بابا ایسے لوگ بخت رسوائی بنتی شیطانی ترغیب کو بے برگ، بے ثمر خیالات سمجھ کر دھتکار دیتے ہیں۔ بابا ایسے لوگ جھکتے نہیں، جھکاتے ہیں اور اس طرح کے لوگ زندگی کی خوشبو، نحو کی شبنم، بادلوں کو دھکیلتی آندھیوں کی طرح اپنی طاقت اور قوت سے خود حاصل کرتے ہیں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد قرسینا رک گئی تھی پھر جو کچھ اس نے کہا تھا اس کا جواب اور ردعمل جاننے کے لئے اپنے باپ کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

جواب میں رومیر تھوڑی دیر مسکراتے ہوئے قرسینا کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے

لگا۔ ''بیٹی! جہاں تک اس کے لاجواب تیغ زن ہونے کا تعاقب ہے، جہاں تک اس کے پرقوت اور طاقتور ہونے کا سوال ہے، جہاں تک اس کے بے نظیر جنگجو ہونے کا تعلق ہے تو میری بیٹی! میں ان سب باتوں کو مانتا ہوں، انفرادی مقابلوں میں وہ اپنے سارے اوصاف کا اظہار کر چکا ہے لیکن میری بیٹی! تو نے یہ کیسے جان لیا وہ ایماندار ہے، دیانتدار ہے۔''

ہلکا سا تبسم قرسینا کے لبوں پر نمودار ہوا تھا پھر کہنے لگی۔ ''بابا! میری اس سے پہلی ملاقات اس وقت ہوئی جب میں شکار کے لئے گئی ہوئی تھی۔ ہم نے اس سے اس کا تیروں بھرا ترکش چھیننا چاہا لیکن ہم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔ الٹا وہ میرا گھوڑا اور گھوڑے کے ساتھ بندھی ہوئی اشیاء جو انتہاء درجہ کے قیمتی جواہرات، میرے کپڑے اور سنہری سکوں کی نقدی بھری تھیلیاں تھیں وہ بھی لے گیا تھا۔ بابا! اگر وہ لالچی، بددیانت، بے ایمان شخص ہوتا تو جو چیزیں وہ میری لے اڑا تھا، اپنے تصرف میں لاتا، میرا گھوڑا بیچ دیتا، گھوڑے کی زین کے ساتھ میری خرجینوں کے اندر جس قدر جواہرات اور سنہری سکے تھے ان کا مالک بننے کے بعد وہ اپنی ساری زندگی انتہائی آسودگی اور بے فکری سے گار سکتا تھا۔ پر بابا! اس نے ایسا نہیں کیا۔ میرے خیال میں میرا گھوڑا اور میری اشیاء لینے کے بعد ذہنی اور قلبی سکون اسے بھی نصب نہ ہوا ہوگا اور وہ ضرور اس کوشش میں رہتا ہوگا کہ کوئی ایسا موقع ملے تو وہ چیزیں مجھے لوٹائے۔ بابا! ایسا کام ایک دیانت دار اور ایماندار شخص ہی کر سکتا ہے۔ بددیانت ایسی چیزیں واپس کرنے کرنے سے متعلق سوچ بھی نہیں سکتا۔

آپ نے دیکھا جب دوسری بار میں سمورہ میں شکار کرنے کے لئے گئی اور اس نے رات کی تاریکی میں ہمارے اور افریقہ کے عبداللہ مہدی کے جاسوسوں پر چھاپہ مارا۔ انہیں گرفتار کر لیا، ان کے ساتھ میں بھی گرفتار ہوگئی تو اس نے میری بہترین عزت افزائی کی۔ اس نے نا صرف میری جان، میری عصمت کی حفاظت کی بلکہ بابا گھوڑے سمیت میرا سارا سامان بھی مجھے لوٹا دیا اور پھر مجھے اپنے پاس روکا اور یہ تاکید کی کہ میں اپنی ساری چیزوں کا جائزہ لے لوں۔ اگر کوئی چیز کم ہو تو بتاؤں تاکہ وہ پوری کی جا سکے۔

بابا اس کے سامنے بیٹھ کر میں نے اپنی ساری چیزوں کا جائزہ لیا۔ ان میں سے

کوئی تنکے بھر چیز کم نہ تھی۔ آپ ذرا سوچیں کیا ایک بددیانت اور حویص و لالچی انسان ایسا کام کر سکتا ہے۔ آپ نے اسے پہلی ترغیب یہ دی تھی کہ آپ اسے اپنے لشکر میں لڑیوں کا سالار اعلیٰ بنا دیں گے۔ اسے سمورہ اور گرد و نواح کی حکومت دے دیں گے۔ اس کی عزت افزائی ہوگی۔ بابا! یہ تو ترغیب اس کے لئے نہ ہونے کے برابر تھی۔ میری چیزیں اس سے زیادہ قیمت اور وقعت رکھتی تھیں، انہیں ہی لے کر وہ اپنے گھر چلا جاتا، آرام سے زندگی کے دن پورے کرتا رہتا۔

بابا! ایسے لوگ بڑے بے غرض اور سادہ لوح ہوتے ہیں۔ اپنی زندگی کو پیچیدہ نہیں ہونے دیتے۔ جو دل میں ہوتا ہے وہی زبان پر لاتے ہیں اور اگر کوئی دوسرا ان کے سامنے ایسا نہیں کرتا تو پھر ان کی جان کے درپے ہو جاتے ہیں۔ بس اس کے ان ہی اوصاف کی بنا پر میں نے اندازہ لگایا کہ وہ ایماندار اور دیانت دار ہے۔ میرا اندازہ ہے ایسا شخص کسی ترغیب میں نہیں آئے گا۔ ٹھیک ہے آپ نے جس شخص کو پہلے ترغیب دے کر بھیجا تھا اسے دوسری ترغیب دے کر بھی بھیج دیں لیکن میرا اپنا اندازہ ہے کہ وہ دوسری ترغیب کو بھی ٹھکرا دے گا۔ آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ وہ میری شخصیت، میری خوبصورتی اور میرے حسن سے متاثر ہو کر بھاگا بھاگا آپ کے پاس چلا آئے گا۔ میں سمجھتی ہوں وہ ایسا ہرگز نہیں کرے گا۔ آپ دیکھتے ہیں کہ اب کی بات پوری ہوتی ہے یا میری۔''

یہاں تک کہنے کے بعد قرسینا رکی پھر اپنے باپ کی طرف دیکھتے ہوئے اپنی گفتگو آگے بڑھاتی ہوئی وہ کہہ رہی تھی۔ ''بابا! آپ میرے ساتھ وعدہ کریں کہ جو نئی ترغیب آپ اسے دینے لگے ہیں اگر اس نے اس ترغیب کو بھی ٹھکرا دیا تو آپ مجھے اس سے ملنے کی اجازت دے دیں گے۔''

قرسینا کے ان الفاظ پر رومیر چونک پڑا تھا فکرمندی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ ''میری بیٹی! تم اس مل کر کیا کرو گی۔''

قرسینا مسکرائی اور کہنے لگی۔ ''اے میرے باپ! جن موضوعات پر آپ اسے ترغیب اور تحریص دے رہے ہیں ان ہی موضوعات پر میں خود اس سے گفتگو کروں گی پھر دیکھوں گی وہ کیا کہتا ہے۔''

قرسینا جب خاموش ہوئی تو اس کا بڑا بھائی اورڈینو بڑی فکرمندی کا اظہار کرتے

ہوئے کہنے لگا۔ ''قرسینا! تم جانتی ہو تم کیا کہہ رہی ہو۔ تمہارا اس کے پاس تنہا اکیلے جانا انتہا درجہ کی حماقت اور بے وقوفی ہوگا۔ اگر اس موضوع پر گفتگو کرنے کے لئے تم اس کے خیمے میں اکیلی جاتی ہو تو اس نے تمہیں واپس نہ آنے دیا تب۔ اگر لوبھ اور لالچ میں آ کر اس نے تمہیں تمہاری عزت اور آبرو بلکہ تمہیں تمہاری جان سے ہی محروم کر دیا سوچو پھر کیا ہوگا۔''

اورڈینو جب خاموش ہوا تب خفگی اور بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے قرسینا کہنے لگی۔ ''تم لوگ ایسے جذبات کا اظہار صرف اپنے جذبات کو سامنے رکھتے ہوئے کرتے ہو۔ اگر تمہارے ساتھ ایسا معاملہ درپیش ہو جائے تو اس لڑکی کو اس کی جان، اس کی عزت سے محروم کر دو گے لیکن وہ شخص ایسا نہیں ہے۔ اورڈینو میرے بھائی! اگر اس نے مجھے میری جان سے محروم کرنا ہوتا تو پہلی بار جب وہ مجھے اٹھا کر لے بھاگا تھا۔ پشت کی جانب سے اس نے میری پسلی پر ایک خنجر بھی رکھا تھا، اسی وقت وہ خنجر میرے جسم میں گھونپتا میرا خاتمہ کر کے اور مجھے گھوڑے سے نیچے پھینک کر بھاگنے کی بات کرتا پر اس نے ایسا نہیں کیا۔ اس نے میری جان، میری عزت کا احترام کیا۔ بڑے آرام سے میرا زاد پکڑا، نیچے جھکا اور بڑے بے ضرر انداز میں مجھے ایک جگہ اتار کر بھاگتا بنا۔

میرے بھائی! سچائی اور صداقت کو چھپایا نہیں جا سکتا۔ یہ بھی سوچو دوسری بار جب میں اس کی گرفت میں گئی وہ مجھے گرفتار کر کے دوسری لڑکیوں اور جاسوسوں کے ساتھ اپنے علاقوں کے اندر بیس سے پچیس میل آگے لے گیا تھا۔ اگر وہ وہاں سے مجھے واپس نہ کرتا، لولوٹاتا تو دنیا کی کوئی طاقت مجھے اس سے چھڑا نہ سکتی تھی۔ اس موقع پر وہ مجھے میری عزت اور میری عفت سے محروم کرنا چاہتا تو کیا تم میں سے کوئی وہاں میری حفاظت کر سکتا تھا۔ اس موقع پر وہ اگر انتقام میں آ کر میری گردن کاٹ دیتا تو کیا کوئی ایسا تھا جو وہاں میرا دفاع کر سکتا لیکن اس نے کچھ بھی نہیں کیا۔ اس نے نہ مجھے ضرر پہنچایا، نہ میری عزت اور عصمت پر حرف گیری آنے دی۔ انتہائی احترام، انتہائی عزت کے ساتھ میرے ساتھ پیش آیا اور مجھے واپس آنے کی اجازت دے دی۔ اورڈینو میرے بھائی! جن خیالات کا تم نے اظہار کیا ہے انہیں سن کر مجھے قلبی اور روحانی دکھ اور افسوس ہوا ہے۔ تم اس شخص کی اصلیت سے واقف ہو پھر بھی تم مجھے یہ

کہہ رہے ہو کہ وہ میری جان، میری آبرو کے درپے ہو سکتا ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد قرسینا رکی اس کے بعد دوبارہ اپنے بھائی اورڈینو کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ ''اورڈینو! کیا تم اپنے ہاں کسی نوجوان کی ایسی مثال پیش کر سکتے ہو کہ اس کے ہاتھ میرے جیسی خوبصورت اور حسین لڑکی چھڑ گئی ہو اور اس نے اس کی جان اور اس کی عفت کو محفوظ رکھا ہو..... کیا تم کوئی ایسا شخص پیش کر سکتے ہو جس کے ہاتھ میرے جواہرات اور سونے کی نقدی جیسا سامان لگ جائے اور وہ اس کے اصل مالک کو بالکل دیانت داری سے لوٹا دے.....؟''

قرسینا کی اس گفتگو کا اورڈینو نے کوئی جواب نہ دیا تھا۔ خجالت اور شرمندگی میں اس کی گردن جھکی ہوئی تھی جب کہ رومیر اور شانجہ بڑے تجزیہ انداز میں قرسینا کی طرف دیکھ رہے تھے۔ قرسینا جب خاموش ہوئی تب رومیر مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''قرسینا! میں ہمیشہ تم جیسی بیٹی پر فخر کرتا رہوں گا۔ میری بیٹی! جو کچھ تم نے کہا ہے وہ سچ ہے۔ ذرا مجھے کل دوسری ترغیب کو آزمانے دو اگر اس ترغیب کو بھی احمد بن یعلیٰ نے ٹھکرا دیا تو میری بیٹی! میری طرف سے تمہیں اجازت ہو گی کہ جب اور جس وقت چاہو اس موضوع پر احمد بن یعلیٰ کے پاس جا کر اس سے گفتگو کر سکتی ہو۔''

اس کے ساتھ ہی رومیر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا پھر کہنے لگا۔ ''تم تینوں بیٹھو میں ذرا دوسری ترغیب سے متعلق اسے اچھی طرح سمجھا کر آتا ہوں۔''

اس کے ساتھ ہی رومیر خیمے سے نکل گیا تھا۔

اگلے روز عشاء کے بعد پھر احمد بن یعلیٰ کو خبر دی گئی کہ رومیر کی طرف سے وہی بوڑھا اس سے ملاقات کرنے کے لئے آیا ہے جو ایک دن پہلے ہو کر گیا ہے۔ اس پر احمد بن یعلیٰ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اپنے خیمے کی طرف گیا جب وہ اپنے خیمے میں گیا تو وہی بوڑھا خیمے میں بیٹھا ہوا تھا۔ احمد بن یعلیٰ کو خیمے میں داخل ہوتے دیکھ کر وہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ احمد بن یعلیٰ بڑی نرم روی کے ساتھ اس کے ساتھ پیش آیا۔ ہاتھ کے اشارے سے اسے بیٹھنے کے لئے کہا جب وہ بیٹھ گیا تب احمد بن یعلیٰ بھی اس کے سامنے ہو بیٹھا پھر جستجو بھرے انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''لگتا ہے مجھے بہلانے پھسلانے کے لئے آج تم کوئی نئی ترغیب لے کر آئے

ہو۔ دیکھو آخر تم لوگ یہ شیطانی دھندہ کب تک کرتے رہو گے۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں اپنی ذات کو فروخت کر دوں گا۔''

احمد بن یعلیٰ کو کہتے کہتے رک جانا پڑا اس لئے کہ وہ بوڑھا بول اٹھا۔ ''مسلمانوں کے امیر! جو کچھ آج میں کہنے آیا ہوں میرے خیال میں وہ انتہا ہے۔ آپ اسے سن کر حیرت زدہ اور متعجب بھی ہو جائیں گے۔''

احمد مسکرایا اور کہنے لگا۔ ''اچھا تو تم مجھے حیرت زدہ اور متعجب کرنا چاہتے ہو تو پھر اپنے کام کی ابتدا کرو۔''

اس بوڑھے نے گلا صاف کیا پھر کہنے لگا۔ ''آج پھر مجھے رومیر نے ہی آپ کی طرف بھیجا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اگر آپ اس کے پاس چلے جائیں تو وہ نہ صرف آپ کو اپنے لشکروں کا سالار اعلیٰ مقرر کر دے گا بلکہ اپنی حسین اور خوبصورت ترین بیٹی قرسینا کو آپ کی زوجیت میں دے گا اور سمورہ اور اس کے اردگرد کا جس قدر علاقہ ہے اسے ایک صوبے کی شکل دے کر اس صوبے کا والی آپ کو مقرر کر دے گا۔ اب بولیں آپ کیا کہتے ہیں۔''

احمد مسکرایا کچھ دیر تک اسی انداز میں اس بوڑھے کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔ ''لگتا ہے تمہارا رومیر پاگل ہو گیا ہے ..... اسے کہو چھے کی طرح چھپ کر کوہستانی سلسلے کے اندر کیوں بیٹھ گیا ہے، باہر نکلے اور ہمارا سامنا کرے۔ اس سے پہلے سمورہ کے نواح میں ایک بار ہمارے لشکر کو پسپائی کا سامنا کرنا پڑا تھا تو اس نے اپنی جنوبی سرحدوں سے لیکر شمال میں فرانس کی سرحدوں تک یہ ڈھنڈورا پیٹنا شروع کر دیا تھا کہ اس نے مسلمانوں کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیا ہے پر اس نے اپنے گریبان میں جھانک کر یہ نہیں دیکھا تھا کہ بطلیموس کے نواح میں اسے ذلت آمیز شکست و ریخت کے بدترین سکے ڈالے۔ اب وہ جنگ نہیں کرنا چاہتا مختلف ترغیبات دیکر ہم مسلمانوں کے اندر تفریق ڈالنا چاہتا ہے۔ واپس جا کر اسے بتا کہ ایسی ترغیبات مجھ پر کوئی اثر نہیں کرتی۔ اسے یہ بھی کہنا کہ تم تو مجھے ایک قرسینا کی ترغیب دیتے ہو اگر تم قرسینا جیسی ہزاروں لڑکیاں بھی میرے خیمے کے باہر لا کر کھڑی کر دو، میں انہیں دیکھے بغیر ایک طرف ہو کر نکل جاؤں۔ واپس جا کر رومیر سے کہنا، رومیر تمہاری ترغیبات، تمہاری بیٹی کا حسن، اس کی خوبصورتی مجھ سے میرا ایمانی جذبہ نہیں چھین سکتے۔

واپس جا کر رومیر کو میری طرف سے یہ بھی پیغام دینا کہ جو طریقہ تم نے اختیار کر رکھا ہے یہ بہادروں، غیرت مندوں کا شیوہ نہیں۔ ایسے کام بے ہمت قسم کے لوگ کرتے ہیں اور لیون کے بادشاہ کو اس قدر پستی، اس قدر گہری ذلت میں نہیں اتر جانا چاہیے۔ اب تم جا سکتے ہو۔ اس قسم کا پیغام لے کر اگر تم تیسری بار میرے پاس آئے تو میں تمہیں قتل کر دوں گا۔''

احمد بن یعلیٰ کے ان الفاظ پر وہ بوڑھا فکرمند ہو گیا تھا۔ ڈرتے ڈرتے سہمے سہمے وہ اپنی گہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ احمد بن یعلیٰ نے پھر مسلح جوان کو اس کے ساتھ بھیجا جو اسے پڑاؤ سے باہر نکال لے گئے تھے۔ اس طرح ایک بار پھر وہ بوڑھا ناکام اور نامراد لوٹ گیا تھا۔

بوڑھا پھر رومیر کے خیمے میں داخل ہوا۔ اس کا اترا ہوا چہرہ دیکھ کر خود رومیر کا چہرہ اتر گیا تھا۔ یہ صورت حال قرسینا کے لئے خوشی اور اطمینان کا باعث تھی۔ ہاتھ کے اشارے سے رومیر نے اس بوڑھے کو نشست پر بیٹھنے کے لئے کہا تو وہ بوڑھا بیٹھ گیا پھر رومیر ہی کے استفسار پر احمد بن یعلیٰ کے ساتھ جو گفتگو ہوئی تھی اس کی تفصیل اس بوڑھے نے کہہ دی تھی۔

وہ بوڑھا جب خاموش ہوا تب قرسینا بڑے مطمئن انداز میں اپنے باپ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''اے میرے باپ! آپ اندازہ لگا لیں میرا کہنا سچ ثابت ہوا یا آپ کے اندازے صحیح ثابت ہوئے ہیں۔''

رومیر پرسکون انداز میں مسکرایا اور کہنے لگا۔ ''میری بیٹی! پورا وہی ہوا جو کچھ تو نے کہا.....'' اس موقع پر رومیر کو رک جانا پڑا اس لئے کہ وہ بڑھا پھر بول اٹھا۔

''مجھے اپنے خیمے سے نکالتے ہوئے آخری بار اس نے مجھ سے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ میں اگر پھر ایسا کوئی پیغام لے کر اس کے پاس گیا تو وہ مجھے قتل کر دے گا۔''

اس بوڑھے کے منہ سے یہ الفاظ سن کر قرسینا ایسی خوش ہوئی کہ بے اختیار اس کے منہ سے قہقہہ نکل گیا پھر جلد ہی اسے ماحول کا احساس ہو گیا۔ سنجیدہ ہو گئی۔ اس کے اس قہقہے پر اس کے باپ رومیر کے چہرے پر بھی ہلکا سا تبسم بکھر گیا تھا۔ بہرحال رومیر نے جب اس بوڑھے کو چلے جانے کا حکم دیا تب وہ بوڑھا اٹھ کر خیمے سے نکل

گیا تھا۔

اس کے جانے کے بعد خیمے میں پھر تھوڑی دیر تک کاٹ کھانے والی خاموشی طری رہی۔ اس موقع پر رومیر کی گردن جھکی ہوئی تھی۔ وہ گہری سوچوں میں کھویا ہوا تھا۔ اورڈینو اور شانچہ بڑے غور سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے جب کہ قرسینا اپنی جگہ بے حد خوش اور مطمئن تھی۔ ہلکے ہلکے تبسم میں وہ کبھی اپنے باپ کی طرف دیکھ لیتی کبھی سرسری طور پر اس کی نگاہیں اپنے دونوں بھائیوں پر جم جاتی تھیں۔ رومیر، اورڈینو اور شانچہ کے برخلاف وہ ایک طرح کی آسودگی محسوس کر رہی تھی۔ شاید احمد بن یعلیٰ نے اس کی توقعات کے مطابق جواب دے کر ایک طرح سے قرسینا کے اندازوں کو سچ کر دکھایا تھا اور احمد بن یعلیٰ کا یہی طرز اس کی خوشی اور طمانیت کا باعث بن گیا تھا۔

تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد رومیر نے قرسینا کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔ ''بیٹی! تو نے اس کا صحیح اندازہ لگایا تھا۔ ایسے نوجوان یقیناً اپنی ذات، اپنے جذبوں، اپنے احساسات، اپنے ایمان، اپنے دین، اپنے وطن کو فروخت کرنے والے نہیں ہوتے۔ قرسینا میری بیٹی! میں چونکہ تم سے وعدہ کر چکا ہوں کہ تم اس سے مل سکتی ہو مجھے یقین ہے کہ وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گا۔ گو جس شخص کو میں نے دوسری باری بھیجا تھا اس سے اس نے کہہ دیا تھا کہ اگر وہ تیسری بار اس کے پاس آیا تو اس کا سر قلم کر دے گا لیکن میں جانتا ہوں جب تم اس کے پاس جاؤ گی تو وہ کسی غلط ردعمل کا اظہار نہیں کرے گا۔''

جواب میں قرسینا خوش کن انداز میں کہنے لگی۔ ''بابا! آپ کا کہنا درست ہے۔ ایسا شخص کسی لڑکی کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ جس شخص کو آپ نے اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا تھا اس نے جو تھوڑی دیر پہلے یہاں گفتگو کی ہے آپ نے اس کے جملے پر شاید غور نہیں کیا ہوگا۔ اس کا کہنا تھا کہ احمد بن یعلیٰ نے اس سے کہا تھا کہ اگر رومیر کی بیٹی قرسینا جیسی ہزاروں لڑکیاں اس کے سامنے کھڑی کر دی جائیں تو وہ ان سب سے منہ پھیرتے ہوئے اپنی منزل کی طرف نکل جائے گا۔ بابا! ایسا جوان کسی لڑکی کو کیا نقصان پہنچائے گا۔ بہرحال میں اس کے پاس جاؤں گی اور جو کچھ میں نے کہنے کے لئے اپنے دل میں ٹھان رکھا ہے اس سے کہوں گی ضرور۔''

یہاں تک کہتے کہتے قرسینا کو رک جانا پڑا۔ رومیر کے محافظ دستوں کا سالار خیمے کے دروازے پر نمودار ہوا اور رومیر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''آقا! ایک مخبر آیا ہے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ کہنا چاہتا ہے۔''

ان الفاظ پر رومیر چونکا تھا۔ اپنے اس سالار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ''اسے فوراً اندر لے کر آؤ، اسے روکو نہیں۔''

اس کے ساتھ ہی وہ سالار وہاں سے ہٹ گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد خیمے کے دروازے پر آنے والا مخبر نمودار ہوا۔ ہاتھ کے اشارے سے رومیر نے اندر آنے کے لئے کہا۔ وہ مخبر چپ چاپ رومیر کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ یہاں تک کہ رومیر نے اسے مخاطب کیا۔

''کیا تم ہمارے لئے کوئی اچھی خبر لے کر آئے ہو یا بری؟''

رومیر کے اس استفسار پر آنے والے مخبر نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔ ''میرے خیال میں وہ خبر بری نہیں ہے لیکن میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ آپ کے خیالات کے مطابق وہ اچھی ہے کہ نہیں۔ مالک جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں، وہ کچھ اس طرح ہے۔

میں اور میرے کچھ ساتھی گزشتہ ایک دو دن سے مسلمانوں کے لشکریوں کے گرد منڈلاتے رہے ہیں اور ان سے متعلق جو ہم نے معلومات حاصل کی ہیں وہی میں آپ تک پہنچانے کے لئے آیا ہوں۔ آپ نے دیکھا مسلمانوں نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر لیا ہے۔ ایک حصہ ان کے حکمران عبدالرحمٰن کی سرکردگی میں ہے اور دوسرا ان کے سالار احمد بن یعلیٰ کی کمانداری میں ہے۔ دونوں علیحدہ علیحدہ جگہ پر پڑاؤ کیے ہوئے ہیں اور دونوں کے درمیان خاصا فاصلہ بھی ہے۔ ایسا انہوں نے ایک خاص مقصد اور منصوبے کے تحت کیا ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد مخبر رکا کچھ سوچا، دوبارہ رومیر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ ''آپ جانتے ہیں اس سے پہلے مسلمانوں کے پورے لشکر نے اسی جگہ پڑاؤ کیا تھا جہاں ان کے ساتھ ہماری جنگ ہوئی تھی لیکن جب آپ کی بیٹی اور بیٹے دونوں اپنے مرکزی شہر سے آپ کے لئے رسد اور کمک لے کر پہنچ گئے تب مسلمانوں نے حکمران اور سالاروں نے اندازہ لگایا کہ رسد اور کمک پہنچنے کے بعد آپ کوہستانی سلسلے سے نکل کر مسلمانوں پر حملہ آور ہونے یا رات کے وقت شب خون مارنے کا سلسلہ شروع کریں گے۔ آپ کے حملوں کو ناکام بنانے کے لئے اور اس کوہستانی سلسلے میں داخل ہو کر

آپ کے اس پڑاؤ پر بھی قبضہ کرنے کے لئے انہوں نے اپنی منصوبہ بندی کچھ اس طرح بنائی ہے۔

مسلمانوں کا حکمران عبدالرحمٰن اسی جگہ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیے ہوئے ہے جہاں اس کے ساتھ ہماری جنگ ہوئی تھی۔ اس کی نیابت اس کا ایک سالار غالب کر رہا ہے جو عبدالرحمٰن کا امیرالبحر بھی ہے۔ دوسرے حصے کی کمانداری امیہ بن یعلیٰ کے پاس ہے اور اس کے نائب کی حیثیت سے ایک اور سالار محمد بن حسین کام کر رہا ہے۔ اب عبدالرحمٰن اور احمد بن یعلیٰ کا منصوبہ یہ ہے کہ آپ کو رسد اور کمک پہنچنے کے بعد جب آپ مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کی ابتدا کریں گے تو وہ نہ صرف آپ کے حملوں کو ناکام بنائیں گے بلکہ آپ کے اس کوہستانی پڑاؤ پر بھی قبضہ کریں گے۔ ان کا خیال ہے کہ جب آپ کوہستانی سلسلے سے نکل کر حملہ آور ہوں گے تو ان کے لشکر کے کسی ایک حصے کو اپنا ہدف بنائیں گے۔

مثال کے طور پر اگر آپ اس کوہستانی سلسلے سے نکل کر اس حصے پر حملہ آور ہوتے ہوئے جس کی کمانداری خود عبدالرحمٰن کر رہا ہے تو عبدالرحمٰن آپ کے لشکر سے ٹکرا جائے گا اس لئے کہ وہ ہر وقت دن اور رات کے ہر حصے میں اپنے لشکر کے کسی نہ کسی حصے کو وکس ضرور رکھتے ہیں اور جب آپ اس کوہستانی سلسلے سے نکل کر عبدالرحمٰن سے ٹکرائیں گے اسی وقت احمد بن یعلیٰ اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں آئے گا۔ اس کوہستانی سلسلے کی طرف بڑھے گا۔ دروں کے اندر جس قدر آپ نے محافظ مقرر کیے ہوئے ہیں ان کا خاتمہ کر کے پڑاؤ پر حملہ آور ہوگا اور پڑاؤ کی ہر چیز کو سمیٹنے کے بعد باہر نکلے گا اور آپ کی پشت کی طرف سے آپ پر حملہ آور ہو کر آپ کے لشکر کا بھی خاتمہ کرنے کی کوشش کرے گا۔ فی الحال مسلمانوں کے حکمران عبدالرحمٰن اور اس کے سالار احمد بن یعلیٰ کا یہی لائحہ عمل ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد وہ مخبر خاموش ہوگیا۔ اس کے اس پیغام پر رومیر ایسا خوش ہوا کہ اپنی جگہ سے اٹھا، قریب ہی پڑی ہوئی نقدی کی ایک تھیلی اس نے اٹھائی، آگے بڑھ کر پہلے اس نے اپنے اس مخبر کی پیٹھ تھپتھپائی پھر نقدی کی تھیلی اس کے حوالے کی اور کہنے لگا۔

''تم نے انتہائی اہم معلومات فراہم کی ہیں۔ نقدی کی یہ تھیلی رکھو اور اس سلسلے میں جو ساتھی تمہارے ساتھ کام کرتے رہے ہیں اس نقدی میں سے انہیں بھی دینا۔ اب جا کر آرام کرو۔''

اس کے ساتھ ہی وہ مخبر وہاں سے نکل گیا تھا۔ رومیر مڑا، دوبارہ اپنی نشست پر بیٹھ گیا۔ اس کے بعد اپنی بیٹی قرسینا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''قرسینا میری بیٹی! کل تم اپنے کام کی ابتدا کر لو اس سے مل لو۔ اس موضوع پر گفتگو کر لو اور میرا اندازہ ہے کہ اب تم بھی ناکام ہی ہوگی۔ پرسوں میں اپنے کام کی ابدا کروں گا اور پھر دیکھوں گا یہ احمد بن یعلیٰ مجھ سے کیسے بچتا ہے۔ اب میں اسے گرفتار کروں گا اور کڑی سزا بھی دوں گا کہ اس نے میری عمدہ ترغیبات کو رد کر دیا ہے۔''

اپنے باپ رومیر کے ان الفاظ پر فکرمندی میں قرسینا چونکی تھی پھر وہ کریدنے کے انداز میں کہنے لگی۔ ''آپ اسے کیسی اور کس طرح کی سزا دیں گے جب وہ آپ کی گرفت میں ہی نہیں آئے گا تو سزا آپ اسے کیسے دے سکیں گے۔''

رومیر نے ایک لمبا سانس لیا لمحہ بھر کے لئے مسکرایا اور کہنے لگا۔ ''میری بیٹی! اب وہ ایسا میری گرفت میں آئے گا جیسا کوئی خونخوار درندہ کسی مضبوط پنجرے میں بند ہو کر بے بس اور لاچار ہو جاتا ہے۔''

قرسینا مزید فکرمند ہوگئی تھی۔ باپ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ ''کیا میں جان سکتی ہوں کہ آپ اس کے خلاف کیا حربہ استعمال کریں گے۔''

رومیر نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔ ''میں اب اپنے اس مخبر کے پیغام کی روشنی میں حرکت میں آؤں گا جو ابھی ابھی مجھے پیغام دے کر گیا ہے۔ میری بیٹی! مسلمانوں نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر لیا ہے اور جس طرح وہ ہمیں اپنا ہدف بنانا چاہتے ہیں اس کی تفصیل بھی مخبر ہمیں بتا گیا ہے۔ میں آنے والی شب کے بعد اپنے کام کی ابتدا کروں گا اس لئے کہ آنے والی شب کو تو تم نے احمد بن یعلیٰ سے ملاقات کرنی ہے۔ اس کے بعد جو رات آئے گی وہ مسلمانوں کے لئے قیامت خیز رات ہوگی۔ میری بیٹی! مسلمانوں کے خلاف عمل کرنے کا منصوبہ کچھ اس طرح ہوگا۔

میں لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کروں گا۔ ایک چھوٹا، ایک بڑا۔ چھوٹا سا لشکر اپنے چند سالاروں کی سرکردگی میں دوں گا اور وہ آدھی رات کے بعد کوہستانی سلسلے سے نکل کر عبدالرحمٰن الثالث کے لشکر کے حصے پر شب خون ماریں گے۔ میری بیٹی! رات کے

وقت جب میرے لشکری شب خون ماریں ے تو عبدالرحمٰن پوری طرح الجھ جائے گا۔ ظاہر ہے اس سلسلے میں عبدالرحمٰن اور احمد بن یعلیٰ کو جب خبر ہو گی کہ ہم نے کوہستانی سلسلے سے نکل کر عبدالرحمٰن کے لشکر کے حصے پر شب خون مارا ہے تو جس طرح عبدالرحمٰن اور احمد بن یعلیٰ نے ہمارے خلاف منصوبہ بندی کر رکھی ہے اس کے مطابق احمد بن یعلیٰ اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں آئے گا اور کوہستانی سلسلے کا رخ کرے گا۔ درّوں میں سے ہوتا ہوا درّوں کے محافظوں کا خاتمہ کر کے وہ ہمارے پڑاؤ میں داخل ہو کر پڑاؤ کے محافظوں کو ختم کر کے اور پڑاؤ کی ہر چیز سمیٹتے ہوئے درّے سے باہر نکل کر شب خون مارنے والے ہمارے لشکر کو اپنا ہدف بنانے کی کوشش کرے گا لیکن میں اسے ایسا کرنے کی مہلت ہی نہیں دوں گا۔

قرسینا میری بیٹی! جیسا کہ میں پہلے ہی بتا چکا ہوں ہمارا چھوٹا سا لشکر عبدالرحمٰن کے لشکر کے حصے پر شب خون مارے گا تو لشکر کا بڑا حصہ میرے پاس ہو گا۔ اورڈینو، شانجہ اور تم بھی لشکر کے اس حصے میں میرے ساتھ رہو گے۔ اب جب عبدالرحمٰن پر حملے کی ابتدا ہو جائے گی تو احمد بن یلیٰ بڑی تیزی سے اس کوہستانی سلسلے کا رخ کرے گا۔ میں درّوں کے اندر سے اپنے محافظ ہٹا لوں گا۔ محافظ ہٹائے جانے سے احمد بن یعلیٰ کو کسی پسم کا شک نہیں گزرے گا اس لئے کہ وہ یہی خیال کرے گا کہ ہمارا لشکر یا ہمارے لشکر کا بڑا حصہ شب خون مارنے کے سلسلے میں عبدالرحمٰن سے الجھ چکا ہے۔ لہٰذا درّے خالی ہیں۔ اس بنا پر وہ بلا جھجک اور بے دھڑک اپنے لشکر کے ساتھ ان ہی درّوں کے ذریعے اس وادی میں داخل ہونے کی کوشش کرے گا۔ اس کی آمد سے پہلے پہلے جو لشکر میرے پاس ہو گا اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے گا اور درّوں کے دائیں بائیں انہیں متعین کر دیا جائے گا۔ ایک حصے کی کمانداری میں خود کروں گا۔ دوسرے کی کمانداری اورڈینو کرے گا اور جونہی احمد بن یعلیٰ درّوں میں داخ لہو کر وادی میں ہمارے پڑاؤ کو اپنا ہدف بنانے کی کوشش کرے گا اس سے پہلے ہی میں اور اورڈینو دونوں طرف سے اس پر حملہ آور ہو کر نا صرف یہ کہ اس کے لشکر کا خاتمہ کر دیں گے بلکہ ہر صورت میں احمد بن یعلیٰ کو زندہ پکڑنے کی کوشش کریں گے۔

قرسینا میری بیٹی! میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ یہی وادی احمد بن یعلیٰ کے لئے ایک ایسا آہنی پنجرہ ثابت ہو گی جس سے وہ نہ بچ کر بھاگ سکے گا نہ اپنیجان چھڑا سکے

اس لئے کہ جوں جوں وہ وادی میں آگے بڑھے گا اس کے مسائل میں اضافہ ہوتا جائے گا۔

میری بیٹی! جیسا کہ میں تمہیں بتا چکا ہوں درّوں کے ذریعے یہ جو اندر آنے کا راستہ ہے اس کے ایک طرف میں ہوں گا دوسری طرف اورڈینو ہو گا۔ ہم دونوں احمد بن یعلیٰ پر اس وقت حملہ آور ہوں گے جب احمد بن یعلیٰ کے لشکر کا کافی حصہ درّوں سے وادی میں داخل ہو چکا ہو گا۔ اس طرح دونوں طرف سے حملہ آور ہو کر ہم احمد بن یعلیٰ کے لشکر کے پشتی حصے کو مکمل طور پر گرفتار کر دیں گے۔

اتنی دیر تک احمد بن یعلیٰ کے لئے ایک اور مصیبت اٹھ کھڑی ہو گی اور وہ یہ ہو گی کہ چھوٹا سا ایک لشکر ہم پہلے ہی پڑاؤ کے اندر بٹھا دیں گے اس وقت وہ لشکر بھی اپنے کام کی ابتدا کرے گا اور سامنے کی طرف سے احمد بن یعلیٰ پر حملہ آور ہو جائے گا۔ مجھے امید ہے اس دوران تک احمد بن یعلیٰ کو بھی خبر ہو جائے گی کہ ہم اس وادی میں چوکس اور اس کا مقابلہ کرنے کے لئے بالکل تیار تھے اور اس وقت تک وہ یہ بھی جان چکا ہو گا کہ ہم نے حملہ آور ہو کر اس کے لشکر کے پشتی حصے کا بالکل خاتمہ کر دیا ہے لہٰذا وہ آگے بڑھنے کے بجائے پلٹے گا۔ درّوں سے نکل کر واپس اپنے پڑاؤ کی طرف جانے کی کوشش کرے گا لیکن ہم اسے ایسا نہیں کرنے دیں گے۔ سامنیکی طرف سے ہمارا لشکر پہلے ہی حملہ آور ہو چکا ہو گا۔ اتنی دیر تک میں اور اورڈینو مل کر دونوں درّوں کے راستوں کو بند کر دیں گے اور احمد بن یعلیٰ کے جو لشکری نے بھی درّوں کی طرف آنے کی کوشش کی موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔ اس طرح میرے خیال میں احمد بن یعلیٰ کا کوئی بھی لشکری بچ نہ سکے گا۔ سب کو موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔ تاہم جنگ کی ابتدا کرنے اور احمد بن یعلیٰ کے لشکر پر حملہ آور ہونے سے پہلے میں اپنے سارے سالاروں، لشکریوں کو سمجھا دوں گا کہ احمد بن یعلیٰ کو ہر صورت میں زندہ گرفتار کرنا چاہیے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد رومیر رکا، کچھ دیر تک بڑی طمانیت سے مسکراتا رہا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا دوبارہ بول اٹھا۔

''قرسینا میری بیٹی! بات یہیں ختم نہیں ہو جائے گی۔ جب تک ہم احمد بن یعلیٰ کے لشکر کا خاتمہ کریں گے، اسے زندہ گرفتار کریں گے، اس وقت تک ہمارے لشکر کا

دوسرا حصہ عبدالرحمٰن کو اپنے ساتھ الجھائے رکھے گا۔ اس دوران میں اور اورڈینو ایک اور کارروائی کریں گے۔

اپنے لشکر کو لے کر ہم کوہستانی سلسلے سے باہر نکلیں گے۔ بڑی برق رفتاری سیرات کی تاریکی میں احمد بن یعلیٰ کے پڑاؤ کا رخ کریں گے۔ پڑاؤ کے اندر یقیناً اس کے محافظ ہوں گے لمحوں کے اندر ان پر حملہ آور ہو کر ان کا خاتمہ کر دیں گے اور احمد بن یعلیٰ کے پڑاؤ کی ہر چیز کو سمیٹ کر یہاں وادی کے اندر لے آئیں گے۔

اس کارروائی کی تکمیل کے بعد وادی کے اندر زور دار انداز میں بگل بجائے جائیں گے اور یہ ہمارے اس لشکر کو اشارہ ہو گا جس نے شب خون مارنا ہے کہ اب وہ عبدالرحمٰن کے ساتھ الجھنا بند کر دے اور اپنا آپ بچا کر فوراً واپس اپنے پڑاؤ میں آ جائے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد رومیر رکا کچھ سوچا پھر ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں اپنی بیٹی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''بیٹی! اگلے روز جب عبدالرحمٰن کو خبر ہو گی کہ گزشتہ شب ہم نے نا صرف اس پر شب خون مارا بلکہ اس کے ہر دل عزیز احمد بن یعلیٰ کے لشکر کا خاتمہ کر کے احمد بن یعلیٰ کو بھی گرفتار کر لیا ہے تب میری بیٹی دیکھنا عبدالرحمٰن الثالث کے پاؤں تلے سے خوف اور ڈر کے مارے زمین کھسکنا شروع ہو جائے گی اور یہ خبر سنتے ہی وہ اپنے پڑاؤ کو سمیٹے گا اور یہاں سے قرطبہ کی طرف بھاگنے کے علاوہ اس کے سامنے کوئی چارہ نہیں رہے گا۔ ایسی صورت میں ہم نا صرف عبدالرحمٰن کو عبرت خیز شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے بلکہ آنے والے دور میں کبھی عبدالرحمٰن ہمارے علاقوں میں داخل ہونے کی جرأت اور جسارت نہیں کرے گا۔ اس کے بعد ہم ایک بہت بڑی کارروائی کی ابتدا کریں گے چند دن کا وقفہ ڈال کر مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہوں گے اور دور دور تک تباہی اور بربادی کا وہ کھیل کھیلیں گے کہ ایسی تباہی اور بربادی انہوں نے کبھی دیکھی نہ سنی ہو گی۔''

یہاں تک کہنے کے بعد رومیر رکا پھر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔ ''میری بیٹی! اب بتاؤ میرے اس منصوبے سے متعلق کیا کہتی ہو۔''

اس موقع پر قرسینا بڑی سنجیدہ اور فکرمند دکھائی دے رہی تھی۔ تاہم اس نے اپنے لبوں پر خوشگوار مسکراہٹ بکھیر لی۔ کہنے لگی۔

''بابا! جو منصوبہ آپ نے بنایا ہے اگر اس پر عمل کرنے میں ہم کامیاب ہو گئے تو یقیناً آنے والے دور میں عبدالرحمٰن ہم پر کبھی حملہ آور ہونے کی جرأت اور جسارت نہیں کرے گا۔ پر آپ نے ایک بات کی تکمیل کی ہی نہیں جب آپ احمد بن یعلیٰ کو گرفتار کر لیں گے تو اس سے کیسا سلوک کریں گے۔''

رومیر اس سوال پر تھوڑی دیر مسکراتے ہوئے لطف اندوز ہوتا رہا پھر قرسینا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

اس کا فیصلہ بعد میں کریں گے کہ ہم نے اس کے ساتھ کیا سلوک کرنا ہے۔ بہرحال ہم نے اسے مہمان تو بنا کر نہیں رکھنا، نہ اسے اپنے لشکر میں سالار مقرر کرنا ہے نہ ہی تمہارے ساتھ اسے بیاہ دینا ہے، نہ ہی کسی صوبے کا حاکم مقرر کرنا ہے اس لئے کہ ہماری ترغیبات وہ رد کر چکا ہے۔ ایسا شخص کڑی سزا کا مستحق ہے اور اس کے لئے سزا میں اسے گرفتار کرنے کے بعد تجویز کروں گا۔ میرے خیال میں اب اٹھنا چاہیے، کھانا کھائیں۔''

اس کے ساتھ ہی رومیر نے اپنے محافظ دستوں کے سالار کو کھانا لانے کا حکم دیا۔ کچھ لشکری حرکت میں آئے۔ انہوں نے خیمے کے اندر کھانا لگا دیا پھر رومیر اپنے دونوں بیٹوں اور بیٹی قرسینا کے ساتھ اس خیمے میں بیٹھ کر کھانا کھا رہا تھا۔

عشاء کی نماز کے بعد احمد اپنے خیمے میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک لشکری خیمے کے دروازے پر نمودار ہوا۔ احمد کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''امیر! آپ کہیں تو میں آپ کا کھانا لے آؤں۔'' اس پر احمد نے اس کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''ہاں کھانے کا وقت ہو گیا ہے۔ لے آؤ۔'' اس کے ساتھ ہی وہ لشکری وہاں سے ہٹ گیا تھا۔

اس کے جانے کے ساتھ ہی ایک اور مسلح جوان خیمے کے دروازے پر نمودار ہوا۔ احمد کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ''امیر! ایک لڑکی آپ سے ملنا چاہتی ہے۔''

احمد بن یعلیٰ اپنی جگہ پر چونکتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا تھا اور اس مسلح جوان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ ''تم جانتے ہو تم کیا کہہ رہے ہو۔''

اس پر وہ لشکری اپنی بات دہراتے ہوئے پھر کہنے لگا۔ ''امیر میں نے آپ سے یہ گزارش کی ہے کہ ایک لڑکی آپ سے ملنے کی خواہش مند ہے۔''

احمد نے عجیب سے انداز میں اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔ ''وہ کون ہے ..... مجھ سے کیوں ملنا چاہتی ہے ..... کہاں سے آئی ہے .....؟''

اس پر وہ مسلح جوان کہنے لگا۔ ''امیر ہم نے اس سے بہت پوچھا وہ کچھ بتائی نہیں ہے۔ وہ اپنے گھوڑے کو دوڑاتے ہوئے ہمارے پڑاؤ میں داخل ہوئی۔ محافظوں نے جب اسے روکا تو وہ فوراً رک گئی۔ اس سے جب آنے کی وجہ پوچھی تو اس نے کا کہا کہ میں احمد بن یعلیٰ سے ملنا چاہتی ہوں اس کے علاوہ وہ کچھ نہیں بتاتی۔''

احمد نے کچھ سوچا پھر اس لشکری کو مخاطب کیا۔ ''اپنا نام کیا بتاتی ہے۔''

جواب میں وہ لشکری پھر بول اٹھا۔ ''امیر! ایک جملے کے علاو وہ اور کچھ کہتی ہی

نہیں وہ صرف یہی کہتی ہے کہ بس میں نے احمد بن یعلیٰ سے ملنا ہے۔''

احمد نے کچھ سچا پھر اس لشکری کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ''اچھا اس لڑکی کو اندر لاؤ میں دیکھتا ہوں وہ کون ہے۔''

وہ لشکری پیچھے ہٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد خیمے میں قرسینا داخل ہوئی تھی۔ قرسینا سہمی سہمی جھجکتی سی خیمے کے دروازے پر نمودار ہوئی پھر انتہائی لجاجت، عاجزی اور انکساری میں احمد کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''امیر کیا میں اندر آ سکتی ہوں۔''

احمد نے ہاتھ کے اشارے سے اسے اندر آنے اور ایک نشست پر بیٹھنے کے لئے کہا۔ اس موقع پر قرسینا کے لبوں پر دلفریب مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ آہستہ آہستہ آگے بڑھی جس نشست پر احمد نے اشارہ کیا تھا اس پر ہو بیٹھی۔ احمد نے اس کے سامنے بیٹھ گیا پھر اس نے قرسینا کو مخاطب کیا۔

یہ تمہارے باپ کو کیا ہو گیا ہے۔ ہر روز کوئی نہ کوئی نئی ترغیب، کوئی انوکھی تحریص دیکر کسی نہ کسی کو میرے پاس بھیج دیتا ہے۔ پہلے دو دن ایک بوڑھا آیا اس نے عجیب و غریب گفتگو کی میں نے تو آخر میں اس سے کہہ دیا تھا کہ اب وہ دوبارہ میرے پاس آیا تو میں اس کی گردن کاٹ دوں گا۔ میرے خیال میں وہ ڈرتے ہوئے نہیں آیا جس کی بنا پر تمہارے باپ نے آج تمہیں بھیج دیا ہے۔''

احمد جب خاموش ہوا تب کچھ دیر تک بڑی چاہت اور محبت میں قرسینا کی طرف دیکھتی رہی پھر کہنے لگی۔ ''امیر! آپ غلط سمجھ رہے ہیں جس کام کے لئے میرا باپ جس شخص کو بھیجتا رہا ہے اس کام کے سلسلے میں، میں نہیں آئی۔ نہ ہی میرا اس کام سے کوئی تعلق ہے۔ ہاں اس موقع پر میں جھوٹ نہیں بولوں گی۔ میں اپنے باپ سے یہی کہہ کر آئی ہوں کہ جس کام کے لئے وہ اس شخص ک بھیجتے ہیں وہ کام میں آج کر کے دیکھتی ہوں بنتا ہے کہ نہیں لیکن یہ آپ کے پاس آنیکا بہانہ تھا ورنہ میرے آنے کا وہ مقصد نہیں جس کے تحت میرا باپ آپ کو ترغیبات اور تحریص دیتا رہا ہے۔''

قرسینا جب خاموش ہوئی تب احمد نے پھر اسے مخاطب کیا۔ ''کیا تمہارے نقطہ نظر سے وہ کام ٹھیک ہے جو تمہارا باپ کرتا رہا ہے۔''

اس موقع پر قرسینا نے ایک بار پھر سنجیدگی میں احمد کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

''میں اپنے باپ کی ان رغبیات کی ذمہ دار نہیں۔ نہی میں انہیں پسند کرتی ہوں۔ ہاں اس موقع پر میں آپ کی عظمت، آپ کے خیالات، آپ کے وقار، آپ کی عزت کو سلام کرتی ہوں کہ آپ نے ہر ترغیب کو پاؤں کی ٹھوکر پر رکھا اور انکار کر دیا۔''

قرسینا کے خاموش ہونے پر احمد نے پھر اسے مخاطب کیا۔ ''اگر تم اپنے باپ کی طرف سے کوئی نئی ترغیب نہیں لے کر آئی تو کیا اس طرح کا کوئی نیا منصوبہ بنانے کا ارادہ ہے۔ دیکھو رومیر کی بیٹی! اس سے پہلے دو بار میری تمہاری ملاقات ہو چکی ہے۔ میں تمہاری عزت، تمہارا احترام اس بنا پر نہیں کرتا رہا کہ تم لیون کے بادشاہ رومیر کی بیٹی ہو بلکہ ایک عورت، ایک خاتون ہونے کے ناطے سے میں تمہارے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہوں۔ رومیر کی بیٹی! جن حالات میں دو بار تم سے میری ملاقات ہوئی ایسی ملاقاتیں اگر کسی غریب چرواہے کی بیٹی سے بھی میری ہوتی تو میں اسے وہی عزت، وہی احترام دیتا جو میں نے تمہیں دیا۔ اب تم یہ بتاؤ کہ کیا تم مجھے اپنے مطلب میں ڈھالنے کا کوئی نیا منصوبہ لے کر آئی ہو۔''

احمد کے ان الفاظ پر قرسینا بے حد سنجیدہ ہو گئی تھی، کہنے لگی۔ ''امیر! آپ یقین رکھیں، میں آپ کو کوئی مایوس و فریب، کوئی تلبیس اور دھوکہ نہیں دوں گی۔ آپ پتا نہیں میری باتوں پر یقین کریں گے یا نہیں لیکن میں جو کہنا چاہتی ہوں وہ کہوں گی ضرور۔ میں اپنے باپ کی ترغیب پر نہیں آئی تاہم میں اپنے باپ سے ترغیب دینے کے بہانے سے ہی آپ کے پاس آئی ہوں لیکن میں آپ کو آنکھوں کی نیلاہٹوں کو پیار کی خوشبو اور خنک تاریک اور ٹھنڈی فضاؤں کو حدت اور حرارت دیتی روشنی کی کہانی کہنے آئی ہوں۔ دل کی تپش، من کی کسک کو آسودگی کی اڑان دیتے صندلی آنچلوں کی داستان، نفس نفس میں، نظر نظر میں، رگ رگ میں سانسوں کی لہر لہر دل کی ہر دھڑکن میں قربتوں کے نشے پیدا کرتی روداد اور لہجوں کو خلاوت، سانسوں کو خوشبو عطا کرنے، نغمہ بار آب جو جیسا قصہ کہنے آئی ہوں۔ اب میں ڈرتی ہوں میرے کسی کہے ہوئے قصے، کسی سنائی ہوئی داستان، کہی ہوئی روداد پر آپ پتا نہیں اعتبار بھی کرتے ہیں کہ نہیں۔ اب میرے پاس کوئی ایسا ذریعہ بھی نہیں جس کی بنا پر میں آپ کو یہ یقین دلا سکوں کو جو کچھ میں آپ سے کہنا چاہتی ہوں وہ سچائی اور حقیقت پر مبنی ہے۔ اس میں کوئی دھوکہ، فریب، لوبھ اور لالچ نہیں ہے۔''

جب تک قرسینا بولتی رہی احمد بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتا رہا پھر بولا۔ ''تمہیں آخر اتنی لمبی تمہید باندھنے کی ضرورت کیا ہے۔ یہ تو کہو تم کہنا کیا چاہتی ہو۔''

اس موقع پر عجیب سی لاچارگی میں قرسینا نے احمد کی طرف دیکھا پھر کپکپاتی ہوئی آواز میں کہنے لگی۔ ''میں تو آپ سے کہنا چاہتی ہوں کہ میں .....''

اس سے آگے قرسینا بے چاری پھر رک گئی یہاں تک کہ احمد نے اسے مخاطب کیا۔ ''تمہارا جملہ اس ''میں'' تک ہی مکمل ہے یا اس کے بعد بھی کچھ کہنا چاہتی ہو۔ اگر کہنا چاہتی ہو تو کھل کر کہو۔''

جواب میں قرسینا بے چاری لرزتی، کپکپاتی ہوئی آواز میں کہنے لگی۔ ''میں تو آپ سے یہ کہنا چاہتی ہوں کہ .....''

اس سے آگے قرسینا پھر کچھ نہ کہہ سکی۔ خاموش ہو گئی لمحہ بھر کے لئے بے چاری کی گردن جھک گئی پھر نگاہیں اٹھائیں اور عجیب سے انداز میں احمد کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

احمد نے پھر اسے مخاطب کیا۔ ''میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا کہ تم کیا کہنا چاہتی ہو کبھی تمہارا جملہ ''میں'' پر رک جاتا ہے کبھی ''کہ'' پر۔ آخر اس میں اور کہ کے بعد بھی کچھ ہے جو تم کہنا چاہتی ہو، جو تم کہہ نہیں پا رہی ہو۔''

قرسینا نے اپنے آپ کو سنبھالا، ایک بار پھر اس نے اپنی بڑی بڑی گہری نیلی آنکھیں احمد پر جما دی تھیں پھر کہنے لگی۔

''ہاں! اس ''میں'' اور ''کہ'' کے بعد میں آپ سے بہت کچھ کہنا چاہتی ہوں۔ اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے میں آپ سے یہ کہہ سکتی ہوں کہ اس ''میں'' اور ''کہ'' کے بعد میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ میں آپ سے محبت کرتی ہوں۔''

قرسینا کے اس جملے کے جواب میں لمحہ بھر کے لئے احمد چونکا تھا۔ کچھ دیر تک بڑے غور سے اس کے چہرے کا جائزہ لیتا رہا۔ اس دوران شرم و حیا کے باعث قرسینا کی گردن جھک گئی تھی۔ یہاں تک کہ احمد کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی تھی۔

''دیکھو قرسینا! میں پہلی بار تمہیں تمہارے نام سے مخاطب کر رہا ہوں برا نہ ماننا۔''

احمد کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ قرسینا چونک پڑی اور احمد کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ ''اگر آپ مجھے میرے نام سے مخاطب کرتے ہیں تو یوں جانیں یہ میرے دلی

سلون اور روحانی آسودگی کا باعث ہوگا۔''

احمد نے پھر سوچا اس کے پھر کہنے لگا۔ ''دیکھو قرسینا! محبت کا یہ کھیل کھلنے کے لئے تمہیں آخر میں ہی کیوں نظر آیا تھا۔ اتنی بڑی اور وسیع سلطنت ہے۔ تمہارا باپ اس سلطنت کا حاکم اور بادشاہ ہے۔ یہ کھیل تو تم اپنی سلطنت میں جس سے چاہتی کھیل سکتی تھی۔ تم کسی کی طرف اشارہ کرتی اور وہ آپ سے آپ تمہاری محبت، تمہاری چاہت کے آنچل اور پلو میں بندھا ہوا تمہاری طرف چلا آتا۔ میرے ساتھ یہ کھیل کھیلنے کی آخر تمہیں کیا ضرورت پڑ گئی ..... پہلے اس ضرورت کا اظہار کرو جس کے تحت تم نے میرے لئے یہ محبت کا جملہ ادا کیا اور پھر یہ بھی تو سوچو تم وہ لڑکی ہو جو میرے سر کی طالب رہ چکی ہو۔''

احمد جب رکا تب بڑی لاچارگی سے احمد کی طرف دیکھتے ہوئے قرسینا کہنے لگی۔ ''امیر! خدا کے لئے اس دور کا ذکر نہ کریں ..... وہ دور جس دور میں قرسینا آپ کے سر کی طالب تھی ..... اس قرسینا کو میں نے اپنی محبت اور چاہت بھرے جذبات تلے دفن کر دیا ہے۔ اب قرسینا آپ کی شجاعت، دلیری، جرأت مندی، تیغ زنی میں عمدہ مہارت، آپ کی ایمانداری، آپ کی دیانتداری، آپ کی راست بازی کے اوصاف میں ڈوب چکی ہے اور ان ہی اوصاف نے مجھے آپ سے محبت کرنے کی راہ پر لا ڈالا۔''

قرسینا جب خاموش ہوئی تب احمد غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ ''بی بی! تم غلط راہ پر چل نکلی ہو۔ تمہارے باپ، تمہاری ماں، تمہارے بھائیوں کو جب خبر ہوئی کہ ان کی بیٹی، ان کی بہن ایک ایسے مسلم سالار سے محبت کی پینگیں بڑھانے لگی ہے جو اس سے پہلے ان کے لشکریوں کو ناکافی نقصان پہنچا چکا ہے تو یاد رکھنا وہ تمہاری چمڑی ادھیڑ کر رکھ دیں گے۔ اس بنا پر واپس جاؤ، میرے ساتھ یہ کھیل کھیلنے کی کوشش نہ کرو ..... میں نے اس سے پہلے یہ کھیل نہ کسی سے کھیلا ہے اور نہ آئندہ کھیلنے کا ارادہ ہے۔ بی بی! تم اگر زندگی کا ساتھی چاہتی ہو تو تمہاری بڑی اور وسیع سلطنت ہے اس میں سے کسی کو بھی اپنے لئے چن لو۔ تمہیں عزت دے گا، تمہارا احترام کرے گا اس لئے کہ تمہاری سلطنت میں تمہارا مقام ہی ایسا ہے پھر اس کھیل کے لئے تم نے مجھے ہی کیوں چنا ..... اگر تم میرا چناؤ کرو گی تو میں تم پر اعتبار نہیں کروں گا، نہ تم پر بھروسہ کروں گا اس لئے کہ جو لڑکی ماضی میں میرا سر کاٹنے کی خواہش مند رہی ہے۔ اگر وہ مجھ سے یہ

کہہ دے کہ وہ مجھ سے محبت کرتی ہے تو میں تو اسے تسلیم نہیں کروں گا نہ ہی کرتا ہوں۔ اس بنا پر بی بی! تم نے جو کچھ کہنا تھا کہہ لیا..... اب میری طرف سے تمہیں اجازت ہے تم جا سکتی ہو..... اس موقع پر میں تم سے یہ بھی کہہ دینا چاہتا ہوں کہ اپنے دل میں یہ بات نہ لانا کہ میں تمہیں اپنے قابل نہیں سمجھتا بلکہ میں اپنے آپ کو تمہارے قابل نہیں سمجھتا۔''

احمد جب خاموش ہوا تب رو دینے والی آواز میں قرسینا کہنے لگی۔ ''کیا آپ اس کی وجہ بتائیں گے ..... اس کی وضاحت کریں گے کہ آپ اپنے آپ کو میرے قابل کیوں خیال نہیں کرتے۔''

لمحہ بھر کے لئے احمد نے کچھ سوچا پھر قرسینا کی طرف دیکھا پھر اس کے بعد کہنے لگا۔ ''دیکھو قرسینا چ جس وقت تمہارا باپ لیون کا حکمران نہ تھا اس وقت بھی تم لیون کے بادشاہ کی بھتیجی تھی اور لیون کے سپہ سالار اعلیٰ کی بیٹی تھی۔ اب تمہارا باپ رومیر لیون کا بادشاہ ہے لہٰذا تمہاری حیثیت اس وقت لیون کی شہزادی کی سی ہے ..... تم نے لیون کے قصر میں پرورش پائی ہے اور جو نعمتیں، جو سہولتیں، جو آسائشیں تمہیں وہاں میسر تھیں وہ ایک عام آدمی کی سوچوں سے بھی بالا ہیں۔

بی بی! جہاں تک میرا سوال ہے تو میں تمہیں اپنے متعلق حقیقت بتاتے ہوئے شرم محسوس نہیں کروں گا میں ایک معمولی چرواہا تھا کچھ غیر ذمہ دار نصرانیوں نے میرے تین بھائیوں کو قتل کر دیا۔ میں ان کا انتقام لینے کے لئے نکلا۔ ایک کو تمہاری مملکت کی بستی جندہ میں ڈھیر کیا اور ایک کو نبرہ کی مملکت کے مرکزی شہر کے شمال میں ایک کلیسا کے نواح میں ختم کیا۔ ان دونوں کے خاتمے پر میرا نام عبدالرحمٰن الثالث کے سامنے لیا گیا جس نے مجھے لشکر میں شامل کر لیا اور پھر میری کارگزاری دیکھتے ہوئے مجھے اپنے اچھے سالاروں میں شمار کرنے لگا۔ بی بی! بنیادی طور پر میں ایک چرواہا اور گڈریا ہوں کیا تم ایک بادشاہ کی بیٹی، ایک شہزدی ہوتے ہوئے اس قدر بلندی، اس قدر رفعت سے پستی اور نشیب کی طرف اترنا پسند کرو گی ..... کیا لیون کی شہزادی ایک چرواہے سے محبت کر کے اس کا ساتھ دینا پسند کرے گی۔

بی بی! تم نے لیون کے قصر کے اندر پرورش پائی ہے جہاں تک میرے گھر کا تعلق ہے تو میرے گھر کی دیواریں کچی ہیں، حویلی کھلی ہے پر اس کے سامنے دو کمرے، ایک

برآمدہ، ایک چھوٹا سا مطبخ اور دو طہارت خانے ہیں اور ایک چھپر نما اصطبل ہے۔ بس یہی میرا اثاثہ ہے۔ یہی میری پونجی ہے۔ کیا لیون کے بادشاہ رومیر کی بیٹی قصر سے نکل کر کچی مٹی کی دھوپ میں سکھائی اینٹوں کے مکان میں رہنا پسند کرے گی۔''

احمد جب خاموش ہوا تب بڑے وسوق، بڑے اعتبار سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے قرسینا کہنے لگی۔ ''چرواہا ہونا نہ بری بات ہے نہ گناہ۔ اس سے پہلے اللہ کے نبیوں میں سے داؤد اور موسیٰ بھی یہی کام کرتے رہے ہیں۔ یہ بڑا معتبر، بڑا پسندیدہ فعل ہے۔ میں نے کبھی محبت نہیں کی۔ میں بڑی سوچ و بچار کے بعد آپ کے قریب ہوئی ہوں۔ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میں آپ کو کوئی دھوکہ، کوئی فریب دوں گی تو یاد رکھئے گا میں اب اس مقام پر ہوں جہاں اگر آپ کی حفاظت، آپ کے تحفظ کی ضرورت پڑے تو آپ کی سلامتی کی خاطر میں اپنی گردن کٹوا سکتی ہوں۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔ رہا سوال آپ کے دو کمروں، برآمدے اور مٹی کی دھوپ میں پکی ہوئی کچی اینٹوں کے مکان کا تو میں جس شخص سے محبت کرتی ہوں وہ کچی اینٹوں کا مکان تو بہت اونچی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ اگر مجھے اپنے ساتھ جنگل کے کسی جھونپڑے، دشت کے کسی خیمے میں بھی رکھے گا تو ختم کائنات کے اس خالق اور مالک کی میں زندگی بھر اس کی بیوی بن کر ایک باندھی اور لونڈی کی حیثیت سے اس کی خدمت کرتی رہوں گی۔ ایک بات یاد رکھئے گا کہ اس وقت میرے سامنے میری زندگی کا سب سے بڑا مقصد یہی ہے کہ میں آپ کی بیوی بنوں اور میں آپ سے یہ بھی کہوں کہ میں لیون کے قصر پر آپ کے کچی اینٹوں والے اس دو کمرے کے مکان کو ترجیح دوں گی۔''

قرسینا جب خاموش ہوئی تو کچھ دیر تک عجیب سے انداز میں احمد اس کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

''بی بی! میں نہیں جانتا یہ کام تم خلوص سے کر رہی ہو یا کسی کی انگیخت پر کسی کی ترغیب پر یہ کام کر رہی ہو۔ پر ایک بات یاد رکھنا اس وقت میں تم پر اعتماد کر سکتا ہوں اور نہ بھروسہ اس لئے کہ گزشتہ دو دن سے تمہارا باپ ایک شخص کو میرے پاس بھیجتا رہا ہے۔ کبھی وہ مجھے اپنے لشکریوں کا سپہ سالار بنانا چاہتا ہے کبھی کسی صوبے کا حاکم، کبھی مجھے انوکھی عزت اور وقار دینے کا عہد کرتا ہے اور کبھی تمہارے ساتھ شادی کرنے کا وعدہ بھی دیتا ہے لیکن میں تو اس کی ان سب ترغیبات کو ٹھکرا چکا ہوں۔ بی بی! اگر تم

بھی اسی مقصد کے تحت آئی ہو تو واپس جا کر اپنے باپ سے کہنا کہ میں ان لوگوں میں سے نہیں جو اپنے وطن، اپنے دین کا سودا کرتے ہیں۔ میں ان لوگوں میں سے بھی نہیں جو اپنی ذات کو اس قدر ہلکا کر دیتے ہیں وہ نیلام ہونے پر تل جاتے ہیں۔ میرے خیال میں میری طرف سے اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے۔ اب تم جاؤ تمہارے باپ نے تمہیں کسی خاص مقصد کے تحت بھیجا ہوگا اور اب وہ بڑی بے چینی سے تمہارا انتظار کر رہا ہوگا کہ تم واپس جا کر اسے کیا پیغام دیتی ہو۔''

قرسینا نے عجیب سے انداز میں احمد کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔ ''آپ غلط سمجھ رہے ہیں میں کوئی ترغیب، کوئی تحریص لے کر آپ کے پاس نہیں آئی۔ نہ ہی میرے باپ نے مجھے اس بات پر اکسایا ہے کہ دو بار ناکامی کے بعد میں خود آپ کو ترغیب دینے آؤں۔ میں نے اپنی محبت کا معاملہ آپ کے سامنے پیش کرنا تھا وہ میں نے کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ .....''

احمد نے قرسینا کی بات کاٹ دی کہنے لگا۔ ''بی بی! اس موضوع پر اب مزید گفتگو نہ کرنا ..... میں تمہاری کسی بات پر اعتبار اور بھروسہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں اور نہ میں تمہیں قابل بھروسہ، قابل اعتبار خیال کرتا ہوں جو بات مجھے پھانسنے کے لئے دو بار ترغیب دے سکتا ہے اس کی بیٹی ایسی ترغیب کئی بار دے سکتی ہے لہٰذا اب اس موضوع پر مزید گفتگو نہیں ہوگی۔''

احمد کے ان الفاظ کے جواب میں قرسینا بے چاری اداس افسردہ ملول ہوگئی تھی چہرہ پیلا ہوگیا تھا کچھ دیر تک عجیب سے مایوسانہ انداز میں احمد کی طرف دیکھتی رہی پھر کہنے لگی۔

''ٹھیک ہے ..... آپ کی خواہش پر میں اس موضوع پر گفتگو نہیں کرتی ..... کیا مجھے اجازت ہے کہ میں آپ سے ایک ایسے موضوع پر گفتگو کروں جو موضوع ایک دو دن میں آپ ے امیر عبدالرحمٰن اور دوسرے مسلمان لشکریوں کی سلامتی اور ان کے تحفظ کا باعث بن جائے۔''

اس موقع پر احمد بن یعلیٰ نے بڑے غور سے قرسینا کی طرف دیکھا تھا۔ قرسینا نے بھی اپنی بڑی بڑی اور نیلی آنکھیں احمد کے چہرے پر جما دی تھیں۔ اس موقع پر نجانے قرسینا کو کیا سوجی احمد کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''آپ میری آنکھوں میں غور سے جھانکیں، میرے چہرے کا انہماک سے جائزہ لیں کیا آپ کو یہ چہرہ، یہ آنکھیں ایسی لگتی ہیں کہ آپ کو دھوکہ دیں گی؟''

جواب میں احمد مسکرایا اور کہنے لگا ''بی بی! میں آنکھوں اور چہروں کا شناس نہیں ہوں تم جو کہنا چاہتی ہو کہو۔''

قرسینا نے کچھ سوچا پھر کہنے لگی۔ ''امیر! بات یہ ہے کہ میرے باپ نے دو بار آپ کو ترغیب دی آپ کو آپ کے اصل راستے سے ہٹانا چاہا حالانہ میں اس کے سخت خلاف تھی۔ میں آپ پر یہ بھی انکشاف کر دوں اگر آپ اس کی ترغیب میں آ کر اس کے پاس چلے جاتے، اس کے لشکریوں کی سپہسالاری قبول کر لیتے تو قسم خداوند کی وہ محبت جو کئی ماہ پہلے سے مجھے آپ سے ہو چکی تھی میں اسے شدید نفرت میں تبدیل کر دیتی۔ اب آپ کا کردار ایسا پائیدار اور پختہ ہو گیا ہے کہ آپ میری محبت کو اپنی طرف سے نفرت میں تبدیل کرنے کی کتنی بھی کوشش کریں ایسا نہ ہو سکے گا۔

بہرحال امیر! اس موضوع کو چھوڑیں اصل موضوع جس میں آپ کا تحفظ اور سلامتی ہے وہ کچھ اس طرح ہے کہ آپ کو دو بار ترغیب دینے کے بعد اس میں ناکامی کے باعث میرا باپ اب آپ کے خلاف انتقام پر اترا ہوا ہے۔ آج شاید اس نے مجھے آپ کے پاس اس غرض کے لئے آنے کی اجازت دے دی تھی کہ دو ترغیبات ناکام ہونے کے بعد شاید میں اپنے حسن اور جمال کے باعث آپ کو آپ کی اصل راہ سے ہٹا سکوں اور میں ایسا ہرگز نہ کرنا چاہتی ہوں نہ دیکھنا پسند کروں گی۔ بظاہر تو اس نے مجھے اسی مقصد کے لئے بھیجا تھا کہ میں آپ کو راضی کر لوں لیکن میں اپنے طور پر صرف آپ پر اپنی محبت کا اظہار کرنے کے لئے آئی تھی اس کے علاوہ خدا گواہ ہے میرا کوئی مقصد آپ کے پاس آنے کا نہیں تھا۔

بہرحال امیر! جیسا کہ میں کہہ چکی ہوں کہ میرا باپ اب آپ کے خلاف انتقامی ہو چکا ہے آنے والی شب کو آدھی رات کے بعد وہ آپ لوگوں کے ساتھ ایک نیا کھیل کھیلنے کی کوشش کرے گا۔ اپنے لشکر کو وہ دو حصوں میں تقسیم کرے گا۔ ایک حصہ چھوٹا رکھے گا۔ ایک بڑا۔ بڑے حصے میں خود اور میرے دونوں بھائی ہوں گے۔ چھوٹا حصہ کچھ سالاروں کے حوالے کر دے گا اور انہیں حکم دے گا کہ رات کے پچھلے پہر میں امیر عبدالرحمٰن کے حصے کے لشکر پر حملہ آور ہوں۔

میں شاید آپ کو یہ بتانا بھول گئی کہ میرے باپ کو اس کے مخبروں نے یہ اطلاع دی ہے کہ آپ لوگوں نے جو اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے تو یہ ایک خاص حکمت کے تحت کیا ہے۔ ہمارے مخبروں نے میرے باپ کو یہ بتایا ہے کہ مسلمانوں نے اپنے دو حصوں میں اس لئے تقسیم کیا ہے کہ جب میرا باپ اپنی گھات سے نکل کر ایک پر حملہ آور ہو گا تو مسلمانوں کا وہ لشکر تو میرے باپ کو اپنے ساتھ مصروف رکھ یگا کہ آپ لوگوں کا دوسرا لشکر کوہستانی سلسلے کے اندر میرے باپ کے پڑاؤ پر حملہ آور ہو۔ وہاں سارے محافظوں کا خاتمہ کر کے پڑاؤ کی ہر چیز کو سمیٹ کر کوہستانی سلسلے سے باہر نکل جائے گا اور اس کے بعد آپ کا دوسرا لشکر بھی میرے باپ کے لشکر سے آ جائے گا۔ اب اسی اطلاع کو سامنے رکھتے ہوئے میرے باپ نے آپ لوگوں کے لئے ایک لائحہ عمل ترتیب دیا ہے۔

میں کہہ رہی تھی کہ میرا باپ لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کرے گا۔ چھوٹے حصے کو عبدالرحمٰن کے لشکر پر حملہ آور ہونے کے لئے کہے گا۔ میرے باپ کا اندازہ ہے کہ اس کا چھوٹا لشکر امیر عبدالرحمٰن کے لشکر پر حملہ آور ہو گا تو آپ اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں آئیں گے اور کوہستانی سلسلوں کے درّوں سے ہوتے ہوئے میرے باپ کے پڑاؤں پر حملہ آور ہو جائیں گے۔

میں آپ سے اس موقع پر گزارش کروں گی کہ اگر ایسے حالات آپ کو درپیش ہوں تو اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں آ کر کوہستانی سلسلے کے اندر داخل نہ ہوں۔ اس لئے کہ میرے باپ نے فیصلہ کر لیا ہے کہ لشکر کا بڑا حصہ اپنے پاس رکھے گا۔ اس کو بھی دو حصوں میں تقسیم کرے گا ایک کو درّوں کے دائیں جانب دوسرے کو بائیں جانب۔ چھوٹا حصہ ایک لشکر پڑاؤ میں بھی رکھے گا۔

درّوں پر جو محافظ دستے ہیں ان کو بھی ہٹا دے گا تاکہ آپ بغیر کسی مزاحمت کے درّوں سے ہوتے ہوئے وادی میں داخل ہو جائیں۔ اسکے بعد ایک طرف سے میرا باپ، ایک طرف سے میرا بھائی اپنے اپنے حصوں کے لشکر کے ساتھ اس وقت آپ پر حملہ آور ہوں گے جب آپ کے لشکر کا زیادہ حصہ وادی میں داخل ہو چکا ہو گا اس طرح میرا باپ اور بھائی آپ کے لشکر کے پشتی حصے کا خاتمہ کر دیں گے۔ اتنی دیر تک پیچھے کی طرف سے وہ لشکر جو پڑاؤ میں ہو گا وہ بھی نکل کھڑا ہوا گا او آپ پر حملہ آور

ہو گا اس طرح میرا باپ چاہتا ہے کہ آپ کو اس وادی میں گھیر لیا جائے گا۔ جب آپ اس وادی میں داخل ہو جائیں گے تو آپ اس وادی میں داخل ہو جائیں گے تو آپ کے لشکر کے پچھلے حصے کا خاتمہ کر کے درّوں کی مکمل طور پر ناکہ بندی کر دی جائے گی آپ کو بھاگنے نہیں دیا جائے گا اور آپ کو زندہ گرفتار کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

میرے باپ کا یہ بھی ارادہ ہے کہ جب ایسا ہو جائے گا یعنی وہ آپ کو گرفتار لے گا تب وادی کے اندر بگل بجائے جائیں گے اور ان بگلوں کی آوازیں سن کر وہ لشکر جو اس وقت امیر عبدالرحمٰن الثالث سے برسر پیکار ہو گا وہ بھی پلٹے گا اور اپنا آ بچاتا ہوا کوہستانی سلسلے کے اندر اپنے پڑاؤ میں لوٹ آئے گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد قرسینا رکی کچھ سوچا پھر دوبارہ احمد بن یعلیٰ کو مخاط کرتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔ ''امیر! اس سے پہلے میرا باپ آپ کا حد مداح تھ میرے بھائیوں، میری دونوں ماؤں کے سامنے اکثر و بیشتر وہ کہا کرتا تھا کہ ا عبدالرحمٰن الثالث کا سالار احمد بن یعلیٰ ایسا عمدہ تیغ زن اور حرب وضرب کا ماہر ہے میرا دل چاہتا ہے کہ وہ تیغ زنی کا مقابلہ کرتا رہے اور میں دیکھتا رہوں۔

ان دنوں جب میں آپ کا سر طلب کرنے کی غلطی کر رہی تھی ان دنوں میرا با مجھ سے اکثر کہتا تھا کہ ایسے تیغ زن کا سر طلب نہیں کیا جاتا بلکہ اسے اپنے پاس بلا اسے عزت اور وقار دینا چاہیے۔ کئی مواقع پر اس نے اپنی خواہش کا اظہار بھی کیا کہ آپ کو اپنے لشکریوں کا نا صرف سپہ سالار مقرر کرے گا بلکہ وہ یہ بھی پسند کرے گا آپ اس کے لشکریوں کو حرب وضرب کی تربیت دیں۔ اب کیونکہ اس کے یہ سار خواب آپ نے کرچی کرچی اور چکنا چور کر دیئے ہیں اس بنا پر اب وہ آپ کے خلا انتقامی ہو چکا ہے اور اس نے اگر آپ کو گرفتار کر لیا تو وہ آپ کو بڑے سخت اور نا ناک عذاب سے گزارے گا۔''

قرسینا جب خاموش ہوئی تب بڑے غور سے قرسینا کی رف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ ''کیا تمہارا باپ اس قدر ہی ساری حدود کو پھلانگتے ہوئے میرے خلا انتقامی ہو چکا ہے ..... کیا اس نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ میں نے دو بار اس کی خوبصورت اور اکلوتی بیٹی پر قابو پایا لیکن میں نے اسے کوئی گزند یا نقصان نہیں ..... کیا اس نے کبھی اپنے گریبان میں جھانک کر یہ نہیں سوچا کہ جس طرح اس کی کو گرفتار کر کے ہم اپنے علاقے میں لے گئے تھے اگر واپس نہ کرتے تو پھر اس پر کیا گزرتی ..... کیا یہ ہماری شرافت، ہماری دیانت داری نہیں کہ اس کی بیٹی کو ہم نے ایک انتہائی قیمتی امانت سمجھ کر نہ صرف اسے واپس کیا بلکہ اس کا جو اثاثہ تھا وہ بھی پورے کا پورا واپس کر دیا ..... کیا رومیر اتنا ہی بداخلاق ہو چکا ہے کہ وہ دوسروں کے اخلاق اور کردار سے سبق نہیں سیکھتا.....؟''

احمد جب خاموش ہوا تب قرسینا پھر بول اٹھی۔ ''وہ آپ کی شجاعت، آپ کی دلیری، آپ کی دیانت داری اور ایمانداری کا قائل ہے۔ اسی بنا پر آپ کو اپنے پاس بلانا چاہتا تھا ..... آپ کے انکار ہی کی وجہ سے وہ انتقامی ہوا ہے ..... امیر محترم! آپ کی شجاعت، آپ کی جرأت مندی، آپ کی ایمانداری اور دیانتداری نے ہی مجھے بھی اسیر کیا ..... آپ کی شجاعت اور آپ کی تیغ زنی کی میں اس وقت ہی قائل ہو چکی تھی جب آپ نے ایک انفرادی مقابلے میں تین بہترین تیغ زنوں کو موت کی گہری نیند سلا دیا تھا ..... اس وقت مجھے جو آپ سے نفرت تھی وہ اس طرح ڈھل گئی جس طرح تیز پانی کے سامنے مٹی بہہ جاتی ہے۔ اس کے بعد جب آپ مجھے گرفتار کر کے اپنے علاقوں میں لے گئے تو وہاں آپ نے میری عزت افزائی کی، بڑے عمدہ اخلاق کے ساتھ میرے ساتھ پیش آئے، میرا سامان بھی میرے حوالے کیا، میرا گھوڑا بھی مجھے دیا اور مجھے عزت کے ساتھ رخصت کیا تب امیر وہ ہمدردی جو مجھے آپ سے اپنے تین تیغ زنوں کے مات کھا جانے پر ہوئی تھی وہی ہمدردی آپ کے عمدہ اخلاق کی وجہ سے آپ کے ساتھ میری محبت میں تبدیل ہو گئی۔''

یہاں تک کہنے کے بعد قرسینا جب خاموش ہوئی تب لمحہ بھر کے لئے احمد نے غور سے اس کی طرف دیکھا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''یہ جو تم نے مجھ پر نیا انکشاف کیا ہے آنے والی شب کو تمہارا باپ ہمارے ساتھ نیا کھیل کھیلنے کی کوشش کرے گا ..... ہم پر حملہ آور ہو کر ہمیں چکمہ دے گا اور مجھے کوہستانی سلسلوں کے اندر گھسنے کا موقع دے گا اور مجھے گرفتار کرے گا ..... اگر تمہاری کی ہوئی یہ ساری اطلاع غلط ثابت ہوئیں تب.....؟''

قرسینا نے تیز نگاہوں سے احمد کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔ ''امیر! جو اطلاع میں نے آپ کو دی ہے اگر غلط ہوئی تو میں آپ کے خیمے میں آؤں گی اور اپنی گردن خم کر

دوں گی اور آپ سے کہوں گی کہ آپ اپنی تلوار اٹھائیں اور میری گردن کاٹ دیں اس لئے کہ میں نے آپ کو دھوکہ اور فریب دیا ہے۔ پر امیر یہ بھی یاد رکھیں ..... اگر میری دی ہوئی یہ اطلاع سچ ثابت ہوئی پھر.....؟''

اس موقع پر احمد نے تیز نگاہوں سے قرسینا کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔ ''اگر تمہاری فراہم کردہ اطلاع سچ ثابت ہوئی تو میں اس سے دو نتیجے اخذ کروں گا اس کے بعد جائزہ لوں گا کہ مجھے ان دو میں سے کس نتیجے پر پہنچنا چاہیے۔''

قرسینا نے پریشانی کے عالم میں احمد کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔ ''کیسے اور کون سے دو نتیجے.....؟''

اس پر احمد کہنے لگا۔ ''پہلا نتیجہ جو میں اخذ کروں گا وہ کچھ یوں ہو گا کہ اپنی دور ترغیبات میں ناکامی حاصل کرنے کے بعد تمہارے باپ نے تمہیں نفیس نفیس میری طرف روانہ کیا تاکہ تم ان ترغیبات سے قطعی طور پر لاتعلقی کا اظہار کرتے ہوئے ایک طرح سے میری ہمدردی اور حمایت حاصل کرنے کی کوشش کرو اس طرح چند مزید ایسی ہی ملاقاتوں کے بعد تم مجھے اپنے شیشے میں اتارنے میں کامیابی حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ دوسرا نتیجہ تمہاری اس ملاقات، تمہاری اس گفتگو سے یہ اخذ کروں گا کہ تمہارے باپ نے تمہیں اس حملے کے پورے منصوبے سے آگاہ کیا ہو گا اور یہ بھی ہدایت کی ہو گی کہ جب اپنے باپ کا یہ منصوبہ تم میرے سامنے فاش کرو گی ار آنے والی رات کو ایسا ہی ہو گا جیسا تم نے کہا ہے تو ایسا کر کے تم میرا اعتماد حاصل کرنا چاہتی ہو تاکہ اسی اعتبار اور اعتماد کو استعمال کرتے ہوئے آنے والے دور میں تم اور تمہارا باپ مجھے یا تو اپنے ساتھ ملا سکو یا مجھے نقصان پہنچاتے ہوئے میرا خاتمہ کر سکو۔

بی بی! میں یہ نتیجے اس لئے اخذ کر رہا ہوں کہ جب میری تمہاری پہلی ملاقات ہوئی تھی تو اس وقت میں نے تم سے کوئی زیادتی نہیں کی تھی جو زیادتی تم نے اور تمہارے پاسبانوں نے کی تھی۔ میں تیر دینے کے لئے تیار تھا لیکن تم لوگ میرا پورا تیروں بھرا ترکش مانگتے تھے اور میں ایسا نہیں کر سکتا تھا ..... اس بنا پر مجھے اپنے گھوڑے سے جست لگا کر تمہارے پیچھے بیٹھنا پڑا اور یوں میں اپنی جان بچانے میں کامیاب ہوا۔ بی بی! میں نے کوئی گناہ نہیں کیا تھا ..... اپنی جان بچائی تھی اور تمہیں نقصان پہنچائے بغیر ایسا کیا تھا اور پھر میں نے تمہیں بڑی حفاظت کے ساتھ راستے میں ایک

کوہستانی سلسلے کے قریب اس جگہ گھڑے سے اتار دیا جہاں پر بھری مٹی کا ایک ڈھیر لگا تھا تاکہ زمین پر گرتے ہوئے تمہیں چوٹ نہ آئے

اس کے باوجود تم نے اور تمہارے باپ نے مختلف تیغ زنوں کا انتخاب کیا تاکہ وہ میرے ساتھ انفرادی مقابلہ کریں اور میرا سر قلم کر دیں۔ بی بی! ایسا تم نے اس سلوک کی وجہ سے نہیں کیا تھا جو میں نے تم سے روا رکھا تھا اس لئے جو سلوک تم نے اور تمہارے پاسبانوں نے مجھ سے روا رکھا وہ تو اس سے بھی بدتر تھا ایسا تم نے صرف اپنے مال و زر، اپنے جواہرات، اپنے سنہری سکوں کی بنا پر کیا تھا جو تمہارے گھوڑے کی زین سے بندھی ہوئی خرجینوں میں تھے حالانکہ جس وقت میں نے تمہیں اٹھا کر اپنی جان بچائی تھی اس وقت مجھے یہ خبر نہ تھی کہ ان خرجینوں میں اس قدر مال و دولت ہے۔ بی بی! تم جیسی وہ لڑکیاں جو اپنی قیمتی اشیاء کے لئے دوسرے کا سر مانگ سکتی ہیں ان پر اعتماد اور بھروسہ کرتے وقت انتہائی احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ میرے خیال میں اب تم جاؤ ..... تمہارا باپ بے چینی سے تمہارا انتظار کر رہا ہو گا کہ میری بیٹی دیکھو اب اس ملاقات کا کیا نتیجہ آ کر سناتی ہے۔''

احمد بن یعلیٰ جب خاموش ہوا تب قرسینا نے بڑی بے بسی اور لاچارگی میں اس کی طرف دیکھا۔ اس موقع پر اس کی آنکھوں میں رحم کی طلب اور ایک عجیب شکوؤں بھرا تاثر تھا پھر قرسینا اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی۔

''امیر! آپ نے میری اس ملاقات کا تاثر ہی غلط لیا ہے ..... یہ میری بدقسمتی ہے کہ میں جس مقصد کے لئے آئی تھی اس مقصد میں میں کامیاب نہ ہو سکی اور میں آپ کو آپ کی محبت کا یقین نہیں دلا سکی۔''

احمد نے قرسینا کے ان الفاظ کا کوئی جواب نہ دیا۔ خیمے سے وہ باہر نکلا وہ مسلح جوانوں کو اس نے حکم دیا کہ قرسینا کو پڑاؤ سے ذرا باہر تک بحفظات چھوڑ کر آئیں۔ اس کے ساتھ ہی وہ دونوں مسلح جوان قرسینا کو اپنے ساتھ لے گئے تھے۔

قرسینا جب اپنے پڑاؤ میں داخل ہوئی تو اس وقت اس کا باپ رومیر اور دونوں بھائی اورڈینو اور شانجہ اپنے پڑاؤ کے ارد گرد گھومتے ہوئے اپنے لشکریوں کی آسائش کے انتظامات کا جائزہ لے رہے تھے۔ تینوں نے قرسینا کو آتے ہوئے دیکھ لیا تھا لہٰذا وہ ایک جگہ رک گئے۔ قرسینا کی نظر بھی ان پر پڑ گئی تھی لہٰذا اپنے گھوڑے کو دوڑاتی ہوئی

وہ ان کی طرف گئی۔ قریب آ کر وہ اپنے گھوڑے سے اتری۔ رومیر اس موقع پر اس کے قریب گیا، دایاں ہاتھ آگے بڑھا کر قرسینا کو اس نے اپنے ساتھ لپٹا لیا پھر بڑی چاہت اور محبت میں پوچھنے لگا۔

''بیٹی! جس کام کے لئے تم گئی تھی اس کا کیا بنا.....؟''

رومیر کے اس استفسار پر دکھ بھرے انداز میں قرسینا کہنے لگی۔ ''اے میرے باپ! اس سلسلے میں مجھے کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوئی ..... احمد بن یعلیٰ جیسے لوگ بارش کی ہنسی، ہریالی کی مسکراہٹ جیسے خوش کن، دوستی سے مہربان، نیکی سے بارآور اور رفاقت سے خوش کن تو ضرور ہوتے ہیں لیکن جب شک ایسے لوگوں کے ذہن پر تاریکی کی طرح پھیل جاتا ہے تو پھر وہ اجالوں کے زمزموں اور قہقہوں کے چراغوں تک کو وقت کی آنکھ سے گرا آنسو اور موت کی کھلی آغوش سے بھاگا لمحہ سمجھ کر فراموش کر دیتے ہیں۔ بابا! ایسے نوجوان تلاطم کے پرسکون ساحلوں کے نشیب آندھیوں کے قائد اور شمعوں کے پاسبان تو بن سکتے ہیں، بے اعتمادی کے رفیق شک و شبہ کے انیس نہیں بنتے۔

بابا! وہ میری ذات کو بالکل مشکوک اور ناقابل یقین خیال کرتا ہے۔ میں نے بڑے خوش کن ماحول میں اس سے بات کی، اسے اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی، میں آپ سے جھوٹ نہیں بولوں گی اسے اپنی طرف مائل کرنے کے لئے جہاں میں نے اپنی خوبصورت اور حسن و جمال کو استعمال کیا وہاں اپنے جسم کے زاویوں کے پیچ و خم کو بھی حرکت میں لائی لیکن اے میرے باپ اس کے سامنے کوئی بات بنتی نہیں ہے۔

مجھ سے شروع میں جو اس کا سرطلب کرنے کی غلطی ہوئی تھی وہ غلطی ایک طوفان بن کر اس کے ذہن میں چھائی ہوئی ہے اور وہ کسی بھی صورت مجھ پر اعتماد اور بھروسہ کرنے کے لئے تیار نہیں ..... میں نے اسے بڑا سمجھایا، اسے اپنے شیشے اعتماد میں اتارنے کی انتہائی کوشش کی لیکن میں ایسا کرنے میں ناکام ہوئی ہوں۔''

لمحہ بھر کے لئے رومیر اداس اور افسردہ ہو گیا تھا پھر قرسینا کا شانہ اس نے تھپتھپایا اور کہنے لگا۔

''اس میں فکرمند اور پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے..... تو جا خیمے میں جا کر آرام کر..... میں اور تیرے دونوں بھائی ذرا لشکر گاہ کا جائزہ لیتے ہیں۔''

اس کے ساتھ ہی رومیر، اورڈینو اور شانجہ کے ساتھ ایک طرف بڑھ گیا تھا جبکہ قرسینا گھوڑے پر سوار نہیں ہوئی، گھوڑے کی باگ پکڑ کر وہ اپنے خیمے کی طرف ہو لی تھی۔

لیون کے قصر میں ایک روز قرسینا کی ماں لیسانہ اپنی خواب گاہ میں اکیلی بیٹھی ہوئی تھی کہ اس کمرے میں رمیر کی دوسری بیوی یوراکہ داخل ہوئی۔ آگے بڑھ کر وہ لیسانہ کے پہلو میں بیٹھ گئی کچھ دیر خاموشی رہی پھر لیسانہ کی طرف دیکھتے ہوئے یوراکہ کہنے لگی۔

''چند دن پہلے میری بہن میں نے تم سے ایک کام کہا تھا۔''

استفہامیہ سے انداز میں لیسانہ نے یوراکہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔ ''اورڈینو اور قرسینا کے رشتے سے متعلق.....؟''

جواب میں یوراکہ مسکرائی، پہلے اس نے اثبات میں گردن ہلائی پھر دھیمے سے لہجے میں کہنے لگی۔

''ہاں..... کیا اس سلسلے میں تم نے قرسینا سے بات کی.....؟''

لمحہ بھر کے لئے لیسانہ کہیں کھو گئی تھی پھر یوراکہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''یوراکہ میری بہن! میں نے اس سلسلے میں قرسینا سے بات کی تھی وہ اورڈینو سے شادی کرنے کے لئے قطعی طور پر تیار نہیں ہے.....''

لیسانہ کو رک جانا پڑا اس لئے کہ بیچ میں یوراکہ بول اٹھی، کہنے لگی۔ ''اس سے شادی نہ کرنے کی آخر اس نے وجہ بھی کہی ہوگی۔''

''وہ کہتی ہے اول تو اورڈینو مجھے پسند ہی نہیں ہے دوسرے لوگ اسے اورڈینو خبیث کہہ کر مخاطب کرتے ہیں لہٰذا میں ایسے شخص کے ساتھ ہرگز شادی نہیں کروں گی۔''

لمحہ بھر کے لئے خاموشی رہی پھر اداس سے لہجے میں یوراکہ نے پوچھ لیا۔ ''کیا وہ کسی اور کو پسند کرتی ہے ..... کسی اور کو اپنی زندگی کا ساتھی چن چکی ہے.....؟''

لیسانہ کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا کہنے لگی۔ ''تمہارا اندازہ درست ہے ..... وہ کسی اور سے محبت کرتی ہے.....''

''کون ہے وہ.....'' یوراکہ نے غور سے لیسانہ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا

تھا۔

''میں نے اس سے پوچھا کہ وہ کون ہے لیکن میں جان نہ سکی کہ وہ کس سے محبت کرتی ہے ..... اس سلسلے میں میں نے اس سے دو تین سوال بھی کیے ..... میں نے اس سے یہ پوچھا کہ وہ جسے پسند کرتی ہے کیا اس کا تعلق لیون کی سلطنت سے ہے اس نے انکار کر دیا ..... میں نے اس سے پوچھا کیا اس کا تعلق ہماری سلطنت سے ہے اس نے انکار کر دیا ..... میں نے اس سے پوچھا کیا اس کا تعلق ہماری سلطنت کے جنوب سے ہے یا شمال سے اس کا وہ جواب دینا ہی چاہتی تھی کہ اسی لمحہ قاصد آ گئے جنہوں نے رومیر کی شکست کی خبر دی اور شانجہ اور قرسینا کو طلب کیے جانے کی اطلاع کر دی۔ اس پر میں کھل کر قرسینا سے بات نہ کر سکی اور وہ شانجہ کے ساتھ لشکر لے کر چلی گئی۔''

یہاں تک کہنے کے بعد تھوڑی دیر کے لئے لیسانہ رکی پھر یوراکہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ ''میری بہن! تو قرسینا کے ردعمل کا برا نہ ماننا.....''

یوراکہ نے اپنے لبوں پر مسکراہٹ بکھیر لی کہنے لگی۔ 'دمیں اس کے اس جواب کا کیوں بر مانوں گی ..... اورڈینو اگر میرا بھانجا ہے تو قرسینا میری بیٹی ہے..... قرسنا کے ہر فیصلے کو ترجیح دی جائے گی ..... اگر وہ کسی سے محبت کرتی ہے تو اسی کے ساتھ اسے بیاہ دیا جائے گا ..... ہم اپنی بیٹی کو خوش دیکھنا چاہتے ہیں ..... اسے زندگی بھر کے کرب اور عذاب میں ڈالنا نہیں چاہتے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد یراکہ رکی کچھ سوچا پھر دوبارہ لیسانہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ ''میری بہن! اگر میں اپنے بیٹے شانجہ کے لئے اپنی بڑی بہن الویرہ اور افونش کی بیٹی انجلینا کا انتخاب کروں تو اس سلسلے میں تمہارے کیا تاثرات ہوں گے۔''

لیسانہ نے جواب میں کچھ سوچا پھر کہنے لگی۔ ''میرے تاثرات کچھ بھی نہیں ہوں گے ..... پہلی بات تو سامنے یہ رکھی جائے گی کہ پہلے اس سلسلے میں انجلینا سے بات کی جائے ..... اگر انجلینا اس سلسلے میں ہامی بھر لے تو میرے خیال میں یہ رشتہ طے ہو جانا چاہیے۔''

کچھ دیر خاموشی رہی اس کے بعد یوراکہ نے لیسانہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔ ''میری بہن! تم کیا سمجھتی ہو کہ اورڈینو اور انجلینا دونوں بہن بھائیوں کو بلبونہ سے

یہاں لیون میں بلا لینا چاہیے یا .....''

اس سوال پر چونکنے کے انداز میں لیسانہ نے یوراکہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔ ''ایسا کرنے سے بڑے اندیشے، بڑے خطرے اٹھ سکتے ہیں۔ یوراکہ میری بہن! جس طرح رومیر میرا شوہر ہے ویسے ہی تمہارا بھی شوہر ہے ..... جس طرح میں اس کے مزاج سے واقف ہوں ایسے ہی تم بھی اس کے مزاج سے آگاہ ہو ..... رومیر نے اپنے بڑے بھائی افونش اور دیگر چچا زاد بھائیوں کو اندھا کر کے زندان میں ڈال رکھا ہے ..... اورڈینو اور انجلینا دونوں بہن بھائی یہاں آئیں گے تو یقیناً زندان میں بند اپنے باپ سے ملنے کی خواہش کا اظہار کریں گے ..... اگر وہ زندان میں اپنے باپ سے ملتے ہیں، اس کی حالت دیکھتے ہیں تو پہلے یہ سوچو ان کے دل میں رومیر کے خلاف کیا کیا خیالات جنم نہ لیں گے ..... وہ اپنے چچا رومیر کے خلاف بھی ہو سکتے ہیں ..... اس سے نفرت بھی کر سکتے ہیں اور اگر بات آگے بڑھی تو موقع ملنے پر رومیر سے اپنے باپ کا انتقام بھی لے سکتے ہیں ..... رومیر نے اپنے بھائی افونش کو اندھا کر کے حکومت پر اپنی گرفت کی ..... ایسا اس نے صرف تاج و تخت پر گرفت حاصل کرنے کے لئے کیا گویا ہمارے ہاں رشتوں کی کوئی فوقیت اور اہمیت نہیں ہے۔

اگر یہی قدم کسی موقع پر اورڈینو نے بھی اٹھا لیا یہاں رہتے ہوئے مختلف امراء کو اپنے ساتھ ملانے کے بعد کسی روز اس نے رمیر کے خلاف بغاوت کر دی اور حالات ایسے پیدا کر دیئے کہ اس نے رومیر کو اپنے سامنے بے بس کر لیا تو یاد رکھنا جس طرح رومیر نے اس کے باپ افونش کی آنکھوں میں سلائیاں پھیر کر بینائی سے محروم کیا ہے اسی طرح اورڈینو، رومیر کی آنکھوں میں سلائیاں پھیر کر اسے ہمیشہ کے لئے اندھا کر دے گا اور اسے زندان میں ڈال دے گا۔

اگر ایسا ہو گیا تو یوراکہ میری بہن! تم تو اس ردعمل سے بچ جاؤ گی اس لئے کہ تم اورڈینو اور انجلینا کی خالہ ہو ..... تمہارے ساتھ اس رشتے کا احترام کرتے ہوئے وہ تمہارے خلاف کوئی انتقامی کارروائی نہیں کریں گے لیکن مجھے میری بیٹی قرسینا اور میرے بیٹے اورڈینو کو ہر صورت میں وہ انتقامی کارروائیوں کا نشانہ بنائیں گے اور ہو سکتا ہے جس طرح رومیر نے افونش کو اندھا کر کے زندان می ڈالا اور اس کے بعد اپنے چچا زاد بھائیوں کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا۔ رومیر کے بعد ہم تینوں ماں بیٹی اور

بیٹے کے ساتھ اورڈینو بھی شاید ایسا ہی کر گزرے ..... کیا ان حالات کو جنم دینے کے لئے تم پسند کرو گی کہ انجلینا اور اورڈینو کو یہاں بلایا جائے.....؟''

لیسانہ کے اس سوال کا جواب یوراکہ دینا ہی چاہتی تھی کہ لیسانہ پھر بول پڑی۔

'دیوراکہ میری بہن! تمہارے اس سوال کے جواب ایک اور پہلو بھی ہے ..... اگر اورڈینو اور انجلینا دونوں یہاں آ جاتے ہیں تو جہاں حالات کو دیکھتے ہوئے وہ رمیر کے خلاف بغاوت اور سرکشی کر سکتے ہیں وہاں ان کے رویے اور اپنے باپ کو دیکھنے کے بعد ان کے اندر جو تبدیلی پیدا ہو گی اسے دیکھتے ہوئے رومیر کہیں دونوں بہن بھائیوں کے خلاف بھی کارروائی کرنے کا ارادہ نہ کر لے ..... ان سب اندیشوں کو سامنے رکھتے ہوئے میں تمہیں مخلصانہ مشورہ دوں گی کہ اورڈینو اور انجلینا کو یہاں نہیں آنا چاہیے۔

یوراکہ میں تم پر یہ بھی انکشاف کروں کہ قرسینا اس سلسلے میں اپنے باپ کے پیچھے پڑی ہوئی تھی کہ وہ اورڈینو اور انجلینا کو یہاں لانا چاہتی ہے ..... انجلینا کو وہ اپنی سگی بہنوں کی طرح چاہتی ہے اور اس کے لئے کڑھتی رہتی ہے ..... اس نے اپنے باپ سے یہ بھی عہد لیا تھا کہ اورڈینو اور انجلینا اگر یہاں آتے ہیں تو رومیر ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کرے گا لیکن اس پر اعتماد اور بھروسہ نہیں کیا جا سکتا ..... کسی وقت بھی حالات میں تبدیلی آ سکتی ہے اور رومیر کے خلاف اورڈینو اور انجلینا یا اورڈینو اور انجلینا کے خلاف رومیر بڑی خطرناک کارروائی کر سکتا ہے۔ اس بنا پر میں اورڈینو اور انجلینا کے یہاں آنے کے حق میں نہیں ہوں ..... آگے جو میری بہن تم آخری فیصلہ کرو گی میں اس سے اتفاق کروں گی۔''

لیسانہ جب خاموش ہوئی تب یوراکہ فیصلہ کن انداز میں بولی کہنے لگی۔ ''میری بہن! جو کچھ تم نے کہا ہے یہی درست اور آخری ہے ..... اسی پر عمل کیا جائے گا۔''

اس کے ساتھ ہی یوراکہ چپ چاپ وہاں سے اٹھی اور لیسانہ کے کمرے سے نکل گئی تھی۔

قرسینا سے ملاقات کے بعد جب اگلے روز سورج کافی چڑھ آیا تب احمد بن یعلیٰ نے لشکر کی دیکھ بھال اپنے نائب محمد بن حسین کے سپرد کی اور خود اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اسے امیر عبدالرحمٰن الثالث کے لشکر کی طرف سرپٹ دوڑا دیا تھا۔

امیر کے لشکر میں داخل ہونے کے بعد احمد بن یعلیٰ سیدھا عبدالرحمٰن کے خیمے کی طرف گیا۔ عبدالرحمٰن اس وقت اپنے خیمے سے نکل کر کسی کام کے سلسلے میں اپنی لشکر گاہ کی طرف جانے لگا تھا کہ احمد بن یعلیٰ کو دیکھتے ہوئے اپنے خیمے کے دروازے پر رک گیا۔ احمد اپنے گھوڑے سے اترا، تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا جب عبدالرحمٰن کی طرف بڑھا تو اس موقع پر عبدالرحمٰن اسے بڑی پریشانی اور فکرمندی کے عالم میں دیکھ رہا تھا۔ احمد بن یعلیٰ اس کے قریب گیا تب عبدالرحمٰن فکرمندی آواز میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تمہارا اس طرح میرے پاس آنا کسی علت کے بغیر نہیں اور تمہارا چہرہ بتاتا ہے کہ کوئی غیر معمولی حادثہ پیش آیا ہے۔''

اس پر احمد بن یعلیٰ کہنے لگا۔ ''امیر آپ فکرمند نہ ہوں ..... ذرا اپنے خیمے میں چلیں، میں ایک انتہائی اہم موضوع پر آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔''

عبدالرحمٰن ابھی تک فکرمند ہی تھا تاہم وہ مڑا، اپنے خیمے میں داخل ہوا۔ اس کے پیچھے پیچھے احمد بھی خیمے میں داخل ہوا۔ دونوں جب نشستوں پر بیٹھ گئے تب عبدالرحمٰن نے ایک لمبا سانس لیا اور کہنے لگا۔

''بتا بیٹے کیا معاملہ ہے.....؟''

احمد نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری پھر اس نے تفصیل کے ساتھ دوبارہ رومیر نے ترغیب دینے کے لئے جو اپنا نمائندہ بھجوایا تھا اور اس کے بعد تیسری بار اس کی بیٹی قرسینا جو اس کے پاس گئی تھی اس کی پوری تفصیل امیر عبدالرحمٰن سے کہہ دی تھی۔

یہ سب کچھ جاننے کے بعد عبدالرحمٰن کچھ دیر تک مسکراتا رہا، فخریہ اور توصیفی انداز میں احمد بن یعلیٰ کی طرف بھی دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

''یعلیٰ کے بیٹے! مجھے فخر ہے کہ میرے ایک سالار کو رومیر اور اس کے اہل خانہ اس قدر اہمیت دینے لگے ہیں ..... بیٹے! تم نے رومیر کی ترغیبات کو رد کر کے ثابت کر دیا ہے کہ ایک مجاہد، ایک دین دار، ایک فرض شناس شخص کے سامنے اعلیٰ منصب دولت کے انبار اور حسن و جمال کے متحرک سائے کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ ابن یعلیٰ! پہلے تو میں تمہارے اس ضبط، تمہارے اس عمل، تمہارے اس فیصلے اور تمہاری اس بردباری اور متانت کو سلام پیش کرتا ہوں اس کے بعد میں تم سے یہ کہنا بھی پسند کروں گا کہ قرسینا کے معاملے میں کچھ سوچ و بچار سے کام لینا چاہیے۔ اس پر بالکل ہی بداعتمادی کا اظہار نہیں کر دینا چاہیے ہو سکتا ہے وہ پہلے تمہارے سر کی طالب ہو بعد میں اسے غلطی کا احساس ہوا ہو اور اب وہ واقعی خلوصِ دل سے تمہیں چاہنے لگی ہو۔ اگر حقیقت میں ایسا ہے تو میرے خیال میں ایسی لڑکی کی دل شکنی نہیں ہونی چاہیے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد عبدالرحمٰن رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔ ''بہرحال اس پر ہمیں آنکھیں بند کر کے اندھا اعتماد بھی نہیں کرنا چاہیے۔ پہلے اس کی کارگزاری اور اس کے رویے کو دیکھتے ہیں پھر اس سے متعلق فیصلہ کریں گے کہ ہم نے کیا کرنا ہے۔''

عبدالرحمٰن رکا کچھ سوچا پھر دوبارہ احمد بن یعلیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔ ''بیٹے! یہ جو قرسینا نے آنے والی شب کو رومیر کے حملے کے متعلق تمہیں اطلاع دی ہے تو اس کے متعلق تمہارے کیا خیالات ہیں.....؟''

جواب میں احمد نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔ ''امیر محترم! جب اس موضوع پر قرسینا میرے ساتھ گفتگو کر رہی تھی میں نے اس کے چہرے، اس کی آنکھوں کا بغور جائزہ لیا تھا ..... مجھے اس کے چہرے پر جھوٹ اور آنکھوں میں دغا اور فریب کی پرچھائیاں کہیں دکھائی نہیں دی تھیں۔ اس موقع پر امیر میں یہ بھی نہیں کہتا کہ جو کچھ اس نے کہا ہے وہ سچ ہے اور ایسا ہو کر رہے گا لیکن جو کچھ اس نے کہا ہے اس کے تحت ہمیں اپنے آپ کو تیار رکھنا ہوگا۔''

احمد کے خاموش ہونے پر عبدالرحمٰن بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے

''اس سلسلے میں تم کیا مشورہ دیتے ہو۔''

''امیر! جو کچھ قرسینا نے کہا ہے اسے سامنے رکھتے ہوئے ہمیں احتیاطی تدابیر تو کرنی ہوں گی۔ میرے خیال میں آج عشاء کے بعد آپ اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیجئے گا ..... لشکر کا ایک حصہ کوہستانی سلسلے کی دونوں جانب ایک نیم دائرے کی صورت میں پھیلا دیجئے گا ..... کوہستانی سلسلے سے نکل کر جو راستے اپنے پڑاؤ کی طرف آتے ہیں آپ کے لشکر کا ایک حصہ اس کے دائیں بائیں رات کے پہلے حصے ہی میں نکل جانا چاہیے ..... ساتھ ہی اپنے کچھ مسلح جوان اور طلایہ گر مقرر کر دینے چاہئیں تاکہ کوہستانی سلسلے سے نکل کر اگر کوئی بھی رومیر کا طلایہ گر اور مخبر ہمارے حالات جاننے کی کوشش کرتا ہے تو اسے موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔

لشکر کا جو حصہ راستے کے دائیں بائیں پھیلایا جائے گا احتیاط کی خاطر وہ سارے لشکری اپنے سامنے مٹی کے چھوٹے چھوٹے دمدمے بنا لیں تاکہ رومیر کے لشکری جب کوہستانی سلسلے سے نکل کر آپ کے پڑاؤ کی طرف بڑھیں تو انہیں گھات میں بیٹھے ہوئے ہمارے وہ لشکری دکھائی نہ دیں۔

اور جب رومیر کے جس لشکر نے آپ پر شب خون مارنا ہے وہ پورے کا پورا کوہستانی سلسلے سے نکل کر آپ کے پڑاؤ کی طرف آ جائے تب راستے کے دونوں جانب بیٹھے ہوئے لشکری پہلے ان پر تیر اندازی کریں جب وہ تیر اندازی کے باعث اپنے ساتھیوں کے مرنے کی وجہ سے اپنی کارروائی کو ادھورا چھوڑ کر پلٹنے کی کوشش کریں تو راستے کے دونوں جانب بیٹھے آپ کے لشکری فوراً اپنی جگہوں سے اٹھ کر ایک طرح سے ان کا گھیراؤ کرتے ہوئے ان پر حملہ آور ہو جائیں سامنے سے ان پر ضرب لگائیں اس طرح رومیر کے ان لشکریوں میں سے کسی کو بھی بچ کر واپس پڑاؤ میں جانا نصیب نہیں ہونا چاہیے۔

اب آپ کے حصے پر شب خون کی ابتدا کرنے کے بعد رومیر بڑی بے تابی اور بے چینی سے اس بات کا انتظار کرے گا کہ میں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ کوہستانی دروں سے ہوتا ہوا اس کے پڑاؤ پر حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی کروں گا اور وہ مجھے گھیر کر گرفتار کرنے کی کوشش کرے گا اس لئے وہ بڑا بے چین اور بے تاب رہے گا لیکن میں اپنے پڑاؤ کے اندر مستعد رہوں گا۔

امیر محترم! اس موقع پر میں بھی احتیاطی تدابیر کروں گا ہوسکتا ہے رومیر اپنے اس لائحے عمل میں کوئی تبدیلی کرے اور جب وہ دیکھے کہ اس کے لشکر کے ایک حصے نے آپ پر شب خون مارا ہے اور شب خون مارنے والوں کا خاتمہ کر دیا ہے تب وہ بدحواس ہو کر کوہستانی سلسلے سے نکلے اور مجھ پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے۔ اس کے اس حملے کو ناکام بنانے کے لئے جو احتیاطی تدابیر آپ کے لشکر میں کی جا رہی ہیں وہاں بھ میں ایسی ہی تدابیر اختیار کروں گا۔

آپ کے پاس سے جانے کے بعد جب سورج غروب ہو جائے گا تو عشاء کی نماز کے بعد میں ان راستوں کے دائیں بائیں گڑھے کھدوا دوں گا جو راستے کوہستانی سلسلے سے نکل کر میرے پڑاؤ کی طرف آتے ہیں ان گڑھوں کے اندر رات کے وقت میں اپنے لشکر کا ایک حصہ گھات میں بٹھا دوں گا اور ان کے پاس تیروں کے ڈھیر لگا دوں گا اور وہ اپنی کمانیں لیے مستعد رہیں گے۔

رومیر کو جب خبر ہوتی ہے کہ اس کے جس لشکر نے آپ پر شب خون مارا ہے وہ شب خون ناکام رہا ہے بلکہ آپ نے اس کے سارے لشکر کا خاتمہ کر دیا ہے تو رومیر اگر انتقامی کارروائی کرنے کے لئے میری طرف بڑھتا ہے تو میں بھی اس کی وہی حالت کروں گا جو آپ اس کے شب خون مارنے والے لشکر کی کریں گے۔

رومیر اگر اپنے لشکر کا کوئی حصہ لے کر میری طرف بڑھتا ہے یا اپنے کسی سالار کو ایسا کرنے کے لئے میری طرف روانہ کرتا ہے تو جب اس کے لشکر کا پورا حصہ کوہستانی سلسلے سے نکل کر میرے پڑاؤ کی طر بڑھے گا تب لشکری بھی ان پر تیر اندازی کریں گے جب وہ جانیں بچانے کے لئے بھاگنے کی کوشش کریں گے تو میرے لشکری دائیں بائیں سے اس پر ٹوپ پڑیں گے۔ سامنے سے میں ان پر حملہ آور ہو جاؤں گا اور مجھے امید ہے کہ اگر ایسا کوئی حملہ رومیر یا اس کے سالار کرنے کی کوشش کی تو حملہ آوروں میں سے کوئی بچ کر بھاگنے نہ پائے گا۔''

احمد بن یعلیٰ کی اس گفتگو سے عبدالرحمٰن خوش ہو گیا تھا کچھ دیر سوچتا رہا پھر توصیفی انداز میں احمد کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''احمد میرے بیٹے! اب تم اپنے لشکر کی طرف جاؤ جو لائحہ عمل ہم نے تیار کیا ہے اسے آخری شکل دینے کی کوشش کرو ..... میں بھی حرکت میں آتا ہوں اور اپنے اس منصوبے کو عملی صورت دیتا ہوں۔''

اس کے ساتھ ہی دونوں خیمے سے نکلے، امیر سے اجازت لے کر احمد اپنے گھوڑے پر سوار ہوا پھر اسے سرپٹ دوڑاتا ہوا وہ اپنے پڑاؤ کا رخ کر رہا تھا۔

✵

رات آہستہ آہستہ رینگتی ہوئی اپنی منزل سے قریب تر ہونے کی کوشش کر رہی تھی۔ رات اور اندھیروں کے نشے نے نفس نفس کے تموج، نظر نظر کے رقص اور رگ جان کے قالب میں نیند کے الماس و گوہر بھر کر رکھ دیئے تھے۔ گہری تاریک رات میں کہکشاں کے نواکی کرنیں اور مرگ کے سے گھٹاٹوپ اندھیرے ایک ہی آغوش سکون میں ہم جا ہو گئے تھے۔

اس اسرارِ خمستان اور سرمستی خابنا کی میں اچانک رومیر کے لشکر کا ایک حصہ جوشِ مبارزت کی آگ اور موت کے خوفناک کرب کی طرح کوہستانی سلسلوں سے نکلا، بڑی رازداری اور بڑی خاموشی کے ساتھ امیر عبدالرحمٰن کے لشکر پر شب خون مارنے کے لئے آگے بڑھا تھا۔

جب وہ پورے کا پورا لشکر کوہستانی سلسلے سے نکل کر ان میدانوں میں داخل ہو گیا جو کوہستانی سلسلوں اور امیر عبدالرحمٰن الثالث کے پڑاؤ کے درمیان تھے تب ایک انقلاب اچانک اٹھ کھڑا ہوا۔

دفعتہً ازسربستہ کے عرفان میں کن کی پراسرار صداؤں کی طرح ان گنت تیر فضاؤں کے اندر رقص کرنے لگے تھے۔ امیر عبدالرحمٰن کے وہ لشکری جو کوہستانی سلسلے سے نکلنے والے راستوں کے دائیں بائیں گھات میں بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے اس قدر تیزی سے تیر اندازی کی کہ فضاؤں کے اندر سائیں سائیں کی آوازیں سنائی دینے لگیں اور رومیر کے لشکری اس طرح زمین پر گرنے لگے جیسے تیز آندھیوں کے سامنے پکے ہوئے پھل درختوں سے زمین پر گرنے لگتے ہیں۔

یہ صورتحات رومیر کے اس لشکر کے لئے قطعی طور پر غیر متوقع تھی اس کے وہ سالار جو اس لشکر کی کمانداری کر رہے تھے وہ بوکھلا سے گئے تھے۔ انہوں نے جان لیا تھا کہ یہ جو ان کے دونوں طرف سے تیر اندازی شروع ہو چکی ہے تو اس کا مطلب ہے مسلمان ان کے شب خون سے واقف ہو چکے ہیں اور انہوں نے ان کے دائیں

بائیں گھات لگا کر ان کا خاتمہ کرنے کا تہیہ کر لیا ہے لہٰذا انہوں نے فوراً حملہ آور ہونے کے بجائے واپس کوہستانی سلسلے کی جانب جانے کا تہیہ کر لیا تھا۔

لیکن اب ایسا کرنا بھی ممکن نہ تھا اس لئے کہ عین اسی لمحہ سامنے کی طرف سے امیر عبدالرحمٰن اور دائیں بائیں سے وہ لشکری وہ گھاٹ میں بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے تیر اندازی ترک کر دی۔ اب وہ اپنی اپنی گھات سے نکلے اور رومیر کے اس لشکر کے مسلمان لشکریوں نے تینوں طرف سے حرماں نصیبی طاری کرتی ہجر کی کرب خیز شاموں اور پرآشوب زخم دیتے بخول دسرابوں کی طرح حملہ کر دیا تھا۔

سامنے اور دائیں بائیں سے مسلمان لشکری حملہ آور ہوتے ہوئے معجز اثر صداؤں میں سمندر کے خروش اور بلاخیزی کی طرح تکبیریں بھی بلند کرتے جا رہے تھے اور تکبیروں کی ان آوازوں نے رومیر کے لشکر کے اندر ایک خوف و ہراس بھر کر رکھ دیا تھا۔ وہ اپنی جانیں بچانے کے لئے پلٹے تھے اور ان کے جو ساتھی تیر اندازی کے باعث مارے گئے تھے ان کی لاشوں پر انہوں نے بھاگنا شروع کر دیا تھا لیکن انہیں بھاگ کر کوہستانی سلسلے کی جانب جانا نصیب نہ ہوا اس لئے کہ مسلمان لشکری تین اطراف سے ان پر حملہ آور ہو چکے تھے۔

تھوڑی دیر کے لئے کوہستانی سلسلے کے اس دامن میں شورِ قیامت برپا رہا پھر بڑی تیزی کے ساتھ مسلمان مجاہدوں نے رومیر کے ان لشکریوں پر عصاب کا نشار طاری کرتے ہوئے ان کی حالت خون میں لتھڑے درد کے شہر سے بھی بدتر بنانا شروع کر دی تھی۔

رومیر کے اس لشکر نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ کسی نہ کسی طرح اس تین طرفہ حملے سے بچ کر کوہستانی سلسلے میں داخل ہو جانے میں کامیاب ہو جائیں لیکن وہ ایسا نہ کر سکے۔ پشت کی طرف وہ جانا ہی نہیں چاہتے تھے اس لئے کہ پشت کی جانب سے خود امیر عبدالرحمٰن حملہ آور ہو چکا تھا۔ ان کے سامنے ایک ہی راستہ تھا کہ بڑی تیزی سے پلٹیں اور کوہستانی سلسلے میں داخل ہو جائیں لیکن اب صورت حال یکسر تبدیل ہو گئی تھی۔

امیر عبدالرحمٰن کے جو لشکری دائیں بائیں گھات میں بیٹھے ہوئے تھے وہ دونوں حصے کوہستانی سلسلے میں آپس میں مل گئے اور انہوں نے سامنے کی طرف سے رومیر کے لشکریوں پر زوردار حملے شروع کر دیئے تھے۔ اس طرح سامنے اور پشت کی طرف سے جان لیوا حملے ہوئے تب رومیر کے اس لشکر کا پوری طرح صفایا کر دیا گیا اور ان میں سے کوئی ایک لشکری بھی اپنی جان بچا کر واپس کوہستانی سلسلے میں داخل نہ ہو سکا تھا۔

دوسری طرف کوہستانی سلسلے کے اندر رومیر کی حالت عجیب بے چینی اور انتظار کی تھی۔ اسے دونوں لشکروں کے ٹکرانے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں لہٰذا اس نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ اس کے لشکر کے ایک حصے نے امیر عبدالرحمٰن کے لشکر پر شب خون مار دیا ہے اور اب وہ بڑی بے چینی سے اس انتظار میں تھا کہ اس شب خون کے نتیجے میں کب احمد بن یعلیٰ اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں آتا ہے اور کوہستانی سلسلوں کے دروں سے ہوتا ہوا اس وادی میں اترنے کی کوشش کرتا ہے جس کے اندر رومیر کا پڑاؤ تھا۔

اپنے طے شدہ منصوبے کے مطابق رومیر نے اپنے حصے کے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کے بعد درّے کے دائیں بائیں پھیلا بھی دیا تھا تاکہ جونہی احمد بن یعلیٰ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ اس وادی میں داخل ہونے کی کوشش کرے۔ دھوکہ دہی اور فریب کا جال پھینک کر اسے گرفتار کرنے کی کوشش کی جائے۔ وہاں مہربان و ستر پوش قدرت کچھ اور ہی فیصلے کر چکی تھی۔ امیر عبدالرحمٰن کے لشکر پر شب خون مارنے والے رومیر کے لشکر کا مکمل طور پر خاتمہ بھی کر دیا گیا۔ میدان جنگ میں مکمل طور پر خاموشی بھی طاری ہو گئی اس کے باوجود رومیر انتظار اور اس امید میں تھا کہ احمد بن یعلیٰ جونہی اپنی کارروائی کرنے کے لئے کوہستانی سلسلے میں داخل ہو گا اس کے خلاف اپنے منصوبے کی تکمیل کر لے گا۔

لیکن رومیر کی بدقسمتی قدرت اس کے خلاف فیصلے کر چکی تھی۔ ساری رات وہ بڑی کوب خیزی میں انتظار کرتا رہا۔ احمد بن یعلیٰ نے حملہ آور ہونا تھا نہ ہوا اور وہ رات رومیر اور اس کے بیٹے اورڈینو اور شانجہ کے علاوہ دوسرے سالاروں نے بھی بڑی کرب خیزی میں گاری تھی اس لئے کہ نہ ہی احمد بن یعلیٰ نے اپنی کارروائی کی تھی اور نہ ہی رومیر کے ان لشکریوں میں سے کوئی لوٹ کر آیا تھا جو شب خون مارنے کے لئے نکلے تھے۔

اگلے روز جب رومیر کو اس کے مخبروں نے یہ اطلاع دی کہ اس کے لشکر کا وہ

حصہ جو امیر عبدالرحمٰن کے لشکر پر شب خون مارنے کے لئے نکلا تھا مسلمانوں نے اسے گھیر کر اس حصے کے سارے لشکریوں وموت کے گھاٹ اتار دیا ہے تو یہ خبر رومیر پر بجلی بن کر گری تھی۔ وہ توقع بھی نہیں کر سکتا تھا کہ حالات اس قدر تبدیلی کے ساتھ اس کے خلاف کروٹ لے لیں گے۔

وہ تو رات بھر یہ امید لگائے بیٹھا تھا کہ اس کے لشکر کے شب خون مارنے کے بعد احمد بن یعلیٰ کوہستانی سلسلے میں داخل ہوگا اور اسے گرفتار کر کے وہ اپنی فتح اور اپنی کامیابی کا اعلان کرے گا لیکن جب ساری رات انتظار کرنے کے بعد احمد بن یعلیٰ نہ آیا اور اسے مایوسی کا سامنا کرنا پڑا تب اسے اپنے لشکر کے خاتمے کی خبر ملی تو یہ یقیناً اس کے لئے ناقابل برداشت صدمہ تھا۔

جس وقت رومیر کو یہ ناقابل تلافی خبر ملی اس وقت اس کے دونوں بیٹوں، بیٹی قرسینا کے علاوہ چند چوٹی کے سالار بھی اس کے پاس کھڑے ہوئے تھے۔ اس موقع پر دکھ بھرے انداز میں رومیر سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''یہ جو ہمارے لشکر کا خاصا بڑا حصہ دشمن کے ہاتھوں کٹ گیا ہے اس کا دکھ، اس کا افسوس میں زندگی بھر فراموش نہ کر سکوں گا اور میں سمجھتا ہوں ہماری اس تباہی اور بربادی کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں۔ پہلی یہ کہ جن مخبروں نے ہمیں اطلاع دی تھی کہ عبدالرحمٰن اور احمد بن یعلیٰ نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کے بعد ہم پر حملہ آور ہونے کا منصوبہ بنایا ہے ہو سکتا ہے وہ منصوبہ ہی غلط ہو اور مخبروں کو کسی نے یہ بے بنیاد اطلاع فراہم کر دی ہو۔

دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ہمارے وہ مخبر صحیح ہو سکتے ہیں۔ ہمارے اندر سے ایسا شخص ہو جس نے مسلمانوں کو ہمارے شب خون اور احمد بن یعلیٰ کو وادی کے اندر لانے کے منصوبے سے آگاہ کر دیا ہو اور مسلمانوں نے اس کا تدارک کر کے ہمارے لشکر کی تباہی اور بربادی کا سامان کر لیا ہو۔''

بہرحال جب اگلے روز کا سورج طلوع ہوا تو کوہستانی سلسلے کے دامن میں رومیر کے لشکریوں کی لاشیں دور تک بھری پڑی تھیں۔ امیر عبدالرحمٰن کے لشکر نے سورج طلوع ہونے کے بعد جو سب سے پہلا کام کیا وہ یہ تھا کہ ان ساری لاشوں کو ٹھکانے لگا دیا گیا۔ اپنے لشکر کے ایک حصے کے اس طرح کٹ جانے کے بعد رومیر

مایوس ہو گیا تا۔ امیر عبدالرحمٰن کے ساتھ جنگ جاری رکھنے کے بجائے اس نے اپنی سلامتی اسی میں جانی کہ اپنے لشکر کو لے کر واپس اپنے مرکزی شہر لیون کی طرف چلا جائے۔ لہٰذا یہ فیصلہ کرنے کے بعد اس نے اپنی ہر چیز سمیٹی اور لشکر کو لے کر لیون کی طرف چلا گیا تھا۔

رومیر کے واپس جانے کے بعد امیر عبدالرحمٰن اور احمد بن یعلیٰ نے بھی اپنے لشکر کو اکٹھا کر لیا۔ جس وقت دونوں لشکر اکٹھے ہوئے اس وقت بڑی خوشی اور طمانیت کا اظہار کرتے ہوئے امیر عبدالرحمٰن علیحدگی میں احمد بن یعلیٰ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''احمد میرے بیٹے! لگتا ہے رومیر کی بیٹی نے ہمیں دھوکہ نہیں دیا..... تم نے دیکھا اس کی فراہم کردہ اطلاعات سچ اور صحیح ثابت ہوئیں لہٰذا آئندہ اگر وہ ہم سے رابطہ قائم کرتی ہے تو میں سمجھتا ہوں ہمیں اس کی باتوں پر اعتماد اور بھروسہ کرنا ہوگا۔''

امیر عبدالرحمٰن کے ان الفاظ کے جواب میں احمد بن یعلیٰ صرف مسکرا کر رہ گیا اس نے جواب نہ دیا۔ تھوڑی دیر لشکر کو ستانے کا موقع فراہم کیا گیا اس کے بعد امیر عبدالرحمٰن اور احمد بن یعلیٰ بھی اپنے لشکر کو لے کر سمورہ کے ان نواحی میدانوں سے اپنے مرکزی شہر قرطبہ کا رخ کر گئے تھے۔

قرسینا ایک روز اپنی خواب گاہ میں اکیلی بیٹھی ہوئی تھی کہ اس کی ماں لیسانہ کمرے میں داخل ہوئی۔ اسے دیکھتے ہی قرسینا اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ آگے بڑھ کر جب لیسانہ ایک نشست پر بیٹھ گئی تب قرسینا بھی اپنی ماں کے پہلو میں بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر تک لیسانہ قرسینا کی طرف دیکھتے ہوئے شکایت اور شکوؤں بھری آواز میں کہنے لگی۔

''ابھی تھوی دیر پہلے تمارے باپ نے مجھ پر انکشاف کیا ہے کہ تم چند محافظ دستوں کے ساتھ نبرہ کی طرف جا رہی ہو اور وہاں کچھ عرصہ انجلینا کے پاس قیام کرا گی..... بیٹی! اس سلسلے میں تم نے مجھ سے کوئی مشورہ ہی نہیں کیا ..... بیٹی! تم جانتی ہو افونش کا بیٹا اورڈینو نبرہ کی ملکہ تھیوڈوری کا نواسہ اور اس کے حکمران بیٹے گارشیا کا بھانجا ہے .....تمہارے وہاں قیام سے کہیں وہ یہ کوشش نہ کریں کہ تمہیں بہلا پھسلا کر اورڈینو کے ساتھ تمہارا بیاہ کر دیں۔''

اس موقع پر قرسینا کے چہرے پر ناپسندیدہ سے اثرات نمودار ہوئے کہنے لگی۔ ''اماں! آپ کیسی باتیں کرتی ہیں ..... وہ اورڈینو کوزہ پشت اور خبیث قسم کا انسان ہے ..... میرے بس میں ہو تو اسے اپنے خدام اور غلاموں کے برابر بھی نہ سمجھوں۔''

قرسینا جب رکی تب خدشات کا اظہار کرتے ہوئے لیوسانہ کہنے لگی۔ ''میری بیٹی! یہ جو تم یہاں سے نکل کر نبرہ کا رخ کر رہی ہو تو میرا دل کہتا ہے ایسا تم صرف انجلینا کے پاس رہنے کے لئے نہیں کر رہی ..... اس کی کوئی اور بھی خاص وجہ ہے جو تم مجھ پر ظاہر نہیں کر رہی ہو..... مجھ سے چھپا رہی ہو۔''

اس موقع پر قرسینا نے مسکراتے ہوئے اپنی ماں کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔ 'دآپ کے خیال میں اور وجہ کیا ہو سکتی ہے۔''

لیسانہ نے کھ سوچا پھر کہنے لگی۔ ''اچھا پہلے میرے سوال کا جواب دو اس لئے کہ یہی سوال ایک بار میں نے تم سے پہلے بھی کیا تھا لیکن تم نے مجھے اس کا کوئی جواب نہ دیا تھا اور تمہیں تمہارے باپ نے سمورہ کی طرف بلا لیا تھا لہٰذا میں خاموش رہی ..... میری بیٹی! اب میرے اس سوال کا جواب دو .....تو نے میرے ذہن میں یہ تو بات ڈال دی ہے کہ تو کسی سے محبت کرتی ہے ..... کسی کو اپنی چاہت کا مرکز بنا چکی ہے .....تو نے یہ بھی بتایا تھا کہ جسے تم پسند کرتی ہو اس کا تعلق لیون کی سلطنت سے نہیں ہے ..... میں تیری ماں ہوں، مجھ سے کوئی چیز چھپانے کی کوشش نہ کرنا ..... بتا تو کسے چاہتی ہے ..... کس کو تو نے اپنی محبت کا مرکز بنا لیا ہے ..... میرے خیال میں اس کی وجہ سے بھی تو یہاں سے جانا چاہتی ہے۔''

لیسانہ کے ان الفاظ کے جواب میں قرسینا نے کچھ سوچا پھر کہنے لگی۔ ''اماں! میں آپ کو سب کچھ بتانے کے لئے تیار ہوں پر ایک شفیق ماں کی حیثیت سے آپ پہلے میرے ساتھ وعدہ کریں کہ خصوصیت کے ساتھ آپ میری محبت میں رکاوٹ ڈالنے کی کوشش نہیں کریں گی ..... میں جانتی ہوں جس شخص سے میں محبت کرتی ہوں اس شخص کا نام میں نے بابا کے سامنے لیا تو بابا میری اس حرکت کو نا صرف ناپسند کریں گے بلکہ اس کے لئے مجھ پر اعتماد اور اعتبار کرنا بھی چھوڑ دیں گے اور جہاں میں شادی کرنا چاہتی ہوں وہاں میری کبھی شادی بھی نہ ہونے دیں گے۔''

قرسینا جب خاموش ہوئی تب لیسانہ نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا، بڑے پیار سے اس نے قرسینا کو اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ کئی بار اس کا منہ، اس کی پیشانی چومی پھر کہنے لگی۔

''میری بیٹی! تمہارا باپ رومیر جو چاہے کرتا رہے ..... اس میں اور مجھ میں فرق ہے ..... وہ تمہارا باپ ہے، میں تمہاری ماں ہوں ..... میں مکمل طور پر تمہارا ساتھ دوں گی ..... کہو کس سے محبت کرتی ہو۔''

اپنی ماں کی گود میں سر رکھے ہی رکھے قرسینا نے ایک گہری نگاہ لیسانہ کے چہرے پر ڈالی پھر کہنے لگی۔

''اماں! میں جس نوجوان کو پسند کرتی ہوں، جس سے میں بے تحاشا اور اندھی محبت کرتی ہوں وہ مسلمانوں کے حکمران امیر عبدالرحمٰن کا سالار احمد بن یعلیٰ ہے ..... میں نے تم پر اپنی محبت کا انکشاف کر دیا ہے ..... اب تم نہ ہی میری محبت کے سامنے

کوئی دیوار کھڑی کرنا نہ ہی مجھے نبرہ جانے سے روکنا.....''

قرسینا کو رک جانا پڑا اس لئے کہ لیسانہ بول پڑی تھی۔ ''لیکن مجھے تو بتایا گیا تھا کہ سمورہ کے نواح میں جنگ کے دوان تم نے مسلمانوں کے سالار احمد بن یعلیٰ سے ملاقات کی تھی اور تم نے اسے اپنے لشکر میں لانے کی ترغیب دی تھی۔''

قرسینا نے بڑی بے چارگی سے اپنی ماں کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔ ''ترغیب دینے کا صرف اماں ایک بہانہ تھا ..... میں تو اس سے ملاقات کرنے لگی تھی اور اس ملاقات کے دوران میں صرف اس پر اپنی محبت کا اظہار کرنا چاہتی تھی ..... میری بدقسمتی کہ میں کیونکہ شروع میں اس کے سر کی طالب ہو گئی تھی لہٰذا اب وہ مجھ پر اعتبار اور اعتماد نہیں کرتا ..... اماں! میں نے اپنے آپ کو احمد بن یعلیٰ کے سامنے ایسی صورت میں لانا ہے کہ وہ مجھ پر اعتماد اور بھروسہ کرنے لگے ..... اماں! اپنے دل میں یہ بات بھی بٹھا کر رکھنا کہ میں احمد بن یعلیٰ کے بغیر ادھوری ہوں ..... جب تک وہ مجھے نہیں ملے گا، مجھے ذہنی اور قلبی سکون حاصل ہی نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اس کی محبت میں، میں ایسی جگہ پر پہنچ چکی ہوں جہاں سے نہ واپسی ممکن ہے اور جہاں نہ اس کے بغیر زندگی بسر کرنے کا خیال دل میں لایا جا سکتا ہے۔

اماں! عنقریب میرا باپ مسلمانوں کے خلاف ایک اور جنگ کی طرح ڈالنا چاہتا ہے ..... وہ اپنی شکستوں کا انتقام لینا چاہتا ہے پہلے جنگی تیاریاں کرے گا پھر مسلمانوں کے علاقوں میں تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلے گا۔ اس کے جواب میں جو مسلمان کارروائی کریں گے وہ بھی بڑی عرب خیز ہو گی ..... ان حالات میں میں یہاں نہیں رہنا چاہتی ..... میں چند ماہ نبرہ میں سکون سے گزاروں گی اس کے بعد میں سوچوں گی کہ احمد بن یعلیٰ سے رابطہ قائم کرنے یا اسے اپنے اعتماد اور اعتبار میں لینے کے لئے مجھے کیا قدم اٹھانا ہے۔''

قرسینا جب خاموش ہوئی تب لیسانہ کہنے لگی۔ ''بیٹی! میں تمہاری اس چاہت اور محبت کی کسی بھی صورت مخالفت نہیں کروں گی ..... اگر احمد بن یعلیٰ کو پانے کے بعد ہی میری بیٹی کو ذہنی اور قلبی سکون ملتا ہے تو اس میں میں مکمل طور پر تمہارا ساتھ دوں گی ..... پر بیٹی! نبرہ میں رہتے ہوئے محتاط رہنا ..... تمہاری سوتیلی ماں یورا کہ جہاں پہلے یہ چاہتی تھی کہ تمہاری شادی اوردینو سے کرا دی جائے، تمہارے انکار پر اب وہ اس سلسلے

میں تو خاموش ہے لیکن اب وہ یہ چاہ رہی ہے کہ اس کے بیٹے شانجہ کی شادی تمہارے بڑے ابا افونش کی بیٹی انجلینا سے کر دی جائے۔''

اس پر قرسینا نے تڑپ کر اپنی ماں لیسانہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔ ''اماں! یہ بھی ناممکن ہے ..... انجلینا کسی بھی صورت شانجہ سے شادی کرنے پر رضامند نہ ہو گی ..... میں اس کے مزاج سے واقف ہوں اور پھر ذرا اس شانجہ کو تو دیکھو جتنا لمبا ہے اتنا ہی موٹا اور چوڑا بھی ہوتا جا رہا ہے..... مجھے تو یہ بھی خدشہ ہے کہ اگر اس کی موٹائی اور چوڑائی اس طرح بڑھتی رہی تو یہ اٹھنے بیٹھنے کے قابل بھی نہیں رہے گا۔''

قرسینا جب خاموش ہوئی تب خدشات کا اظہار کرتے ہوئے لیسانہ کہنے لگی۔ ''میری بیٹی! تو نے مسلمانوں کے سالار احمد بن یعلیٰ سے محبت کی ابتدا تو کر دی ہے پر اب تو اس سے کیسے رابطہ قائم کرے گی ..... تو یہ بھی کہتی ہے کہ فی الحال وہ تم پر اعتماد اور بھروسہ نہیں کر رہا پھر تو کیسے اسے اپنے اعتماد میں لے سکے گی ..... کیا اس سے ملاقات کرے گی یا کسی کے ذریعے رابطہ قائم کرے گی۔''

اس پر قرسینا کہنے لگی۔ ''اماں! فی الحال اس موضوع پر میں نے کچھ نہیں سوچا ..... جو سامان میں نے لے کر جانا ہے دیکھو کمرے کے اندر وہ سب میں نے باندھ کر تیار کر دیا ہے ..... کوچ کرنے کے لئے میں اپنی تیاریاں مکمل کر چکی ہوں ..... اماں! میری تم سے التجا ہے کہ فی الحال میری اس محبت کا انکشاف کسی پر نہ کرنا ورنہ بہت سے لوگ آڑے آئیں گے اور میرا جینا حرام کر دیں گے ..... اگر ایسا ہوا تو میرے پاس ایک ہی راستہ ہو گا کہ میں یہاں سے بھاگ کر قرطبہ چلی جاؤں۔ وہاں احمد بن یعلیٰ سے ملوں اور اگر وہ مجھ سے شادی نہ کرنا چاہے تو میں اپنی زندگی قرطبہ ہی میں یا احمد بن یعلیٰ کی رہائش میں اس کی لونڈی اور داسی کی حیثیت سے گزار دو۔ اس کے علاوہ میرے پاس کوئی دوسرا حل نہ رہے گا۔''

لیسانہ نے قرسینا کو اپنے ساتھ لپٹا لیا کہنے لگی۔ ''میری بیٹی! تجھے فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے ..... میں تجھے نبرہ بھی جانے دوں گی، تمہاری محبت کا راز بھی فاش نہیں ہونے دوں گی اور میں تمہارے لئے یہ بھی دعا کروں گی کہ تمہیں تمہاری محبت مل جائے ..... اب اٹھو میں تمہاری تیاری میں تمہاری مدد کرتی ہوں۔''

اپنی ماں لیسانہ کے ان الفاظ پر قرسینا خوش ہو گئی تھی۔ دونوں ماں بیٹی مل کے

ضرورت کا سامان باندھنے لگی تھیں۔ اس سے گلے روز قرسینا چند محافظ دستوں کے ساتھ لیون سے نبرہ کی مملکت کے مرکزی شہر بنبلونہ کا رخ کر رہی تھی۔

نبرہ کی سلطنت کے مرکزی شہر بنبلونہ کے قصر میں ایک روز انجلینا اور اس کا بھائی اورڈینو قصر کے اصطبل سے اپنے گھوڑے نکال کر گھڑ دوڑ کے لئے نکلنے والے تھے۔ اس وقت ان کے پاس ان کی نانی ملکہ تھیوڈورہ اور ماموں اور نبرہ کا حکمران گارشیا بھی کھڑے ہوئے تھے۔ انجلینا جس وقت اپنے گھوڑے پر سوار ہوئی اسی وقت ایک شخص بھاگتا بھاگتا اس کے قریب آیا اور کسی قدر مسرت آمیز آواز میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''آپ کی بہن جس کا نام قرسینا ہے آپ سے ملنے کے لئے لیون سے یہاں آئی ہے اور تھوڑی دیر تک وہ قصر میں داخل ہونے والی ہے۔''

یہ خبر سن کر انجلینا اور اورڈینو دونوں بہن بھائی کی مسرت اور خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ ان دونوں کی اس حلت کو دیکھتے ہوئے ملکہ تھیوڈورہ اور اس کا بیٹا گارشیا بھی بڑی خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ دونوں بہن بھائی جب بھاگتے ہوئے قصر کے بیرونی دروازے کی طرف گئے تب اسی وقت اپنے مسلح دستوں کے ساتھ قرسینا بھی قصر کے دروازے پر نمودار ہوئی تھی۔

انجلینا، اورڈینو کو اپنی طرف آتے دیکھ کر قرسینا گھوڑے سے اتر گئی۔ اتنی دیر تک انجلینا بھاگتی ہوئی آگے بڑھی اور بڑے پرجوش اور زور دار انداز میں وہ قرسینا سے لپٹ گئی تھی۔

قرسنا نے اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ اس کی پیشانی اور اس کے گال چومے پھر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''انجلینا! تم تو بچپن سے نکل کر شباب میں داخل ہوگئی ہوگئی ہو..... اب ت تم پہلے سے کئی گناہ زیادہ خوبصورت ہوگئی ہو۔''

انجلینا شرما سی گئی تھی۔ اس موقع پر اورڈینو نے بھی قرسینا کو مخاطب کرتے ہوئے قرسینا کے علاوہ لیون میں اپنے دیگر اہل خانہ کا احول پوچھا۔

یہاں تک کہ انجلینا علیحدہ ہوئی پھر قرسینا کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''اورڈینو! تم سب سے پہلا کام یہ کرو کہ یہ جو میرے ساتھ محافظ دستے آئے ہیں ان کے قیام کا اہتمام کرو۔ یہ چند دن یہاں قیام کریں گے۔ اس کے بعد واپس چلے جائیں گے۔''

اورڈینو فوراً حرکت میں آیا اور ان محافظ دستوں کو اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ اتی دیر تک سامنے کی طرف سے ملکہ تھیوڈورہ اور اس کا حکمران بیٹا گارشیا بھی نزدیک آ گئے تھے۔ ملکہ تھیوڈورہ نے بھی قرسینا کو گلے لگا کر اسے پیار کیا پھر ملکہ تھیوڈورہ مسکراتے ہوئے قرسینا کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''بیٹی! یہ انجلینا تم سے اتنی محبت کرتی ہے جس کو میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتی ..... لیون میں یہ اپنے کسی رشتے دار یا عزیز کو یاد کرے یا نہ کرے لیکن تمہیں ہر وقت یاد کرتی رہتی ہے ..... میں سمجھتی ہوں اتنی محبت اسے اپنے باپ سے نہیں جتنی تم سے ہے ..... میری بیٹی! تم نے اچھا کیا اس کے پاس چلی آئی۔ اب چند ماہ اس کے پاس رہو اس طرح میں سمجھتی ہوں اسے ذہنی اور قلبی سکون حاصل ہوگا۔''

اس کے بعد ملکہ تھیوڈورہ نے انجلینا کی طرف دیکھا پھر بڑے پیار اور شفقت میں ہنے لگی۔

''بیٹی! قرسینا سفر کے باعث یقیناً تھکی ہوئی ہے ..... تم اس کو اپنے ساتھ لے جاؤ، اس کے غسل کا، اس کے قیام کا انتظام کرو ..... میں سمجھتی ہوں .....''

یہاں تک کہتے کہتے ملکہ تھیوڈورہ کو رک جانا پڑا اس لئے کہ انجلینا مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔ ''بڑی اماں! آپ کوئی فکر نہ کریں ..... میں اپنی بہن کے لئے سارے انتظامات کرلوں گی ..... اس کی رہائش کے لئے علیحدہ کمرے کا اہتمام نہیں کیا جائے گا۔ یہ میری خواب گاہ ہی میں میرے ساتھ رہے گی۔''

اس کے ساتھ ہی انجلینا قرسینا کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ لے گئی تھی جبکہ قصر کے کچھ محافظ اورڈینو کے کہنے پر قرسینا کا سارا سامان بھی انجلینا اور قرسینا کے پیچھے پیچھے قصر کی طرف لے گئے تھے۔

سمورہ شہر کے نواح سے عبدالرحمٰن الثالث تو اب قرطبہ کی طرف چلا گیا تھا جبکہ رومیر لیون پہنچ کر اپنی جنگی تیاریوں میں مصروف ہو گیا تھا اور اس نے بڑی تیزی سے اپنے لشکر میں اضافہ کرتے ہوئے نئے لشکریوں کی تربیت کا کام شروع کر دیا تھا۔ وہ ہر صورت میں مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہو کر تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلنا چاہتا تھا۔

جن دنوں رومیر اپنی جنگی تیاریوں کو عروج پر پہنچائے ہوئے تھا ان دنوں افریقہ میں بھی فاطمی حکمران پر پر آنے لگے تھے گو امیر عبدالرحمٰن کے لشکر نے افریقہ میں ایک بار انکی طاقت ی کمر توڑ کر افریقہ میں عربوں کی حکومت فلکور میں دوبارہ قائم کر دی تھی لیکن فاطمی انتقام پر اترے ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنیطاقت قوت اور عسکری تعداد میں اس قدر اضافہ کر لیا تھا کہ اب وہ کسی خونی انقلاب کی طرح پھٹنے والے تھے اور تیاریاں کر رہے تھے کہ پھر نکور میں عربوں کی سلطنت پر حملہ آور ہوں اور انہیں افریقہ سے نیست اور نابود کر کے رکھ دیں۔ پر ان فاطمیوں کی بدقسمتی کہ اسی دوران افریقہ کے اندر ایک ایسا شخص اٹھا جس اکیلے نے افریقہ کے اندر ایک ایسا انقلاب کر دیا جس کی فاطمی حکمران امید تک نہ کر سکتے تھے۔ اس کا نام ابویزید تھا۔ بربروں کے قبیلے الورین سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کا باپ ایک تاجر تھا اور جوانی میں کیونکہ ابویزید کو خوارج کی صحبت میسر ہوئی تھی لہٰذا وہ خارجی عقیدے کا پیروکار ہو گیا تھا۔

جہاں تک خارجی عقیدے کا تعلق ہے تو یہ فرقہ اسلام کے قدیم ترین فرقوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اسلام کی سیاسی تاریخ میں ان کا کردار یہ تھا کہ انہوں نے متواتر بغاوتیں کیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا اثر پورے کے پورے صوبے عارضی طور پر ان کے قبضے میں آ گئے تھے۔

جس وقت امیر معاویہؓ نے حضرت علیؓ کے سامنے حضرت عثمانؓ کی شہادت کے متعلق جو تجویز جنگ صفین میں پیش کی تھی اس سے خوارج کا ایک علیحدہ فرقہ پیدا ہوا۔ باغیوں کا پڑاؤ اس وقت نہروان کی نہر کے کنارے تھا جب ان کے امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ سے اختلافات پیدا ہوئے تو وہ کوفہ شہر سے نکل کھڑے ہوئے۔ کوفے سے نکلنے کی وجہ سے اس فرقے کا نام خوارج ہو گیا۔

خوارج نے جلد ہی اپنے انتہائی سخت رویے کا پے در پے اظہار کرتے ہوئے انتہا پسندی کے اعلان کیے اور سخت افعال کی صورت اختیار کی۔ انہوں نے اعلان کیا کہ حضرت علیؓ کا دعویٰ خلافت باطل ہے۔ ساتھ ہی انہوں نے حضرت عثمانؓ کے مسلک کی بھی مزمت کی اور ان کی شہادت کا انتقام لینے کے ارادے سے اپنی بریت کا اظہار کر دیا تھا۔

جو شخص ان کے نظریے کو تسلیم نہ کرتا اس کو کافر اور دین سے خارج قرار دینے لگے۔ انہوں نے بہت سے لوگوں کو قتل کیا۔ رفتہ رفتہ ان کی قوت بڑھتی ہوگئی۔ بہت سے غیر عرب بھی ان میں شامل ہو گئے۔

جب خوارج سے حضرت علیؓ کی ابتدائی گفت وشنید ناکام رہی تو مجبوراً اس بڑھتے ہوئے خطرے کو دور کرنے کے لئے کارروائی کرنا پڑی۔ ہجری پانچ سو اڑتیس جولائی کے مہینے میں سولہ سو اٹھاون کو جنگ نہروان لڑی گئی۔ اس جنگ میں خارجیوں کو بری طرح شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

آئندہ برسوں میں بھی انہوں نے مقامی بغاوتوں کا سلسلہ جاری رکھا۔ خود حضرت علیؓ ایک خارجی عبدالرحمٰن ابن ملجم الامراری کے خنجر سے شہید ہوئے۔ ابن ملجم کے سسرال سے بہت سے لوگ جنگ نہروان میں قتل ہو چکے تھے۔ اس بنا پر اس نے اپنے عزیزوں کے قتل کا انتقام اس نے حضرت علیؓ سے لیا۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ خارجیوں کی سازش کا مقصد یہ تھا کہ حضرت علیؓ، حضرت معاویہؓ اور مصر کے گورنر عمروؓ بن العاص کو بایک وقت قتل کر دیا جائے۔

یہ منصوبہ بناتے وقت انہوں نے حملے کے لئے ایک ہی تاریخ کا ایک ہی وقت مقرر کیا۔ امیر معاویہؓ پر وہ حملہ آور ہوئے۔ امیر معاویہؓ زخمی ہو گئے لیکن بچ گئے۔ عمروؓ بن العاص اس وقت قاہرہ میں تھے۔ وہ بیمار پڑ گئے۔ ان کی جگہ خارج بن خدافہ

امامت کے لئے مسجد قاہرہ میں آئے اور وہ شہید کر دیئے گئے۔ حضرت علیؓ پر یہ حملہ آور ہوئے اور آپؓ کو بھی شہید کر دیا۔

امیر معاویہؓ کے بیس سالہ دور میں کوفے اور بصرے میں خارجیوں نے کئی بغاوتیں کیں لیکن امیر معاویہؓ کے حسن تدبیر اور سیاسی بصیرت کے باعث سازشوں کو پھیلنے کا موقع نہ مل سکا لیکن وہ بھی خوارج کو ختم کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔

تاہم خوارج کی ہلاکت خیزی میں اضافہ ہوتا گیا جن کے قتل کا بدلہ لینا خارجی تحریک کی ایک نمایاں علامت قرار پائی۔ خوارج کے حملے اب گوریلہ طرز جنگ اختیار کر رہے تھے۔ یزید کے مرنے کے بعد جو خانہ جنگی ہوئی اس کے خلفشار میں خارجی تحریک نے بہت زور پکڑا اور ملک کی صورت حال نازک ہوگئی۔ خارجیوں کی سب تحریکوں میں اسلامی سلطنت کے استحکام کے لئے جو تحریک سب سے زیادہ خطرناک اور اپنی نوعیت کے اعتبار سے سب سے زیادہ شدید اور غیر مصالحانہ تھی وہ نافع بن ارزق کی سرکردگی میں ابھری۔

جس کی وجہ سے خوارج کو کچھ عرصے کے لئے کرمان فارس اور دوسرے مشرقی صوبوں میں مسلط ہوگیا۔ اس بغاوت پر پہلے رہملت بن ابی صفرہ اور پھر حجاج بن یوسف کی کئی سالوں کی جدوجہد کے بعد آخر قابو پا لیا گیا۔

حجاج کی سرکردگی اور ہمت نے بظاہر خارجی تحریک کا قطعی طور پر خاتمہ کر دیا اور حجاج نے اپنی سختی اور حاضر دماغی کی وجہ سے انہیں قابو میں کر کے ایک طرح سے امن و امان قائم کر دیا۔

جب اموی عہد کے اواخر میں مرکزی حکومت میں ناقابل تدارک انحطاط اور زوال آیا تو خوارج نے بھی پھر سر اٹھایا اور دوبارہ غارت گری شروع کر دی۔ اس دور کی دو بڑی بغاوتیں اٹھیں۔ ایک ضحاک بن قیس کی بغاوت جو الجزیرہ اور عراق میں اٹھی اور دوسری عبداللہ بن یحییٰ کی بغاوت جو عرب میں اٹھی لیکن ناکام رہی۔

ان بغاوتوں نے جو فتنہ و فساد برپا کیا اس سے اموی حکومت کی مشرقی قوت برباد ہوگئی اور عباسیوں کو ان ہی بغاوتوں کی وجہ سے موقع مل گیا کہ وہ آسانی سے سلطنت کے قلب تک پہنچ سکیں اور امویوں کا خاتمہ کر کے اپنی خلافت قائم کر لیں۔

چنانچہ ان ہی خوارج کی بغاوتوں کی وجہ سے اموی سلطنت کا خاتمہ ہوگیا اور

خلافت قائم ہوگئی۔ عباسیوں کے عہد میں چند مقامی بغاوتیں ہوئیں لیکن انہیں دبا دیا گیا۔ خارجی تحریک عملی طور پر اس دور میں ختم ہوگئی اور اس کی حیثیت ایک مذہبی فرقے کی رہ گئی تھی۔

خوارج اپنے عقیدے، اپنے ایمان میں سخت قسم کی پابندی کرتے تھے۔ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ مومنوں کا یہ فرض ہے کہ وہ ایسے حکمران کے خلاف شرع ہونے کا اعلان کر دیں جو صحیح راستے سے بھٹک گیا ہو اور اس کو اسی بنا پر معذول کیا جا سکتا ہے۔

دوسری طرف وہ یہ دعویٰ بھی کرتے تھے کہ ہر مومن جس کا کردار اخلاق اور مذہبی اعتبار سے وہ ناقابل ملامت ہو وہ اس بات کی اہلیت رکھتا ہے کہ وہ اُمت مسلمہ کی رائے سے امامت کے بزرگ ترین عہدے کے لئے منتخب کر لیا جائے۔

اپنے خلفاء کے علاوہ وہ جن خلفاء کو ہر حق تسلیم کرتے ہیں وہ صرف حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ کو وہ ان کے عہد خلافت کے ابتدائی چھ سال تک خلیفہ مانتے ہیں اور حضرت علیؓ کو جنگ صفین تک خلیفہ تسلیم کرتے ہیں۔

خوارج کا ایک بڑا عقیدہ یہ بھی ہے کہ اعمال صالحہ کے بغیر صرف ایمان حصول نجات کے لئے کافی نہیں۔ اگر کسی شخص سے گنہ کبیرہ سرزد ہو جائے تو اس کے مومن ہونے سے انکار کرتے ہیں اور اسے مرتد تصور کرتے ہیں۔ خوارج کے ایک انتہاء پسند گروہ کا کہنا ہے کہ جو کوئی اس طرح کافر ہو جائے وہ اسلام کے دائرہ میں دوبارہ داخل نہیں ہو سکتا اور اسے ارتداد کے جرم میں بیوی بچوں سمیت قتل کر دینا چاہیے۔

بہرحال افریقہ کے دشت میں فاطمی حکمرانوں کے خلاف جو شخص اٹھا اس کا نام ابویزید تھا اور وہ بربروں کے قبیلے اولورین سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کا باپ تاجر تھا۔ اپنے باپ کے مرنے کے پر ابویزید تنگ دست ہوگیا اور بچوں کو پڑھا کر گزر بسر کرنے لگا جس طرح فاطمیوں کا سربراہ ابوعبیداللہ پہلے مسلم اور پھر فاطمیوں کا داعی بن کر بربروں کے قبائل پر چھا گیا۔

فاطمیوں کے مظالم اور ان کی چیرہ دستیوں سے تنگ آ کر اس ابویزید نے بربر قبائل کو سمجھانا شروع کیا کہ دین حق اور آزادی کے لئے اٹھ کھڑے ہو اور افریقہ کے قبائل نے اس کے حق میں اٹھنے کے لئے اس شرط پر وعدہ کیا کہ اگر اسے کامیابی ہوئی اور دارالسلطنت افریقہ یعنی قیروان پر قبضہ ہو جانے کے بعد حکومت کا طرز جمہوری رکھنا

ہو گا۔ یعنی سب کے مشورے سے سلطنت کا انتظام کیا جائے گا۔

ابویزید نے اس پیشکش کو قبول کر لیا اور فاطمیوں کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا۔ ا
کی فتوحات بھی ایسی عجیب وغریب تھی جیسی عبیداللہ مہدی کو چند سال بیشتر میسر
تھیں۔ ابویزید کے متعلق مؤرخین لکھتے ہیں کہ یہ شخص شکل کا بھی اچھا نہ تھا۔ پ
تھا۔ صوف کا سادہ سا جبہ پہنتا تھا۔ گدھے پر سوار ہوتا تھا لیکن جب اس نے
اور قوت پکڑی اور وہ خم ٹھونک کر فاطمیوں کے مقابلے میں آیا تو مؤرخین لکھتے
بڑے بڑے لشکر اس کے مقابلے پر آتے تھے، اسے دیکھتے ہی پانی ہو جاتے
اس کی ایسی دہشت طاری ہو جاتی تھی کہ انہیں میدان جنگ سے بھاگتے ہی بنتی تھی۔

ایک مؤرخ ابویزید سے متعلق یہ بھی لکھتا ہے کہ دشمن اس کے سامنے ایسے
بس ہو جاتے تھے جیسے گرمی کے موسم میں برف پگھل جاتی ہے۔

افریقہ میں وہ لوگ جو فاطمیوں کے تشدد اور ان کے اکابران دین کے طعن
سے تنگ آ چکے تھے اور چاہتے تھے کہ کوئی ایسا آدمی اٹھے جو انہیں فاطمیوں کے
مظالم سے نجات دلائے تو وہ سب کے سب ابویزید کے ساتھ ہو لئے۔ بڑے بڑے
مشائخ عابد، زاہد اور گوشہ گیر لوگ اپنے اپنے مقام سے اٹھ کھڑے ہوئے اور ابو
کے حامی اور ناصر بن گئے۔

ابویزید مذہبی رواداری کا قائل تھا۔ اس پر اس نے عمل کرنا شروع کیا۔ ا
طاقت اور قوت کو مضبوط اور مستحکم کرنے کے بعد یہی ابویزید آخر فاطمی حکومت
خلاف اٹھ کھڑا ہوا۔ فاطمی اور ابویزید کے خلاف ہولناک ٹکراؤ ہوا۔ ایک خوفناک جنگ
کے نتیجے میں ابویزید نے فاطمیوں کو بدترین شکست دی اور ان کے مرکزی شہر قیروا
پر قبضہ کر لیا تھا۔

قیروان میں داخل ہونے کے بعد ابویزید نے جہاں خوشیاں منائیں وہاں ا
نے اس فتح پر خداوند قدوس کا شکریہ بھی ادا کیا اور شہر کی مساجد میں خلفائے راشد
میں سے خلیفہ اول اور خلفائے ثانی کے لئے دعا کی اور شہر کے لوگوں سے کہا
فاطمیوں نے جو اس سے پہلے امام مالک کے مسلک پر پابندی لگا دی اور ان کی کتا
بھی ضبط کر لی تھیں اس نے اعلان کر دیا کہ لوگ امام مالک کے اقوال کی پابندی
سکتے ہیں اور ان کی کتابوں کے لین دین کے علاوہ ان کا مطالبہ بھی کر سکتے ہیں۔

فاطمیوں کو بدترین شکست دینے اور ان کے مرکزی شہر قیروان پر قبضہ کرنے کے
ابویزید نے جو سب سے پہلا کام کیا وہ یہ کہ وہ عام لوگوں کے اندر گھل مل جاتا
اور احتجاعات میں لوگوں کا پورا پورا ساتھ دیتا تھا۔ ملکی اختلافات کی بنا پر
ان نے جن چیزوں پر پابندی لگائی تھی ان سے پابندی اٹھا لی گئی۔

اس کے بعد ابویزید نے جو دوسرا اقدام اٹھایا وہ یہ کہ اس نے اپنے کچھ قاصد
میں امیر عبدالرحمٰن الثالث کی طرف روانہ کیے اور امیر کی اطاعت اور فرماں
کی اختیار کرتے ہوئے اتحاد کے مراسم پیدا کیے اور ایک خط اپنی طرف سے بھیج کر
تحریری طور پر عبدالرحمٰن الثالث کو ان تمام ممالک کا سرپرست اور حکمران مان لیا
جو میں ابویزید نے فتح کیے تھے۔ غرض اس ابویزید کی وجہ سے افریقہ سے
کا بحر اقبال ایک بار پھر جذر و انحطاط کا شکار ہو گیا تھا۔

اس طرح امیر عبدالرحمٰن کو افریقہ میں فاطمیوں کی ترک تاز اور حملہ سے کسی قدر
اور سکون ملا۔ اس لئے کہ فاطمی اپنی طاقت اور قوت میں اضافہ کرتے ہوئے
ایک بار پھر اپنے ملکی مخالفین کے خلاف حرکت میں آنا چاہتے تھے۔ یزید کے اٹھنے سے
جہاں نکور کی اسلامی مملکت کا نیا حکمران صالح فاطمیوں سے خطرہ محسوس کر رہا تھا
اب ابویزید کی فتوحات کی وجہ سے نکور کی مملکت کا حکمران صالح سکون اور تحفظ
کر رہا تھا بلکہ افریقہ کے اندر وہ بربر قبائل جنہیں فاطمی حکمران دھونس دھمکی دے
اپنا ماتحت بنانے کی کوشش کر رہے تھے وہ بھی اب ابویزید کی وجہ سے فاطمیوں کی
سے امن اور عافیت محسوس کرنے لگے تھے۔

بنبلونہ کے شاہی قصر میں ایک روز قرسینا اپنی خواب گاہ میں اکیلی بیٹھی نجانے
خیالوں میں الجھی ہوئی اداس اور افسردہ بیٹھی ہوئی تھی کہ کمرے میں کسی کے کھنکار
کی آواز سنائی دی۔

چونکتے ہوئے قرسینا نے اپنی گردن سیدھی کرتے ہوئے سامنے دیکھا تو ا
مسکراتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ آگے بڑھ کر وہ قرسینا کے سامنے بیٹھ گ
دیر تک سوالیہ انداز اور تعجب خیزی میں وہ قرسینا کی طرف دیکھتی رہی پھر وہ دھیمے
میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''قرسینا میری بہن! اگر تم برا نہ مانو تو ایک بات کہوں.....''

قرسینا چونکی، انجلینا کی طرف دیکھا پھر اس نے زبردستی اپنے لبوں پر مسکراہ
بکھیری ساتھ ہی کہنے لگی۔

''انجلینا! تم میری چھوٹی بہن ہو ..... میں ہر معاملے میں تم پر بھروسہ اور اعتما
سکتی ہوں پھر تمہیں کچھ کہنے کے لئے مجھ سے اجازت لینے کی کیا ضرورت ہے ....
تم کیا کہنا چاہتی ہو۔''

انجلینا نے پھر قرسینا کی طرف دیکھا اور پہلے جیسی سنجیدگی میں کہنے لگی۔ ''جو
میں کہنا چاہتی ہوں وہ کہنے کے لئے میری شرط یہ ہے کہ آپ مجھ سے کوئی
چھپائیں گی نہیں ..... اگر کوئی راز آپ کے دل میں ہوا تو اسے میرے سامنے
دیں گی۔''

قرسینا نے لمحہ بھر کے لئے غور سے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔ ''پوچھو!
تم سے کوئی چیز چھپاؤں گی نہیں۔''

انجلینا نے کچھ سوچا پھر کہنے لگی۔ ''قرسینا میری بہن! جب سے آپ یہاں
ہیں میں آپ کا بغور جائزہ لیتی رہی ہوں ..... آپ وہ نہیں رہیں جو آپ لیون میں ہوا
کرتی تھیں ..... میں آپ سے یہ پوچھتی ہوں کہ بات بات پر قہقہے لگانے والی، ادھر
اُدھر بھاگ دوڑ کر وقت گزارنے والی، دوسروں کو تنگ کرنے والی اور ہر وقت گھڑ دوڑ
کے پیچھے پڑے رہنے والی قرسینا کہاں کھو گئی ہے ..... مجھے تو اس کی تلاش ہے .....
آپ تو مجھے اس کا عکس لگتی ہیں ..... ہر وقت کمرے میں بند رہتی ہیں، اداس اور افسردہ
پڑی رہتی ہیں ..... آخر اس کی کوئی وجہ تو ہے ..... اس موقع پر اگر آپ میرے اس
سوال کا جواب میں یہ کہیں گی کہ نہیں کچھ بھی نہیں تو میں اسے تسلیم نہیں کروں گی .....
میری بہن! اگر تم نے مجھے یہ کہنے کی کوشش کی کہ ماحول کی تبدیلی کی وجہ سے تمہاری یہ
حالت ہو گئی ہے تب بھی میں نہیں مانوں گی ..... میری بہن! سچ کہو کیا بات ہے .....
میں تمہاری چھوٹی بہن ہوں اور میرے اور تمہارے درمیان جو رشتہ، جو محبت ہے اسے
اس موقع پر کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔''

انجلینا کی اس ہمدردی پر قرسینا کا دل بھر آیا تھا۔ آنکھوں میں نمی اتر آئی تھی۔ اس
کی یہ حالت دیکھتے ہوئے انجلینا بھی رو دینے والی ہو رہی تھی۔ ایک دم حرکت میں
آئی، قرسینا کو اس نے اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ سر پر بندھے ہوئے رومال سے اس نے
اس کی آنکھیں خشک کیں پھر اس نے قرسینا کو مخاطب کیا۔

''میری بہن! آپ کی آنکھوں میں نمی آپ کی یہ حالت دیکھتے ہوئے میں تو کچلی
مسلی جاؤں گی ..... کیا آپ ابا اور اماں سے لڑ کر یہاں آئی ہیں ..... کیا آپ نے
وہاں کسی سے جھگڑا کیا ہے اور وہاں آپ کا رہنا مشکل ہو گیا تھا..... کیا آپ کی ذات
سے متعلق کوئی فیصلہ آپ کی مرضی کے خلاف کیا جا رہا ہے جس کی بنا پر آپ یہاں آ
گئی ہیں اور آپ کی یہ حالت ہو گئی ہے.....؟''

قرسینا نے اب کسی حد تک اپنے آپ کو سنبھال لیا تھا۔ لمحہ بھر کے لئے اس نے
بغور انجلینا کی طرف دیکھا پھر ہلکے سے تبسم میں کہنے لگی۔

''انجلینا! تم میری چھوٹی بہن ہو ..... ایسی بہن جس سے میں نے آج تک کبھی
کوئی بات چھپائی نہیں ہے ..... انجلینا! میں آج تم سے ایک ایسا راز کہتی ہوں جس سے
میری زندگی کی سلامتی وابستہ ہے ..... مجھے امید ہے میری بہن اس راز کو راز ہی رکھے
گی۔''

انجلینا نے چونکنے کے انداز میں قرسینا کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔ ''میری بہن! تم کس قسم کی گفتگو کر رہی ہو ..... میں تمہاری چھوٹی بن ہوں ..... تمہارے لئے میں اپنی جان تک قربان کر سکتی ہوں ..... تمہارے سکون، تمہاری آسائش کے لئے میں اپنے ہر آرام، اپنی ہر آسائش کا خاتمہ کر سکتی ہوں ..... کہو کیا بات ہے.....؟''

جواب میں قرسینا نے ایک لمبا سانس لیا پھر کہنے لگی۔ ''انجلینا! جو راز میں تم سے کہنے لگی ہوں وہ صرف اس وقت میری اماں جانتی ہے ..... اب تم دوسری ہو گی جو میرے اس راز سے آگاہ ہو گی ..... راز یہ ہے کہ میں کسی سے محبت کرتی ہوں اور اس کی محبت ہی نے میری یہ حالت کر دی ہے۔''

قرسینا کے اس انکشاف پر انجلینا چونکی، مسکرائی اور کہنے لگی۔ ''وہ کون سا خوش قسمت ہے جس کی محبت میں آپ مبتلا ہو گئی ہیں اور آپ کی یہ حالت ہو گئی ہے؟''

قرسینا ہچکچائی، رکی پھر کہنے لگی۔ ''انجلینا! جس نے میری یہ حالت کی ہے وہ مسلمانوں کا سالار احمد بن یعلیٰ ہے۔''

انجلینا چونک سی پڑی۔ پہلے تو اپنی جگہ سے اچھل پڑی، کہنے لگی۔ ''میری بہن! تم یہ کیا کہہ رہی ہو ..... کیا وہی احمد بن یعلیٰ جس کا آپ سر مانگتی تھیں ..... سر مانگتے مانگتے آپ نے اپنا سر اس کے سامنے جھکا دیا ..... آخر وجہ کیا ہوئی؟''

جواب میں قرسینا نے انفرادی مقابلوں میں تین تیغ زنوں کو مات کرنے پر اس کی شجاعت اور جرأت مندی سے متاثر ہونے، دوسری بار شکار کے دوران گرفتار کر کے اپنے علاقے میں لے جانے، اس کا گھوڑا اور قیمتی اشیاء لوٹانے اور اس کے بعد سمورہ شہر میں احمد بن یعلیٰ کو مختلف ترغیبات دینے کے بعد قرسینا نے اسے اپنی ملاقات کی پوری تفصیل بتا دی تھی اور اس پر انکشاف کر دیا تھا کہ کیسے پہلے وہ احمد بن یعلیٰ سے ہمدردی کرنے لگی اور یہی ہمدردی آخر بے پناہ محبت میں تبدیل ہو کر رہ گئی۔

قرسینا جب رکی تب تعجب کا اظہار کرتے ہوئے انجلینا کہنے لگی۔ ''جب آپ نے اس سے ملاقات بھی کر لی پھر اس نے آپ کی محبت کا کیا جواب دیا ..... کیا اس نے آپ کے اس جذبے کی قدر دانی .....''

انجلینا کو رک جانا پڑا اس لئے کہ بیچ میں قرسینا بول اٹھی کہنے لگی۔ ''انجلینا میری بہن! میری زندگی کی سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ شروع میں میں نے احمد بن یعلیٰ کا

سر مانگ لیا تھا اور میری یہی غلطی اب میرے لئے وبال جان بنی ہوئی ہے ..... اس کی وجہ سے احمد میری رفاقت پر بھروسہ نہیں کرتا ..... میرے اظہارِ محبت کا یقین کرنے کے لئے تیار نہیں ..... میری محبت کے الفاظ میں چھپی ہوئی مٹھاس اور حقیقت کو تسلیم نہیں کرتا جب کہ میں اب اپنی جگہ مجبور ہوں ..... میرا سارا سکون، میری آتشی کی رعنائی، میرے بدن کی خوشبو بھری حدت، میرے زندہ قہقہے، میرے ہونٹوں کے رنگ حرارت اور لذت سب کچھ اس کی ذات سے ہی وابستہ ہیں۔

انجلینا میری بہن! اس کی محبت میں میری حالت اب یہ ہو گئی ہے کہ اکثر خوابوں میں میں اسے وہاں دیکھتی ہوں جہاں اجلا چاند چمکتی کہکشاں ہوتی ہے۔ جہاں نغموں اور پھولوں کی کہانیاں جنم لیتی ہیں۔ جہاں حسین یادوں کے کنارے ملتے ہیں۔ جہاں ٹوٹے خوابوں کی تجسیم ہوتی ہے۔ جہاں فلک کے انجانے منطقوں میں ٹوٹے ستاروں کی کرچیاں جڑتی ہیں۔ جہاں زیست کے باغ کی سندر کلیاں کھلتی ہیں۔ جہاں آنکھوں کی سمٹی مہک میں نئی صبحوں کے انوکھے لمس روشن ہوتے ہیں۔ جہاں رات کے پھیلے اندھیروں میں بے داغ روشنی کی شعائیں جگمگاتی ہیں۔

انجلینا میری بہن! اب احمد بن یعلیٰ ہی میری آرزوؤں کا نمارہ، میرے قلب کا سکون، میرے بدن کی خوشبو، میرے جسم و جان کی تمازت ہے۔ انجلینا! تم جانتی ہو جب میں نے بچپنے سے نکل کر شباب میں قدم رکھا تو جو شخص بھی میرے شباب، میری خوبصورتی کو دیکھتا تھا تو یہ کہتا تھا یہ کھلتے پھولوں کی خوشبو اور گونجتی یادوں کی نرم ہسی جیسی لڑکی، یہ مومنی صورت اجلے تکلم اور نور کے ہالے اور نکھرے روپ جیسی حسین، یہ کہکہاتی تتلیوں کے رنگوں اور خوشبوؤں کے ہنگاموں جیسی پرکشش اور خوبصورت لڑکی جس کسی کی بھی زندگی کا ساتھی بنے گی وہ دنیا کا خوش قسمت ترین انسان ہو گا ..... اب میں خیال کرتی ہوں میں دنیا کی بدترین اور بدقسمت لڑکی ہوں کہ جسے میں نے چاہا ہے وہی میری چاہت پر اعتبار اور بھروسہ ہی نہیں کر رہا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد قرسینا رکی۔ یہاں تک کہ انجلینا نے اسے مخاطب کیا۔

''میری بہن! اگر یہ معاملہ ہے تو پھر آپ اسے کیسے حاصل کرنے کی کوشش کریں گی۔''

قرسینا نے پھر انجلینا کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ ''انجلینا! وہاں رہتے

ہوئے اگر میں غمزدہ، ملول اور افسردہ رہنا شروع کرتی تو یاد رکھنا ہر کسی کو خبر ہو جاتی کہ مجھے کوئی روگ لگ گیا ہے ..... تم جانتی ہو میرا باپ مجھ سے کتنی محبت کرتا ہے وہ مجھ سے ضرور پوچھتا اور مجھے بتانا پڑتا ..... اگر ایسا ہو جاتا تو پھر تم اندازہ لگا سکتی ہو کہ میری حالت کیا ہوتی ..... میرا باپ جہاں سخت محبت کرنے والا ہے وہاں اس کے مزاج کے خلاف کوئی بات ہوتی ہے تو وہ برداشت نہیں کرتا ..... اپنی عزیز ترین شے کو بھی لٹا کر رکھ دیتا ہے ..... اسی بنا پر میری بہن اپنی اس محبت کو چھپانے اور سکون حاصل کرنے کی خاطر میں لیون سے تمہارے پاس یہاں چلی آئی ہوں ..... صرف میری ماں کو میری اس محبت کا پتا ہے ..... اس نے میرا ساتھ دینے کا عہد کیا ہے ..... انجلینا! میں اس نظریے کے تحت یہاں آئی تھی کہ کچھ عرصہ یہاں تمہارے پاس رہوں گی۔ تمہارے ساتھ رہتے ہوئے مجھے کسی قدر قلبی سکون حاصل ہو گا اور پھر یہاں رہتے ہوئے میں کسی نہ کسی طرح احمد بن یعلیٰ کے پاس قرطبہ جانے کی کوشش کروں گی۔

لیون سے نکل کر یہاں بنبلونہ میں آنے کی دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ میرا باپ عنقریب مسلمانوں کے خلاف طویل جنگوں کا سلسلہ شروع کرنا چاہتا ہے ..... میں ان جنگوں میں شامل نہیں ہونا چاہتی ..... ان جنگوں میں میں اس کے مقابل نہیں جانا چاہتی جسے میں اب اپنی جان، اپنی روح سے بھی زیادہ عزیز خیال کرتی ہوں ..... لہٰذا میں یہاں چلی آئی ہوں۔ یہاں رہنے کے بعد میں سوچوں گی کہ مجھے اگلا قدم کیسے اور کب اٹھانا ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد قرسینا جب خاموش ہوئی تب انجلینا نے اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ کئی بار اس کا منہ چوما پھر اپنا منہ اس کے کان کے قریب لے گئی اور میٹھی شہد بھری سرگوشی میں کہنے لگی۔

''میری بہن! اس میں پریشان اور فکرمند ہونے کی کیا ضرورت ہے ..... تمہاری چھوٹی بہن یہاں موجود ہے۔ میں نا صرف تمہاری راز دار، تمہاری ساتھی بن کر رہوں گی بلکہ کوشش کروں گی کہ حالات ایسے ہو جائیں کہ میری بہن! اس کے پاس چلی جائے جس سے وہ محبت کرتی ہے اور جسے وہ اپنانا چاہتی ہے۔''

انجلینا کے ان الفاظ پر قرسینا خوش ہو گئی تھی۔ کچھ دیر خاموشی رہی پھر قرسینا نے غور سے انجلینا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''انجلینا! میرے پاس تمہارے لئے بھی ایک خبر ہے ..... اب پتا نہیں تم اسے اچھی سمجھتی ہو کہ بری.....''

قرسینا کو رک جانا پڑا۔ انجلینا چونک سی پڑی ایک دم سے پوچھ لیا۔ ''میری بہن! تمہارے پاس میرے لئے کون سی خبر ہے جسے اب تک تم نے چھپائے رکھا ..... تمہیں یہاں آئے ہوئے کتنے دن ہو گئے ہیں لیکن اس خبر کا تم نے مجھ پر انکشاف تو نہیں کیا۔''

قرسینا مسکرائی کہنے لگی۔ ''بس یونہی میں چاہتی تھی کہ چپ ہی رہوں ..... آج جب کہ حالات نے میری ذات کی الجھنوں کو بھی عیاں کر دیا ہے تو میں چاہتی ہوں جو فیصلہ تمہارے متعلق ہوا ہے میں ان سے تمہیں آگاہ کروں ..... انجلینا میری بہن! دراصل بات یہ ہیکہ تمہاری خالہ یورا کہ سوچ رہی ہے کہ تمہارا رشتہ اس کے بیٹے شانجہ کے ساتھ طے کر دیا جائے۔''

قرسینا کے ان الفاظ پر انجلینا کے چہرے پر ناگواری اور غصے کے آثار نمودار ہوئے پھر بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''میری خالہ کی یہ جرأت اور جسارت کیسے ہوئی کہ وہ اپنی طرف سے ایسے فیصلے کرتی پھرے ..... وہ میری خالہ ضرور ہے لیکن میں اسے یہ اجازت تو نہیں دے سکتی کہ وہ میری مرضی کے خلاف کوئی فیصلہ کرے ..... میں الویرہ کی بیٹی ہوں اور وہی کروں گی جو میرا من چاہے گا ..... میرے اور شانجہ کے رشتے کی کوئی نسبت ہی نہیں بنتی ..... اب میں یہ سمجھ کر تو اس سے شادی کرنے پر آمادہ نہ ہو جاؤں گی کہ میری خالہ کا بیٹا ہے۔ جس وقت میں اور میرا بھائی اوڑینو لیون سے نکل کر یہاں آئے تھ اس وقت بھی وہ کافی موٹا تھا لیکن بعد میں جو ہمیں خبریں ملتی رہی ہیں ان کے مطابق کہتے ہیں وہ جتنا قد میں لمبا ہے موٹائی میں اتنا چوڑا بھی ہو چکا ہے..... قرسینا میری بہن! ایسے ہاتھی نما شخص سے شادی کر کے میں نے اپنی پسلیاں نہیں تڑوانی۔''

انجلینا کے ان الفاظ پر قرسینا نے ایک بلند اور بھرپور قہقہہ لگایا۔ کافی دیر تک وہ ہنستی رہی۔ انجلینا بھی اس کی اس ہنسی میں شامل ہو گئی تھی کچھ دیر تک دونوں قہقہے لگاتی رہیں پھر قرسینا نے انجلینا کو اپنے ساتھ لپٹا لیا اور کہنے لگی۔

''تو نے اس کے متعلق خوب جملہ کہا ..... میری بہن! تم نے تو اسے دیکھا نہیں

وہ پہلے سے کئی گناہ زیادہ موٹا ہو چکا ہے اور جس رفتار سے اس کا وزن بڑھ رہا ہے اور جس رفتار سے وہ پھول کر کپا ہوتا جا رہا ہے میں خیال کرتی ہوں کہ اگر وہ اسی طرح پھولتا رہا تو عنقریب وہ وقت آئے گا کہ وہ چلنے پھرنے سے قاصر ہو جائے گا ..... ہاں اس کے اس طرح پھولنے سے ایک فائدہ ضرور ہو گا کہ جس کسی پر وہ گرے گا ایسے گا جیسے اس پر ہاتھی گر گیا ہو اور اس کی پسلیاں ضرور توڑ ڈالے گا۔''

قرسینا جب خاموش ہوئی تب چہکنے کے انداز میں انجلینا نے اسے مخاطب کیا۔ ''میری بہن! اب تو میں تمہاری راز دار ہو گئی ہوں ..... تم سے وعدہ کر چکی ہوں کہ میں اپنی طرف سے کوشش کروں گی کہ تمہیں احمد بن یعلیٰ سے ملانے کی کوشش کروں۔ اب تم فکر مند نہ ہو ..... میں تمہارے ساتھ ہوں تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن ایک بار میری بہن! تمہیں ماننا پڑے گی کہ جس طرح تم پہلے لیون میں ہنسی خوشی زندگی گزارتی رہی ہو اسی طرح یہاں بھی جتنا عرصہ تم نے رہنا ہے ہنسی خوشی سے رہنا ہے ..... اب اٹھو جس طرح دونوں بہنیں لیون شہر میں گھوڑ دوڑ کے لئے نکلتی تھیں یہاں بھی گھڑ سواری اس طرح میرے ساتھ گھڑ دوڑ پر جاتے ہوئے تمہارا دل بھی بہلا رہے گا اور یہ جو خواب گاہ میں بیٹھے ہوئے ہر وقت تم اپنے اوپر افسردگی اور اداسی طارق رکھتی ہو اس سے بھی تمہاری جان چھوٹ جائے گی۔''

قرسینا انجلینا کی بات مان گئی۔ مسکراتے ہوئے وہ اٹھ گئی پھر تھوڑی دیر بعد دونوں گھڑ دوڑ کے لئے نکل گئی تھیں۔

اپنی جنگی تیاریوں کو عروج پر پہنچانے اور انہیں آخری شکل دینے کے بعد رومیر نے تیز رفتار قاصد جلیقیہ اور نبرہ کی سلطنتوں کی طرف روانہ کیے تھے اور انہیں پیغام بھجوایا تھا کہ ان کے پاس جس قدر لشکر ہے ان میں سے کم از کم آدھے آدھے رومیر کی طرف بھجوائیں۔ ایسا ہی پیغام اس نے کشتالیہ کے والی گورنر الیز کی طرف بھجوایا تھا لیکن گونر الیز نے رومیر کو کوئی معقول جواب نہ دیا تھا۔

اس موقع پر رومیر نے گورنر لیز سے الجھنا پسند نہ کیا اس لئے کہ وہ مسلمانوں سے

اگر ہر صورت میں اپنی گزشتہ شکستوں کا انتقام لینا چاہتا تھا

تاہم اسے جلیقیہ اور نبرہ سے اس کی خواہشوں کے مطابق جواب ملا۔ جلیقیہ کی حکومت ایک طرح سے رومیر کی اپنی ہی تھی۔ اس لئے کہ رومیر کے دو بھائی تھے۔ ایک بھائی جسے اندھا کر کے اس نے زندان میں ڈال دیا تھا۔ دوسرا شانجہ جو اس وقت جلیقیہ کا حکمران تھا لہٰذا جلیقیہ پر بی ایک طرح سے رومیر ہی کی حکمرانی تھی۔ اس کا پیغام ملتے ہی اس کا بھائی شانجہ نے ایک خاصا بڑا لشکر اس کی مدد کے لئے روانہ کر دیا تھا۔

دوسری طرف نبرہ کی سلطنت سے بھی رومیر کا ایک گہرا رشتہ تھا۔ اس لئے کہ اس کی بیوی یورا کہ نبرہ کے موجودہ بادشاہ گارشیا کی بہن اور ملکہ تھیوڈورہ کی بیٹی تھی لہٰذا انہوں نے بھی رومیر کے اس پیغام کو اہمیت دی اور ایک خاصا بڑا لشکر جلیقیہ ہی کی طرح انہوں نے رومیر کی طرف روانہ کر دیا تھا۔ اس طرح دو مملکتوں سے لشکر آنے کے بعد رومیر کی طاقت اور قوت میں خوب اضافہ وا تھا۔

اس قدر طاقت اور قوت حاصل کرنے کے بعد رومیر نکلا اور مسلمانوں کے سرحدی علاقوں پر حملہ آور ہو کر اس نے چاروں طرف تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلنا شروع کر دیا۔ بڑے بڑے قصبوں کو لوٹنا، بستیوں کو تباہ و برباد کر کے آگ لگانا ایک طرح سے اس نے اپنی عادت بنا لی تھی۔

مسلمانوں کے سرحدی علاقوں کی یہ خبریں جب امیر عبدالرحمٰن کے پاس پہنچیں تب وہ بڑا سیخ پا اور بڑا فروختہ ہوا۔ اسی وقت اس نے ایک خاصا بڑا لشکر تیار کیا اور اپنے سرحدی علاقوں کی طرف روانہ ہوا۔ ایک لشکر شہر کی حفاظت کے لئے اس نے قرطبہ میں بھی چھوڑا اپنے بیٹے الحکم کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ امیر البحر غالب کے علاوہ کچھ اور سالاروں کو بھی اس کی مدد کے لئے اس کے پاس رکھا جب کہ باقی سالاروں کے ساتھ امیر عبدالرحمٰن بی برق رفتاری سے اپنے سرحدی علاقوں کی طرف بڑھا تھا۔

اس موقع پر رومیر کو ایک اور تقویت بھی حاصل ہوئی۔ اس نے جو قاصد اپنے سسرال نبرہ کی مملکت کی طرف روانہ کیے تھے ان ہی کے ذریعے یہ کام لگایا تھا کہ وہ سرقسطہ کے حکمرانوں کی طرف بھی جائیں اور ان کے سامنے صورت حال بیان کریں اور اگر وہ اپنا کوئی لشکر رومیر کی مدد کے لئے بھیج سکیں تو ضرور بھیجیں۔

سرقسطہ کے مسلمان حکمرانوں کی بدقسمتی کہ وہ ماضی میں بھی رومیر کا ساتھ دیتے رہے تھے جس وقت امیر عبدالرحمٰن بڑی برق رفتاری سے اپنے سرحدی علاقوں کا رخ کر رہا تھا اس وقت سرقسطہ کے حکمرانوں نے بھی بددیانتی اور غداری کا ثبوت دیا اور چھوٹا سا ایک لشکر انہوں نے رومیر کی مدد کے لئے روانہ کر دیا تھا۔

اس بار رومیر نے اپنے جرار لشکر کے ساتھ سرحدوں پر ہی پڑاؤ کر لیا تھا جونہی عبدالرحمٰن اپنے لشکر کے ساتھ اس کے سامنے آیا۔ اس نے جنگ کی ابتدا کرنے کے لئے اپنے لشکر میں طبل اور جذبات میں ہیجان پیدا کر دینے والے دوسرے موسیقی کے آلات بجوانے کا حکم دے دیا تھا۔

اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے امیر عبدالرحمٰن نے بھی فوراً لشکر کو پڑاؤ کر کے اپنی صفیں درست کرنے کا حکم دیا۔ یہ حکم سنتے ہی لشکری بڑی رندہ دلی، بڑی جرأت مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بڑی تیزی سے اپنی صفیں درست کرنے لگے تھے۔

امیر عبدالرحمٰن پہلے کی نسبت زیادہ سالار اپنے ساتھ لے کر آیا تھا احمد بن یعلیٰ کے علاوہ اس کے ساتھ محمد بن حسین امیہ بن اسحاق، سعید بن منذر، محمد بن اسحاق اور ایسے ہی اور بہت سے رکردہ اور جنگ کا وسیع تجربہ رکھنے والے سالار بھی تھے۔

جس وقت لشکر کی صفیں درست ہو رہی تھیں اس وقت احمد بن یعلیٰ اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا اس جگہ آیا جہاں امیر عبدالرحمٰن اپنے وزیر اور سالار سعید بن منذر کے ساتھ کھڑا اپنے لشکر کا جائزہ لے رہا تھا۔ احمد بن یعلیٰ اس کے قریب آیا تو امیر اس کی طرف متوجہ ہوا۔ قریب آنے کے بعد احمد بن یعلیٰ نے امیر عبدالرحمٰن کو مخاطب کیا۔

''امیر محترم! اس موقع پر میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی ہے۔ اگر آپ اسے پسند کریں تو اس پر عمل کر کے ہم رومیر کے علاوہ جلیقیہ اور نبرہ سے آنے والی اس کی ساری قوتوں کے بخیے ادھیڑ کر رکھ دیں گے۔''

احمد بن یعلیٰ جب خاموش ہوا تب اسے عبدالرحمٰن مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ''بیٹے! تمہارے یہاں آنے سے تھوڑی دیر پہلے کچھ مخبروں نے یہ اطلاع دی ہے کہ سرقسطہ کے کچھ لشکری بھی رومیر کا ساتھ دے رہے ہیں۔''

اس پر احمد بن یعلیٰ بڑے پرسکون انداز میں کہنے لگا۔ ''امیر محترم! جو بھی رومیر کا ساتھ دینا چاہتا ہے دینے دیں۔ میرے خداوند کو منظور ہوا تو آج ہم ان سب کو کھنگال

کر رکھ دیں گے اور رومیر کے مقدر میں آج ایسی بدترین شکست لکھیں گے کہ آئندہ اسے ہمارے مقابل آنے کی جرأت اور جسارت نہیں ہو گی۔''

یہاں تک کہنے کے بعد احمد بن یعلیٰ رکا پھر وہ اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''امیر! آپ دیکھتے ہیں اس بار رومیر کے لشکر کی تعداد ہمارے لشکر سے بہت زیادہ ہے۔ میرے خیال میں اس کا لشکر ہم سے دگنے سے بھی زیادہ ہے۔ اس بنا پر میں سمجھتا ہوں کہ جہاں رومیر پرسکون ہو گا وہاں اس بار اس کے لشکری بھی اتنے بڑے لشکر سے بڑی امیدیں وابستہ کیے ہوں گے لیکن ہم نے ان کی ساری امیدوں کو خاک میں ملانا ہے۔

امیر! میرا اندازہ ہے کہ رومیر اپنے سارے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کرے گا۔ ایک حصہ جو اس کا اپنا لشکر ہے اسے لے کر وہ خود درمیان میں رہے گا۔ جلیقیہ سے آنے والے لشکر کو ایک پہلو پر دوسرے پہلو پر نبرہ کے لشکر کو رکھے گا اور ان کی کمانداری ان کے سالاروں کے ذمے ہی لگائے گا۔ جہاں تک سرقسطہ کے چھوٹے سے لشکر کا سوال ہے تو میرے خیال میں اس لشکر کو رومیر یا تو اپنے پڑاؤ کی حفاظت پر مقرر کرے گا یا اپنے حصے کے لشکر میں شامل کرے گا۔ بہرحال میرا اندازہ ہے رومیر لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کرے گا۔

امیر! اب اس کا توڑ کرنے کے لئے رومیر کے منہ پر شکست اور ہزیمت کا بدترین طمانچہ مارنے کے لئے میں چاہتا ہوں۔ ہم اپنے لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کریں۔ ایک حصہ آپ اپنے پاس رکھیں اور امیہ بن اسحاق کو اپنے نائب کی حیثیت سے اپنے لشکر میں شامل کریں۔ دوسرا حصہ محترم سعید بن منظر کی کمانداری میں دیں اور امیہ بن اسحاق کے بھائی احمد بن اسحاق کو اس کا نائب بنائیں اور اس کے لشکر میں شامل کریں۔ امیر محترم! لشکر کے تیسرے حصے کی کمانداری محمد بن حسین کو دیں وہ اب جنگ کا وسیع تجربہ حاصل کر چکا ہے اور کسی بھی نئے سالار کو اس کے نائب کی حیثیت پر مقرر کریں۔''

یہاں تک کہتے کہتے احمد بن یعلیٰ کو رک جانا پڑا اس لئے کہ بڑے غور اور کسی قدر احتجاجی سے انداز میں امیر عبدالرحمٰن اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''بیٹے! تم نے میرے علاوہ سارے سالاروں کے نام گنوا دیئے لیکن میں نے اس فہرست میں تمہارا نام نہیں سنا۔''

امیر عبدالرحمٰن کے ان الفاظ پر احمد بن یعلیٰ مسکرایا پھر کہنے لگا۔''امیر! ابھی میں نے اپنی بات ختم نہیں کی اس کے علاوہ میں نے لشکر کی صرف تین حصوں کی بات کی ہے۔ امیر محترم! اگر آپ پسند کریں تو چوتھا لشکر آپ میری کمانداری میں دے دیں۔ چوتھا لشکر جو میری کمانداری میں ہوگا وہ آپ کے سارے لشکر کے پیچھے پڑاؤ میں رہے گا۔ اب ہمارے لشکر کی صورت حال دیکھتے ہوئے رومیر اندازہ لگائے گا کہ جس طرح اس نے خود اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے اسی طرح اس کا مقابلہ کرنے کے لئے ہم بھی اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کر چکے ہیں۔

امیر محترم! جب جنگ کی ابتدا ہوگی تو آپ پوری طاقت اور قوت کے ساتھ دشمن سے ٹکرائیں جب رومیر کا پورا لشکر آپ سے ٹکرا جائے گا تو میں اپنے کام کی ابتدا کروں گا۔ میں پشت کی طرف سے حرکت میں آؤں گا جو لشکر محمد بن حسین کی سرکردگی میں کام کر رہا ہوگا اس کے پیچھے سے ہوتا ہوا میں بڑی تیزی اور برق رفتاری سے رومیر کے لشکر کے پہلو کا رخ کروں گا۔ اب اس سمت یا تو جلیقیہ والوں کا لشکر ہوگا یا نبرہ والوں کا جس کا بھی ہوا امیر محترم! میں یقین دلاتا ہوں میں لمحوں کے اندر اس کی صفیں درہم برہم کرتے ہوئے اور انہیں کاٹتے ہوئے اور ان کی تعداد ایک طرح سے کم کرتے ہوئے رومیر کے لشکر کے وسطی حصے کی طرف بڑھنا شروع کروں گا۔

امیر! اگر میں ایسا کرنے میں کامیاب ہوگیا تو پھر یاد رکھئے گا لمحوں کے اندر اس رزم گاہ میں رومیر کے لئے شکست، ہزیمت، بدنامی اور ذلت کے در کھلتے چلے جائیں گے۔''

احمد بن یعلیٰ جب خاموش ہوا تب کچھ دیر تک امیر عبدالرحمٰن مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھتا رہا پھر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''جو کچھ تم نے کہا ہے یوں جانو یہی آخری ہے۔ اب میرے اور دوسرے سالاروں کے ساتھ مل کر لشکریوں کی تقسیم کا کام سرانجام دو۔''

اس کے ساتھ ہی احمد بن یعلیٰ اور دوسرے سالاروں کے ساتھ امیر عبدالرحمٰن اپنے لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کرنے لگا تھا۔

دیکھتے ہی دیکھتے لشکر چار حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ ایک حصے کو لے کر احمد بن یعلیٰ پیچھے چلا گیا تھا۔ باقی تین حصوں کو دشمن کے سامنے صف آراء کر دیا گیا تھا۔ وسطی حصے میں خود عبدالرحمٰن تھا اس کے نائب کی حیثیت سے امیہ بن اسحاق کام کر رہا تھا جبکہ دائیں جانب کے حصے کی کمانداری امیر عبدالرحمٰن کے وزیر اور سالار سعید بن بشکری کی کمانداری میں تھی۔ احمد بن اسحاق اس کی نیابت کر رہا تھا۔ بائیں جانب کے حصے کی کمانداری اس بار محمد بن حسین کے حوالے کی گئی تھی اور ایک نیا سالار اس کے نائب کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔

اس بار بڑا لشکر رکھنے کی وجہ سے جنگ کی ابتدا بڑی خوشی اور بڑے ولولے میں امیر نے کی تھی۔ اپنے لشکر کو اس نے آگے بڑھایا اور پھر وہ گزرتے وقت کے پیمانے میں وحشی ہواؤں کی یورش، تنہائی کی تند لہروں میں سمٹی ہواؤں میں بپھرتے شعلوں اور خون نظر میں سراب بکھیرتے طبقاتی تصادم کی طرح امیر عبدالرحمٰن کے لشکر پر حملہ آور ہو رہا تھا۔

عبدالرحمٰن نے بھی دفاعی حالات اختیار نہیں کی۔ اس کے حملوں کو روکنے کے بعد اس نے بھی اپنے لشکر کے تینوں حصوں کے ساتھ جارحیت پر اترا اور ایک دم جاگ اٹھنے والے صحرا کے خوابیدہ جھکڑوں، قطرہ قطرہ زہر برسا دینے والے دکھوں کے بادلوں، لوگوں کو زخم زخم دل و نظر کو آشفتگی میں ڈبو دینے والے وقت کی ان گنت لہروں سے مل بے روگ اور خونخوار جبلتوں کی طرح حملہ آور ہوگیا تھا۔

امیر عبدالرحمٰن اور اس کے سالاروں اور لشکریوں کا حملہ ایسا زور دار تھا کہ انہوں نے دشمن کی پختہ کاری کو نام کاری بپھرے سورماؤں کی شجاعت کو ہولناک شکست آوردگی اور تیغ زنی کی شعلہ خیز ہنرمندی کو افسردہ سامان کرب میں تبدیل کرنا شروع کر دیا تھا۔

اس بار رومیر بڑا بے فکر تھا کہ ایک تو اس کے لشکر کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ پہلے گزشتہ جنگوں میں مسلمان اپنے پہلے ہی حملے میں اسے پیچھے دھکیلنے میں کامیاب ہو جاتے تھے لیکن اس بار رومیر اور اس کے لشکری جم کر مسلمانوں کا مقابلہ کر رہے تھے اس لئے انہیں ایک طرح کی تقویت تھی کہ ان کے لشکر کی تعداد زیادہ ہے اور مسلمانوں پر انہیں عددی فوقیت حاصل ہے۔

جس وقت رومیر نے اپنی پوری طاقت اور قوت صرف کرتے ہوئے ا
عبدالرحمناور اس کے سالاروں کے حملے کو روک دکھایا تب اسے امید ہو گئی تھی کہ
جوں جنگ طویل پکڑے گی، مسلمانوں کے لشکری کی تعداد کم ہوتی چلی جائے گی اور
انہیں اپنے سامنے سمیٹنے اور پھر ان پر ناکامی اور شکست مسلط کرنے میں کامیاب
جائیں گے۔

لیکن یہ بات رومیر کے وہم و خیال میں بھی نہ تھی کہ ابھی ایک طوفان ایسا ہے
چھپا ہوا اور اس کے خلاف حرکت میں آنے کے لئے پرتول رہا ہے۔ رومیر کی بدقسمتی
کہ جس وقت امیر عبدالرحمٰن اس کے لشکر پر حملہ آور ہوا تھا گھبراہٹ میں رومیر یہ اندازہ
نہ لگا سکا کہ آخر احمد بن یعلیٰ کون سے حصے کی کمانداری کر رہا ہے۔

بہرحال جس وقت دونوں لشکر بری طرح ایک دوسرے سے ٹکرا رہے تھے اسی
وقت اپنے لشکر کی پشت کی جانب سے احمد بن یعلیٰ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ شعلوں
میں پنہاں آتشیں بے دود کی طرح حرکت میں آیا۔ خون کی کلیاں کروا دینے والے چلتے
عذاب کی طرح وہ اپنے لشکر کی پشت سے نکل کر ایک کاوا کاٹتا ہوا رومیر کے لشکر کے
پہلو کی طرف بڑھا تھا۔

اس کے بعد رومیر کے لشکر کے ایک پہلو میں خونی انقلاب برپا ہوا اس لئے کہ
احمد بن یعلیٰ رومیر کے لشکر کے اس پہلو پر حملہ آور ہوا تھا جہاں نبرہ کی مملکت کی طرف
سے آنے والا لشکر مسلمانوں کے ساتھ الجھا ہوا تھا۔

اس لشکر کے پہلو میں پہنچتے ہی احمد بن یعلیٰ اپنے لشکر کے ساتھ پوری طاقت اور
قوت کے ساتھ جسموں سے الجھتی اور ہر شے کو موت کے تھپیڑے مارتی برفانی ہواؤں،
ماضی کے کرب کو حال کے ماتم میں تبدیل کر دینے والے خیموں کی طنابیں توڑتے
بگولوں اور آئینوں کو سنگ روشنی کو ظلمات سے ٹکرا دینے والے صاحبان عزم کی طرح
حملہ آور ہو گیا تھا۔

احمد بن یعلیٰ کی طرف سے رومیر کے لشکر کے پہلو پر یہ حملہ انتہا درجہ کا جان لیوا
اور خوفناک تھا اور اس میں اس وقت خوفناکی اور وحشت اور زیادہ ہو گئی جب دشمن کے
پہلو کی ان گنت صفوں کو کٹاتے ہوئے زور زور سے تکبیریں بھی بلند کرنے لگا تھا اور
تکبیروں کی ان صداؤں نے دشمن کے لشکریوں کے پاؤں تلے سے زمین کھینچنا شروع

کر دی تھی۔ احمد بن یعلیٰ، رومیر کے لشکر کے جس پہلو پر حملہ آور ہوا تھا، اپنے پہلے ہی
حملے میں اس نے لاشوں کے ڈھیر لگانے شروع کر دیئے تھے۔ اب اس حصے کی بدقسمتی
کہ احمد بن یعلیٰ تو ان کے پہلو پر حملہ آور ہو چکا تھا۔ اگر وہ اپنا رخ بدل کر احمد بن
یعلیٰ کا مقابلہ کرنے کی کوشش کرتے تو سامنے کی طرف سے محمد بن حسین اور اس کا
نائب ان پر جان لیوا ضربیں لگانے لگتے تھے۔ اس بنا پر وہ ایک طرح سے دوہری
مصیبت اور عذاب میں مبتلا ہو کر رہ گئے تھے۔

اس موقع پر احمد بن یعلیٰ نے ایک اور اچھا قدم اٹھایا۔ رومیر کے لشکر کے اس
حصے کی جو اگلی صفیں تھیں ان کو اس نے نرانداز کر دیا تھا محمد بن حسین اور اس کا نائب
اس سے الجھتے رہیں جب کہ وہ اسی لشکر کے پشتی حصے کی طرف گیا اور ایسے زور دار حملے
شروع کیے کہ پشتی حصے کو اس نے بالکل فنا کر کے رکھ دیا اور جو لشکری وہاں سے بچے
وہ اپنی جانیں بچانے کے لئے رومیر کے لشکر کے پشتی حصے کی طرف بھاگنے لگے تھے
جب کہ احمد بن یعلیٰ ان کے پیچھے لگ گیا۔ اب ایک طرح سے احمد بن یعلیٰ رومیر
کے لشکر کے ایک پہلو کے پشتی حصے کو ختم کرنے کے بعد رومیر کے اپنے حصے کے لشکر
کی پشت کی جانب بڑھنا شروع ہو گیا تھا۔

رومیر اس وقت اپنے لشکر کے وسطی حصے کی کچھ صفیں چھوڑ کر پیچھے اپنے لشکریوں
کو ہدایت جاری کر رہا تھا ساتھ ہی ساتھ جہاں دیکھتا تھا کہ اس کے لشکر پر دباؤ بڑھ رہا
ہے وہاں وہ محافظ دستوں کے ساتھ حملہ آور ہوتے ہوئے مقابلہ بھی کر رہا تھا۔ اتنے
میں اسے یہ اطلاع دی گئی کہ مسلمانوں کے ایک لشکر نے اس کے لشکر کے ایک پہلو کی
طرف سے حملہ آور ہوتے ہوئے پہلو کی پشت کو صاف کرتے ہوئے اب اس کے لشکر
کے پشتی حصے کی طرف بڑھنا شروع کر دیا ہے۔ اس خبر نے یقیناً رومیر کو فکرمند اور
پریشان کر دیا تھا اور جب بتانے والوں نے رومیر پر یہ انکشاف کیا کہ پہلو کی طرف
سے جو مسلمانوں کا لشکر حملہ آور ہوا ہے اس کی کمانداری عبدالرحمٰن کا سالار احمد بن یعلیٰ
کر رہا ہے تب رومیر کی پریشانی اور اس کی فکرمندی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ وہ یوں محسوس
کر رہا تھا جیسے نہ رکنے والے عذاب نے اس پر نزول کر دیا ہو یا اس کے لیز مین پر
زلزلہ طاری کر دیا گیا ہو۔

رومیر اپنے لشکر کا ایک حصہ احمد بن یعلیٰ کا مقابلہ کرنے کے لئے علیحدہ کرنا ہی

چاہتا تھا کہ احمد بن یعلیٰ نے ایک اور ہولناک اور خطرناک قدم اٹھا لیا۔

رومیر کے پچھلے کچھ لشکریوں کا خاتمہ کرنے کے بعد اچانک وہ بائیں جانب پلٹا اور رومیر کے پڑاؤ کی طرف بڑھا۔ احمد بن یعلیٰ کی طرف سے یہ بڑا خطرناک اقدام تھا اس لئے کہ رومیر کے بہت سے لشکری پلٹ کر اسے پڑاؤ کے اندر گھیر سکتے تھے لیکن احمد بن یعلیٰ نے اس سرعت اور تیزی سے کام لیا کہ پڑاؤ کے اندر جو رومیر کا حفاظتی لشکر تھا اسے لمحوں کے اندر اس نے کاٹ کر رکھ دیا۔ سب کا صفایا کرنے کے بعد احمد پھر پلٹا اس وقت تک رومیر نے اپنے لشکر کا ایک حصہ اس پر حملہ آور ہونے کے لئے مختص کر دیا تھا وہ اس کی طرف بڑھا تھا لیکن اب احمد بن یعلیٰ نے اچانک اٹھنے والے طوفان کی طرح ایک اور صورت اختیار کر لی۔

بڑی تیزی سے وہ پڑاؤ سے نکل کر رومیر کے لشکر کے دوسرے پہلو کی طرف بڑھا۔ اس پہلو میں جلیقیہ سے آنے والا لشکر مسلمانوں کے ساتھ برسر پیکار تھا اور اس کے سامنے سعید بن منذر حملہ آور ہوا تھا۔ اس کی پشت کی جانب پر احمد بن یعلیٰ پہلے حملہ آور ہوا۔ سینکڑوں لشکری جو پشت کی جانب تھے انہیں موت کے گھاٹ اتارا جب اس نے دیکھا کہ اس پر حملہ آور ہونے کے لئے رومیر نے جو لشکر مختص کیا ہے وہ اس کے پیچھے چلا آتا ہے تب احمد بن یعلیٰ مزید آگے بڑھا اور رومیر کے لشکر کے اس حصے کی پشت کو چھوڑ کر اس کے پہلو پر حملہ آور ہوا۔ وہاں بھی اس نے ان گنت لشکریوں کو موت کے گھاٹ اتار کر پیچھے چاروں طرف رومیر کے لشکریوں کی لاشیں ہی لاشیں بکھیر کر رکھ دی تھیں۔

اب احمد بن یعلیٰ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ رومیر کے لشکر کے دوسرے پہلو کی رف آ گیا تھا وہ جس طرف بھی حملہ آور ہوتا، اپنے پیچھے خون میں نہائی شب اور خاک میں لتھڑے دن کا سا سماں پیدا کرتا چلا جاتا تھا۔

دوسرے پہلو کے بھی ایک خاصے بڑے حصے کو احمد بن یعلیٰ نے کاٹ کر رکھ دیا تھا۔ اتنی دیر تک رومیر کا وہ لشکر جو رومیر نے خصوصیت کے ساتھ احمد بن یعلیٰ پ حملہ آور ہونے کے علیحدہ کیا تھا وہ بھی اس کا تعاقب کرتے ہوئے نزدیک آ گیا تھا۔ احمد بن یعلیٰ کی حرکات اور سکنات سے لگتا تھا جیسے وہ تعاقب کرنے والے رومیر کے اس لشکر پر گہری نگاہ رکھے ہوئے تھا۔ جونہی تعاقب کرنے والا وہ لشکر نزدیک آیا احمد بن

یعلیٰ آندھی اور طوفان کی طرح مڑا پھر تعاقب کرنے والے رومیر کے اس لشکر پر وہ بے خوابی کے جنگل میں روشنی کے تازہ موسموں اور لمحوں کی زنجیر میں محصور کر دینے والی فنق کی سرخ کرنوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

رومیر نے جو لشکر احمد بن یعلیٰ کے تعاقب کرنے کے لئے بھیجا تھا اس لشکر کے سالار کا خیال تھا کہ جب وہ پشت کی جانب سے احمد بن یعلیٰ پر حملہ آور ہو گا تو پہلو میں ان کے لشکری برسر پیکار ہیں وہ بھی ایک طرف سے احمد بن یعلیٰ پر حملہ آور ہو جائیں گے لیکن لگتا تھا احمد بن یعلیٰ ان کے ان سارے منصوبوں کو نگاہ میں رکھے ہوئے تھا۔ پہلو کے لشکر کو اس نے پہلے ہی کافی حد تک کاٹ کر رکھ دیا تھا۔ اب وہ تعاقب کرنے والے لشکر پر اپنی پوری طاقت اور قوت کے ساتھ ضربیں لگا رہا تھا اور بڑی تیزی کے ساتھ انہیں پراگندہ اور پامال کتا جا رہا تھا۔

اتنی دیر تک رومیر کے لشکر میں ایک زبان سے دوسری زبان، ایک کان سے دوسرے کان تک یہ خبریں پہنچنا شروع ہو گئیں کہ مسلمانوں کا ایک لشکر جو کہیں گھات میں بیٹھا ہوا تھا اچانک نمودار ہا اور اس نے ان کے پڑاؤ پر حملہ آور ہو کر پڑاؤ کے اندر جو لشکری تھے ان سب کا خاتمہ کر کے رکھ دیا ہے۔ لشکریوں کے ذہن میں یہ بھی بات بیٹھنے لگی کہ مسلمانوں کے اس لشکر نے ان کے لشکر کے پہلے ایک پہلو کو کاٹا اس کے بعد دوسرے پہلو کو بھی کاٹ کر رکھ دیا ہے۔ اس طرح یہ خبریں سننے کے بعد رومیر کے لشکریوں میں ایک طرح کی بددلی پھیلنا شروع ہو گئی تھی۔

احمد بن یعلیٰ کے مختف حصوں پر حملہ آور ہونے سے مسلمان لشکریوں کے حوصلے بڑھ گئے تھے۔ وہ رومیر کے لشکر کی عوامی فوقیت کو بالکل فراموش کرتے ہوئے دشمن پر جان لیوا حملے کر رہے تھے کچھ دیر کی کشمکش کے بعد احمد بن یعلیٰ نے رومیر کے اس لشکر کا بھی خاتمہ کر دیا ج اس کے تعاقب میں نکلا تھا اور ایک بار پھر وہ رومیر کے لشکر کے ایک پہلو پر حملہ آور ہونا شروع ہو گیا تھا اور اس طرح اس نے ایک طرح سے رومیر کے لشکر میں نقب لگانی شروع کر دی تھی۔

اب لحہ بہ لحہ رومیر کے لشکر پر دباؤ بڑھتا جا رہا تھا جب کہ اس کے لشکر میں اسی لحاظ سے افراتفری اور بدنظمی بھی بڑھنا شروع ہو گئی تھی۔ یہاں تک کہ رومیر کے لشکر کو بدترین شکست اٹھانا پڑی اور رومیر پسپائی کے بگل بجاتا ہوا بھاگ کھڑا ہوا۔ اپنے پڑاؤ

کی ہر چیز کو فراموش کرتا ہوا رومیر اپنے لشکر کے ساتھ اپنے مرکزی شہر لیون کی طرف بھاگا تھا۔ امیر عبدالرحمٰن، احمد بن یعلیٰ اور دوسرے سالاروں نے کچھ دیر تک بھاگتے ہوئے دشمن کا تعاقب کیا۔ ان کی تعداد مزید کم کی اس کے بعد امیر عبدالرحمٰن کے حکم پر لشکر اس جگہ واپس آ گیا تھا جہاں جنگ ہوئی تھی۔

پہلے زخمیوں کی دیکھ بھال کی گئی۔ جنگ میں مارے جانے والوں کی تجہیز و تکفین کا اہتمام کیا گیا۔ اس کے بعد رومیر کے پڑاؤ کی ہر چیز پر قبضہ کیا گیا۔ اس جنگ میں امیر عبدالرحمٰن کے ہاتھ مال غنیمت کی صورت میں بہت کچھ لگا اور اس نے وہ سب کچھ اپنے لشکریوں میں تقسیم کرتے ہوئے ایک طرح سے انہیں مالا مال کر کے رکھ دیا تھا۔

دوسری طرف رومیر اپنے مرکزی شہر کی طرف بھاگتا رہا۔ جب اس نے دیکھا کہ مسلمانوں نے اس کا تعاقب ترک کر دیا ہے تب وہ کچھ دور مزید آگے گیا پھر ایک جگہ اپنے لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا اور سب سے پہلے جو زخمی بڑی مشکل سے اس کا ساتھ دے رہے تھے۔ ان کی دیکھ بھال کرنے کا حکم دیا۔

جس وقت طبیب زخمیوں کی دیکھ بھال کر رہے تھے اس وقت رومیر، اس کے دونوں بیٹے اور ڈینو اور شانجہ اور سالار ایک جگہ جمع ہوئے۔ اس موقع پر رومیر کے چہرے پر دور دور تک اداسیاں اور افسردگیاں رقص کر رہی تھیں پھر اپنے سالاروں کی طرف دیکھتے ہوئے وہ انتہائی غم زدہ سے انداز میں کہہ رہا تھا۔

''میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ آخر ہر بار مسلمانوں کے مقابلے میں ہمیں ہی کیوں شکست اٹھانا پڑتی ہے۔ اس بار مجھے قوی امید تھی کہ میں فتح مند رہوں گا۔ ایک تو میرے ذاتی لشکر کی تعداد بھی مسلمانوں کے لشکر سے زیادہ تھی پھر میری مدد کے لئے جلیقیہ اور نبرہ سے بھی لشکر آ گئے تھے۔ سرقسطہ کے مسلمانوں کے کچھ دستے بھی آئے تھے لیکن ہماری بدقسمتی کہ ہمارے متحدہ لشکر کو ایک بار پھر ان مسلمانوں کے ہاتھوں شکست کا داغ اٹھانا پڑا اور ہماری اس شکست کا ذمہ دار اس بار بھی پہلے کی طرح عبدالرحمٰن کا سالار احمد بن یعلیٰ ہے۔ اسے اب میں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد رومیر جب خاموش ہوا تو اس کا ایک سالار اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اس موقع پر میرے ذہن میں ایک تجویز ہے۔ اگر اس پر عمل کیا جائے تو اس احمد بن یعلیٰ کا خاتمہ بڑی آسانی سے کیا جا سکتا ہے۔''

اپنے اس سالار کے ان الفاظ کے جواب میں رومیر کے چہرے پر چونکا دینے والے تاثرات نمودار ہوئے تھے پھر اپنے اس سالار کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

''تمہارے پاس اگر کوئی تجویز ہے تو کہو..... اگر اس کے ذریعے احمد بن یعلیٰ کا خاتمہ کیا جا سکتا ہو تو ایسا ضرور کیا جائے گا۔''

رومیر جب خاموش ہوا تب وہ سالار پھر بول اٹھا۔ ''میرے پاس ایک نہیں دو تجویزیں ہیں۔ پہلی تجویز یہ کہ اپنی مملکت کے علاوہ نبرہ اور جلیقیہ کا بھی جائزہ لیا جائے۔ تینوں مملکتوں میں جو سب سے اچھا تیغ زن ہو اس کا انتخاب کیا جائے۔ اپنی ہاری کر کے مسلمانوں کے ساتھ پھر جنگ کی طرح ڈالی جائے اور پہلے وہ تیغ زن انفرادی مقابلے کے لئے میدان میں اترے۔ انفرادی مقابلے کے لئے احمد بن یعلیٰ کا ام لے کر لکارے لیکن جس تیغ زن کا انتخاب کیا جائے میدان میں اترنے سے پہلے ایک احتیاط برتے وہ یہ کہ اپنے گھوڑے کی زین کے ساتھ لوہے کا ایک بھاری اور لوک کا نیزہ رکھے جونہی احمد بن یعلیٰ اس سے انفرادی مقابلہ کرنے کے لئے ائے۔ ہمارا وہ تیغ زن اس سے تیغ زنی کا مقابلہ کرنے کے بجائے فوراً اپنے اس ھاری بھرکم لوہے کے نیزے کو حرکت میں لائے۔ تاک کر احمد بن یعلیٰ کو مارے اور اں کا خاتمہ کر دے لیکن اس تیغ زن کو چاہیے پہلے کچھ ہفتوں تک نیزہ اپنے ہدف پر نے کی مشق بھی کرتا رہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد وہ سالار رکا پھر کہنے لگا۔ ''اگر مستقبل قریب میں ہماری ئی جنگ ان مسلمانوں کے ساتھ نہیں ہوتی، انفرادی مقابلے کا موقع نہیں آتا تب ب اور تجویز پر بھی عمل کیا جا سکتا ہے۔ میرے خیال میں ہمارے لشکر کو شکست دینے ے بعد مسلمانوں کا امیر عبدالرحمٰن واپس نہیں جائے گا جہاں تک میرا اندازہ ہے وہ ال کی طرف بڑھے گا۔ اس لئے کہ اسے خبر ہو چکی ہو گی کہ اس جنگ میں نبرہ اور لہ کے علاوہ اس کے خلاف سرقسطہ کے مسلمانوں نے بھی حصہ لیا ہے۔

عبدالرحمٰن ہمیں تو شکست دے چکا ہے اور ہم کچھ عرصے کے لئے اس کے طاب نہیں آ سکتے۔ اس موقع پر میں آپ کو مشورہ دوں گا کہ جلیقیہ اور نبرہ کے جو

لشکری ہمارے ساتھ ہیں انہیں فوراً اپنے اپنے علاقوں کی طرف روانہ کیا جائے۔ سر
والے بھی سرقسطہ چلے جائیں اس لئے کہ ہمیں شکست دینے کے بعد عبدالرحمٰن ضرور
علاقوں کا رخ کرے گا۔ نبرہ اور جلیقیہ والوں کے علاوہ سرقسطہ والوں کو بھی ہمارا ساتھ
دینے کی سزا ضرور دے گا۔ آپ دیکھئے گا کہ وہ ایسا ہی کرے گا۔

اگر وہ ایسا کرتا ہے تو پھر آپ نبرہ میں نبرہ کے حکمران اور آپ کی بیوی یوراہ کے
بھائی گارشیا کی طرف پیغام بھجوائیں کہ اگر مسلمان ان پر حملہ آور ہونے کے لئے
کے علاقوں میں داخل ہوتے ہیں تو مسلمانوں سے صلح کی گفتگو کرنے کے لئے پادریوں
کا ایک وفد تیار کریں پادریوں کے اس وفد میں اسی شخص کو رکھا جائے جس کا انتخاب
احمد بن یعلیٰ کے ساتھ انفرادی مقابلے کے لئے کیا ہوگا۔ وہ پادری کے بھیس میں
مسلمانوں کے لشکر میں داخل ہو اور پادریوں کا وہ گروہ پہلے صلح کی گفتگو کرنے کے لئے
عبدالرحمٰن سے ملاقات کرے۔ اگر اس موقع پر عبدالرحمٰن کے پاس اس کا سالار احمد
یعلیٰ بھی موجود ہو تو جس تیغ زن کا انتخاب کیا جائے وہ احمد بن یعلیٰ سے کہے کہ
اس سے علیحدگی میں کچھ کہنا چاہتا ہے اس لئے کہ اس کے پاس رومیر کی بیٹی قرسینا کا
ایک پیغام ہے۔

قرسینا کا نام سن کر یاد رکھئے احمد بن یعلیٰ چونکے گا۔ وہ آپ کی بیٹی کو اس
پہلے کئی بار دیکھ چکا ہے۔ اس کی خوبصورتی اور حسن سے متاثر بھی ہوگا۔ میرے خیال
میں وہ منتخب کردہ تیغ زن جب اسے قرسینا کا کوئی پیغام دینے کی خاطر علیحدگی میں
جا کر گفتگو کا اظہار کرے گا تو احمد بن یعلیٰ مان جائے گا۔ علیحدگی میں لے جا کر وہ
زن خنجر نکال کر احمد بن یعلیٰ کے سینے میں گھونپ دے اور احمد بن یعلیٰ کا کام تمام
دے۔ اپنے گھوڑے کو اپنے قریب ہی رکھے اور یہ کام کرنے کے بعد گھوڑے پر
ہو کر بھاگ نکلے۔ اتنی دیر تک دوسرے پادری یقیناً مسلمانوں کی لشکر گاہ سے نکل
واپس جا چکے ہوں گے۔ میرے خیال میں احمد بن یعلیٰ کو ٹھکانے لگانے کا یہ
آسان طریقہ ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد وہ سالار رکا پھر وہ اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہو
کہہ رہا تھا۔ ''ہاں جس وقت پادری صلح کی گفتگو کرنے کے لئے مسلمانوں کے
میں داخل ہوں اور وہ عبدالرحمٰن سے گفتگو کریں تو عبدالرحمٰن کے پاس اس وقت

بن یعلیٰ موجود نہ ہو تو تب گفتگو ختم کرنے کے بعد ہی تیغ زن جو پادری کے بھیس میں
ہوگا عبدالرحمٰن سے التماس کرے کہ اگر وہ برا نہ مانے تو وہ احمد بن یعلیٰ سے ملاقات
کرنا چاہتا ہے اس لئے کہ اس کے پاس احمد بن یعلیٰ کے لئے رومیر کی بیٹی قرسینا کا
ایک پیغام ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں عبدالرحمٰن ہمارے اس تیغ زن کو احمد بن
یعلیٰ سے ملنے کی اجازت دے گا بلکہ اپنا کوئی ساتھی اس کے ساتھ بھیجے گا جو اسے احمد
بن یعلیٰ کے خیمے میں لے جائے گا۔ خیمے میں جا کر ہمارے اس تیغ زن کے لئے احمد
بن یعلیٰ پر اچانک حملہ آور ہونا اور اس کا خاتمہ کرنا مزید آسان ہو جائے گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد وہ سالار مزید تھوڑی دیر خاموش رہا۔ کچھ سوچا پھر دوبارہ
رومیر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ ''اگر ان دو طریقوں میں سے کسی ایک کو بھی
استعمال کرتے ہوئے ہم احمد بن یعلیٰ کا خاتمہ کر دیں تو میں سمجھتا ہوں کہ آنے والی کسی
بھی جنگ میں ہم مسلمانوں سے اپنی ماضی کی ساری شکستوں کا انتقام لے سکتے ہیں۔''

وہ سالار جب خاموش ہوا تو کچھ دیر خاموش رہ کر رومیر سوچتا رہا ساتھ ہی ساتھ
اپنے اس سالار کی طرف توصیفی انداز میں دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

''میں تمہاری ان دونوں تجویزوں کو قبول کرتا ہوں۔ بہت عمدہ تجویزیں ہیں اور
یقیناً ان میں سے کسی پر عمل کر کے ہم احمد بن یعلیٰ کو ٹھکانے لگا سکتے ہیں۔ میں تمہارے
ان اندازوں سے بھی اتفاق کرتا ہوں کہ اب جب کہ عبدالرحمٰن ہمیں شکست دے چکا
ہے اور اسے یقیناً یہ خبر ہو گی کہ اس جنگ میں نبرہ اور جلیقیہ والوں کے علاوہ سرقسطہ
کے مسلمانوں نے بھی اس کے خلاف ہماری مدد کی ہے تو وہ ان تینوں قوتوں کو معاف
نہیں کرے گا۔ ان پر حملہ آور ہو کر ان کے لئے سزا دے گا۔

میرے عزیز! میں سرقسطہ، جلیقیہ اور نبرہ کے لشکریوں کو یہیں سے واپس ان کے
علاقوں کی طرف روانہ کرتا ہوں۔ اپنے لشکر کے ساتھ میں پہلے لیون جاتا ہوں۔ وہاں
مزید جنگ کی تیاری کروں گا اور اپنی طرف سے ایک لشکر نبرہ والوں کی طرف بھجواؤں
گا تاکہ عبدالرحمٰن اگر ان علاقوں پر حملہ آور ہو تو اس کے حملوں کا سدباب کیا جا سکے۔
ساتھ ہی میں کچھ قاصد بھی اپنی بیوی کے بھائی گارشیا کی طرف روانہ کروں گا اس سے
کہوں گا کہ اپنی مملکت کے سب سے اچھے اور بہترین تیغ زن کا انتخاب کرے اور جو
تجویزیں تم نے کہی ہیں ان میں سے کسی ایک پر عمل کرتے ہوئے احمد بن یعلیٰ کا

خاتمہ کرنے کی ضرور کوشش کرے۔''

اس کے ساتھ ہی رومیر نے جلیقیہ کے لشکر کو جلیہ اور نبرہ کے لشکر کو اپنے مرکزی شہر بنبلونہ کی طرف جانے کا حکم دے دیا تھا اور وہ دونوں لشکر وہیں سے اپنی اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔ سرقسطہ کے جو دستے جنگ میں حصہ لینے کے لئے آئے تھے ان کا زیادہ نقصان نہیں ہوا تھا اس لئے کہ وہ رومیر کے وسطی حصے میں رہے تھے اس لئے بچے رہے تھے۔ وہ واپس سرقسطہ چلے گئے تھے جب کہ خود اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ رومیر اپنے مرکزی شہر لیون کا رخ کر گیا تھا۔

دوسری طرف امیر عبدالرحمٰن نے پہلے تو اپنے زخمیوں کی دیکھ بھال کی۔ رومیر کے پڑاؤ سے جو کچھ حاصل ہوا تھا وہ اپنے لشکریوں میں تقسیم کر دیا تھا پھر اس نے اپنے لشکر کو وہاں خیمے نصب کرنے کا حکم دیا تھا۔ جب خیمے نصب کر دیئے گئے تب سارے سالاروں کو امیر نے اپنے خیمے میں طلب کر لیا۔

سب سالار جب اس کے سامنے جمع ہو گئے تب انہیں مخاطب کرتے ہوئے عبدالرحمٰن کہنے لگا۔ ''رفیقان دلیرینہ! سب سے پہلے میں تم لوگوں کو تمہاری شاندار فتح پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ یہ فتح کوئی معمولی فتح نہیں۔ جہاں ہمارے لئے یہ ایک عظیم فتح ہے وہاں رومیر کے لئے ایک بدترین شکست ہے۔ اس لئے کہ اس جنگ میں اس کی مدد کے لئے جلیقیہ، بنرہ اور سرقسطہ سے بھی لشکر آئے تھے۔ تم لوگوں کی ہمت اور جرأت مندی خداوند قدوس کی حمایت اور مدد کے باعث ہم دشمن کے متحدہ لشکر کو بدترین شکست دینے میں کامیاب ہوئے اور یہ خدائے مہربان اور رحیم و کریم کی ہم پر خاص عنایت ہے۔ میں اپنے لشکر کو چند دن یہیں قیام اور آرام کرنے کا موقع فراہم کروں گا۔ اس کے بعد واپس قرطبہ کا رخ نہیں کیا جائے گا۔ جن جن قوتوں نے اس جنگ میں رومیر کی مدد کی ہے انہیں ان کے اس رویے اور اس عمل کی سزا ضرور ملے گی۔ پہلے میں امن قائم رکھنے کے لئے خاموش تھا۔ میں ان علاقوں کو فراموش کیے ہوئے تھا جو مختلف عیسائی حکمرانوں نے میرے دادا عبداللہ کے دور میں اس کی کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان پر حملہ آور ہوتے ہوئے قبضہ کر لیا تھا لیکن اب میں انہیں فراموش نہیں کروں گا۔

تم لوگوں میں سے سب جانتے ہیں کہ میرے دادا کے دور میں ہماری حکومت زیادہ تر قرطبہ کے نواح تک ہی محدود ہو کر رہ گئی تھی۔ شمال کے ہمارے مختلف شہروں پر عیسائی حکمرانوں نے قبضہ کر لیا تھا لیکن اب وہ شہر میں ان کے قبضے میں نہیں رہنے دوں گا جن شہروں پر میری نظر ہے ان میں مدینہ سالم، وشقہ بظیرہ، قلنہ، کلیوش اور کچھ دیگر شہر بھی ہیں۔

یہاں چند روز تک اپنے لشکر کو ستانے کا موقع فراہم کرنے کے بعد میں سب سے پہلے مدینہ سالم کا رخ کروں گا۔ یہ ہمارا کسی دور میں بڑا اہم شہر تھا۔ جس پر شمال کے نصرانیوں نے ہماری کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے قبضہ کر لیا تھا۔ جن شہروں پر بھی میرے دادا عبداللہ کے دور میں اس کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر قبضہ کیا گیا ان شہروں کو واپس لیا جائے گا۔ میں جانتا ہوں اس دوران جلیقیہ اور نبرہ کے علاوہ خود رومیر بھی ہمارے آڑے آئے گا اور میں چاہتا ہوں وہ ایسا کریں اس لئے کہ ان چھوٹی بڑی جنگوں اور ٹکراؤ کے نتیجے میں ان کی طاقت اور قوت صرف ہوتی رہے گی اور وہ تھک ہارنے کی نوبت تک پہنچ جائیں گے۔ ان سب شہروں کو واپس لینے کے بعد پھر میں اپنے اصل کام کی ابتدا کروں گا۔ سرقسطہ والوں کو بھی سزا دوں گا۔ جلیقیہ اور نبرہ والوں پر حملہ آور ہو کر انہیں ان کے اس کردار کی کڑی سزا دوں گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد امیر عبدالرحمٰن رکا کچھ سوچا پھر دوبارہ اپنے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔ ''تم میں سے جس کسی کو بھی میری اس تجویز، میرے اس منصوبے سے اختلاف ہو وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اپنے جذبات اور خیالات کا اظہار کر سکتا ہے۔''

جواب میں کسی بھی سالار نے اٹھ کر کچھ نہ کہا۔ اس پر عبدالرحمٰن کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا۔ اس کے بعد سارے سالاروں نے اس کی تجویز سے اتفاق کرنے کا اظہار بھی کر دیا تھا پھر عبدالرحمٰن نے وہ اجلاس ختم کر دیا تھا۔ تین دن تک عبدالرحمٰن نے اپنے لشکر کا پڑاؤ وہیں رکھا اس کے بعد اس نے اپنے کام کی ابتدا کرنے کے لئے شمال کا رخ کیا تھا۔ پہلے اس نے ایک اہم شہر مدینہ مصالم کو اپنا ہدف بنانے کا تہیہ کر لیا تھا۔

امیر عبدالرحمٰن الثالث اپنے لشکر کے ساتھ بڑی برق رفتاری سے مدینہ مصالم کی طرف بڑھا تھا۔ مدینہ مصالم اندلس کے مشہور شہر سرقسطہ سے تقریباً ستر میل جنوب مغرب میں وادی شلون کے بائیں کنارے پر آباد تھا اور یہ شہر اب بھی موجود ہے اور اس کا موجودہ اسپینی میں نام مڈینہ سیلی ہے جو عربی نام مدینہ مصالم کا مخرب ہے۔

اس شہر کے نام ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شہر مسلمانوں کا بسایا ہوا تھا۔ کس نے بسایا تھا اس کے متعلق مؤرخین کی کوئی حتمی رائے نہیں ہے۔ تاہم کچھ مؤرخین خیال کرتے ہیں کہ غالباً یہ شہر عربوں کے قبیلے بنو صالم نے آباد کیا ہوگا جو قبیلہ خزاج کا یک ذیلی قبیلہ تھا۔

اسلامی فتوحات کے زمانے میں اس قبیلے کے اکثر معززین جو مدینہ کے رہنے والے اور انصار میں سے تھے۔ اندلس کے وسطی مشرقی اور مغربی حصوں میں آباد ہو گئے تھے۔

حضرت سعد بن عبارہ جو خزاجی سردار تھے۔ ان کی اولاد بھی اندلس میں آ کر آباد ہو گئی تھی اور ان ہی کی اولا سے بنو احمد نے ساتویں آٹویں اور نویں صدی ہجری میں سلاطین غرناطہ کی حیثیت سے اندلس پر حکومت کی تھی۔

اسلام میں اندلس کی ابتدائی فتوحات کے زمانے میں یعنی پہلی صدی ہجری کے آخری میں صوبہ مالقہ کے شہر رندہ کے نواح میں پہلے پہل شبیلہ خزاج کے لوگوں نے آباد ہونا شروع کیا اسی زمانے میں شمالی اندلس میں سرقسطہ کے قریب ایک بڑا گاؤں اس قبیلے نے آباد کیا اور اس کا نام انہوں نے قرینہ خزاج رکھا تھا۔

غرض مؤرخین کا اندازہ ہے کہ خزاج کے شرفا میں سے وہ قبیلہ جس کا نام بنی صالم تھا ان ہی کی اولاد نے یہ شہر آباد کیا تھا۔ ان لوگوں نے اندلس کے بعض لوگوں کو

اپنا وطن بنا لیا تھا۔ مؤرخین یہ اندازہ لگاتے ہیں کہ ان ہی میں خزاجیوں میں بنو صالم نے سرقسطہ سے جنوب مغرب میں جو شہر آباد کیا اسی کا نام مدینہ صالم ہو گیا۔

کچھ مؤرخین یہ لکھتے ہیں کہ ہو سکتا ہے معاملہ ایسا نہ ہو اور اس شہر کی وجہ تسمیہ کچھ اور ہو۔ یہ بھی ابھی تک دریافت نہیں ہوا کہ یہ شہر کس زمانے میں تعمیر کیا گیا تھا اور یہاں پہلے سے کوئی اور شہر آباد تھا یا نہیں۔ موجودہ دور میں مدینہ صالم جس کا نام اب اسپینی میں مڈینہ سیلی ہے۔ ایک چھوٹا سا شہر ہے لیکن اسلامی دور میں یہ کافی بڑا اور مشہور و معروف شہر ہوا کرتا تھا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ وادی الجارہ سے مدینہ صالم کا فاصلہ شمال مشرق میں پچاس میل کے فاصلے پر تھا۔ یہ بہت بڑا شہر تھا۔ اس کے اندر بڑی بڑی عمارتیں، باغات تھے۔ شہر کی پشت پر کوہستانی سلسلہ تھا جو مشرق سے مغرب کی طرف پھیلا ہوا تھا۔ اس لحاظ سے شہر کو دفاعی لحاظ سے بھی ایک استحکام حاصل تھا۔

مدینہ صالم پہلے مسلمانوں کی مملکت میں شامل تھا لیکن امیر عبدالرحمٰن الثالث کے داد امیر عبداللہ کے زمانے میں مسلمانوں کی کمزور حکومت کی وجہ سے نصرانیوں نے اس شہر پر غلبہ پا لیا تھا اور اس پر قبضہ کر لیا تھا۔

جس وقت امیر عبدالرحمٰن نے اپنے لشکر کے ساتھ مدینہ صالم کی طرف پیش قدمی کرنی شروع کر تھی تو نصرانی مخبروں نے نبرہ کے بادشاہ گارشیا کو اس پیش قدمی کی اطلاع کر دی تھی۔ نبرہ کا سابق حکمران اور ملکہ تھیوڈورہ کا شوہر بڑے دھیمے مزاج کا حکمران تھا اور اس نے ہمیشہ ایک طرح سے مسلمان امیروں کا فرمانبردار رہنا ہی پسند کیا لیکن اس کا بیٹا گارشیا جوان اور تندخو تھا۔ اس کے علاوہ مہم جو بھی تھا۔ اپنے ان ہی اوصاف کی بنا پر اسے جب خبر ہوئی کہ امیر عبدالرحمٰن ایک لشکر کے ساتھ مدینہ صالم پر حملہ آور ہونے کے لئے کوچ کر رہا ہے اور وہ اس شہر کو واپس لینا چاہتا ہے تو امیر کی وہاں آمد سے پہلے ہی پہلے اس نے مدینہ صالم کی مدد کے لئے ایک لشکر روانہ کر دیا تھا۔

اتنی دیر تک مدینہ صالم کے دفاع کے لئے ایک لشکر جلیقیہ سے اور دوسرا لشکر رومیر کی طرف سے بھی نبرہ کے بادشاہ گارشیا کی مدد کے لئے پہنچ گئے تھے۔

مدینہ صالم میں پہلے ہی نصرانیوں کا ایک خاصا بڑا لشکر تھا۔ اس لشکر کے ساتھ رابطہ کر کے نبرہ کے بادشاہ گارشیا نے یہ فیصلہ کیا کہ جو لشکر پہلے سے شہر کے اندر ہے وہ

مسلمانوں کو شہر کے اندر داخل نہیں ہونے دے گا جب کہ دوسرا بڑا لشکر جس میں نبرہ، جلیقیہ اور لیون کے لشکری بھی شامل ہوں گے وہ باہر سے مسلمانوں پر حملہ آور ہو کر انہیں اپنے ساتھ مصروف جنگ رکھے گا اور انہیں شہر میں داخل نہیں ہونے دے گا۔

دوسری طرف امیر عبدالرحمٰن الثالث نے بھی بڑ احتیاطی تدابیر اختیار کر رکھی تھیں۔ مدینہ صالم کی طرف پیش قدمی کرنے کے ساتھ ساتھ اس نے اپنے آگے آگے مخبر اور طلایہ گرد بھی پھیلا دیئے تھے تاکہ مدینہ صالم کا دفاع کرنے کے لئے دشمن جو نقل وحرکت کرے اس متعلق بروقت وہ اطلاع کر سکیں۔

بہرحال جس وقت امیر عبدالرحمٰن اپنے لشکر کے ساتھ مدینہ صالم پہنچا تو شہر کے نواح میں اس نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا تھا۔ اس موقع پر امیر کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے مخبروں اور طلایہ گروں نے امیر کو یہ اطلاع کر دی تھی کہ مدینہ صالم کے نواح میں دشمن امیر عبدالرحمٰن کے ساتھ دو طرفہ حملوں کا کھیل کھیلنے کی کوشش کریں گے۔

ایک لشکر شہر کے اندر رہے گا جو شہر کا دفاع کرے گا اور باہر سے لیون جلیقیہ اور نبرہ کا متحدہ لشکر حملہ آور ہو کر مسلمانوں کو شہر میں داخل نہیں ہونے دے گا یہ خبریں ملنے کے بعد امیر عبدالرحمٰن نے بھی اپنی دفاعی تدابیر اختیار کر لی تھیں۔

امیر عبدالرحمٰن نے بھی اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ ایک حصہ اس نے اپنے پاس رکھا تھا اور سارے سالار اس نے اپنے ماتحت میں رکھ لئے تھے۔ دوسرا حصہ احمد بن یعلیٰ کی سرکردگی میں دے دیا گیا تھا جب کہ محمد بن حسین کو احمد بن یعلیٰ کے نائب کی حیثیت سے مقرر کیا گیا تھا۔ فیصلہ یہ کیا گیا تھا کہ احمد بن یعلیٰ ہمہ وقت نصرانیو کے اس لشکر کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہے گا جو باہر کی طرف سے حملہ آور ہو گا جب کہ امیر عبدالرحمٰن اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ مدینہ صالم پر حملہ آور ہو کر اسے فتح کرنے کی کوشش کرے گا۔

لشکر کی اس تقسیم پر احمد بن یعلیٰ نے کچھ مخبروں اور طلایہ گروں کو مدینہ صالم کے نواح میں پھیلا دیا تھا تاکہ وہ مخبر اسے اس لشکر کی نقل وحرکت، محل وقوع سے آگاہ کر سکیں جو تین اقوام یعنی لیون، جلیقیہ اور نبرہ کا متحدہ لشکر تھا۔

قرسینا ایک روز نیبلونہ شہر کے قصر میں اپنے کمرے کے اندر اکیلی بیٹھی ہوئی تھی کہ ایک خادمہ اس کمرے کے دروازے پر نمودار ہوئی اور قرسینا کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''مالکن! ایک شخص لیون سے آیا ہے۔ وہ لیون میں آپ کے قصر کے خادموں میں سے ایک ہے۔ اس نے اپنا تعارف اسی طرح کروایا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اسے لیون کی ملکہ اور آپ کی ماں لیسانہ نے بھیجا ہے اور اس کے پاس آپ کے لئے کوئی انتہائی اہم پیغام ہے۔''

اس خادمہ کے ان الفاظ پر قرسینا چونکی تھی۔ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی کہنے لگی۔

''اگر کوئی ایسا شخص آیا ہے تو اسے یہیں میرے کمرے میں لے آؤ۔''

خادمہ وہاں سے ہٹ گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک ادھیڑ عمر کے شخص کو لے کر آئی۔ اس خادمہ کے ساتھ وہ شخص قرسینا کے کمرے کے دروزے پر نمودار ہوا تو قرسینا اسے دیکھ کر مسکرائی اور اس خادمہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''اب تم جاؤ۔''

خادمہ وہاں سے چلی گی۔ آنے والے اس شخص کو ہاتھ کے اشارے سے قرسینا نے اپنے سامنے ایک نشست پر بیٹھنے کے لئے کہا۔ جب وہ بیٹھ گیا تب قرسینا بھی اپنی نشست پر ہو بیٹھی پھر قرسینا نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔

''اس قصر کی خادمہ جو تمہیں اپنے ساتھ لے کر آئی ہے اس نے مجھ پر انکشاف کیا ہے کہ تمہیں میری ماں نے بھیجا ہے اور تمہارے پاس میری ماں کی طرف سے میرے نام کوئی پیغام ہے..... کیا ایسا ہی ہے؟''

اس ادھیڑ عمر کے خادم نے پہلے احتیاطاً ایک نگاہ اس کمرے کے دروازے پر ڈالی پھر کہنے لگا۔

''بیٹی! میرے پاس آپ کی ماں کا ایک انتہائی راز دارانہ پیغام ہے۔ ان کا میرے لئے حکم تھا کہ میں مرتا مر جاؤں پر اس راز کو کسی کے سامنے فاش نہ کروں..... آپ کے نام جو اپ کی ماں نے پیغام دیا ہے وہ یہ ہے کہ آپ کے باپ نے کچھ قاصد نبرہ کے بادشاہ گارشیا اور ملکہ تھیوڈورہ کی طرف بھجوائے ہیں ..... ان کے نام جو پیغام بھیجا گیا ہے وہ میں آپ سے کہتا ہوں ..... آگے احتیاطی تدابیر اختیار کرنا آپ کا کام ہے۔

آپ کی مادرِ محترم نے کہا تھا کہ آپ کے باپ نے گارشیا اور ملکہ تھیوڈورہ کو جو پیغام دیا ہے اس کے مطابق اس نے ان سے کہا ہے کہ احمد بن یعلیٰ کا خاتمہ کرنے کے لئے دو طریقے اپنائیں۔''

اس کے بعد آنے والے اس خادم نے ان دونوں طریقوں کی تفصیل قرینا سے کہہ دی تھی۔ جن دو طریقوں کی صلاح رومیر کو اس کے سالار نے دی تھی اور ان پر عمل کرتے ہوئے رومیر نے احمد بن یعلیٰ کا خاتمہ کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

اس ادھیڑ عمر کے خادم سے یہ تفصیل جان کر قرینا بے چاری فکرمند پریشان ہو گئی تھی چہرہ اس کا پیلا ہو گیا تھا۔ گہری سوچوں میں کھو گئی تھی۔ اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے وہ خادم پھر بول اٹھا۔

''میں بڑی مشکل سے آپ سے ملاقات کر سکا ہوں ..... دراصل میں اس وفد کے ساتھ آیا ہوں جس وفد کے اراکین کو آپ کے باپ نے بھیجا ہے اور گارشیا اور ملکہ تھیوڈورہ کے نام یہ پیغام کی خبر کیونکہ آپ کی والدہ کو بھی ہو گئی تھی لہٰذا انہوں نے آپ کے لئے تحائف تیار کیے اور مجھے بھی ساتھ بھیجا تا کہ وہ تحائف میں آپ کی خدمت میں پیش کروں ساتھ ہی ان کا پیغام بھی آپ کے پہنچا سکوں۔ میں جب یہاں اس قصر میں آیا تو لوگوں نے مجھے روک دیا لیکن میں نے جب ان پر انکشاف کیا کہ میں لیون کے قصر کا خادم ہوں مجھے آپ میری چھوٹی مالکن قرینا سے ملنے دیں ..... ان کے لئے میرے پاس ان کی ماں کی طرف سے کچھ تحائف ہیں۔

جب میں نے انہیں تحائف کی تھیلی دکھائی تو انہوں نے مجھے آپ سے ملنے کی اجازت دی۔ اس کے اتھ ہی اپنے کندھے سے لٹکتی ہوئی چرمی خرجین میں سے چھوٹی تھیلی نکال کر اس نے قرینا کی طرف بڑھائی اور کہنے لگا۔

''اس میں کچھ انتہائی قیمتی انگشتریا زیورات اور آپ کے استعمال کی دوسری اشیاء ہیں ..... بس یہ چیزیں بھیجنا ایک طرح سے آپ سے ملاقات کا بہانا تھا۔ بہرحال یہ چیزیں آپ رکھیں اور جو پیغام میں نے دیا ہے اس پیغام کے آخر میں آپ کی مادرِ محترم نے تاکیداً مجھ سے یہ بھی کہا تھا کہ میں آخر میں آپ سے یہ بھی کہوں کہ جن دو طریقوں سے یہ لوگ احمد بن یعلیٰ کا خاتمہ کرنا چاہتے ہیں آپ اپنی طرف سے کوشش کریں کہ انہیں ناکام بنا کر رکھ دیں۔''

وہ خادم جب خاموش ہوا تب قرینا سنبھلی پھر کہنے لگی۔ ''پہلے یہ کہو تمہارا قیام کہاں ہے۔''

خادم نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔ ''جیسا کہ میں آپ کو بتا چکا ہوں میں اس وفد کے اراکین کے ساتھ آیا ہوں جو وفد آپ کے والد محترم نے بھیجا ہے اور میرا قیام ان کے ساتھ ہی ہے ..... میں آپ کے پاس زیادہ دیر نہیں ٹھہروں گا ..... جو پیغام میں نے پہنچانا تھا وہ میں پہنچا چکا ہوں ..... اب میں واپس جا کے اس وفد کے اراکین کے ساتھ قیام کروں گا اور پھر ان کے ساتھ ہی واپس لیون چلا جاؤں گا ..... آپ نے اپنی والدہ محترمہ کو کوئی پیغام پہنچانا ہو تو بتا دیں۔''

قرینا نے کچھ سوچا پھر کہنے لگی۔ ''واپس جا کر میری ماں سے کہنا کہ میں یہاں بالکل خوش اور مطمئن ہوں اور میں ان دو منصوبوں کو عملی صورت اختیار نہیں کرنے دوں گی جن کی ابتدا میرا باپ کرنا چاہتا ہے ..... اب تم جاؤ، اپنے وفد کے اراکین کے ساتھ قیام کرو۔''

اس کے ساتھ ہی وہ شخص اٹھا، قرینا دروازے تک اس کے ساتھ گئی پھر وہ وہاں سے چلا گیا تھا۔

لیون کے قصر کے اس بوڑھے خادم کے جانے کے بعد انتہائی بے چینی اور فکرمندی میں قرینا کمرے میں ٹہلنے لگی تھی۔ فکرمندی کا اظہار کرتے ہوئے بار بار اپنی پیشانی پر ہاتھ بھی مارتی تھی۔ وہ اسی الجھن میں کمرے کے اندر ٹہل رہی تھی کہ کمرے کے دروازے پر انجلینا نمودار ہوئی تھی۔ قرینا کی حالت دیکھتے ہوئے وہ فکرمند ہو گئی۔ قرینا نے جونہی انجلینا کو دیکھا، بھاگتی ہوئی اس کی طرف بڑھی اور اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے پھر اسے کمرے میں لاتے ہوئے کہنے لگی۔

''انجلینا میری بہن! میں بے چینی سے تمہارا ہی انتظار کر رہی تھی۔ میں ایک انتہائی اہم موضوع پر تم سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔''

دونوں نشستوں پر بیٹھ گئیں پھر انجلینا بھی بڑی سنجیدگی میں کہنے لگی۔ ''میں خود بھی میری بہن ایک انتہائی اہم موضوع پر تم سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں ..... وہ موضوع ایسا ہے جس میں میری بہن کی بہتری اور بھلائی ہے۔''

قرینا نے غور سے انجلینا کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔ ''اگر یہ بات ہے تو پھر جو

کچھ تم کہنا چاہتی ہو کہو۔ اس کے بعد میں اپنی پریشانی کا اظہار تم پر کروں گی۔''

انجلینا نے نفی میں گردن ہلائی پھر کہنے لگی۔ ''یوں نہیں ..... تم میری بڑی بہن ہو۔ بڑی بہن کے ناطے سے جو پریشانی میری غیر موجودگی میں تمہیں لاحق ہوگئی ہے اس کا اظہار تم کرو گی۔ اس کے بعد جو میں خبر تمہارے متعلق لے کر آئی ہوں وہ کہوں گی۔''

قرسینا مان گئی۔ اس کے بعد لیون کے قصر سے جو اس کا خادم آیا تھا اس نے احمد بن یعلیٰ پر حملہ آور ہونے کی تفصیل بتائی تھی وہ اس نے انجلینا سے کہہ دی تھی۔

قرسینا جب خاموش ہوئی تب انجلینا کسی قدر اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔ ''حیرت ہے ہم دونوں بہنیں ایک ہی موضوع پر گفتگو کرنا چاہتی ہیں ..... میری بہن! لیون کے قصر سے جو خادم آیا تھا اس نے جو تم سے تفصیل کہی ہے یہ سچائی اور حقیقت پر مبنی ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد انجلینا رکی پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

''میری بہن! دراصل لیون سے وفد کی صورت میں کچھ لوگ میری نانی اماں اور ماموں کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں اور جو تفصیل مری بہن! تم نے مجھ سے کہی ہے اور اسی موضوع پر انہوں نے نانی اور ماموں سے بات کی ہے۔ جس وقت انہوں نے گفتگو کی تھی میں اس وقت وہاں موجود تھی ..... وہاں سے نکلنے کے بعد میں بڑی بے چینی سے تمہاری طرف آئی اور ساری تفصیل تم سے کہنا چاہتی تھی لیکن اچھا ہوا تمہاری اماں نے اپنا ایک راز دار بھی ان کارکنوں کے ساتھ بھجوا دیا۔ اس نے حقیقت حال سے تمہیں آگاہ کر دیا ہے ..... میری بہن! اب بولو ہم دونوں بہنوں کو مل کر کیسے اس کا سدِ باب کرنا چاہیے۔

میری بہن! میں کسی بھی صورت یہ پسند نہیں کروں گی کہ اس شخص کو نقصان پہنچے جسے میری بہن دل و جان سے پسند کرتی ہے ..... میں اس کی سلامتی، اس کے تحفظ کو ہر چیز پر مقدم جانوں گی۔''

اس موقع پر قرسینا بھی بول اٹھی اور انجلینا کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ ''انجلینا! ان حالات میں اگر احمد بن یعلیٰ کو کچھ ہو گیا تو یاد رکھنا تمہاری بہن قرسینا بچے گی نہیں .....

اپنی موت آپ ہی مر جائے گی۔''

انجلینا نے آگے بڑھ کر قرسینا کو اپنے ساتھ لپٹا لیا پھر کہنے لگی۔ ''غیر طبعی موت مرنے کی ضرورت نہیں ہے ..... اب ہم نے یہ سوچنا ہے کہ جو سازش احمد بن یعلیٰ کے خلاف تیار کی جا رہی ہے اس سازش سے اسے بچا کر نکالنا ہے ..... میری بہن! ابھی کھچڑی پکنی شروع ہوئی ہے۔ ابھی میری نانی اور ماموں تمہارے ابا رومیر کے کہنے پر کسی اچھے تیغ زن کا انتخاب کریں گے ..... مسلمان جب ان علاقوں کی طرف حملہ آور ہونے کے لئے آئیں گے تو ماموں ان کے مقابلے پر جائے گا اور انفرادی مقابلے کے لئے اس شخص کو نکالے گا جس کے ذریعے انہوں نے احمد بن یعلیٰ کا خاتمہ کرنا ہوگا لیکن میں یہ چاہتی ہوں ایسا موقع آنے سے پہلے پہلے ہم دونوں بہنیں یا کم از کم تم اکیلی ایک بار احمد بن یعلیٰ سے مل لینا اور جو صورت حال پیدا ہو رہی ہے اس سے اسے آگاہ کر دینا۔ اس طرح وہ اپنے تحفظ کا سامان خود ہی کر لے گا۔'' انجلینا رکی پھر کہنے لگی۔

''جہاں تک چچا رومیر کی طرف سے آنے والے ان کارکنوں کا تعلق ہے تو انہوں نے مسلمانوں کے متعلق تفصیل بھی بتائی ہے ..... وہ کہہ رہے تھے کہ آپ کے ابا کو ایک بار پھر شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے ..... یہ شکست کیونکہ احمد بن یعلیٰ کی وجہ سے ہوئی تھی لہٰذا آپ کے ابا احمد بن یعلیٰ کا ہر صورت میں خاتمہ کروانا چاہتے ہیں۔''

قرسینا اداس ہوگئی اور کہنے لگی۔ ''ہمارا جو خادم آیا ہے اس نے اس شکست کے متعلق تفصیل نہیں بتائی ..... بہرحال لیون سے چلتے وقت بھی میں نے اپنے ابا سے کہا تھا کہ اب مسلمانوں کے ساتھ جنگ کی طرح ڈالنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ مسلمان اپنے علاقوں میں حکومت کرتے رہیں، آپ اپنے علاقوں میں حکمرانی کریں لیکن ماضی میں جو ابا کو شکستیں ہوئی تھیں وہ ہر صورت میں ان شکستوں کا انتقام لینے پر تلے ہوئے تھے۔ اس بار پھر انہیں احمد بن یعلیٰ کی وجہ سے شکست کا منہ دیکھنا پڑا ہے تو اس میں احمد بن یعلیٰ کا کیا قصور ہے۔''

قرسینا جب خاموش ہوئی تب انجلینا بول اٹھی۔ ''نانی اور ماموں کے درمیان جو گفتگو ہوئی ہے اس کے مطابق مسلمانوں کا لشکر اس وقت مدینہ صالم پہنچ چکا ہے۔ شہر سے باہر پڑاؤ کر لیا ہے۔ مدینہ صالم میں پہلے ہی ایک حفاظتی لشکر ہے۔ ماموں کے علاوہ

جلیقیہ اور تمہارے ابا کی طرف سے بھی کچھ لشکر آئے ہیں اور وہ سب مدینہ صالم کا محاصرہ کرنے کے لئے یہاں سے جا چکے ہیں۔ اب دیکھیں اس لڑائی کا کیا انجام ہوتا ہے۔"

انجلینا جب خاموش ہوئی تب قرسینا بڑے وثوق سے کہنے لگی۔ ''اس لڑائی کا کیا انجام ہونا ہے وہ میں پہلے ہی تمہیں بتا دیتی ہوں ..... یاد رکھنا امیر عبدالرحمٰن الثالث اور احمد بن یعلیٰ کے علاوہ دوسرے سالاروں کو شکست دینا بہت مشکل ہے ..... میرا دل کہتا ہے کہ مدینہ صالم پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگا اور جو متحدہ لشکر ان پر حملہ آور ہونے کے لئے تیار کیا جا رہا ہے اسے عبرت خیز شکست ہوگی ..... اگر مسلمانوں نے مدینہ صالم فتح کر لیا تو پھر میرے خیال میں وہ مزید پیش قدمی کریں گے۔ ان حالات میں میں کوشش کروں گی کہ کسی طرح یہاں سے نکل کر.....''

قرسینا کو رک جانا پڑا اس لئے کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے انجلینا کہنے لگی۔ ''قرسینا! تم اکیلی نہیں جاؤ گی ..... تم میری بہن ہو ..... میں تمہارے لئے اپنی جان بھی قربان کر سکتی ہوں ..... میں تمہارے ساتھ جاؤں گی۔ ماموں اور نانی اماں سے ہم کوئی نہ کوئی بہانہ کر لیں گے ..... یہاں سے اگر کوئی مزید لشکر مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے روانہ ہوا تو ہم اس لشکر میں شامل ہو جائیں گی اور پھر کسی مناسب موقع پر اس لشکر سے علیحدہ ہو کر بڑی رازداری سے احمد بن یعلیٰ سے ملاقات کرنے کی کوشش کریں گی اور اسے ساری تفصیل سے آگاہ کریں گی ..... اب بولو تم کیا کہتی ہو۔"

جواب میں قرسینا پرسکون انداز میں مسکرائی۔ دونوں ہاتھ آگے بڑھا کر اس نے انجلینا کی پیشانی، اس کا منہ چوم لیا پھر کہنے لگی۔

''مجھے تم جیسی بہن پر فخر ہے کہ برے حالات میں تم میرا ساتھ دے رہی ہو۔ اب مجھے کچھ نہیں کہنا جو کچھ تم نے کہا ہے اسی پر دونوں بہنیں عمل کرنے کی کوشش کریں گی۔'' اسکے ساتھ ہی انجلینا اٹھ کھڑی ہوئی۔ قرسینا کا اس نے ہاتھ پکڑتے ہوئے بڑے پیار، بڑی محبت میں کہا۔

''اگر یہ بات ہے تو پھر اٹھ آئیں، دونوں بہنیں کمرے کے اندر یوں ہی بیٹھ کر اپنے اوپر نحوست طاری نہیں کریں گی بلکہ گھوڑ دوڑ کے لئے نکلتی ہیں۔''

قرسینا اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس موقع پر وہ پھر بڑی سنجیدگی سے انجلینا کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ جواب میں انجلینا نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا اور اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا اور

کہنے لگی۔

''اب آپ کے چہرے پر پھر اداسیاں کیوں مسلط ہوگئی ہیں۔''

جواب میں قرسینا ہلکے ہلکے تبسم میں انجلینا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''انجلینا! اس سلسلے میں تم دونوں بہنوں کے لئے کچھ الجھنیں اور دشواریاں بھی کھڑی ہو سکتی ہیں ..... ہو سکتا ہے حالات ایسا رخ اختیار کر لیں کہ ہم دونوں بہنیوں میں سے کوئی بھی احمد بن یعلیٰ سے رابطہ کر کے اسے اصل صورت حال سے آگاہ نہ کر سکیں میری بہن! اس موقع پر میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی ہے۔ اگر تم اس سے اتفاق کرو تو پھر ہمارے لئے بڑی آسانیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔''

انجلینا نے غور سے قرسینا کی طرف غور سے دیکھا پھر کہنے لگی۔ ''اگر میری بہن کے ذہن میں کوئی ایسی ترکیب ہے تو بتائے ..... اس پر ہر صورت میں عمل کیا جائے گا۔''

جواب میں قرسینا کسی قدر پرسکون انداز میں کہنے لگی۔ ''انجلینا میری بہن! لیون جو بوڑھا خادم میری ماں کا پیغام میرے نام لے کر آیا ہے وہ ہمارے بہت سے کام کر سکتا ہے ..... میں چاہتی ہوں تم اسے یہاں رکوا دو، واپس نہ جانے دو۔ وہ یہیں رہے ..... اسے رکوانے کا بہانہ یہ کیا جائے کہ میں نے اسے اپنے کام کاج کے لئے یہاں روک لیا ہے۔ اگر وہ یہاں رک جائے تو انجلینا ہمارے لئے بڑی آسانیاں پیدا کر سکتی ہیں۔ اگر ہم دونوں بہنیں یا دونوں میں سے ایک بھی احمد بن یعلیٰ سے رابطہ قائم کرنے میں کامیاب نہ ہو سکیں تو میری بہن وہ شخص ہمارے بہت کام آ سکتا ہے ..... ہم یہاں بیٹھے بیٹھے قصر میں رہتے ہوئے اسے پیغام دے کر احمد بن یعلیٰ کی طرف روانہ کر سکتی ہیں۔ وہ صورت حال سے احمد بن یعلیٰ کو آگاہ کر کے ہمارے لئے اطمینان کا باعث بن سکتا ہے۔

انجلینا میری بہن! میری ماں اور تم جیسی بہن کے بعد وہ واحد شخص ہے جس کو علم ہے کہ میں احمد بن یعلیٰ سے دیوانگی کی حد تک محبت کرتی ہوں۔ اس بنا پر میری ماں نے اپنے ہاتھ احمد بن یعلیٰ کی سلامتی کے لئے پیغام دے کر بھیجا ہے میں چاہتی ہوں تم لیون کو یہاں روک دو۔ آنے والے دور میں وہ شخص ہمارے بہت کام آ سکتا ہے۔''

قرسینا کی اس گفتگو سے انجلینا خوش ہوگئی تھی کہنے لگی۔ ''میری بہن! تمہارا کہنا

بالکل درست ہے۔ ہوسکتا ہے ہم دونوں بہنوں کے لئے حالات ایسے ہو جائیں کہ ہم احمد بن یعلیٰ کو صورت حال سے آگاہ نہ کرسکیں۔ ایسی صورت میں یہ شخص ہماری ساری مشکلات کا حل ثابت ہوسکتا ہے۔ اچھا تم فکر نہ کرو میں اسے رکواتی ہوں۔ پہلے یہ اس کا نام کیا ہے۔''

انجلینا کے ان الفاظ کے جواب میں قرسینا مطمئن اور خوش ہوگئی تھی کہنے لگی۔ ''اس کا نام گودیرو ہے اور یہی وہ شخص ہے جس پر ہم دونوں بہنیں اعتبار کرسکتی ہیں اور جو ہمارا ہر پیغام جب بھی ضرورت پڑے احمد بن یعلیٰ تک پہنچا سکتا ہے۔ اس بنا پر اس شخص کا یہاں رکنا بہت ضروری ہے۔''

اس موقع پر انجلینا نے سکھ کا ایک سانس لیا پھر کہنے لگی۔ ''اب آؤ دونوں بہنیں گھڑ دوڑ کے لئے نکلتی ہیں ..... واپس آ کر میں یہ سارا کام سرانجام دے لوں گی اور اس شخص روک لوں گی ..... میری بہن! اس سلسلے میں تمہیں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔''

اس کے ساتھ ہی انجلینا نے قرسینا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا پھر دونوں بہنیں اس کمرے سے نکل گئی تھیں۔

مغرب کی نماز کے بعد مدینہ صالم کے نواح میں جس وقت امیر عبدالرحمٰن اپنے خیمے میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا۔ اجازت لے کر خیمے میں احمد بن یعلیٰ اور محمد بن حسین دونو داخل ہوئے۔ امیر نے جب ان دونوں کو اپنے سامنے بیٹھنے کے لئے کہا تو دونوں بیٹھ گئے پھر گفتگو کا آغاز احمد بن یعلیٰ نے کیا۔ امیر عبدالرحمٰن کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''امیر میں اور ابن حسین ایک انتہائی اہم موضوع پر گفتگو کرنے کے لئے آئے ہیں۔ دراصل ہم نے اپنے کچھ مخبر ان لشکروں پر نگاہ رکھنے کے لئے مقرر کیے تھے جو رمیر کے علاوہ نبرہ اور جلیقیہ کی مملکت سے آئے ہیں لیکن اب ان مخبروں اور طلایہ گردوں نے اپنا کام بڑے احسن طریقے سے انجام دیا ہے۔ انہوں نے آ کر ہمیں یہ اطلاع دی ہے کہ نبرہ، جلیقیہ اور رمیر کا متحدہ لشکر اس وقت اس شاہراہ کے کنارے پڑاؤ کیے ہوئے ہے جو شاہراہ نبرہ کے مرکزی شہر بنبلونہ سے مدینہ مصالم کی طرف آتی ہے۔ ان مخبروں کا کہنا ہے کہ اس لشکر کی تعداد بھی خاصی بڑی ہے اور انہوں نے ارادہ کیا ہوا ہے کہ آج رات وہ کسی بھی وقت ہم پر شب خون مارنے کی کوشش کریں گے۔

امیر محترم! قبل اس کے وہ ہمارے خلاف حرکت میں آئیں۔ میں چاہتا ہوں ہم ان پر ایسا شب خون ماریں کہ انہیں کاٹ کر رکھ دیں اور مدینہ صالم کو فتح کر لیں۔''

احمد بن یعلیٰ رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ''امیر محترم! میں چاہتا ہوں میں اور محمد بن حسین اپنے حصے کے لشکر کو لے کر عشاء کی نماز کے بہاں سے کوچ کر جائیں۔ ہم دونوں بھائی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ ایک لمبا چکر کاٹتے ہوئے بنبلونہ سے مدینہ صالم کی طرف آنے والی شاہراہ کی طرف جائیں گے اور دشمن کے لشکر کی پشت کی طرف چلے جائیں گے۔

اب دشمن کا وہ متحدہ لشکر یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ پشت کی طرف سے بھی کوئی ان پر حملہ آور ہو سکتا ہے۔ وہ تو یہی منصوبہ بندی کر رہے ہوں گے کہ جب رات کافی بیت جائے گی تو وہ پیش قدمی کریں گے اور ہمارے لشکر پر شب خون مار کر ہمیں نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے۔ ایسی صورت میں وہ اپنی پشت کی جانب سے بالکل مطمئن اور بے فکر ہوں گے۔

امیر محترم! وہاں پہنچ کر میں اپنے مخبروں کو پھر اپنے اطراف میں پھیلاؤں گا۔ دشمن کی نقل و حرکت کا جائزہ لیں گے۔ جب وہ یہ اندازہ لائیں گے کہ اب دشمن کا متحدہ لشکر مدینہ صالم کے نواح میں آپ پر شب خون مارنے کے لئے وہاں سے کوچ کرنے والا ہے تب میں اپنے کام کی ابتدا کروں گا۔ اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں آؤں گا۔ اس وقت دشمن کے لشکر پر شب خون ماروں گا جب ان کے اندر ایک ہلچل برپا ہو گی۔ وہ کوچ کرنے کی تیاری میں ہوں گے۔ ایس صورت میں، میں انہیں ایسا نقصان پہنچاؤں گا جس کی وہ تلافی نہیں کر سکیں گے۔

امیر محترچ اسی دوران آپ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ مدینہ صالم پر حملے شروع کر دیں۔ اگر شہر فتح نہ ہو سکا تب بھی آپ کم از کم شہر کے اندر جو لشکر ہے اسے اپنے ساتھ مصروف تو رکھیں گے اور جب میں اور محمد بن حسین بھی دشمن پر کامیاب شب خون مارنے اور انہیں مار بھگانے کے بعد دوبارہ آپ کے پاس آئیں گے تو پوری طاقت اور قوت کے ساتھ مدینہ صالم پر حملہ آور ہوں گے اور مجھے امید ہے کہ مدینہ صالم کے اندر جو دشمن کا لشکر ہے زیادہ دیر تک ہمارے سامنے اپنا دفاع نہ کر سکے گا اور انہیں ہر صورت میں ہمارے سامنے ہتھیار ڈال کر شہر ہمارے حوالے کرنا ہو گا۔''

احمد بن یعلیٰ جب خاموش ہوا تب امیر عبدالرحمٰن تھوڑی دیر تک پرسکون انداز میں مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

''ابن یعلیٰ میں تمہاری اس تجویز کو قبول کرتا ہوں اور ساتھ یہ بھی توقع رکھتا ہوں کہ جب تک تم دشمن کے اس متحدہ لشکر سے نمٹو گے اس وقت تک شاید میں مدینہ صالم کو فتح کر چکا ہوں گا۔''

یہاں تک کہن کے بعد امیر عبدالرحمٰن رکا کچھ سوچا پھر احمد بن یعلیٰ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''احمد میرے بیٹے! دشمن ہم پر حملہ آور ہونے کے لئے میرے اور تمہارے درمیان ایک رابطہ بھی ہونا چاہیے۔ اگر تم دشمن کے پشتی حصے میں جا کر فضا کے اندر جلتے ہوئے پروں کا تیر چلاتے ہو تو یاد رکھنا اس سے دشمن کا متحدہ لشکر چوکنا ہو جائے گا اور وہ جان جائیں گے کہ ان کی پشت کی طرف سے کچھ نہ کچھ ہونے والا ہے اور اگر میں اپنے پڑاؤ کے اندر سے تمہیں باخبر کرنے کے لئے جلتے ہوئے پروں کا تیر فضا میں بلند کرتا ہوں تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ مجھے اور میرے ساتھ کام کرنے والے سالاروں اور لشکریوں کو تو خبر ہی نہیں ہو گی کہ تم کب اور کس وقت دشمن کی پشت پر پہنچنے میں کامیاب ہو جاؤ گے لہٰذا.....''

یہاں تک کہتے کہتے امیر عبدالرحمٰن کو رک جانا پڑا اس لئے کہ احمد بن یعلیٰ مسکراتے ہوئے بول اٹھا۔

''امیر! اس کا بھی حل میرے پاس ہے۔ آپ کے پاس سے روانہ ہونے کے بعد میں دشمن سے کافی دور رہتے ہوئے ان کی پشت کی طرف جاؤں گا۔ ان کی سیدھ میں سے گزرتے ہوئے راستے میں اپنے کچھ تیر اندازوں کو ان کی گھات میں بٹھاتا چلا جاؤں گا۔ یہ گھات ایک طرح سے دشمن کے لشکر کے ایک پہلو کی طرف ہو گا جب کہ میں لشکر کو لے کر دشمن کی پشت کی طرف چلا جاؤں گا۔

گھات میں بٹھائے جانے والے وہ میرے تیر انداز جب اندازہ لگا لگیں گے اور میں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ دشمن کی پشت کی طرف جا چکا ہوں تب وہ اپنی کارروائی کی ابتدا کریں گے۔ وہ جلتے ہوئے پروں کے کئی تیر لگاتار موسلا دھار بارش کی طرح دشمن کے پڑاؤ پر برسانا شروع کر دیں گے۔ ساتھ ہی کچھ جلتے ہوئے تیر فضا کے اندر بھی بلند کر دیں گے جو آپ کی طرف اشارہ ہو گا کہ ہم اپنی منزل پر پہنچ چکے ہیں اور اپنے کام کی ابتدا کر چکے ہیں۔

اب جلتے پروں کے وہ تیر چلانے کے ہمیں دو فائدے ہوں گے۔ ایک تو آپ کو ہمارے پہنچنے کی اطلاع مل جائے گی۔ دوسرے میرے وہ ساتھی جلتے ہوئے تیروں کی موسلا دھار بارش دشمن کے پڑاؤ کے اندر کریں گے تو اگر ان کے پاس زیادہ سامان ہے تو ان کے سامان کو جلتے پروں کے تیروں کی وجہ سے آگ بھی لگ سکتی ہے۔ میرے خیال میں انہوں نے وہاں خیمے نہیں نصب کیے ہوں گے۔ اگر خیمے نصب کیے ہوں

گے تو خیمے آگ پکڑ جائیں گے۔ وہ آگ بجھانے میں مصروف ہو جائیں گے۔ پر ایسا نہیں ہو گا۔ انہوں نے چونکہ شب خون مارنا ہے لہٰذا خیمے نصب نہیں کیے ہوں گے تاہم ان کے پڑاؤ میں جو چیزیں ہیں ان میں سے کسی نہ کسی کو جلتے پروں سے آگ ضرور لگے گی۔ اس طرح اگر ان کے پڑاؤ میں آگ لگتی ہے تو کچھ لشکری تو آگ بجھانے میں مصروف ہو جائیں گے۔ لشکر کا ایک حصہ اس سمت بھاگے گا جدھر سے ان پر جلتے پروں والے تیروں کی بارش ہوئی۔ وہ اندازہ لگا لیں گے کہ تیر چلانے والے کچھ زیادہ نہیں ہیں لہٰذا وہ انہیں پکڑنے کی کی کوشش کریں گے۔ اس موق پر دشمن کے لشکر میں ایک طرح سے ہراس پیدا ہو جائے گا۔ اتنی دیر تک میرے وہ ساتھی جو دشمن کے پڑاؤ پر تیر چلائیں گے وہ تیر چلانے کے فوراً بعد حرکت میں آئیں گے۔ اپنے گھوڑوں پر بیٹھنے کے بعد اپنے گھوڑوں کو سرپٹ میری طرف دوڑا دیں گے۔ اتنی دیر تک میں خود بھی حرکت میں آ چکا ہوں گا اور اپنے لشکر کے ساتھ پیش قدمی کرتے ہوئے دشمن پر حملہ آور ہونے کے لئے آگے بڑھ چکا ہوں گا۔ اسی وجہ سے میں اپنے ان تیراندازوں کے قریب آ چکا ہوں گا لہٰذا وہ اپنا کام کامیابی سے کرنے کے بعد دوبارہ لشکر میں شامل ہو جائیں گے۔ اس کے بعد میں دشمن پر اپنے حملے کی ابتدا کر دوں گا۔''

امیر عبدالرحمٰن نے اس تجویز سے بخوشی اتفاق کیا اور اس فیصلے کو آخری شکل دے دی گئی کہ کھانا کھانے اور عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد اس منصوبے پر عمل کرنے کے لئے ابتدا کر دی جائے گی۔

بہرحال طے شدہ تجویز کے مطابق عشاء کے بعد احمد بن یعلیٰ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ اپن چھوٹے سالار محمد بن حسین کی ہمراہی میں اپنے پڑاؤ سے نکلا۔ اس کے رخصت ہونے کے بعد امیر عبدالرحمٰن اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ بالکل مستعد ہو گیا تھا۔ لشکر کے اندر اور اطراف میں بڑی بڑی مشعلیں روشن کر دی گئی تھیں تا کہ شہر کے اندر جو دشمن کا لشکر ہے اسے خبر ہو کہ مسلمان جاگ رہے ہیں لہٰذا شہر سے باہر نکل کر ان پر حملہ آور ہونا موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔

دوسری طرف احمد بن یعلیٰ رات کے وقت ایک لمبا کاوا کاٹتا ہا دشمن کی طرف بڑھا تھا۔ راستے میں اپنے کچھ سواروں کو وہ چھوڑتا گیا جو بہترین تیرانداز تھے۔ وہ سوار

بائیں طرف ہوتے ہوئے پہل دشمن کے پڑاؤ کی طرف گئے۔ اتنی دیر تک احمد بن یعلیٰ باقی لشکر کے ساتھ دشمن کی پشت پر پہنچ چکا تھا

ان تیراندازوں نے جب اندازہ لگایا کہ احمد بن یعلیٰ اور محمد بن حسین دشمن کی پرشت پر پہنچ چکے ہوں گے۔ تب انہوں نے لگاتار تیز بارش کی طرح جلتے پروں والے تیر دشمن کے پڑاؤ کی طرف چلانے شروع کر دیئے تھے اور کچھ تیر انہوں نے فضا کے اندر بھی چلا دیئے تھے تا کہ امیر عبدالرحمٰن کو خبر ہو جائے کہ ہم اپنی منزل پر پہنچ چکے ہیں اور اپنے کام کی ابتدا کر چکے ہیں۔

دشمن کے متحدہ لشکر کے پڑاؤ میں جب جلتے پروں کے تیر کی بارش ہوئی تب وہاں جو سامان پڑا ہوا تھا اس سامان میں سے کچھ چیزوں کو آگ لگ گئی۔ اس پر دشمن کے لشکر میں ایک طرح سے افراتفری پھیل گئی تھی کہ آخر ان کے ایک پہلو میں کون سے دشمن آ کر بیٹھ گئے ہیں جو ان پر تیراندازی کرنے لگے ہیں۔ لہٰذا کچھ لشکری تو آگ بجھانے میں لگ گئے تھے۔ لشکر کا ایک حصہ اپنے گھوڑوں پر سوار ہوا اور جس طرف سے تیر آئے تھے ادھر روانہ ہوا تا کہ تیراندازی کرنے والوں کو پکڑا جا سکے۔ اتنی دیر تک احمد بن یعلیٰ کے وہ ساتھی گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ انہیں سرپٹ دوڑاتے ہوئے احمد بن یعلیٰ کی طرف چلے گئے تھے۔ اتنی دیر تک احمد بن یعلیٰ اور محمد بن حسین اپنے لشکر کو حرکت میں لا چکے تھے اور وہ دشمن کے پڑاؤ کی طرف بڑھنا شروع ہو گئے تھے۔

جس وقت دشمن کے پڑاؤ میں ایک افراتفری اور اس بات کی جستجو تھی کہ تیر اندازی کرنے والے کون تھے۔ اس کے تھوڑی ہی دیر بعد ان کے لئے ایک اور مصبت اٹھ کھڑی ہوئی اس لئے کہ احمد بن یعلیٰ اپنے پورے لشک کے ساتھ بدی کے اوطاق کی ہر شمع بجھا دینے والے گمنان سرزمینوں سے اٹھتے طوفانی تلاطم اور ماتھے کی شکنوں سے عذاب کھڑے کر دینے والے صاحب برق خیز کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

مدینہ صالم کے نواح میں تیرگی کی تیز بارش اور ظلمتوں بھری سیاہ شب میں المناک سموں کے اندر خونی لمحات رقص کر اٹھے تھے۔ بڑے بڑے تیغ زنوں کی روح کی آسودگی، قلب کی فسوں خیزی جواب دینے لگی تھی۔ بڑے بڑے پرقوت جوانوں کا نصیب بے ثمر اور مقدر پت جھڑ جسا ہونا شروع ہو گیا تھا۔ فضا کی اندی موجیں عذاب کے بے روگ لمحے چار سو ناچ اٹھے تھے۔

احمد بن یعلیٰ کا یہ حملہ انتہائی زور دار تھا۔ دشمن کا متحدہ لشکر ابھی تک اسی جستجو میں تھا کہ تیر چلانے والے کون تھے اور کدھر بھاگ گئے تھے کہ احمد بن یعلیٰ ان پر حملہ آور ہو گیا۔ اپنے پہلے ہی حملے میں اس نے دشمن کے ان گنت لشکریوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ اس کے بعد دشمن کے پڑاؤ کے اندر اس نے موت کا کھیل کھیلنا شروع کر دیا تھا۔

دوسری طرف نبرہ، جلیقیہ اور لیون کے متحدہ لشکر نے جب دیکھا کہ وہ تو خود مسلمانوں پر شب خون مارنے کی تیاری کر رہے تھے۔ الٹا مسلمانوں نے ان پر شب ون مار دیا ہے اور ان کے لشکر کے ایک خاصے بڑے حصے کو انہوں نے کاٹ کر رکھ دیا ہے تب انہوں نے اپنی شکست تسلیم کی اور بھاگ کھڑے ہوئے۔

اس موقع پر انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ حملہ ان کی پشت کی طرف سے ہو گیا ہے۔ لہٰذا وہ مدینہ صالم میں جو ان کا لشکر ہے اس کی مدد کے لئے شہر کی طرف بڑھ جائیں لیکن وہ الٹے اس شاہراہ کی طرف بھاگے جو وہاں سے نبرہ کی مملکت کے مرکزی شہر بنبلونہ کی طرف جاتی تھی۔

رات کی گہری تاریکی میں احمد بن یعلیٰ نے کچھ دور تک ان کا زور دار انداز میں ان کا تعاقب کیا جب اس نے دیکھا کہ دشمن اس قابل نہیں رہا کہ پلٹ کر اس پر جوابی حملہ کرے تب وہ پلٹا۔ دشمن کے پڑاؤ کی ہر چیز کو سمیٹتا ہوا وہ مدینہ صالم کی طرف بڑھا تھا۔

احمد بن یعلیٰ کی اس کارروائی تک امیر عبدالرحمٰن اپنے سالاروں کے ساتھ حرکت میں آ چکا تھا اور اس نے مدینہ صالم پر رات کے وقت حملے شروع کر دیئے تھے۔ امیر عبدالرحمٰن کے حملے اتنے تیز اور شدید تھے کہ شہر کے برجوں اور شہر کی فصیل کے اوپر جو محافظ لشکری تھے ان میں سے ان گنت کو انہوں نے تیروں کا نشانہ بناتے ہوئے فصیل سے نیچے گرنے پر مجبور کر دیا۔ اس کے بعد امیر عبدالرحمٰن کے کچھ صناح حرکت میں آئے اور وہ فصیل کے ایک حصے کو گرانے میں کامیاب ہو گئے۔

فصیل کا وہ حصہ گرتے ہی امیر عبدالرحمٰن اپنے لشکر کے ساتھ شہر میں داخل ہوا۔ شہر کے اندر جس قدر محافظ لشکر تھا اس کے ساتھ کچھ زیادہ دیر تک ٹکراؤ نہ ہوا اور امیر نے ان پر حملہ آور ہو کر ان کا خاتمہ کر دیا۔ اس طرح جب احمد بن یعلیٰ دشمن کے پڑاؤ کی ہر چیز کو سمیٹتا ہوا مدینہ صالم پہنچا تو اس وقت تک امیر عبدالرحمٰن مدینہ صالم کو فتح کر چکا تھا۔

اگلے روز کا سورج جب طلوع ہوا تو امیر عبدالرحمٰن نے احمد بن یعلیٰ اور اس کے دوسرے سالاروں کے ساتھ شہر کی فصیل اور برجوں کا جائزہ لیا تو اس نے دیکھا وہ کمزور اور خستہ حال تھے۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ امیر عبدالرحمٰن نے دیکھا کہ مدینہ صالم کی فصیل اور اس کے اوپر جو برج بنے ہوئے تھے وہ ناپائیدار تھے۔

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ مدینہ صالم کو فتح کرنے کے بعد امیر عبدالرحمٰن نے جو سب سے پہلا کام کیا وہ یہ کہ اس نے شہر اور اس کی فصیل کے استحکامات کی طرف توجہ دی۔ اپنے لشکر کے ساتھ چند روز تک عبدلرحمٰن نے مدینہ صالم ہی میں قیام کیا۔ شہر رپناہ اور شہر کے اندر جو قلعہ تھا اس کی دیواروں کے علاوہ قلعے اور فصیل کے اوپر جو برج بنے ہوئے تھے۔ ان کی نا صرف بہترین انداز میں مرمت کی بلکہ جو چیزیں خستہ حال تھیں انہیں نئے سرے سے تعمیر کر کے ایک طرح سے مدینہ صالم کو ایک مضبوط حصار بنا دیا تھا۔ شہر کی حفاظت کے لئے لشکر کا ایک حصہ اس نے وہاں چھوڑا۔ اس کے بعد اپنے لشکر کے ساتھ امیر عبدالرحمٰن مدینہ صالم سے نکلا تھا۔

مدینہ صالم سے نکلنے کے بعد امیر عبدالرحمٰن نے اپنے لشکر کے ساتھ قلعہ ایوب کا رخ کیا۔ یہ قلعہ بھی شروع میں مسلمانوں کا آباد کردہ تھا۔ موسیٰ بن نصیر کے بعد اندلس میں اس کا بیٹا عبدالعزیز بن موسیٰ حکمران بنا تو اس کے قتل کے بعد ایوب بن حبیب کو دمشق کی خلافت کی طرف سے اندلس کا حکمران مقرر کیا گیا۔ اسی ایوب بن حبیب نے قدیم دور کے ایک شہر یلبس کے قریب ایک نیا شہر آباد کیا اور ایوب بن حبیب کے نام پر اس کا نام قلعہ ایوب رکھا گیا۔ آج کل اس کا اسپینی تلفظ بگڑ کر ''کلاٹایوب'' ہو چکا ہے۔

بعد کے دور میں اس شہر کے دو حصے ہو گئے تھے۔ ایک بلند حصہ تھا جو مسلمانوں کے وقت کا اصل شہر تھا اور دوسرا نچلا حصہ جو بعد میں آباد کر دیا گیا تھا۔ شہر کے پرانے حصے کو شہر بالا اور نئے حصے کو شہر زیریں کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ یہ شہر سرقسطہ کے حکمران کے تحت تھا۔ ان دنوں سرقسطہ کا حکمران محمد بن ہاشم تھا۔ جو امیر عبدالرحمٰن الثالث کے خلاف لیون کے حکمران ردمیر کا ساتھ دے رہا تھا۔

جس علاقے میں یہ شہر تھا وہاں درختوں، نہروں اور مرغزاروں کی بڑی کثرت تھی۔ مدینہ صالم جسے امیر عبدالرحمٰن الثالث نے فتح کر لیا تھا۔ اس سے لگ بھگ پچاس میل مشرق کے رخ پر یہ قلعہ ایوب تھا۔

مؤرخین لکھتے ہیں اس شہر کی زمین بہت اچھی اور زرخیز تھی۔ اس کا قلعہ بڑا مضبوط اور مستحکم تھا۔ اس کے علاقے بھی بہت عمدہ تھے۔ میووں، باغوں اور پانی کی کثرت تھی۔ چشمے جابجا جاری اور لبریز رہتے تھے۔ چیزوں کی بہتاب کی وجہ سے یہاں بڑی ارزانی تھی۔ پنیروں کا نرخ بالکل گراں تھا یہاں مٹی کے سنہری رنگ کے برتن نہایت خوبصورت بنتے تھے اور ان کا ذخیرہ تمام اطراف میں رکھا جاتا تھا۔

یہ قلعہ کیونکہ مسلمانوں کا تھا اور امیر عبدالرحمٰن الثالث شاید اس پر حملہ آور نہ ہوتا لیکن رومیر کے بہکانے پر محمد بن ہاشم نے ایک طرح سے غداری اور بے حمیتی کا ثبوت دیتے ہوئے امیر عبدالرحمٰن الثالث کے خلاف چونکہ رومیر کا ساتھ دینے کا تہیہ کیا تھا لہٰذا عبدالرحمٰن اس قلعے پر حملہ آور ہوا۔

اس قلعہ میں محمد بن ہاشم کی خاصی بڑی طاقت اور قوت تھی اور امیر عبدالرحمٰن چاہتا تھا کہ اس قلعے کو فتح کرنے کے بعد محمد بن ہاشم کے مرکزی شہر سرقسطہ کا رخ کرے۔ اسے اپنے سامنے مجبور اور بے بس اور گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کرے تاکہ آنے والے دور میں پھر وہ کبھی عبدالرحمٰن الثالث کے خلاف دشمن قوتوں کا ساتھ دینے کے قابل نہ رہے۔

قلعہ ایوب کے اندر سرقسطہ کے حکمران محمد بن ہاشم کا ایک لشکر تھا۔ محمد بن ہاشم کو امید تھی چونکہ گزشتہ جنگ میں اس نے اپنے چند دستوں کے ساتھ امیر عبدالرحمٰن الثالث کے خلاف رومیر کی مدد کی تھی لہٰذا اب جب کہ امیر عبدالرحمٰن اس کے علاقوں پر حملہ آور ہوا ہے تو رومیر ضرور اس کی مدد کرنے کی کوشش کرے گا۔ رومیر نے محمد بن ہاشم کی مدد کے لئے کوئی نیا لشکر تو نہ بھیجا لیکن عیسائیوں کا وہ متحدہ لشکر جسے مدینہ صالم کے نواح میں شب خون مار کر احمد بن یعلیٰ نے بھاگنے پر مجبور کر دیا تھا وہ البہ کے مقام پر جا کے مقیم ہو گیا تھا۔

جب شمال کی عیسائی سلطنتوں کو خبر ہوئی کہ امیر عبدالرحمٰن نے مدینہ صالم فتح کر لیا ہے تو انہیں اندازہ ہو گیا تھا کہ مدینہ صالم کو فتح کرنے کے بعد عبدالرحمٰن یقیناً مزید شمالی علاقوں کا رخ کرے گا اور سب سے پہلے وہ سرقسطہ کے حاکم محمد بن ہاشم کو اپنا

ہدف بنائے گا۔ اس لئے کہ اس نے امیر عبدالرحمٰن کے خلاف عیسائی بادشاہوں کی طرف داری اور حمایت کی تھی۔

لہٰذا جو لشکر البہ میں مقیم تھا اسے احکامات مل گئے کہ وہ قلعہ ایوب کی طرف چلے جائیں اور قلعہ ایوب میں محصور ہو کر قلعے کا دفاع کریں ور اسے عبدالرحمٰن کو فتح نہ کرنے دیں۔

دوسری طرف امیر عبدالرحمٰن اپنے لشکر کے ساتھ بڑی برق رفتاری سے قلعہ ایوب ہی کی طرف بڑھا تھا۔ اس قلعے کا حاکم ان دنوں سرقسطہ کے حکمران محمد بن ہاشم کا ایک عزیز اور رشتہ دار تھا اور اس کا نام مطرف تھا۔ اب مطرف کو کسی قدر سکون ہو گیا تھا کہ جو لشکر پہلے سے اس کے پاس تھا اس کے علاوہ ومیر اور دوسری عیسائی سلطنتوں کا لشکر بھی اس کے پاس پہنچ گیا ہے لہٰذا وہ قلعہ ایوب کا احسن طریقے سے دفاع کر سکتا ہے۔

رومیر اور دوسری عیسائی سلطنتوں کے لشکر نے پہلے قلعہ ایوب سے باہر نکل کر عبدالرحمٰن کا مقابلہ کرنے کی ٹھانی۔ قلعہ ایوب اور شہر سے باہر گھمسان کا رن پڑا۔ اس جنگ کے نتیجے میں عبدالرحمٰن نے مطرف کے علاوہ نصرانیوں کے لشکر کو بدترین شکست دی اور امیر اپنے لشکر کے ساتھ شہر میں داخل ہو گیا۔ شہر کے اندر بھی ایک بار گھمسان کا رن پڑا۔ اس جنگ کے نتیجے میں قلعہ ایوب اور شہر کا حاکم مطرف مارا گیا جب کہ اس کا لشکر اور نصرانیوں کا جو لشکر وہاں آیا ہوا تھا انہوں نے قلعے کے اندر محصور ہو کر مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کی ٹھان لی تھی۔

قلعے اور شہر کا حاکم مطرف چونکہ مارا جا چکا تھا لہٰذا لوگوں نے متفقہ فیصلہ کر کے اس کے بھائی حکم کو اپنا حاکم مقرر کر دیا اور اپنا دفاع کرنے لگے۔

عبدالرحمٰن الثالث نے شہر تو فتح کر ہی لیا تھا۔ اب اس نے قلعے پر جان لیوا حملے شروع کر دیئے۔ حکم نے اندازہ لگا لیا کہ جس طرح امیر عبدالرحمٰن اس کے بھائی کا خاتمہ کر کے شہر میں داخل ہوا اور شہر کو اس نے فتح کر دیا ہے اس طرح وہ قلعے کو بھی فتح کر لے گا اور اگر ایسا ہوا تو اس کی گردن کاٹ دی جائے گی۔ اس نے اپنی بہتری اسی میں سمجھی کہ امیر کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی کوتاہیوں کی معافی مانگے اور امان طلب کرے۔

یہ فیصلہ کرنے کے بعد اپنے چند سرکردہ ساتھیوں کے ساتھ الحکم رات کے وقت

امیر عبدالرحمٰن کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امیر کو اس نے یقین دلایا کہ جنگ کی ابتداء اس نے نہیں کی بلکہ اس کے بھائی مطرف نے کی تھی وہ چونکہ مارا جا چکا ہے لہٰذا وہ خود امیر کے خلاف جنگ نہیں کرنا چاہتا۔

الحکم نے یہ بھی وعدہ کیا کہ آنے والے دنوں میں جب تک وہ زندہ رہے گا سلطان کا ماتحت بن کر رہے گا اور ہمیشہ مطیع اور فرماں بردار رہے گا۔ اس طرح ایک امان نامہ لکھا گیا۔ اس امان نامے کے تحت امیر عبدالرحمٰن نے الحکم اور اس کے ساتھ کام کرنے والے سالاروں اور لشکریوں کو معاف کر دیا تھا۔

اب جو لشکر رومیر، جلیقیہ اور نبرہ کی عیسائی مملکتوں کا تھا اس کی بدبختی شروع ہوئی کیونکہ جو امان نامہ الحکم اور امیر عبدالرحمٰن الثالث کے درمیان طے پایا تھا اس امان نامے میں کیونکہ ان کا ذکر نہیں تھا لہٰذا جب قلعہ امیر عبدالرحمٰن کے حوالے کیا گیا تو لعے کے اندر عیسائی مملکتوں کا جس قدر متحدہ لشکر تھا اسے تہہ تیغ کر دیا گیا تھا۔

قلعہ ایوب کو فتح کرنے کے بعد امیر عبدالرحمٰن نے اپنے لشکر کے ساتھ وہاں قیام کر لیا تھا۔ چند یوم تک وہاں ستانے کے بعد امیر نے اپنے لشکر کا ایک حصہ علیحدہ کیا۔ اس لشکر کا کماندار اس نے احمد بن اسحاق کو مقرر کیا اور اسے سرقسطہ کی طرف روانہ کیا تا کہ وہ سرقسطہ کو فتح کرے۔

لشکر کے اس حصے کے ساتھ احمد بن اسحاق سرقسطہ پہنچا اور شہر کا اس نے محاصرہ کر لیا۔ اس نے یہ محاصرہ بڑی لاپرواہی اور غیر ذمہ داری سے کیا۔ دراصل وہ اس محاصرے کو طول دینا چاہتا تھا۔ اس طول کے نتیجے میں امیر عبدالرحمٰن الثالث سے کچھ مراعات حاصل کرنا چاہتا تھا۔

گو احمد بن اسحاق اور اس کے خاندان پر امیر عبدالرحمٰن کے احسانات تھے۔ بنی اسحاق برسوں تک مفلسی اور گمنانی کی حالت میں اشبیلیہ میں آباد رہے تھے۔ اس میں شک نہیں کہ احمد بن اسحاق اور اس کے بھائی امیہ بن اسحاق کی امیر عبدالرحمٰن کے ساتھ قرابت داری تھی لیکن یہ لوگ اپنے لئے غلط توقعات رکھنے لگے تھے۔

جس وقت بنی اسحاق کے یہ افراد اشبیلیہ میں قیام کیے ہوئے تھے تو انہوں نے سلاطین قرطبہ کے خلاف بعض مرتبہ سازشوں میں بھی شرکت کی تھی لیکن عبدالرحمٰن نے ان کے ساتھ قرابت داری کی وجہ سے ان کی بڑی عزت افزائی کی اور ان پر لطف اکرم

ں وہ اکثر کیا کرتا تھا۔

باجود اس کے بنی اسحاق اپنی حالت سے خوش نہ تھے۔ جاہ پرستی اور دنیا کی طلب ں میں بڑھی ہوئی تھی۔ احمد بن اسحاق اس وقت اپنے خاندان کا رئیس خیال کیا جاتا ا۔ پہلے امیر عبدالرحمٰن کے خلاف اسے یہ شکوہ رہا کرتا تھا کہ اسے اور اس کے بھائی یہ بن اسحاق کو وزیر مقرر نہیں کیا جاتا۔ جب اندونوں کو اعلیٰ منصب عطا کیے گئے تب ا یہ امید رکھنے لگے کہ انہوں نے لشکر میں چونکہ اچھی خدمات ادا کی ہیں لہٰذا امیر نے اپنے بعد جو اپنے بیٹے الحکم کو اپنا ولی عہد مقرر کیا ہے یہ فیصلہ غلط ہے۔ عبدالرحمٰن کو اپنے بیٹے کے بجائے اسے اپنا ولی عہد مقرر کرنا چاہیے۔

اب احمد بن اسحاق نے ایک تو سرقسطہ کا محاصرہ کرنے میں غیر ذمہ داری اور لاپرواہی کا مظاہرہ کیا تھا اور اس کی خبریں برابر مخبر اور طلایہ گر امیر عبدالرحمٰن کو پہنچا رہے تھے۔ اس پر احمد بن اسحاق نے اس موقع پر یہ بے وقوفی اور حماقت کی کہ اس نے ایک لط امیر عبدالرحمٰن کے لئے لکھا اور اس خط میں اس نے امیر کے خلاف بہت سی کایات اور شکوے کیے۔ اس خط میں یہ بھی حماقت کر ڈالی اور یہ لکھ دیا کہ اسے ولی عہد مقرر کیا جائے۔

یہ خط جب امیر عبدالرحمٰن کو ملا تو خط پڑھ کر وہ آگ بگولا ہو گیا۔ اسی وقت اس نے اپنی طرف سے ایک خط لکھا اور جو قاسط خط لے کر آیا تھا۔ اسی کے ہاتھ جواب بھجوا دیا جو خط امیر عبدالرحمٰن نے احمد بن اسحاق کے نام لکھا تھا اس کا مضمون کچھ اس طرح تھا۔

> ”کیونکہ ہم تجھے خوش کرنا چاہتے تھے اس لئے تجھ پر احساس کیے لیکن اب معلوم ہوا کہ تیری خصلت کو بدلنا ممکن نہیں۔ مفلسی اور تنگ دستی تیرے حال کے مناسب ہے کیونکہ دولت نے جس کا تو خوگر نہ تھا تجھ پر غرور اور نخوست کو پیدا کر دیا ہے۔
>
> کیا تیرا باپ ابن حجاج کی فوج کا ایک ذلیل سوار نہ تھا۔ کیا تو اشبیلیہ میں گدھے نہیں بیچا کرتا تھا۔ ہم نے تیرے خاندان کو جب اس نے لجاجت کی۔ اپنی پناہ میں لیا، اس کی مدد کی اور اسے مناسب دولت اور اختیار دے دیا۔

ہم نے تیرے باپ کو وزیر بنا کر تجھے سلطانی افواج میں سالار مقرر کیا اور تجھے ہم نے کئی مقامات کا والی بھی مقرر کیا اب تو ہمارے حکموں سے سرتابی کرتا ہے اور جس چیز میں ہمارا فائدہ ہے تو اس کی طرف سے غافل ہے اور اب تیرے حوصلے اس قدر بڑھ گئے ہیں اور تو مہمل باتوں کو اس قدر آگے بڑھا چکا ہے کہ تو اب ہمارا ولی عہد بننا چاہتا ہے۔ تجھ میں وہ کون سی خوبیاں ہیں اور کون سے تجھے ایسے حقوق ہیں جن کی بناء پر تجھے یہ دعویٰ ہوا ہے۔ تیرے اور تیرے خاندان کے لئے کسی کے یہ اشعار بالکل صادق آتے ہیں۔

تو کمینہ ہے ٹاٹ میں ریشم کا پیوند نہیں لگتا۔ اگر تم قرشی ہو جیسا کہ تم کو دعویٰ ہے تو پھر اس نامور خاندان کی بیویاں کیوں نہیں کرتے لیکن اگر تم قبطی ہو تو پھر تمہارا دعویٰ لغو ہے۔''

خط میں امیر عبدالرحمٰن، احمد بن اسحاق کے نام مزید لکھا۔

''کیا تیری ماں جس کا نام حمدر نہ تھا جو بوڑھی ہو چکی تھی۔ ساحراہ نہ تھی۔ کیا تیرا باپ ایک معمولی سوار نہ تھا۔ کیا تیرا دادا ابن عباس کے گھر کا دربان نہ تھا اور اس شریف کی ڈیوڑھی پر بیٹھا رسیاں نہیں بٹا کرتا تھا اور بوریے نہیں بنتا تھا؟ اللہ کی تجھ پر لعنت ہو اور ان پر بھی لعنت ہو جنہوں نے ہمیں دھوکہ دے کر تجھے ہماری خدمت پر مقرر کر دیا۔ کمینے اور ذلیل! اب تیرے لئے میرا یہی حکم ہے کہ تو آ اور ذلت کے ساتھ میرے قدموں پر گر اور اپنے کیے کی معافی مانگ۔''

یہ خط لکھنے کے ساتھ ہی امیر عبدالرحمٰن نے احمد بن اسحاق کو ذلت کے ساتھ شاہی ملازمت سے برطرف کر دیا تھا۔ اس موقع پر احمد کا بھائی اُمیہ بن اسحاق لشکر میں شامل تھا۔ اس نے امیر عبدالرحمٰن کا خاتمہ کرنے کے لئے ایک سازش لشکر میں تیار کی لیکن اس سازش کو دوسرے سالاروں نے ناکام بنا دیا لہٰذا اُمیہ بن اسحاق لشکر سے نکل کر بھاگ گیا۔

دوسری طرف جب احمد بن اسحاق کو امیر عبدالرحمٰن کا خط ملا تو اسے خدشہ پیدا ہو گیا کہ اب اس کی خیر نہیں۔ امیر عبدالرحمٰن ایک لشکر لے کر آئے گا اور اس پر حملہ آور ہو کر اس کا خاتمہ کر دے گا۔

اس کے ساتھ ہی احمد بن اسحاق کو یہ خبر ملی کہ اس کا بھائی اُمیہ بن اسحاق بھی امیر عبدالرحمٰن کے لشکر سے بھاگ چکا ہے لہٰذا احمد بن اسحاق بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ بھاگ نکلا۔ اس نے شنترین کا رخ کیا۔ اپنے کچھ حواریوں اور حمایتیوں کو جمع کیا اور شنترین پر قبضہ کر کے وہاں اس نے اپنی حکومت قائم کر لی۔ ساتھ ہی اس نے تیز رفتار قاصد کے ذریعے امیر عبدالرحمٰن الثالث کے خلاف رومیر کے ساتھ دوستی کے مراسم پیدا کرنے شروع کر دیئے تھے۔

احمد بن اُمیہ کے بھاگ جانے کے بعد امیر عبدالرحمٰن نے باقی لشکر کے ساتھ قلعہ ایوب سے سرقسطہ کا رخ کیا۔ سرقسطہ کے حکم محمد بن ہاشم کو خبر ہوئی کہ امیر عبدالرحمٰن سخت غصے کی حالت میں ہے اور اگر ابن ہاشم نے امیر کے خلاف جنگ کی طرح ڈالنے کی کوشش کی تو احمد بن اسحاق اور اُمیہ بن اسحاق کا سارا غصہ امیر اس پر ہی نکالے گا لہٰذا جونہی امیر عبدالرحمٰن اپنے لشکر کے ساتھ سرقسطہ پہنچا اور وہاں پہلے سے موجود لشکر کے ساتھ اس نے پڑاؤ قائم کیا۔ اسی روز محمد بن ہاشم نے اپنے کچھ قاصد امیر عبدالرحمٰن کی خدمت میں روانہ کیے اور امیر سے التجا کی کہ وہ امیر کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہے اور اپنی غلطیوں کی معافی کے علاوہ آئندہ کے لئے مطیع اور فرماں بردار رہنے کا عہد کرنا چاہتا ہے۔

جب وہ قاصد امیر عبدالرحمٰن کی خدمت میں حاضر ہوئے تو امیر نے محمد بن ہاشم سے ملاقات کرنے کی حامی بھر لی۔ اسی روز اپنے چند محافظوں کے ساتھ محمد بن ہاشم امیر عبدالرحمٰن کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جس وقت ابن ہاشم امیر کے خیمے میں داخل ہوا اس وقت امیر کے سارے سالار خیمے میں موجود تھے۔ امیر عبدالرحمٰن نے ابن ہاشم کی اتنی عزت افزائی کی کہ جب وہ خیمے میں داخل ہوا، اپنے خیمے سے اٹھ کر اس سے مصافحہ کیا۔ باقی سالاروں نے بھی اس سے مصافحہ کیا پھر اپنے قریب ہی ایک نشست پر محمد بن ہاشم کو بیٹھنے کے لئے کہا۔

اس موقع پر امیر عبدالرحمٰن نے کچھ دیر تک تیز نگاہوں سے محمد بن ہاشم کی طرف

دیکھا۔ محمد بن ہاشم، امیر کے اس دیکھنے کے انداز کو برداشت نہ کر سکا۔ فوراً اپنی جگہ سے اٹھا، عبدالرحمٰن کے پاؤں پر گر پڑا۔ بڑی عاجزی اور لجاجت کے ساتھ اس نے اپنے ماضی کے رویے کی معافی مانگی اور آئندہ امیر عبدالرحمٰن کا فرماں بردار اور مطیع رہنے کا عہد کیا۔

اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے امیر عبدالرحمٰن کو اس کی حالت پر رحم آ گیا۔ اسے معاف کر دیا۔ اسے سرقسطہ کا حکم بھی بحال رکھا اور اسے بڑی عزت اور وقار کے ساتھ رخصت کر دیا۔

جس وقت امیر عبدالرحمٰن نے محمد بن ہاشم کو معاف کر کے اسے سرقسطہ کا حاکم بحال رکھا اور رخصت کر دیا۔ اس کے تھوڑی دیر کے بعد جب سالار بھی اٹھ کر عبدالرحمٰن کے خیمے سے نکلنے لگے تب آواز دے کر عبدالرحمٰن نے احمد بن یعلیٰ کو اپنے پاس روک لیا۔

احمد بن یعلیٰ خیمے میں رک گیا۔ باقی سالار خیمے سے باہر نکل گئے تھے۔ احمد بن یعلیٰ مڑا، جس نشست سے اٹھا تھا دوبارہ اس پر بیٹھ گیا پھر امیر کی طرف دیکھتے ہوئے کسی قدر تجسس اور تشویش بھرے انداز میں پوچھ لیا۔

''امیر محترم! آپ نے مجھ اکیلے کو روک لیا ہے کیا کوئی خاص بات ہے۔ کیا مجھ سے کوئی غلطی، کوئی کوتاہی ہو گئی ہے۔''

احمد بن یعلیٰ کے ان الفاظ پر امیر عبدالرحمٰن تڑپ اٹھا۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کا شانہ تھپتھپایا اور کہنے لگا۔

''ابن یعلیٰ! تیری حیثیت میرے ہاں ایک بیٹے کی سی ہے۔ قسم خداوند کی جتنا میں تم سے خوش ہوں کسی سے نہیں ہوا ہوں گا۔ میں نے تجھے ایک خاص مقصد کے لئے روکا ہے۔ کچھ عرصہ پہلے تو نے مجھے کہا تھا کہ یہ احمد بن اسحاق اور اُمیہ بن اسحاق قابل اعتبار نہیں۔

بیٹے! آج میں تیرے اندازوں اور تیری پرکھ کی داد دیتا ہوں۔ یہ دونوں بھائی واقعی سانپ نکلے۔ اگر مجھے پہلے پتا ہوتا کہ یہ ہماری نعمتوں اور جو کچھ ہم نے منصب اور دولت کی صورت میں انہیں دیا، اس پر لات مار کر ہمارے خلاف بغاوت اور سرکشی کی روش اختیار کریں گے تو میں ان دونوں کو سانپ سمجھ کر پہلے ہی ان دونوں کے سر کچل کر رکھ دیتا۔ بہرحال اب بھی کچھ نہیں گیا۔ یہ دونوں بھائی زیادہ سے زیادہ یہی

کریں گے کہ رومیر کے ساتھ مل کر ہمارے خلاف حرکت میں آئیں گے۔ رومیر کی ہم نے کئی بار کمر توڑ رکھی ہے اور اب اس نے پھر کبھی کسی موقع پر ہمارے سامنے آنے کی کوشش کی تو پھر اس کی وہ حالت کریں گے کہ اسے اپنے سامنے موت کے بھنور رقص کرتے دکھائی دیں گے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد امیر عبدالرحمٰن رکا، کچھ سوچا پھر دوبارہ احمد کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''ابن یعلیٰ! اب تیری حیثیت میری نگاہوں میں سارے لشکریوں کے سالار اعلیٰ کی سی ہے۔ اس کے علاوہ میں تیرے ذمے دو مزید کام لگانے لگا ہوں۔ پہلا یہ کہ لشکر جب کبھی بھی کہیں حرکت میں آیا کرے گا جس قدر لشکر کے جاسوس اور طلایہ گرہیں وہ سارے تمہارے ماتحت کام کیا کریں گے۔ تم ہی ان کا تقرر کیا کرو گے اور ان سے کام لینا بھی تمہارے فرائض میں شامل ہوگا۔

دوسرا کام میں تمہیں جو سونپنا چاہتا ہوں وہ احتیاط کے طور پر ہے اس لئے کہ احمد بن احساق اور اُمیہ بن اسحاق نے ہمارے خلاف غلط رویہ اور روش اختیار کی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ لشکر میں جس قدر سالار ہیں تم خود بھی ان پر نگاہ رکھو۔ کسی بھی وقت کسی کے قدم ڈگمگا سکتے ہیں۔ لہٰذا اگر تم ان پر نگاہ رکھو گے تو آئندہ کوئی دوسرا سالار ہمارے خلاف احمد بن اسحاق اور امیہ بن اسحاق جیسا طریقہ اور راستہ اختیار نہ کر سکے گا۔''

امیر عبدالرحمٰن کی اس گفتگو کے جواب میں احمد بن یعلیٰ کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ عین اسی لمحہ امیر عبدالرحمٰن کے محافظ دستوں کا سالار خیمے کے دروازے پر نمودار ہوا اور امیر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''امیر! ایک نصرانی لشکر میں داخل ہوا ہے۔ وہ احمد بن یعلیٰ سے ملنا چاہتا ہے کہ احمد بن یعلیٰ کے لئے اس کے پاس ایک انتہائی اہم اور ضروری پیغام ہے۔''

ان الفاظ کے جواب میں امیر عبدالرحمٰن عجیب سے انداز میں احمد بن یعلیٰ کی طرف دیکھا تھا پھر کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ احمد بن یعلیٰ نے اس سالار کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''اسے یہیں بھیج دو تا کہ دیکھیں وہ کیا کہنا چاہتا ہے۔''

امیر عبدالرحمٰن اور احمد بن یعلیٰ کے ان الفاظ پر خوش ہو گیا تھا۔ شاید وہ خود بھی

یہی جملہ ادا کرنا چاہتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ سالار ادھیڑ عمر کے ایک شخص کو خیمے کے دروازے پر لایا وہ گودیرہ تھا۔

دروازے پر کھڑے ہی کھڑے امیر عبدالرحمٰن کے اس سالار نے گودیرہ سے گفتگو کی۔

''جو دائیں جانب بیٹھے ہیں وہ ہمارے حکمران امیر عبدالرحمٰن الثالث ہیں۔ ان کے سامنے جو بیٹھے ہوئے ہیں وہ احمد بن یعلیٰ ہیں۔ جو ہمارے سالار ہیں۔''

اس کے ساتھ ہی گودیرہ سہمے سہمے سے انداز میں خیمے میں داخل ہوا۔ جب وہ آگے بڑھا تو امیر عبدالرحمٰن اور احمد بن یعلیٰ نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس سے مصافحہ کیا۔ گودیرہ اپنی جگہ پر کھڑا رہا جب وہ گفتگو کا آغاز کرنے لگا تب مسکراتے ہوئے امیر نے اسے مخاطب کیا۔

''گھبراؤ نہیں ..... اپنے اوپر خوف طاری نہ کرو۔ ہم تمہارے جیسے ہی انسان ہیں۔ یہ جو خالی نشست پڑی ہوئی ہے اس پر بیٹھو۔ سکون کے ساتھ گفتگو کرو اور بتاؤ کیا کہنا چاہتے ہو اور کس مقصد کے لئے ہمارے پاس آئے ہو؟''

گودیرہ نے امیر عبدالرحمٰن کی اس گفتگو سے کسی قدر سکون اور طمانیت محسوس کی۔ ایک لمبا سانس لیا پھر کہنے لگا۔

''امیر! میں لیون کے حکمران رومیر کی بیٹی قرسینا کی طرف سے احمد بن یعلیٰ کے لئے ایک پیغام لے کر آیا ہوں۔''

ان الفاظ پر امیر عبدالرحمٰن ہی نہیں احمد بن یعلیٰ بھی چونکا تھا۔ یہاں تک کہ امیر نے اسے مخاطب کیا۔

''کیسا پیغام.....؟''

جواب میں گودیرہ نے وہ ساری تفصیل بتا دی تھی جس طرح رومیر نے احمد بن یعلیٰ کو ہلاک کرنے کے لئے نبرہ کے حکمرانوں کو دو طریقے پیش کیے تھے۔

جب وہ خاموش ہوا تب کسی قدر دلچسپی کا اظہار کرتے ہوئے امیر عبدالرحمٰن نے پوچھ لیا۔

''کیا نبرہ کے حکمران گارشیا نے اس مقصد کے لئے کسی تیغ زن کا انتخاب کیا ہے۔''

جواب میں گودیرہ کہنے لگا۔ ''امیر محترم! رومیر نے یہ پیغام جن کارکنوں کو نبرہ کی طرف بھجوایا تھا ان کارکنوں کے ساتھ مجھے بھی قرسینا کی ماں لیسانہ نے روانہ کر دیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ قرسینا نے اپنی ماں لیسانہ پر یہ انکشاف کر دیا کہ وہ احمد بن یعلیٰ سے محبت کرتی ہے اور اپنی زندگی اس کے ساتھ بسر کرنا چاہتی ہے اب قرسینا کی اس محبت کا صرف اس کی ماں کے علاوہ مجھے اور رومیر کے بڑے بھائی افونش کی بیٹی انجلینا کو پتا ہے جس نے ان دنوں بنبلونہ ہی میں قیام کر رکھا ہے اور ایک طرح سے قرسینا کی رازدار ہے اور دونوں نے ایک ہی خواب گاہ میں قیام کیا ہے۔

امیر! قرسینا لیون سے یہاں بنبلونہ چلی آئی ہے۔ کیونکہ وہ احمد بن یعلیٰ کے عشق میں بولنا شروع ہو گئی تھی۔ لہٰذا اسے خطرہ ہو گیا تھا کہ کہیں اس کی گفتگو سے اس کا باپ یہ اندازہ نہ لگا لے کہ وہ احمد بن یعلیٰ کی طرف مائل ہو چکی ہے۔ ایسی صورت میں وہ اس کے خلاف کارروائی بھی کر سکتا تھا۔ لہٰذا لیون سے نکل کر قرسینا نے ان دنوں نبرہ کے مرکزی شہر بنبلونہ میں قیام کیا ہوا ہے اور اب یہی پیغام دے کر اس نے مجھے آپ لوگوں کی طرف روانہ کیا ہے۔

امیر! جہاں تک آپ کے اس سوال کا تعلق ہے کہ کسی تیغ زن کا انتخاب ابھی تک کیا گیا ہے کہ نہیں تو ابھی تک نبرہ کا حکمران گارشیا اور اس کی ماں تھیوڈورہ اسی جستجو میں ہیں کہ رومیر کی تجویز کے مطابق کسی اچھے تیغ زن کا انتخاب کر کے اس کے ساتھ احمد بن یعلیٰ کا انفرادی مقابلہ کروائیں۔ رومیر کے وہ کارکن جو یہ تجویز لے کر گارشیا اور ملکہ تھیوڈورہ کے پاس آئے تھے۔ وہ واپس لیون جا چکے ہیں لیکن قرسینا بیٹی نے مجھے اپنے پاس روک لیا ہے۔ دراصل اس کا اندازہ ہے کہ شاید اسے خود کسی طرح سے آپ سے یا احمد بن یعلیٰ سے رابطہ قائم کرنے کا موقع نہ ملے لہٰذا وہ میرے ذریعے سے آپ لوگوں سے رابطہ قائم رکھنا چاہتی ہے۔ میں چونکہ لیون کے قصر کے خادموں میں سے ایک ہوں لہٰذا وہ جو کارکن واپس لیون گئے ہیں۔ ان کے ہاتھ قرسینا نے یہ پیغام بھجوا دیا ہے کہ اس نے مجھے اپنے کام کاج کے لئے اپنے پاس روک لیا ہے۔ میرا نام گودیرہ ہے۔'' یہاں تک کہنے کے بعد گودیرہ رکا کچھ سوچا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا وہ کہہ رہا تھا۔

''امیر! پہلے رومیر کی تجویز کے مطابق ملکہ تھیوڈورہ اور اس کا بیٹا گارشیا دونوں اپنے کسی اچھے تیغ زن کو احمد بن یعلیٰ کے خلاف انفرادی مقابلے میں آزمائیں گے اگر وہ اس میں ناکام ہوئے تو۔ پھر دوسرا طریقہ استعمال کریں گے۔ پادریوں کا ایک وفد آپ کی طرف روانہ کریں گے اور وہ اپنے ساتھ ایک اچھا تیغ زن بھی لے کر آئیں گے اور صلح کے حیلے اور حربے کے ذریعے آپ کے لشکر میں آ کر احمد بن یعلیٰ کے خلاف کارروائی کرنے کی کوشش کریں گے۔''

گودیرہ رکا، کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔ ''قرسینا نے مجھے احمد بن یعلیٰ کے نام سختی اور تاکید کے ساتھ یہ پیغام دیا تھا کہ آنے والی کسی جنگ میں جب نبرہ اور آپ کے لشکر ایک دوسرے کے آمنے سامنے آئیں اور نبرہ کے لشکر میں سے کوئی انفرادی مقابلے کے لئے نکلے تو احمد بن یعلیٰ کو چاہیے اس سے محتاط رہے۔ اس لئے کہ جو شخص انفرادی مقابلے کے لئے نکلے گا وہ احمد بن یعلیٰ کے سامنے آتے ہی اپنے نیزے کا وار اس پر کرے گا۔ وہ لوہے کا نیزہ استعمال کرے گا جو اس کے گھوڑے کی زین کے ساتھ بندھا رہے گا۔''

گودیرہ جب خاموش ہوا تب اس کی طرف دیکھتے ہوئے کسی قدر فکرمندی کا اظہار کر کے امیر عبدالرحمٰن نے کہنا شروع کیا۔

''کیا بنبلونہ میں قیام کے دوران قرسینا کے لئے کوئی خطرہ تو نہیں۔ تمہارے ذریعے جو اس نے ہمارے ساتھ پیغام رسانی کا سلسلہ شروع کیا ہے تو کیا اس وجہ سے اس کی ذات مشکوک نہ ہو جائے گی۔ اگر ایسا ہوا تو کیا اس کے خلاف نبرہ کی ملکہ اور اس کا بیٹا کوئی کارروائی تو نہیں کریں گے۔''

''امیر! فی الحال اس کی کوئی امید نہیں ہے۔ قرسینا وہاں قیام کے دوران میرے ذریعے آپ کے ساتھ پیغام رسانی بڑی آسانی سے جاری رکھ سکتی ہے۔ اس لئے کہ قصر کے اندر اس کی ایک ہمدرد ہے جو اسے ساری خبریں پہنچاتی ہے اور وہ اس کے بڑے ابا افونش کی بیٹی انجلینا ہے جو دیوانگی کی حد تک قرسینا سے محبت کرتی ہے۔ امیر چ قرسینا زیادہ تر بنبلونہ کے قصر میں اپنی خواب گاہ کے اندر ہی رہتی ہے۔ کسی سے زیادہ ملتی جلتی نہیں ہے نہ ہی ادھر اُدھر سے خبریں لینے کی کوشش کرتی ہے۔ اسے خود ہی احساس ہے کہ اگر اس نے ایسا کرنے کی کوشش کی تو اس کی ذات مشکوک ہو جائے

گی۔ انجلینا جو اس کے بڑے ابا کی بیٹی ہے وہ ساتھ ہی وہ نبرہ کے حکمران گارشیا کی بھانجی اور ملکہ تھیوڈورہ کی نواسی ہے۔ اس لحاظ سے اس پر کوئی شک نہیں کرتا اور قرسینا کے لئے یہ سارے کام انجلینا ہی سرانجام دے رہی ہے۔

قرسینا نے احمد بن یعلیٰ کے لئے یہ پیغام بھی بھجوایا ہے کہ جس وقت کسی تیغ زن کا انتخاب ہو جائے گا، وہ پھر مجھے آپ کی طرف بھجوائے گی اور اس تیغ زن کی نشاندہی کرے گی۔ ساتھ ہی قرسینا ن یہ بھی کہا تھا کہ اگر اس تیغ زن کی نشاندہی نہ بھی ہو سکی تب بھی جب کبھی بھی نبرہ کے لشکر کے ساتھ ٹکراؤ کے نتیجے میں انفرادی مقابلہ درپیش ہو تو احمد بن یعلیٰ کو چاہیے کہ جو شخص بھی اس کا نام لے کر انفرادی مقابلے کے لئے للکارے اس کے مقابلیکے لئے نکلے ضرور لیکن محتاط رہے کہ وہ اس پر اپنے لوہے کے نیزے کا وار کرے گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد گودیرہ جب رکا تب امیر عبدالرحمٰن اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''سب سے پہلے تو میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ تم نے رومیر کی بیٹی قرسینا کا پیغام خلوص اور نیک نیتی کے ساتھ ہم تک پہنچایا۔ میرے عزیز! واپس جا کر میری طرف سے قرسینا کو یہ پیغام دینا۔ اب اس کی حیثیت میری نگاہوں میں ایک بیٹی کی سی ہے۔ جب کبھی بھی وہ میرے پاس آئے گی ای میرا اس کا سامنا ہوگا اس کی عزت، اس کا وقار، اس کی حیثیت ہمارے ہاں ایک ہر دل عزیز بیٹی کی سی ہوگی۔ واپس جا کر اسے میری طرف سے کہنا مسلمانوں کا حکمران عبدالرحمٰن کہتا ہے۔

اے بیٹی! تو نے ہمارے تحفظ کی خاطر جو پیغام بھجوایا اس کے لئے ہم تیرا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اسے کہنا اس سے پہلے بھی جو تو نے ہمیں پیغام دیا اور ہم نے ایک طرح سے تم پر بداعتمادی کا اظہار کیا تھا اس کے لئے ہم پہلے معذرت خواہ ہیں اس کے بعد اس سلسلے میں بھی تمہارا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

میرے عزیز! تو دو ایک روز تک ہمارے ہاں مہمان کی حیثیت سے قیام کر۔ اس کے بعد واپس جا کر قرسینا سے ہمارا شکریہ ادا کرنا اور اس سے کہنا کہ جو تو نے پیغام دیا ہے اس کے لئے تہہ دل سے ہم تیرے شکرگزار ہیں۔''

امیر عبدالرحمٰن کے خاموش ہونے پر گودیرہ نے التماس کرنے کے انداز میں کہنا

شروع کیا۔

''امیر کیا ایسا ممکن نہیں مجھے کوئی ایسی چیز دی جائے جسے میں قرسینا کو پیش کروں اور اسے اعتبار آ جائے کہ میں واقعی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا جو پیغام اس نے مجھے دیا ہے وہ پہنچ گیا ہے۔ ورنہ وہ شش و پنج اور شکوک و شبہات میں پڑی رہے گی۔ جس وقت اس نے مجھے رخصت کیا تھا تو مجھے ایک نہیں تین بار اس نے تاکید کی تھی کہ وہاں سے کوئی ایسی چیز لانا جسے دیکھ کر مجھے اعتماد اور بھروسہ ہو جائے کہ تم نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے اور پیغام پہنچا دیا ہے اس کا یہ بھی کہنا تھا کہ اگر تم کوئی چیز نہ لائے تو میں اسی شش و پنج میں پڑی رہوں گی کہ پتا نہیں میں نے پیغام دیا بھی ہے کہ نہیں اور.....''

گودیرہ جب رک گیا تب مسکراتے ہوئے عبدالرحمٰن نے اسے مخاطب کیا۔ ''اپنی بات مکمل کرو.....تم رک کیوں گئے ہو۔''

اس پر گودیرہ بول اٹھا۔ ''قرسینا نے مجھے کہا تھا کہ جس وقت احمد بن یعلیٰ سے اس کی دوسری ملاقات ہوئی تھی اور اسے اس کا گھوڑا اور دوسرا سامان واپس کیا گیا تھا۔ اس وقت احمد بن یعلیٰ کے کندھے پر ایک خوبصورت سفید رنگ کا سادہ سا انگوچھا تھا۔ قرسینا کا کہنا تھا کہ اگر تو وہ انگوچھا لے کر آئے تو میں اسے پہچان جاؤں گی اور مجھے یقین ہو جائے گا کہ جو پیغام پہنچانا چاہتی تھی وہ پہنچ چکا ہے۔''

گودیرہ جب خاموش ہوا تب سوالیہ سے انداز میں امیر عبدالرحمٰن، احمد بن یعلیٰ کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

احمد بن یعلیٰ ہلکے ہلکے مسکراتے ہوئے دبھے لہجے میں عبدالرحمٰن کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ ''امیر! قرسینا نے جو پیغام بھیجا ہے وہ واقعی درست ہے۔ جس وقت دوسری بار میں نے قرسینا کو اٹھایا تھا اور اپنے علاقوں میں لے گیا تھا اور جب میں وہاں سے اسے رخصت کرنے لگا، اس وقت واقعی میرے شانے پر سفید رنگ کا انگوچھا تھا۔ اگر میرے اس انگوچھے کو وہ پہچانتی ہے تو وہ انگوچھا میں اسے دے دوں گا تاکہ قرسینا کو اعتبار آ جائے کہ جو پیغام وہ ہمیں دینا چاہتی تھی وہ ہمیں مل چکا ہے۔''

امیر عبدالرحمٰن نے اس بار گودیرہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔ ''جو کچھ احمد بن یعلیٰ نے کہا ہے کیا اس پر تم مطمئن ہو؟''

گودیرہ مسکرا دیا اور کہنے لگا۔ ''امیر! اب میں مطمئن ہوں۔ اگر وہ انگوچھا مل گیا تو میں بھی خوش ہو جاؤں گا، مطمئن ہو جاؤں گا کہ قرسینا مجھ پر اعتبار اور بھروسہ کر لے گی۔ کہ میں نے اس کا پیغام دے دیا ہے اور انگوچھا دیکھ کر جو خوشی قرسینا کو ہو گی وہ تو میں اس وقت الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔''

امیر عبدالرحمٰن نے پھر اسے مخاطب کیا۔ ''تم ایسا کرو احمد بن یعلیٰ کے ساتھ چلے جاؤ۔ ایک دو دن یا تین یا چار جتنے دن بھی تمہارا جی چاہتا ہے ہمارے لشکر میں قیام اور آرام کرو۔ جب تم رخصت ہونا چاہو گے تو احمد بن یعلیٰ تمہاری رخصتی کا سامان کرے گا۔ ساتھ ہی تمہیں وہ انگوچھا بھی دے دے گا جو تم نے واپس جا کر قرسینا کو دکھانا ہے۔''

اس کے ساتھ ہی عبدالرحمٰن نے اپنے پیچھے پڑے ہوئے تکیے سے ایک چرمی تھیلی اٹھائی۔ وہ نقدی سے بھری ہوئی تھی وہ تھیلی امیر نے گودیرہ کی گود میں رکھ دی اور کہنے لگا۔

''یہ ہماری طرف سے قرسینا کا پیغام پہنچانے کے صلے میں تمہارے لئے انعام ہے۔ اب تم احمد بن یعلیٰ کے ساتھ جاؤ۔ یہ تمہارے آرام اور قیام کا اہتمام کرے گا۔''

اس کے ساتھ ہی احمد بن یعلیٰ اٹھ کھڑا ہوا اور گودیرہ کو اپنے ساتھ لے کر وہ یے سے نکل گیا تھا۔

گودیرہ نے امیر عبدالرحمٰن کے پڑاؤ میں دو دن قیام کیا۔ اس کے بعد وہ قرسینا کے لئے احمد بن یعلیٰ کا انگوچھا لے کر بنبلونہ کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

سرقسطہ کو اپنا مطیع اور فرماں بردار بنانے کے بعد امیر عبدالرحمٰن نے ارادہ کیا تھا کہ پہلے وہ نبرہ کی سلطنت پر حملہ آور ہونا شروع ہو گا۔ اس لئے کہ نبرہ کی مملکت کے نئے بادشاہ گارشیا نے مسلمانوں کے خلاف پر پرزے نکالنے شروع کیے تھے۔ اب اس نے نا صرف مسلمانوں کے قریبی شہروں کو اپنا ہدف بنانا شروع کیا تھا بلکہ جہاں کہیں بھی اسے موقع ملتا مسلمانوں کے مفاد کو نقصان پہنچاتے ہوئے خوشی محسوس کرتا تھا۔

جس وقت امیر عبدالرحمٰن سرقسطہ سے کوچ کر کے نبرہ کی مملکت کے مختلف شہروں کو اپنا ہدف بنانے کا ارادہ کر رہا تھا ان ہی دنوں چند ناگزیر وجوہات کی بنا پر عارضی

طور پر امیر عبدالرحمٰن کو اپنا ارادہ بدلنا پڑا اور اسے وشقہ شہر کا رخ کرنا پڑا۔

وشقہ کا علاقہ بڑا زرخیز اور آباد تھا اور ایک عرصے سے نبرہ کے حکمرانوں کی اس پر نظر تھی۔ اس کی زرخیزی کا یہ عام تھا کہ اس کے اطراف میں لگ بھگ چار دریا بہتے تھے۔ ایک دریائے جلق، دوسرا دریائے زیتون، تیسرا دریائے صغر اور یہ تینوں دریا اکٹھے ہو کر ایک بڑے دریا ابرہ میں جا کر گرتے تھے۔ یہ سارے دریا شمال کے جبل ایران سے نکل کر شمال سے سمت جنوب بہتے تھے۔

رومنوں کے ادوار میں وشقہ کا پرانا نام اوسکا تھا۔ اسی نام سے اہل عرب نے اسے وشقہ پکارنا شروع کر دیا۔ کبھی کبھی عرب اسے وشقہ کے بجائے اشقہ بھی پکارتے تھے۔ یہ شہر اب بھی موجود ہے۔ اب اس کا نام خوالیقہ ہے۔

یہ شہر سرقسطہ سے پینتیس میل شمال مشرق میں دریا کے دائیں کنارے اور اونچے مقام پر واقع تھا۔ یہ اندلس کے قدیم اور پرانے چہروں میں شمار کیا جاتا تھا۔ وشقہ کی عمارتوں کے کچھ نشانات اب بھی موجود ہیں۔ مسلمانوں کی بھی اس شہر میں کافی عمارات تھی۔ مسلمانوں نے اس شہر اور اردگرد کے علاقے کو پہل صدی کے آخری حصے میں فتح کیا تھا۔ یہ لگاتار مسلمانوں کے قرطبہ کے امیروں کے تحت ہی رہا۔ یہاں تک کہ جب امیر عبدالرحمٰن الثالث کے دادا کے دور میں مسلمانوں کی سلطنت بالکل کمزور ہو گئی، جگہ جگہ بغاوتیں اٹھ کھڑی ہوئیں، بڑے بڑے شہروں نے اپنی خودمختار حکومتیں قائم کر لیں تب وشقہ شہر کے حالات بھی خراب ہونا شروع ہو گئے۔ اردگرد کی عیسائی حکمرانوں نے اس پر نظریں گاڑ دیں یہاں تک کہ ایک مسلمان سالار محمد بن عبدالمالک نے اس شہر پر قبضہ کر کے وہاں اپنی خودمختار حکومت قائم کر لی تھی۔

عبدالرحمٰن الثالث کے دادا عبداللہ کا دور مسلمانوں کا انتہائی کمزور اور ابتری کا دور تھا۔ لہٰذا اس کے دور سے ہی عیسائی حکمرانوں نے اس پر نظریں گاڑھ رکھیں تھیں۔ تاہم محمد بن عبدالملک کسی نہ کسی طرح اس شہر کا دفاع کرتا رہا۔

اب صورت حال یہ پیدا ہوئی کہ نبرہ اور جلیقیہ والوں کے ایک متحدہ لشکر نے اس شہر کا رخ کیا تھا۔ ایسا شاید وہ امیر عبدالرحمٰن کی توجہ اپنے آپ سے ہٹا کر وشقہ کی طرف کرنا چاہتے تھے یا اس کی فتوحات کا رخ موڑنا چاہتے تھے۔ بہرحال جلیقیہ اور نبرہ کی متحدہ قوت نے وشقہ شہر کا محاصرہ کر لیا۔۔۔۔۔

یہ صورت حال وشقہ کے حکمران عبدالملک کے لئے بڑی تکلیف دہ تھی۔ وہ جان گیا تھا کہ وہ حملہ آوروں کا مقابلہ نہیں کر سکتا لہٰذا راتوں رات اپنی جان بچانے کے لئے وہ وشقہ سے بھاگ نکلا اور ایک قاصد امیر عبدالرحمٰن کی طرف روانہ کر دیا کہ وشقہ شہر اس وقت نصرانیوں کے حملے کی وجہ سے خطرے میں ہے۔ اگر نصرانیوں نے اسے فتح کر لیا تو شہر کے اندر جس قدر مسلمان ہیں وہ ان کا قتل عام کر دیں گے۔ اس نے امیر عبدالرحمٰن سے اپنی معذوری کا بھی اظہار کیا کہ اس کے پاس اب اتنی قوت نہیں کہ وہ جلیقیہ اور نبرہ کی متحدہ قوت کا سامنا کر سکے۔

یہ خبر ملتے ہی امیر عبدالرحمٰن نے وشقہ شہر کے مسلمانوں کو بچانے کے لئے سرقسطہ سے بڑی برق رفتاری کے ساتھ وشقہ شہر کا رخ کیا تھا۔ جلیقیہ اور نبرہ کے لشکریوں کا خیال تھا کہ وشقہ کا چونکہ شہر چھوڑ کر بھاگ گیا ہے لہٰذا اب وشقہ کو فتح کرنا ان کے لئے انتہائی آسان اور سہل ہو گیا ہے۔ تاہم شہر کے اندر جو چھوٹا سا لشکر تھا اس نے شہر کے مسلمانوں کے ساتھ مل کر شہر کا دفاع جاری رکھا۔ انہوں نے شہر کی فصیل کے اوپر پتھر اور تیروں کے ڈھیر لگا دیئے تھے اور جونہی جلیقیہ اور نبرہ کے لشکری فصیل پر چڑھنے کے لئے نزدیک آتے۔ ان پر سنگ باری کرتے، تیر اندازی کرتے اور انہیں پیچھے ہٹ جانے پر مجبور کر دیتے۔ جوں جوں محاصرہ طول پکڑنے لگا، توں توں وشقہ کے لشکریوں کی حالت بد سے بدتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔

ان کے لئے پہلے ہی یہ انکشاف بڑی بددلی کا باعث تھا کہ ان کا حکم شہر چھوڑ کر بھاگ گیا ہے اور شہر کو وہ ان کے سپرد کر گیا ہے۔ اس وقت انہیں اپنے چاروں طرف سے کوئی مدد ملنے کی بھی امید نہ تھی۔ انہیں شاید ابھی تک یہ خبر بھی نہ ہوئی تھی کہ امیر عبدالرحمٰن قلعہ ایوب کو فتح کرنے کے بعد سرقسطہ کو بھی اپنے سامنے زیر کر چکا ہے اور سرقسطہ کے حاکم محمد بن ہشام نے اطاعت اور فرماں برداری اختیار کر لیا ہے۔

لیکن چند ہ دنوں بعد وقتہ کے مسلمانوں کی ساری مایوسیاں اور افسردگیاں ان کی خوشی اور ان کی طمانیت میں بدل گئیں۔ اس لئے کہ امیر عبدالرحمٰن نے اپنے لشکر کے آگے آگے کچھ قاصد وشقہ کے مسلمانوں کی طرف روانہ کیے تھے اور انہیں پیغام بھجوایا تھا کہ میں بہت جلد وشقہ پہنچ رہا ہوں۔ میرے آنے تک وہ شہر کا دفاع جاری رکھیں۔

یہ خبر جب وشقہ شہر پہنچی تو وشقہ شہر کے لوگوں کی خوشی اور ان کے اطمینان کی کوئی

انتہا نہ تھی۔ لوگ شہر کے اندر ایک طرح سے جشن منانے لگے اور پہلے کی نسبت انہوں نے زیادہ جوش اور جذبے کے ساتھ حملہ آوروں کا مقابلہ کرنا شروع کر دیا تھا۔

شہر کا محاصرہ کرنے والے نصرانیوں کو جب خبر ہوئی کہ وشقہ شہر کے اندر خوشیاں منائی جا رہی ہیں، جشن برپا ہے تو اس وقت تو ان کی سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ مسلمان کیوں خوشی کا اظہار کر رہے ہیں۔ آخر جب جلیقیہ اور نبرہ کی مملکتوں کے اس متحدہ لشکر کے سالاروں کو جب یہ خبر پہنچی کہ امیر عبدالرحمٰن الثالث آندھی اور طوفان کی طرح سرپٹ سے وشقہ کی طرف رخ کیے ہوئے ہے اور آتے ہی وہ جلیقیہ اور نبرہ والوں پر حملہ آور ہو گا۔

یہ خبر سن کر جلیقیہ اور نبرہ والوں کے لشکریوں کے پاؤں تلے سے زمین لرز کانپ گئی تھی۔ انہوں نے آپس میں صلاح مشورہ کرنا شروع کیا کہ ہمیں کس ردعمل کا اظہار کرنا چاہیے۔ صرف چند ایک سالاروں نے یہ مشورہ دیا کہ ہمیں لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر لینا چاہیے۔ ایک حصہ امیر عبدالرحمٰن کے سامنے رہ کر جنگ کی ابتدا کرے، دوسرا کہیں گھات میں سے نکل کر حملہ آور ہو جائے۔

لیکن سالاروں کی اکثریت نے اس پر عمل کرنے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے یہ وجہ پیش کی کہ اس سے پہلے ایسے حربے رومیر نے مسلمانوں کے خلاف استعمال کیے لیکن ہر موقع پر اسے ذلت آمیز شکست اٹھانا پڑی۔ اس کے علاوہ وہ سالار جو اس سے پہلے کئی مقامات پر عبدالرحمٰن اور احمد بن یعلیٰ سے ٹکرا گئے تھے انہوں نے انتہائی تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

''جو لشکر اس وقت ہمارے پاس ہے اگر اس کی تعداد عبدالرحمٰن اور احمد بن یعلیٰ کے لشکر سے دس گناہ بھی زیادہ ہوئی تو وہ دونوں ہمارے لشکر کو کھنگال کر رکھ دیں گے۔ وشقہ کے نواح میں ایسا رگیدیں گے کہ کسی کو جان بچا کر بھاگنے کا موقع نہیں ملے گا۔''

سالاروں کے اس انکشاف پر لشکریوں کے اندر بددلی پھیلنا شروع ہو گئی تھی۔ ایک کونے سے دوسرے کونے تک ان کے لشکر میں یہ کھسر پھسر ہونا شروع ہو گئی تھی کہ اگر مسلمانوں نے وشقہ آ کر ان پر حملہ کر دیا تو ان میں سے کوئی بھی زندہ نہیں بچے گا۔ اس بنا پر سالار تو سالار ہر لشکری وہاں سے ہٹ جانے کے لئے گفتگو کرنے لگا تھا۔

بڑے سالاروں نے جب لشکر کی یہ حالت دیکھی تو اپنی عافیت اسی میں جانی کہ

امیر عبدالرحمٰن کے وشقہ پہنچنے سے پہلے ہی پہلے وہ اپنا بوریا بستر سمیٹ کر بھاگ نکلیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ امیر عبدالرحمٰن اپنے لشکر کے ساتھ ابھی وشقہ سے لگ بھگ پانچ میل کے فاصلے پر ہی تھا کہ نصرانیوں کا لشکر حرکت میں آیا اور بڑی تیزی سے وہ اس طرف بھاگ گیا۔ جس طرف سے نکل کر وہ وشقہ پر حملہ آور ہونے کے لئے آیا تھا۔

اس طرح امیر عبدالرحمٰن وشقہ پہنچا۔ شہر کے لوگوں کو جب خبر ہوئی کہ امیر عبدالرحمٰن وشقہ پہنچ رہا ہے تو انہوں نے شہر پناہ کے سارے دروازے کھول دیئے تھے۔ شہر کے امراء شہر سے باہر نکلے، امیر عبدالرحمٰن اس کے سالاروں اور اس کے لشکریوں کا شاندار انداز میں استقبال کیا۔ امیر عبدالرحمٰن اپنے لشکرک ساتھ شہر میں داخل ہوا۔ شہر کا نظم ونسق چاد روز تک وہ درست کرتا رہا اپنی طرف سے وہاں اس نے اپنا ایک حاکم بھی مقرر کر دیا تھا۔

✵

قرسینا ایک روز اپنی خواب گاہ میں بیٹھی ہوئی نجانے کن سوچوں، کن خیالات میں الجھی ہوئی تھی کہ دروازے پر گودیرہ نمودار ہوا اور بڑے دھیے لہجے میں قرسینا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''بیٹی! میں اندر آ سکتا ہوں۔''

گودیرہ کو دیکھ کر قرسینا کی خوشی، اس کی طمانیت کی کوئی انتہا نہ تھی۔ چھلانگ لگانے کے انداز میں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ دروازے کی طرف بھاگی۔ گودیرہ کا ہاتھ پکڑ کر وہ اپنے کمرے میں لے گئی جس نشست پر وہ بیٹھی ہوئی تھی گودیرہ کو اپنے سامنے بٹھایا پھر بڑے اشتیاق، بڑے تجسّس میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''اچھا بتاؤ جو پیغام میں نے تمہیں دیا تھا وہ تمنے پہنچایا اور کیا تمہاری احمد بن یعلیٰ سے ملاقات ہوئی۔''

جواب میں گودیرہ مسکرایا پھر جو گفتگو اس کی امیر عبدالرحمٰن کے خیمے میں امیر اور احمد بن یعلیٰ کے ساتھ ہوئی تھی وہ تفصیل کے ساتھ اس نے مزے لے لے کر سنا ڈالی تھی۔

جب وہ خاموش ہوا تب حیرت اور تعجب کا اظہار کرتے ہوئے گودیرہ کی طرف

دیکھتے ہوئے قرسینا کہنے لگی۔

''کیا امیر عبدالرحمٰن نے مجھے بیٹی کہہ کر پکارا تھا۔ اگر ایسا ہے تو میں سمجھتی ہوں کہ میں دنیا کی خوش قسمت ترین لڑکی ہوں جسے مسلمانوں کے امیر نے بیٹی کہہ کر مخاطب کیا ہے۔''

قرسینا جب خاموش ہوئی تب گودیرہ بھی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''قرسینا میری بیٹی! امیر نے ایک بار نہیں کئی بار آپ کو بیٹی کہہ کر پکارا بلکہ انہوں نے مجھے یہ بھی پیغام دیا کہ میں واپس جا کر قرسینا سے کہوں کہ بیٹی! جو پیغام تم ہمیں پہنچاتی رہی ہو اس کے لئے ہم تمہارے ممنون اور شکرگزار ہیں۔''

قرسینا کچھ دیر خاموش رہی۔ شاید خوشی سے لطف اندوز ہوتی رہی پھر بڑے شوق سے گودیرہ کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے پوچھ لیا۔

''کیا اس موضوع پر احمد بن یعلیٰ سے بھی تمہاری گفتگو ہوئی.....؟''

گودیرہ مسکرایا اور کہنے لگا۔ ''پہلے مجھے امیر عبدالرحمٰن کے خیمے میں پیش کیا گیا تھا۔ میری خوش قسمتی کہ اس وقت احمد بن یعلیٰ وہیں بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے جب آپ کا پیغام دیا تو دونوں بے حد خوش ہوئے۔ امیر عبدالرحمٰن نے کئی بار آپ کا شکریہ ادا کیا اور آپ کو بیٹی کہہ کر پکارا۔ اس کے بعد مجھے احمد بن یعلیٰ کے ساتھ بھیج دیا۔ احمد بن یعلیٰ نے اپنے لشکر کے اندر میری رہائش اور قیام کا بہترین بندوبست کیا اور جس وقت وہ کھانا خود کھاتا تھا مجھے اپنے ساتھ بٹھا کر اپنے ساتھ کھانا کھلاتا تھا۔ میں نے ایسا رحم دل شخص بہت کم دیکھا ہوگا۔ اس کی شجاعت، اس کی دلیری اور اس کی جرأت مندی کی داستانیں تو پورے اندلس میں پھیلی ہوئی ہیں۔ لیکن میں نے اس کے ساتھ قیام کے دوران جو اس کا سلوک دیکھا، اس نے مجھے بڑا متاثر کیا۔ وہ بڑا عاجز اور انکساری پسند انسان ہے۔ میں دو راتیں وہاں رہا۔ اس نے میرے آرام اور قیام کے لئے ایک علیحدہ خیمے کا اہتمام کر دیا تھا اور پھر اس کی مہربانی کہ وہ کافی رات گئے تک میرے ساتھ بیٹھ کر گفتگو کرتا رہا اور میرا دل بھی بہلاتا رہا۔''

گودیرہ جب خاموش ہوا تب پہلے سے زیادہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے قرسینا کہنے لگی۔

''کیا انہوں نے میرے متعلق گفتگو کی.....؟''

گودیرہ پھر ہلکے ہلکے تبسم میں کہنے لگا۔ ''انہوں نے جو آپ سے متعلق گفتگو کی یوں جانیں اس نے مجھے سب سے زیادہ متاثر کیا۔ پہلی بات جو انہوں نے آپ سے متعلق کہی بلکہ یوں جانیں آپ کے نام پیغام دیا وہ یہ ہے کہ احمد بن یعلیٰ نے کہا۔

واپس جا کر اپنی مالکن قرسینا سے کہنا کہ سمورہ شہر کے نواح میں اپنی ملاقات کے دوران جو کچھ آپ نے اس سے کہا تھا۔ احمد بن یعلیٰ کا کہنا تھا کہ اس وقت میں نے اس پر اعتماد اور بھروسہ نہ کیا تھا لیکن بعد میں ب قرسینا کے انکشافات درست ہوئے تب بڑا متاثر ہوا اور احمد بن یعلیٰ نے یہ بھی کہا کہ قرسینا سے جا کر یہ کہنا کہ وہ بڑا معذرت خواں ہے کہ اس وقت اس نے تمہاری دل شکنی کی۔

دوسرا پیغام میری بیٹی جو اس نے تمہارے نام دیا وہ یہ کہ اس نے یہ کہا کہ واپس جا کر قرسینا سے میرا اس بات پر بھی شکریہ ادا کرنا کہ اس نے ہمیں آگاہ کیا ہے کہ اس کا باپ کن دو طریقوں سے میرا خاتمہ کرنا چاہتا ہے۔ بیٹی! اس نے یہ بھی کہا تھا کہ قرسینا سے جا کر کہنا وہ فکرمند نہ ہو بالکل مطمئن رہے۔ جب کبھی بھی ہمارا اور نبرہ کی مملکت کے لشکر کا سامنا ہو گا اور انفرادی مقابلے کی نوبت آئے گی تو جو شخص انفرادی مقابلے کے لئے نکلے گا میں اس کے نیزے کے حملے سے محتاط رہوں گا اور اسے چند لمحے بھی اسے اپنے سامنے ٹھہرنے نہیں دوں گا۔ اس کا وہ حشر نشر کروں گا کہ دنیا دیکھے گی۔''

گودیرہ کے ان الفاظ پر خوشی سے بے قابو ہو کر قرسینا نے ایک بھرپور قہقہہ لگایا پھر کہنے لگی۔

''کیا تم نے احمد بن یعلیٰ پر یہ انکشاف نہیں کیا کہ ابھی تک کسی تیغ زن کا انتخاب نہیں ہوا اور جونہی کسی تیغ زن کو انفرادی مقابلے کے لئے گیا تو میں اطلاع کر دوں گی۔''

''بیٹی! آپ فکرمند نہ ہوں۔ میں نے یہ الفاظ اس سے کہہ دیئے تھے اور احمد بن یعلیٰ کا کہنا تھا کہ اگر مجھے اس تیغ زن سے متعلق اطلاع نہ بھی کی جائے جس نے میرے ساتھ انفرادی مقابلہ کرنا ہے تو جس وقت جو کوئی بھی میرے ساتھ انفرادی مقابلہ کرنے کے لئے آئے گا اور میرا نام لے کر انفرادی مقابلے کے لئے پکارے گا وہ بچ کر نہیں جائے گا۔ میں نا صرف اس کے نیزے کے حملے کو ناکام بناؤں گا بلکہ اپنے

ے سے اس کا سینہ ایسا چھیدوں گا کہ جن لوگوں نے مجھے اس طرح ختم کرنے کا
ہ بنایا ہے انہیں خود اپنے اس منصوبے پر شرمندگی کا احساس ہونے لگے گا۔''

گودیرہ جب رکا تب پہلے جیسی خوشی میں قرسینا نے پھر اسے مخاطب کیا۔ ''اچھا یہ
احمد بن یعلیٰ سے تمہاری ملاقات کہاں ہوئی۔''

گودیرہ مزے لے لے کر کہنے لگا۔ ''بیٹی! میرے جانے سے پہلے انہوں نے
ایوب کو فتح کر لیا تھا اور امیر عبدالرحمٰن وہاں سے کوچ کرنے کے بعد سرقسطہ میں
م کیے ہوئے تھا۔ سرقسطہ میں بھی امیر کا قبضہ ہو چکا تھا۔ وہیں میری احمد بن یعلیٰ
ملاقات ہوئی۔ اس لئے کہ امیر نے اپنے لشکر کے ساتھ سرقسطہ کے باہر پڑاؤ کر
ا تھا۔ اب ان کا ارادہ ہے کہ وہ یکے بعد دیگرے نبرہ اور جلیقیہ کی مملکتوں پر حملہ آور
ں گے۔ اس لئے کہ انہوں نے ان کے خلاف ایک محاذ بنا کر انہیں نقصان پہنچانے
کوشش کی ہے۔''

اس موقع پر قرسینا نے اپنے دونوں بازو جوڑ کر آسمان کی طرف دیکھا پھر بے پناہ
ی کے اظہار میں کہنے لگی۔

''خدا کرے وہ جلد ان علاقوں کا رخ کریں ادھر آئیں تا کہ میں کوئی ایسا موقع
وں کہ جو حالات مجھے پیش آئے ہیں یا احمد بن یعلیٰ کے ساتھ پیش آ سکتے ہیں، ان
متعلق تفصیل کے ساتھ احمد بن یعلیٰ سے گفتگو کر سکوں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد قرسینا رکی پھر کس قدر تجسس بھرے انداز میں اس نے
یرہ کو مخاطب کیا۔

''میرے محترم! میں نے تمہارے ذمے ایک اور کام بھی لگایا تھا۔ وہ تو میں بھول
ئی۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ وہاں پہنچ کر احمد بن یعلیٰ سے کہنا کہ وہ اپنی کوئی نشانی
، جو میں قرسینا کو دکھا کر یقین دلا سکوں کہ اس کا پیغام میں نے پہنچا دیا ہے اور میں
یہ بھی کہا تھا کہ جس وقت اس سے میری دوسری ملاقات ہوئی اس نے میرا گھوڑا
سامان واپس کیا تھا اس وقت میں نے اس کے کندھے پر ایک بڑا خوبصورت سفید
کا انگوچھا دیکھا تھا۔ میں نے کہا تھا کہ وہ بھی لے کر آنا۔''

اس پر گودیرہ مسکرایا اور کہنے لگا۔ ''میری بیٹی! میں آپ کے پیغام کو بھولا نہیں،
وش نہیں کیا۔''

اس کے ساتھ ہی اپنے کندھے کے ساتھ لٹکتی ہوئی خرجین گودیرہ نے اتاری۔ اس کا منہ کھولا، اس میں سے سفید رنگ کا انگوچھا نکالا اور وہ قرسینا کی گود میں رکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''یہ انگوچھا مجھے احمد بن یعلیٰ نے دیا تھا۔ آپ دیکھیں کیا یہ وہی انگوچھا ہے، آپ نے اس کے کندھے پر دیکھا تھا۔''

قرسینا نے غور سے انگوچھا دیکھا پھر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اس نے انگوچھا اپنی گود میں سمیٹ لیا پھر گودیرہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''یقیناً یہ وہی انگوچھا ہے۔''

پھر گودیرہ نے وہ نقدی کی تھیلی نکالی جو عبدالرحمٰن نے اسے دی تھی اور وہ تھیلی بھی اس نے قرسینا کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

''یہ امیر عبدالرحمٰن نے مجھے انعام کے طور پر دی تھی کہ میں نے آپ کا پیغام ان تک پہنچایا۔ آپ یہ نقدی بھی رکھ لیں۔''

قرسینا مسکرائی، کہنے لگی۔ ''تم نے میرا پیغام پہنچا دیا ہے۔ یہی میرے لئے سب کچھ ہے۔ یہ نقدی تمہاری ہے اور تمہارے پاس ہی رہے گی۔ جہاں چاہے خرچ کرو یہ تمہارا انعام ہے۔''

گودیرہ خوش ہو گیا تھا پھر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔ ''میں اب جاتا ہوں۔ جب میری ضرورت پڑے مجھے بلا لیجئے گا۔''

قرسینا نے اس سے اتفاق کیا پھر گودیرہ اس کمرے سے نکل گیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد قرسینا کچھ دیر تک احمد بن یعلیٰ کے اس انگوچھے کو بڑے غور، بڑی محبت اور چاہ سے دیکھتی رہی پھر اس انگوچھے کو اس نے کئی بار طویل بوسے دیئے۔ اس کے بعد انگوچھے کو تہہ کرنے کے بعد اس نے اس صندوق کے اندر محفوظ کر دیا تھا جس کے اندر اس کا ذاتی سامان تھا۔

امیر عبدالرحمٰن الثالث سے بغاوت کرنے کے بعد احمد بن اسحاق تو ادھر اُدھر ہی رہا جب کہ اُمیہ بن اسحاق نے شنترین کا رخ اس لئے کیا تھا کہ اس سے پہلے اس شہر میں قیام کر چکا تھا اور وہاں اس کے بہت سے حمایتی بھی تھے۔ اس بنا پر اس کا خیال تھا کہ وہ شنترین جا کر اپنی طاقت اور قوت میں اضافہ کرے گا اور وہاں اپنی خود مختار حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔

شنترین دریائے تاجہ کے دائیں کنارے پہاڑوں کی ڈھلان پر آباد تھا۔ یہ شہر اب بھی آباد ہے۔ پرانا شہر جو مسلمانوں کے دور میں تھا وہ کافی بلندی پر واقع ہے جہاں سے دریائے تاجہ دور تک نظر آتا ہے اس شہر کا پرانا نام اشکالاسب تھا۔ یہاں کی مسیحی عابدہ ارینی بھی رہا کرتی تھی کچھ لوگوں نے اسے مذہبی اختلافات کی بنا پر دریائے تاجہ میں پھینک دیا تھا۔ اس بنا پر وہ ہلاک ہو گئی اور اس کی لاش تین میل بہتی ہوئی اشکالاسب پہنچی تو وہاں کے لوگوں نے لاش کو دریا سے نکال لیا اور اسے ایک مقدس خاتون تسلیم کرتے ہوئے اس کو سانتا کا لقب دیا اور اس کی یادگار میں سانتا ماریا کے نام سے ایک گرجا وہاں تعمیر کیا۔

اس گرجا کے نام پر شہر اشکالاسب کا نام ہی سانتا ارینی ہو گیا۔ اس نام سے اہل عرب نے شنترین بنا لیا۔

یہ شہر دریائے تاجہ کے کنارے تھا اور اس میں بہت سے باغ اور پھل دار درخت تھے۔ ترکاریوں کے علاوہ کھیتوں کی بہتات تھی۔ اس شہر پر پہلی صدی ہجری میں مسلمانوں کا قبضہ ہوا تھا۔

بہرحال اُمیہ بن اسحاق نے شنترین پہنچ کر سب سے پہلے وہاں کے لوگوں کو اپنے ساتھ ملایا۔ ایک خاصا بڑا لشکر تیار کیا تاکہ اس پر کوئی حملہ آور ہو تو وہ دفاع کر

سکے۔ ساتھ ہی امیر عبدالرحمٰن کے لشکر سے جن لوگوں کو اپنے ساتھ بھگا کر لے
ان میں سے ایک کو اس نے رومیر کی طرف روانہ کیا تا کہ رومیر سے رابطہ قائم کر
اور اس کے ساتھ یہ معاہدہ کیا جائے کہ جب امیر عبدالرحمٰن رومیر پر حملہ آور
امیہ بن اسحاق اس کا حلیف بنے گا اور اگر عبدالرحمٰن امیہ بن اسحاق پر حملہ آور
رومیر اس کی مدد کرے۔

امیہ بن اسحاق کا یہ قاصد جب رومیر کی خدمت میں حاضر ہوا تو رومیر
ہوا۔ شاندار انداز میں اس کا استقبال کیا۔ اس قاصد کے آنے کی وجہ سے
امید ہوگئی تھی کہ شاید اسے مسلمانوں کی طرف سے کچھ حلیف مل جائیں اور اب
وہ امیر عبدالرحمٰن سے اپنی شکستوں کا انتقام نہیں لے سکا تو مسلمان حلیفوں کے
وجہ سے شاید وہ اپنی اس دیرینہ خواہش کی تکمیل کرنے میں کامیاب ہو جائے۔

اس بنا پر امیہ بن اسحاق کے قاصد کو رومیر نے بڑی اہمیت دی۔ اسے
خاص میں علیحدگی میں لے گیا۔ اپنے سامنے اسے بڑے احترام اور عزت کے
نشست پر بٹھایا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے چوبدار نے مجھے بتایا ہے کہ تم امیہ بن اسحاق کے ساتھ ہی
کے لشکر سے نکل کر شنترین کی طرف آئے ہو۔ پہلے میں عبدالرحمٰن کو کوئی اہمیت نہیں
تھا اور میں نے یہ سوچ رکھا تھا کہ ایک نہ ایک دن اسے ایسی بدترین شکست دوں
اسے اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کر دوں گا لیکن میری بدقسمتی کہ میں ایسا کرنے
کامیاب نہیں ہوا۔ اب میں تم سے کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن
سوالات کا جواب دیتے ہوئے ایک بات کا خیال رکھنا کہ میں جانتا ہوں اس
اور تمہارا سالار عبدالرحمٰن کے خلاف بغاوت کر چکے ہو۔ جو سوال میں عبدالرحمٰن
متعلق کروں اس کا جواب حقیقت پر رہتے ہوئے دینا۔ مخالفت کی وجہ سے اس
کاموں کو، اس کے اعمال کو میرے سامنے مسخ کر کے پیش نہ کرنا۔ اگر تم حقیقت
سچائی پر رہتے ہوئے میرے سوالوں کا جواب دو گے تو اس سے مجھے رہنمائی ملے گی
میں بہتر انداز میں عبدالرحمٰن کے خلاف حرکت میں آسکوں گا۔

میرے عزیز! پہلے یہ بتا اس امیر عبدالرحمٰن نے اس قدر ترقی اور اس قدر
اور قوت کیسے پکڑ لی۔ تم چونکہ اس کے لشکر میں رہ چکے ہو لہٰذا تم جانتے ہو جس

تخت نشین ہوا تو اس کے دادا عبداللہ کی سلطنت کس قدر کمزور اور انحطاط کی حالت میں تھی۔ جس وقت عبداللہ نے اسے اپنا جانشین بنایا تو ہزار ہا رہزن سردار اور مقامی قسمت آزماؤں کے ہاتھوں مختلف شہر اور علاقے ہدف بنے ہوئے تھے۔ صوبوں نے اپنے اپنے حکمران مقرر کر لیے تھے اَن متعدد طبقات نے جن میں آبادی منقسم تھی مسلمان حکمران کی کھلم کھلا مخالفت اختیار کر رکھی تھی اور لاقانونیت اور غارت گری نے مسلمانوں کے علاقوں کو تباہ و تاراج کر رکھا تھا۔

تمہیں یہ بھی خبر ہو گی کہ عبدالرحمٰن جس وقت حکمران بنا اس وقت جنوب میں افریقہ کا خاندان فاطمیہ چنگل مارنے کو تیار تھا۔ دوسری طرف شمال میں ہم نے کافی طاقت اور قوت پکڑ لی تھی۔ اس کے علاوہ ان گنت نومسلم سردار اور مقامی والی الگ خودمختار بنے ہوئے تھے۔ دور اور نزدیک کے صوبے خودمختار بنے ہوئے تھے۔

اس کے علاوہ سلطنت کا ایک گروہ اگر برگشتہ تھا۔ امیر عبداللہ کے دور میں جدھر کوئی دیکھتا تھا بدامنی اور تاخت و تاراج کا بازار گرم تھا۔ حکمران کی کوئی سنتا ہی نہ تھا۔ بدنظمی اور طوائف الملوکی کی ایسی جاں آشوب حالت تھی کہ ہر طرف سے بربادی ہی کی خبر مل رہی تھی۔

پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ آخر یہ عبدالرحمٰن اتنی مصیبتوں پر قابو پانے میں کیسے کامیاب ہو گیا۔ اس نے عمل اور انتظام کرنے کے لئے کون سی تدبیریں نکالیں کہ وہ ایک انتہائی طاقتور اور شائستہ حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہو گیا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد رومیر جب رکا تب امیہ بن اسحاق کے اس قاصد نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری پھر کہنے لگا۔

''میں آپ سے جھوٹ نہیں بولوں گا۔ میں جانتا ہوں اس وقت ہم امیر عبدالرحمٰن کے خلاف ہیں لیکن اس کے جو کارنامے ہیں وہ میں آپ سے سچائی پر رہتے ہوئے بیان کروں گا۔

حقیقت یہ ہے کہ تخت و تاج کا مالک بنتے ہی سب سے پہلے اس نے اندرونی بغاوتوں کو انتہائی سختی سے کچلا جہاں پیار اور محبت سے کام لیا جا سکتا تھا وہاں اس نے ان سے کام لیا بلکہ میں یوں کہوں گا کہ اکثر باغیوں اور سرکش والیوں کو اس نے پیار اور محبت ہی سے اپنے ساتھ ملا لیا اور جس نے سرکشی اختیار کرنے کی کوشش کی اسے

اس نے بری طرح کچل کر رکھ دیا۔

اس کے علاوہ اس نے اپنی سلطنت کو استحکام بخشنے کے لئے افریقی بادشاہوں کو ہر طرح کی جرأت سے باز رکھا اور ان پر گہری نگاہ رکھی۔ اس نے سبتہ شہر میں ایک قلعے کے اندر اپنا ایک لشکر رکھا ہوا ہے اور جو افریقہ میں حالات پر نگاہ رکھتا ہے اور یہ بدامنی نہیں ہونے دیتا۔

محترم رومیر! میں یہاں تک کہہ سکتا ہوں کہ عبدالرحمٰن نے اندلس کو نا صرف اندرونی بیرونی دشمنوں کے پنجے سے چھڑایا نا صرف تباہی و بربادی کے طوفان سے نجات دی بلکہ عظیم الشان اور آسودہ حال سلطنت قائم کی۔ قرطبہ کو ایسی دولت مندی، ایسی اقبال مندی، ایسی امن و آسائش صرف اس کے عہد میں میسر ہوئی ہے۔

اندلس میں مسلمانوں کی وہ سلنت جہاں چاروں طرف بربادی کا بازار گرم تھا۔ بدنظمی تھی، طوائف الملو کی تھی، بغاوت اور سرکشی دندناتی پھرتی تھی۔ وہاں اب اس عبدالرحمٰن کی حکمت عملی کی وجہ سے اس میں سرسبز چراہ گاہیں، شاداب باغات اور جا بجا لہلہاتے کھیت خود اس کی ترقی کی نشاندہی کرتے ہیں۔

میں یہ کہنے میں بھی عار محسوس نہیں کروں گا کہ عبدالرحمٰن فطرت کے ان بیش بہا عطیوں سے بھی لبریز ہے جس کو انسانی دست کاری اور صناعی نے ظاہری تکمیل کے زیو سے آراستہ کر کے بے بہا کر دیا ہے۔ اس سے پہلے جو حکمران تھے انہوں نے اپنی سوئے نظمی اور بدعملی کی وجہ سے حکومت کی حالت بدتر کردی تھی جن کی بنا پر چاروں طرف بغاوتیں کھڑی ہوئیں لیکن عبدالرحمٰن نے ان کی اصلاح کی شائستہ اور عام پسند قوانین اور اس کے طور طریقے ہر طرف عزت سے دیکھے جانے لگے۔ تباہ ہوتی مملکت اور بدنظمی کی طرف مائل حکومت کو اس قدر وسعت اور طاقت دینا عبدالرحمٰن کی ذہانت اورعزم و ہمت ہی کے طفیل ہوا۔

وہ بڑا عقلمند حکمران ہے۔ پہلے حالات کا جائزہ لیتا ہے۔ جہاں دیکھتا ہے اگر وہ نرمی کرے تو کام نکل سکتا ہے وہاں نرمی سے کام لیتا ہے۔ جہاں دیکھتا ہے کہ اس سے سرکشی اور بغاوت کرنے والا اکڑ رکھتا ہے، گھمنڈ رکھتا ہے تو اس پر ایسی طاقت اور قوت سے حملہ کرتا ہے کہ اس کی قوت کو نیست و نابود کر کے رکھ دیتا ہے۔ آپ دیکھیں اس کی عقل و دانش، دولت وعظمت اور اس کے احترام کی شہرت اپنے سپین سے نکل کر یورپ

اور افریقہ کے ملکوں میں ضرب المثل بن چکی ہے اور ایشیا میں بھی اس کا نام انتہائی عزت اور احترام کے ساتھ لیا جاتا ہے۔

سلطنت کو اس قدر طاقت اور وسعت بخشنا صرف اکیلے عبدالرحمٰن اور اس کے چند سرداروں کا کرشمہ ہے۔ جب وہ تخت نشین ہوا تھا تو اس کی مخالفت میں ایک پورا عالم تھا لیکن اس شخص کے حسن تدبیر اور بیبیصائب رائے نے اندلس میں مسلمانو کی حکومت کو مایوسانہ نکتہ کی پستی سے شوکت اور اقبال کی بلندی پر پہنچا دیا۔ یہ سب عبدالرحمٰن کی ذہانت اور عقل مندی کا کمال ہے۔ اسی بناء پر آج کل اندلس ہی میں نہیں افریقہ ایشیا اور یورپ کے لوگ بھی اسے خلیفہ اعظم عبدالرحمٰن الثالث الناصر دین اللہ کے نام سے پکارتے ہیں۔

اب اس کی مملکت کا یہ عالم ہے کہ لوگ اسے اولوالعزم اور ثابت قدم اور قوی دل شخص کی صفات سے متصف کرتے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ مسلمانوں کی حکومت کے اندر ان گنت نصرانی اور یہودی بھی آباد ہیں۔ وہ بھی اس کی گوناں گوں صفات کے معترف ہیں۔ بڑے بڑے پادری، بڑے بڑے اسقف عبدالرحمٰن کو سلیم الطبع، روشن دماغ اور دنیا کا بہترین فرماں روا خیال کرتے ہیں۔ وہ اس کی حلیم مزاجی، کریم نفسی، کامل عدل گستری کو ایک مثالی خیال کرتے ہیں اور آپ خود بھی جانتے ہیں جہاں وہ بزم کی زیست بنتا ہے وہاں وہ رزم میں بھی ناقابل تسخیر بن کر سامنے آتا ہے۔ اسے خود علم حاصل کرنے کا شوق ہے۔ اس بناء پر وہ عالموں کا بھی سرپرست ہے۔ ان سے بحث مباحثہ کرنے کا ہمیشہ آرزومند رہتا ہے۔

اس کے علاوہ وہ بڑا کھرا اور بے لاگ شخص ہے۔ آپ جانتے ہیں ابن حفصون نے عبدالرحمٰن سے پہلے کئی مسلمان حکمرانو کے خلاف بغاوت کی سرکشی اور بغاوتوں کا سلسلہ جاری رکھا۔ کسی کے قابو میں نہیں آیا لیکن عبدالرحمٰن نے حکمران بنتے ہی نا صرف ابن حفصون کو ٹھکانے لگا دیا بلکہ اس کے حماتیوں اور اس جیسے بہت سے باغیوں کو نیست و نابود کر کے اپنے پاؤں تلے کچل کر رکھ دیا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد وہ قاصد رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا وہ کہہ رہا تھا۔

''محترم رومیر! میں آپ سے یہ بھی گزارش کروں کہ عبدالرحمٰن داخلی اور خارجی

حکمت عملی کو علیحدہ علیحدہ رکھ کر بڑے شاندار انداز میں آگے بڑھتا ہے۔ جہاں اپنی داخلی حکمت عملی کو کامیاب بنانے کے لئے وہ معاملات عدالت کی سخت کارروائیاں اور انتظامی امور اور ایسے ہی دوسرے معاملات پر کڑی نظر رکھتا ہے، وہاں اس بات پر بھی نگاہ رکھتا ہے کہ ہر فرقے اور رتبے کے لوگوں کے جان و مال اور حقوق بالکل محفوظ رہیں اور وہ ان کا ضامن ہو۔ اس کا یہ قاعدہ اور کلیہ ہے جس طرح دارالحکومت قرطبہ میں امن وسکون سے لوگ زندگی بسر کرتے ہیں۔ اسی طرح دور افتادہ علاقوں میں بھی امن و امان اور انسداد جرائم کی تدابیر کارفرما ہونی چاہیے اور اس کا یہی طریقہ اور اس کا یہی نظام ایسا کامیاب ثابت ہوا کہ اس نے چاروں طرف امن قائم کر دیا اور یہ اس کی داخلی حکمت عملی کی کامیابی ہے۔

جہاں تک اس کی خارجہ حکمت عملی کا تعلق ہے تو دوسرے ملکوں کے سفیروں اور حکمرانوں کو متاثر کرنے کے لئے اس نے قصر الزہرہ کی تعمیر کا کام شروع کیا۔ اس کی شہرت کا یہ عالم ہوا کہ دوسرے ملکوں کے شہنشاہ اور بادشاہ بھی اس کے ساتھ تعلقات قائم کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ میں آپ کے سامنے ایک مثال دوں کہ قسطنطنیہ کے بادشاہ نے اپنے کچھ قاصدوں کے ہاتھ کچھ قیمتی تحفوں کے ساتھ ایک سفارت قرطبہ میں بھیجی۔ قسطنطنیہ کے شہنشاہ نے کوشش کی تھی کہ اس کے تحائف کا ایسا جلوہ عبدالرحمٰن کو نظر آئے کہ وہ قسطنطنیہ کے شہنشاہ کی شان و شوکت، عظمت اور سطوت کا معترف ہوجائے لیکن قسطنطنیہ کے شہنشاہ کی بدقسمتی کہ جب وہ قاصد اور سفیر قصر زہرہ میں امیر عبدالرحمٰن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور امیر عبدالرحمٰن نے اپنے دربار میں شان و شوکت کے ساتھ ان سے گفتگو کی تو وہ قاصد حیران ہو گئے۔ ان پر لرزہ طاری ہوگیا اور قصر کی شان و شوکت اور عبدالرحمٰن کی عظمت کو دیکھتے ہوئے وہ اپنے تحفوں کو حقیر خیال کرنے لگے۔

غرضیکہ اس کی داخلی حکمت عملی کی طرح اس کی خارجہ حکمت عملی بھی کامیاب تھی۔ دنیا بھر کے دور دراز متمدن اور وحشی ممالک میں اس کی شہرت پھیلی ہوئی تھی۔ بیرونی دنیا کے بڑے بڑے بادشاہ اور زور آور حکمران اس کے ساتھ تعلقات بڑھانے، تحائف بھیجنے اور خوشامد کرنے کو فخر سمجھتے ہیں اور ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ عبدالرحمٰن کے دربار کی شان و شوکت اب دنیا بھر میں ایک مثال بن چکی ہے۔ اس کے قصر کی

آرائش ایسی ہے اور اسے ایسی نادر اشیاء سے مزین کیا گیا ہے کہ دیکھنے والا دنگ اور مرعوب ہو کر رہ جاتا ہے۔

ان داخلی اور خارجی حکمت عملیوں کے علاوہ اپنی رعایا کا بھی بڑا خیال رکھتا ہے۔ میں اس کی ایک مثال پیش کرتا ہوں۔

ایک مرتبہ امیر عبدالرحمٰن کی سلطنت میں قحط پڑا۔ نہروں میں پانی نہ آ سکا باوجود اس کے کہ امیر نے اپنی فیاضی اور پوری ہمت سے کام لیا لیکن خدا کی مرضی کے آگے پیش نہ گئی۔ ہزاروں اموات واقع ہوئیں۔ ایک مرتبہ شہر کے ایک بڑے حصے کو آگ لگ گئی۔ وہ حصہ جل گیا لیکن عبدالرحمٰن ایسا حرکت میں آیا کہ اس نے اس موقع پر اپنے خزانوں کے منہ کھول دیئے۔ جن لوگوں کے گھر جل کر برباد ہو گئے تھے انہیں نئے خوبصورت گھر بنا کر دیئے اور اس طرح اس نے ہر کسی کا دل موہ کر رکھ دیا۔ اس کے علاوہ بھی اس نے اپنے لوگوں اور رعایا کو خوش کرنے کے لئے بہت سے کام کیے ہیں۔ اس نے اپنے لوگوں کے لئے ڈاک کا عمدہ انتظام کر رکھا ہے۔ ڈاک تیز رفتار گھوڑوں کے ذریعے پہنچائی جاتی ہے اور اتنی سرعت سے پہنچتی ہے کہ یورپ اور دیگر ممالک عبدالرحمٰن کے اس نظام کو جادو کا نظام سمجھتے ہیں۔ ڈاک کے لئے اس نے لاتعداد برج پہرہ چوکی کے راستے بنائے ہوئے ہیں۔ اگر کوئی دشمن باہر سے حرکت کرے کہ وہ مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہو تو اونچے برج پر بیٹھنے والے اس کے مخبر بروقت اسے اطلاع کر دیتے ہیں۔

اس کے علاوہ اس نے ایک بہت بڑا بیت المال قائم کر رکھا ہے۔ جہاں سے وہ ہر وقت ضرورت مندوں اور مساکین کو نوازتا رہتا ہے۔ اس نے قرطبہ ہی نہیں دیگر شہروں میں بے شمار ہسپتال تعمیر کیے ہیں جو آبادی کے لحاظ سے کافی ہیں اور ان میں نہایت اعلیٰ درجے کے طبیب مقرر کیے گئے ہیں۔ بیماروں، اپاہجوں کے لئے حکومت کے خرچ پر علاج کروایا جاتا ہے۔ ہر سال تیس لاکھ دینار شہروں اور قصبوں کی طرف سے اس کے بیت المال میں رفاہ عامہ کے لئے جمع کروائے جاتے ہیں۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ اپنی رعایا میں کس قدر ہردل عزیز اور مقبول ہے۔

طاقت اور قوت کا ایک پہلو اس کا لشکر بھی ہے۔ اس کے لشکر کے دو حصے ہیں۔ ایک حصہ مستقل اور ایک غیر مستقل۔ لشکر کے سارے لشکریوں اور سالاروں کے نام

تحریری طور پر محفوظ کیے جاتے ہیں۔ اس کے کل لشکر کی تعداد لگ بھگ ڈیڑھ لاکھ کے قریب ہوگی جو مختلف شہروں کے علاوہ سرحدوں پر بھی متعین ہیں۔ جنگ کے دوران بارہ ہزار آزمودہ کار نوجوان اس کے اردگرد جنگ کرتے ہیں جن میں سے آٹھ ہزار سوار ہوتے ہیں اور یہ ایسے نوجوان ہیں جو عبدالرحمٰن کے لئے ہمہ وقت جان کا نظرانہ پیش کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ اپنے مستقل لشکریوں کو وہ جنگ کا بہترین ساز و سامان مہیا کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کی وردیاں بھی انتہائی قیمتی اور آرام دہ ہوتی ہیں اور یہ سب کچھ حکومت کی طرف سے مہیا کیا جاتا ہے۔ جب وہ کہیں فتح پاتا ہے تو اپنے سالاروں کے علاوہ ان لشکریوں کو جن کی کارکردگی جنگ میں بہتر ہوتی ہے انہیں ایسی تلواریں تحائف میں دیتا ہے جن کے دستوں پر جواہرات ٹکے ہوتے ہیں۔ انہیں ایسے کمر بند انعام کے طور پر دیتا ہے جن پر خاص سونے کا کام کیا ہوتا ہے۔

لیون کے بادشاہ! میں آپ سے یہ بھی کہوں کہ عبدالرحمٰن علم و ہنر کی سرپرستی کرنے والا بھی ہے۔ فیاضی میں وہ اپنے سارے پیش روں سے آگے بڑھا ہوا ہے۔ وہ خود بدیع گو ہے اور ایسے لوگوں کی قدر افزائی کرتا ہے جس کے نتیجے میں دنیا بھر کے ہنرمند اس کے پاس قرطبہ میں کھچے چلے آتے ہیں۔ اس نے لوگوں کی فلاح و بہبود اور علم حاصل کرنے کے لئے قرطبہ کے علاوہ دوسرے شہروں میں بھی علوم وفنون کے مرکز قائم کر رکھے ہیں۔ میں آپ سے یہ کہوں کہ عبدالرحمٰن کے اس دور میں طبابت نے جتنی ترقی کی ہے اتنی اس وقت دنیا کے کسی ملک میں نہ ہوگی اور پھر یہودی جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ سازش کرنے میں بڑے ماہر ہیں۔ ان دنوں عبدالرحمٰن کی مملکت میں زیادہ تر طبیب یہودی ہیں۔ ان کی عبدالرحمٰن کی طرف سے تنخواہ مقرر ہے جس کی وجہ سے غرباء کا علاج مفت کیا جاتا ہے اور یہ یہودی اور نصرانی عبدالرحمٰن کے رویے کی وجہ سے اس پر جان چھڑکتے ہیں۔

اس کے علاوہ اس عبدالرحمٰن نے علوم وفنون کی طرف توجہ کی ہے۔ علم ہیئت کے علاوہ کیمیا میں اس نے قاہرہ اور بغداد کے تجربات کو مزید ترقی دی ہے۔ سائنسی تحقیقات کے لئے اس نے سرکاری خزانہ سے ایک خاصی بڑی رقم مختص کر رکھی ہے جس کے تحت تحقیقات کا کام آگے بڑھایا جاتا ہے۔ وہ شعراء کی بڑی قدردانی کرتا ہے۔ اس نے وظیفے مقرر کر رکھے ہیں۔ ہر فن اور پیشہ کا آدمی عبدالرحمٰن کے ہاں حسب مال

دولت پاتا ہے۔ صنعت کاروں کی وہ بے حد عزت کرتا ہے۔ اس بناء پر ان گنت صنعت کار اس کے بہت سے شہروں میں جمع ہو چکے ہیں۔

آخر میں انصاف سے کام لیتے ہوئے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ حقیقت یہ ہے کہ عبدالرحمٰن کے دل میں وہ آرزو اور مقصدیت ہے جو اولوالعزم اموی سلاطین کی سیرت کا خاصا رہی ہے اور جس کی بدولت انہوں نے مشرق اور مغرب میں عظیم الشان سلطنتیں قائم کیں۔ جن میں علوم و فنون، صنعت و حرفت اور سیاسیات اور تمدن اور ثقافت نے بے مثال ترقی کی۔

اس کے علاوہ امیر عبدالرحمٰن کو اپنی ذات پر پورا بھروسہ ہے اور شاید اس خود اعتمادی کا ہی اثر ہے کہ رعایا کو بھی اس پر مکمل اعتماد ہے اور وہ اس کے ایک اشارے پر جان جوکھوں میں ڈالنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اس کی داخلی حکمت عملی کا لب لباب یہ ہے کہ قبائل میں صلح و آشتی رہے اور ملک امن و سلامتی کی فضا میں زندگی کے ہر شعبے میں ترقی کرتا رہے۔

اس کی خارجہ حکمت عملی اس اصول پر مبنی ہے کہ مرکزی حکومت کو اتنا طاقت ور ہونا چاہیے نہ تو اندرونی والیانِ ریاست اور نہ خارجی حکومت کو اس کے خلاف سرکشی اور بغاوت کرنے کی جرأت ہو۔

اے بادشاہ! چنانچہ عام لوگ ہی نہیں بیرونی حکمران بھی اس بات کو مانتے ہیں کہ عبدالرحمٰن کی یہ دونوں حکمت عملیاں کامیاب ہیں۔ اس نے اپنی رعایا میں زندگی کی روح پھونکی اور اس میں آفاق گیری کی آرزو پیدا کی وہ مجاہد ہے اور اس نے ساری قوم کو جذبہ جہاد سے معمور کر دیا ہے۔ اس کی شخصیت میں اتنا جلال ہے کہ اس کے اثر سے ساری قوم جلال و جبروت کی مظہر بن چکی ہے۔

الغرض عبدالرحمٰن کے شاندار کارناموں کا ماحاصل یہ ہے کہ اس نے قوم کو قعرِ مذلت سے نکال کر عروج و کمال پر پہنچا دیا اور اس کے ان ہی اوصاف میں اس کی طاقت، اس کی قوت، اس کا جلال و جبروت، اس کی فتح مندی اور کامیابی و کامرانی پنہاں ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد امیہ بن اسحاق کا وہ قاصد خاموش ہو گیا تھا۔ رومیر جواب میں کچھ دیر تک بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتا رہا پھر کسی قدر پرسکون انداز

میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے عبدالرحمٰن کی سیرت، اس کے کارناموں کا ذکر کرتے ہوئے کسی قدر بخل اور تعصب سے کام نہیں لیا۔ دراصل میں چاہتا تھا کہ کوئی حقیقت اور سچائی کے ساتھ اس کے انتظامات سے آگاہ کرے تاکہ میں اس جیسے انتظامات کر کے کسی ایک موقع پر ہی اس کے خلاف فتح حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکوں۔''

رومیر رکا پھر قاصد کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ''تم اس وقت ہمارے ہاں مہمان ہو۔ ایک دو روز یہاں قیام کر کے آرام کرو، واپس جا کر امیہ بن اسحاق سے کہنا کہ میں پوری طرح عبدالرحمٰن کے خلاف اس کے ساتھ اتحاد اور تعاون سے کام لوں گا۔ جب کبھی بھی وہ دیکھے کہ عبدالرحمٰن اس کو اپنا ہدف بنانے کے لئے اس کی طرف پیش قدمی کر رہا ہے مجھے اطلاع کر دے۔ میں اپنا لشکر لے کر اس کی مدد کو پہنچوں گا۔ تاہم میں خود بھی اپنے مخبروں اور طلایہ گروں کے ذریعے عبدالرحمٰن پر نگاہ رکھوں گا اور اگر ایسی صورت حال پیش آئی تو میں امیہ بن اسحاق کی مدد پر پوری طاقت اور قوت کے ساتھ حرکت میں آؤں گا۔''

رومیر خاموش ہوا، کچھ سوچا پھر امیہ بن اسحاق کے قاصد کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ''میں اب اپنے چوبدار کو بلاتا ہوں۔ وہ تمہیں اپنے ساتھ لے جاتا ہے اور تمہارے قیام اور تمہارے طعام کا عمدہ انتظام کرتا ہے۔''

اس کے ساتھ ہی آواز دے کر رومیر نے اپنے چوبدار کو بلایا۔ رومیر نے قاصد کے متعلق ہدایات جاری کیں۔ اس کے بعد وہ چوبدار قاصد کو لے کر قصر کے اس کمرے سے نکل گیا تھا۔

امیر عبدالرحمٰن الثالث نے اب اپنے لشکر کے ساتھ ناجرہ شہر کا رخ کیا تھا۔ یہ شہر دریائے ابرہ کی گزرگاہ سے جنوب میں قلہرہ شہر کے لگ بھگ چالیس میل کے فاصلے پر تھا۔ اب بھی یہ سپین کے مشہور شہروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ مسلمانوں نے اس شہر کو پہلی صدی ہجری میں فتح کیا۔ یہ شہر نبرہ کی مملکت کے تحت تھا۔ اس سے پہلے جب نبرہ کا بادشاہ ملکہ تھیوڈورہ کا شوہر شانجہ ہوا کرتا تھا تو اس کے دور میں بھی امیر عبدالرحمٰن نے ایک بار ناجرہ پر حملہ کیا تھا۔ نا صرف ناجرہ پر حملہ کیا تھا بلکہ نبرہ کی مملکت کے مرکزی شہر لیلونہ میں بھی وہ داخل ہوا تھا۔

اب اس شانجہ کے بیٹے گارشیا نے پھر مسلمانوں کے خلاف پر پرزے نکالنے شروع کر دیئے تھے۔ اس نے جو لیون کے حکمران رومیر کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے مفاد کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی تھی عبدالرحمٰن نے اسے اس اقدام کی سزا دینے کا تہیہ کر لیا تھا۔

عبدالرحمٰن جب اپنے لشکر کے ساتھ ناجرہ کے نواح میں پہنچا تو اسے رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ ناجرہ شہر کے نواح میں جو کھلے میدان تھے وہاں نبرہ، جلیقیہ، رومیر کے علاوہ دوسری مخالف قوتوں کا ایک بہت بڑا لشکر اس کی راہ روک کھڑا ہوا تھا۔ دشمن کے لشکر نے کیونکہ وہاں پڑاؤ کیا ہوا تھا لہٰذا امیر عبدالرحمٰن نے بھی دشمن کے لشکر کے سامنے پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

دونوں لشکر دو دن تک ایک دوسرے کے سامنے پڑاؤ کیے رہے اور کسی نے بھی جنگ کی ابتدا کرنے کی کوشش نہ کی تھی۔ دوسرے دن مغرب اور عشاء کے درمیان جس وقت احمد بن یعلی اپنے خیمے میں بیٹھا ہوا تھا کہ قرسینا کا خادم گوویرہ خیمے کے دروازے پر نمودار ہوا۔ اسے دیکھتے ہی احمد بن یعلی کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر گئی۔ اپنی جگہ پر

اٹھ کھڑا ہوا، اسے اندر آنے کے لئے کہا۔

گودیرہ خیمے میں داخل ہوا۔ احمد بن یعلیٰ کے اشارہ کرنے پر وہ نشست پر بیٹھ گیا پھر احمد بھی اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہنے لگا۔

''لگتا ہے تم پھر کوئی اہم پیغام لے کر آئے ہو۔ پہلے یہ کہو تم خود آئے ہو یا قرسینا نے تمہیں بھیجا ہے۔''

جواب میں گودیرہ مسکرایا اور کہنے لگا۔''امیر میں خود نہیں آیا۔ مجھے قرسینا نے بھیجا ہے۔ آپ سے جس شخص کا انفرادی مقابلہ کروانا ہے اور جو آپ کے خلاف نیزہ استعمال کرے گا اس کا انتخاب کر لیا گیا ہے۔ اس کا نام مقونش ہے۔ اسی میدان میں جب دونوں لشکر ایک دوسرے سے ٹکرائیں گے تو وہی مقونش پہلے اپنے لشکر میں سے نکلے گا اور آپ کا نام لے کر آپ کو انفرادی مقابلے کے لئے پکارے گا۔

قرسینا نے مجھے آپ کے نام یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ آپ اس شخص سے محتاط رہیے گا۔ وہ بڑا بے مثال اور بے نظیر قسم کا نیزہ باز اور بے خطا نشانے کا تیر انداز بھی ہے۔ یہ پیغام دیتے وقت قرسینا بڑی پریشان اور فکرمند تھی۔ اس نے آپ کے نام یہ بھی پیغام بھیجا ہے کہ اس شخص سے دور رہیے گا اور جونہی وہ آپ کو انفرادی مقابلے کے لئے للکارے گا اس وقت تو اس نے اپنے دائیں ہاتھ میں تلوار پکڑی ہو گی، بائیں ہاتھ میں اس کی ڈھال ہو گی۔ یہ اس کی طرف سے آپ کے لئے ایک چکمہ ہو گا پھر اپنی تلوار کا وہ اگلا حصہ بالکل گھوڑے کی گردن کی سیدھ میں کر دے گا یعنی ایک طرح سے اپنی تلوار کو چھپانے کی کوشش کرے گا اس کے گھوڑے کی گردن اور زین کے درمیانی حصے میں ایک نیام بندھا ہو گا۔ تلوار کو اس نیام میں ڈالتے ہوئے اپنی گرفت نیزے پر رکھے گا اور پھر آپ کو نیزہ مارنے کی کوشش کرے گا۔ قرسینا کا کہنا تھا کہ آپ اس کی نقل و حرکت پر گہری نگاہ رکھیئے گا۔ کہیں ایسا نہ ہو وہ آپ کو نقصان پہنچائے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد گودیرہ رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہنے لگا۔

''محترم احمد بن یعلیٰ! اس کے علاوہ نبرہ کی سلطنت کے بادشاہ گارشیا نے رومیر کے کہنے پر ایک اور بھی اہتمام کیا ہے۔ جس تیغ زن کا اہتمام کیا گیا ہے جو انفرادی مقابلے میں آپ کو نیزہ مار کر نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا اور اگر وہ آپ کو نقصان پہنچانے میں ناکام ہوا تو پھر وہ دوسری چال چلیں گے۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے

اندلس کے ایک انتہائی اہم کلیسا کے کچھ پادریوں کا بھی انتخاب کر لیا ہے اور اس تیغ زن کی ناکامی کے بعد وہ پادریوں کا گروہ صلح صفائی کے بہانے آپ کے لشکر میں داخل ہو گا۔ صلح کی گفتگو کرے گا اور اسی بہانے سے ان پادریوں کے اندر بھی ایک عمدہ تیغ زن کا رکھا جائے گا۔ اس تیغ زن کے نام کا ابھی پتہ نہیں چلا تاہم وہ تیغ زن آپ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا۔ آپ پادریوں کی اس جماعت سے بھی محتاط رہیے گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد گودیرہ رکا پھر دوبارہ احمد بن یعلیٰ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔''اس کے علاوہ میں آپ کو ایک اور زحمت دینے والا ہوں۔''

احمد نے غور سے گودیرہ کی طرف دیکھا پھر پوچھا۔''کیسی زحمت.....؟''

جواب میں گودیرہ مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''دراصل بات یہ ہے کہ قرسینا نے مجھ سے کہا تھا کہ میں آپ ہی کے لشکر میں قیام کروں اور کل جب دونوں لشکر آپس میں ٹکرائیں اور اس ٹکراؤ سے پہلے آپ کا انفرادی مقابلہ ہو تو قرسینا کی خواہش ہے کہ میں اس انفرادی مقابلے کو اپنی آنکھوں سے دیکھوں اور پھر واپس جا کر اسے ساری صورت حال سے تفصیل کے ساتھ آگاہ کروں۔ لہٰذا جو زحمت میں آپ کو دینا چاہتا ہوں وہ یہ کہ آج کی رات کے لئے آپ کو اپنے پڑاؤ میں میرے قیام کا بھی بندوبست کرنا ہو گا۔''

جواب میں احمد مسکرایا اور کہنے لگا۔''گودیرہ! تم ایک شب کی بات کرتے ہو، تم ساری زندگی بھی ہمارے ساتھ رہنا پسند کرو تو یاد رکھنا اس میں ہماری خوشی اور طمانیت ہو گی۔ اس کے لئے تم فکرمند نہ ہو۔ میں ابھی تھوڑی دیر تک پہلے تمہارے کھانے کا اہتمام کرتا ہوں اس کے بعد تمہاری رہائش کا اہتمام کر کے میں چاہوں گا کہ تم آرام کرو، کل اگر جنگ کی ابتدا ہوتی ہے تو تم ہمارے پڑاؤ میں قیام کرنا اور پھر صورت حال سے جا کر قرسینا کو آگاہ کر دینا۔ اب اٹھو، پہلے میں تمہیں قیام کے لئے تمہیں خیمہ دلواتا ہوں۔ اس کے بعد تمہارے کھانے کا اہتمام کرتا ہوں۔''

گودیرہ بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا تھا پھر احمد اسے خیمے سے باہر لے گیا تھا۔

اسی روز مغرب کے بعد جس وقت قرسینا اپنے کمرے میں اکیلی بیٹھی نجانے کن سوچوں اور خیالوں میں کھوئی ہوئی تھی کہ کمرے میں انجلینا داخل ہوئی۔ اسے دیکھتے ہی قرسینا اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ انجلینا آگے بڑھی، قرسینا کے سامنے بیٹھ گئی پھر قرسینا کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''قرسینا میری بہن! کیا تم نے گوویرہ کو پیغام دے کر احمد بھائی کی طرف بھیج دیا ہے۔''

اس پر قرسینا نے پہلے جستجو بھرے انداز میں انجلینا کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔ ''میں نے گوویرہ کو بھیج دیا ہے اور میں نے اسے یہ بھی تاکید کی ہے کہ وہ نا صرف اس تیغ زن کا نام احمد کو بتائے جس کے ساتھ اس کا انفرادی مقابلہ ہونا ہے بلکہ میں نے اسے ساری تفصیل بھی سمجھا دی ہے کہ کس طرح ہمارا تیغ زن پہلے ڈھال اور تلوار ہاتھ میں لیے مقابلے کی دعوت دے گا پھر کیسے گھوڑے کی گردن کے قریب تلوار کو نیچے لے جا کے وہاں لٹکتے ہوئے نیام میں ڈال دے گا۔ اس کے بعد ایک دم اپنے نیزے پر گرفت کرے گا اور اسے احمد کو مارنے کی کوشش کرے گا۔ بہرحال گوویرہ پوری تفصیل احمد سے کہے گا اور مجھے امید ہے کہ احمد اپنا دفاع ہمارے اس تیغ زن کے سامنے خوب کرے گا۔ اس لئے کہ وہ جنگ کے علاوہ تیغ زنی اور حرب و ضرب کے دوسرے امور میں بے نظیر اور بے عدیل تجربہ رکھتا ہے۔''

اس موقع پر مسکراتے ہوئے غور سے انجلینا نے قرسینا کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔ ''تم تو احمد بھائی کی یوں تعریف کر رہی ہو جیسے زندگی کا ایک بہت بڑا حصہ پہلے ہی ان کے ساتھ ان کی ساتھی کی حیثیت سے گزار چکی ہو۔''

جواب میں قرسینا بھی مسکرائی اور کہنے لگی۔ ''انجلینا! یونہی سمجھ لو اس لئے کہ اس سے پہلے جس قدر جنگیں میرے باپ اور امیر عبدالرحمٰن کے ساتھ ہوتی رہیں ان میں سب سے نمایاں کردار احمد بن یعلیٰ ہی کا ہوتا تھا اور ہمیشہ میرے باپ کو یہی شکوہ اور گلہ رہتا تھا کہ اسے ہر موقع پر احمد بن یعلیٰ ہی کی وجہ سے شکست اور ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس بناء پر مجھے کم از کم احمد کی جرأت مندی، طاقت و قوت، حرب و ضرب میں ان کی مہارت کا ایک خاصا تجربہ ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد قرسینا رکی پھر کہنے لگی۔ ''تم گوویرہ کا پوچھ رہی ہو..... کیا کوئی اور معاملہ سامنے آ گیا ہے۔''

اس پر انجلینا نے ایک لمبا سانس لیا اور کہنے لگی۔ ''میری بہن! تمہارا اندازہ درست ہے۔ دراصل ایک دوسرے تیغ زن کا بھی انتخاب کر لیا گیا ہے جسے اگر ضرورت پڑی تو پادریوں کے گروہ کے ساتھ روانہ کیا جائے گا اور اس سے بھی احمد بن یعلیٰ کے خلاف کام لیا جائے گا۔''

انجلینا پھر بولتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ ''میں چاہتی تھی کہ گوویرہ احمد بھائی کی طرف نہیں گیا تو دوسرے تیغ زن سے متعلق بھی تفصیل احمد کو بھجوا دی جائے۔''

انجلینا کے خاموش ہونے پر قرسینا بول اٹھی۔ ''انجلینا میری بہن! اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم نے کل جس تیغ زن کا احمد کے ساتھ مقابلہ ہونا ہے اس کا نام بتا دیا ہے اور جس طرح وہ مقابلہ کرے گا اس کی بھی تفصیل گوویرہ، احمد تک پہنچا دے گا..... دوسرے تیغ زن کو میں اتنی اہمیت نہیں دیتی اس لئے کہ جب پادریوں کا وفد صلح کی خاطر امیر عبدالرحمٰن کے لشکر میں داخل ہو گا تو احمد کو میں نے پہلے ہی پیغام بھجوا دیا ہے کہ ان کے اندر بھی ایک تیغ زن ہو گا جو آپ پر دھوکہ دہی سے حملہ آور ہونے کی کوشش کرے گا اور مجھے امید ہے کہ احمد ان پادریوں کے علاوہ اس تیغ زن کا پہلے ہی بندوبست کرے گا..... انجلینا میری بہن! اس دوسرے تیغ زن کے متعلق تمہیں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے ساری فکرمندی، ساری تشویش صرف کل کے انفرادی مقابلے سے متعلق ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد قرسینا رکی پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔ ''انجلینا! گوویرہ واپس نہیں آئے گا..... یہ شب وہ احمد ہی کے لشکر میں گزارے گا اور کل جنگ کا پورا منظر وہ اپنی آنکھوں سے دیکھے گا..... انفرادی مقابلے کو بھی غور سے دیکھے گا پھر وہی آ کے چشم دید تفصیل مجھے بتائے گا۔''

قرسینا جب خاموش ہوئی تب انجلینا پھر بول اٹھی۔ ''قرسینا میری بہن! میں نے تو چاہا تھا کہ ہم دونوں بہنیں بھی اپنے لشکر میں شامل ہوتیں اور احمد بھائی کا انفرادی مقابلہ اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتیں لیکن ماموں اور نانی اماں نے ایسا کرنے کی اجازت نہیں دی..... اس موقع پر میں زور بھی دینا نہیں چاہتی تھی کہ انہیں کہیں ہم دونوں بہنوں سے متعلق کسی قسم کا کوئی شک ہی نہ ہو جائے لہٰذا میں نے خاموشی اختیار کر لی۔''

قرسینا نے ہاتھ آگے بڑھا کر انجلینا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا پھر ہاتھ تھپتھپاتے ہوئے کہنے لگی۔

''اس سلسلے میں تمہیں فکرمند اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ گودیرہ جا چکا ہے وہ رات وہیں بسر کرے گا۔ کل ساری تفصیل وہ ہم دونوں بہنوں سے آ کر کہہ دے گا۔''

قرسینا کی اس گفتگو سے انجلینا بھی خوش اور مطمئن ہوگئی پھر انجلینا اٹھی، قرسینا کا ہاتھ پکڑا اور کہنے لگی۔

''اگر یہ بات ہے تو پھر اٹھیں، کھانے کا وقت ہوگیا ہے، اٹھ کر کھانا کھائیں۔''

قرسینا بھی اٹھ کھڑی ہوئی پھر وہ انجلینا کے ساتھ کمرے سے نکل گئی تھی۔

اگلے روز ناجرہ شہر کے نواح میں کھلے میدانوں کے اندر دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے صبح سویرے ہی اپنی صفیں درست اور استوار کرنے لگے تھے۔ اس لئے کہ وہ جنگ کی ابتدا کرنا چاہتے تھے۔ جلیقیہ، نبرہ اور رومیر کے متحدہ لشکر میں اس وقت ان گنت طبل اور بگل بجوائے جا رہے تھے۔ لشکری مسلمانوں پر رعب اور دبدبہ ڈالنے کے لئے چیختے چلاتے ہوئے عجیب وغریب نعرے بلند کر رہے تھے۔ دوسری طرف امیر عبدالرحمٰن اور اس کے سالار بھی اپنے لشکر کی صفیں درست کر رہے تھے۔

ایسے میں مقونش نام کا تیغ زن دشمن کے متحدہ لشکر سے نکلا۔ اس وقت وہ سیاہ رنگ کے گھوڑے پر سوار تھا۔ لباس بھی سیاہ پہنے ہوئے تھا۔ گو وہ ایک سازش دھوکہ اور فریب لے کر میدان میں اتر رہا تھا۔ اس کے باوجود اس نے مضبوط لوہے کی کڑیوں والی زرہ پہن رکھی تھی۔ ہاتھوں کے جوڑ سے لے کر کہنیوں تک پیتل کے جوشن تھے۔ کندھے پر بھی حفاظتی خول چڑھے ہوئے تھے۔ سر پر خود تھا۔ اس کے اوپر دھوکہ دینے کے لئے سیاہ رنگ کا ایک رومال اس نے باندھ رکھا تھا اور ساتھ ہی اپنے پورے جسم پر سیاہ رنگ کی ایک عبا بھی ڈالی ہوئی تھی۔

وہ خوب دراز قد بھاری بھرکم نوجوان تھا۔ اپنے گھوڑے کو ایڑھ لگاتا دونوں لشکروں کے درمیان آیا، رکا بائیں ہاتھ میں ڈھال، دائیں ہاتھ سے اپنی تلوار اس نے فضا میں بلند کی پھر احمد بن یعلیٰ کا نام لے کر اس نے انفرادی مقابلے کے لئے للکارا تھا۔

احمد بن یعلیٰ کے علاوہ امیر عبدالرحمٰن بھی دشمن کی اس سازش اور دھوکہ دہی سے آگاہ تھا لہٰذا اس للکارے کے ساتھ ہی احمد بن یعلیٰ نے اپنے گھوڑے کو ایڑھ لگائی اور انفرادی مقابلہ کرنے کے لئے میدان میں اترا تھا۔

احمد بن یعلیٰ مقونش کے قریب گیا۔ اس وقت تک مقونش نے اپنی تلوار اور ڈھال فضا کے اندر بلند رکھی۔ اس موقع پر عجیب سے انداز میں احمد نے اپنے گھوڑے کو ایڑھ لگائی تھی اور اس کا گھوڑا ہنہناتے ہوئے بڑی تیزی سے مقونش کے ارد گرد چکر لگانے لگا تھا۔

اس موقع کو شاید مقونش نے اپنے لئے بڑا غنیمت جانا۔ ایک دم وہ اپنی تلوار کو نیچے لے گیا تھا۔ جس وقت اپنی تلوار کو وہ گھوڑے کی گردن اور زین کے ساتھ بندھے ہوئے نیام میں ڈال رہا تھا اس وقت احمد بن یعلیٰ نے ایک دم اپنے گھوڑے کا رخ موڑا، اس کی پشت کی طرف گیا اور دائیں جانب اس کی زین کے ساتھ لوہے کا جو نیزہ بندھا ہوا تھا اس پر ہاتھ ڈال کر نیزہ اس نے کھینچ کر اپنی گرفت میں کر لیا تھا۔

احمد کا اس طرح اس کے نیزے پر قبضہ کرنا تھا کہ اس نے ایک دم اپنی تلوار کھینچ لی۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔ رنگ پیلا ہوگیا تھا۔ احمد نے اپنے گھوڑے کو روک لیا تھا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے ساتھ انفرادی مقابلے کے لئے اترنے والے! مجھے اتنا بھولا، اتنا نادان نہ سمجھ کہ تو جو سازش لے کر آیا ہے اس میں کامیاب ہو جائے گا ..... سن تیرا نام مقونش ہے اس لئے میں نے آتے ہی تیرا نام نہیں پوچھا ..... میں نے اپنا نام اس لئے نہیں بتایا کہ تو نے میرا نام لے کر مجھے انفرادی مقابلے کی دعوت دی ہے اور تو جو یہ چاہتا تھا کہ پہلے اپنی تلوار اور ڈھال فضا میں بلند کرتے ہوئے میرا دھیان اپنی تلوار اور ڈھال کی طرف کرے گا۔ اس کے بعد اپنی تلوار کو آہستہ آہستہ نیچے لے جائے گا اور تمہارے گھوڑے کی گردن اور زین کے ساتھ جو نیام بندھا ہوا ہے اس میں ڈال دے گا اور پھر وہی نیزہ جو میں نے کھینچ کر اپنی گرفت میں لیا ہے اسے مجھ پر دے مارو گے۔

مقونش! مقابلہ کرنا ہے تو جواں مردوں کی طرح میرے سامنے آؤ ..... تم نے چونکہ میرا نام لے کر انفرادی مقابلے کے لئے للکارا ہے لہٰذا اگر تو واقعی تیغ زن ہے تو دھوکہ دہی پر کیوں اترا ہے ..... میں جانتا ہوں اس لئے کہ تجھے بہت بڑے انعام اور

لالچ کی ترغیب دی گئی ہو گی لیکن کیا تو نے یہ نہیں سوچا کہ اس انفرادی مقابلے کے نتیجے میں تجھے اپنی قیمتی جان سے ہاتھ بھی دھونے پڑ سکتے ہیں۔

مقونش! اب جب کہ تیرا نیزہ تیرے پاس نہیں ..... تیرے پاس تیری تلوار اور ڈھال ہے ..... میرے دائیں ہاتھ میں میری تلوار اور بائیں ہاتھ میں ڈھال ہے قسم خداوند قدوس کی اگر یہی نیزہ تجھ پر دے ماروں تو تیری جرأت نہیں ہے کہ تو اس نیزے کے وار سے بچ سکے اور میرا نیزہ مارنے کے دوسرے ہی لمحے بعد تو خون میں لت پت اپنے گھوڑے سے نیچے گر کر تڑپ رہا ہو گا لیکن میں تیری طرح کسی کی سازش کا شکار نہیں ہوں ..... نہ ہی میں تیری طرح کسی ترغیب میں آنے والا ہوں۔

مقونش ..... تجھے تو پہلی دفعہ ترغیب ملی ہو گی ..... مجھے اس سے پہلے لیون کے حکمران رومیر نے دو دفعہ ترغیب دی ..... میرے سامنے دولت کے انبار لگانے کے وعدے کیے، مجھے اپنے لشکریوں کا سالار اعلیٰ اور سمورہ اور گرد و نواح کے علاقے کا والی بنانے کی بھی ترغیب دی اور اپنے پاس بلانا چاہا لیکن میں نے اس ترغیب پر لات مار دی اس لئے کہ وہ لوگ جو تمہاری طرح چند سکوں کے عوض بکتے ہیں مجھے ان سے نفرت ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد احمد بن یعلیٰ، مقونش کے قریب ہوا۔ مقونش سہم سا گیا تھا۔ وہ سمجھا کہ شاید احمد اس پر حملہ آور ہونے لگا ہے اس پر خوف اور لرزہ اس بناء پر طاری ہو گیا تھا کہ احمد کے ایک ہاتھ میں تلوار اور نیزہ تھا۔ دوسرے میں ڈھال تھی۔ اسے خطرہ تھا کہ اس نے احمد پر حملہ کیا تو وہ اس کی تلوار کو تو اپنی ڈھال پر روکے گا اس کے ساتھ ہی ایک دم کہیں بیک وقت وہ نیزے اور تلوار کا وار کر کے اس کا خاتمہ ہی نہ کر دے۔

اس کے قریب جانے کے بعد احمد نے کسی قدر نرم لہجے میں اسے مخاطب کیا۔

"دیکھ! تو میرے ساتھ دھوکہ اور فریب کر رہا تھا لیکن میں تیرے ساتھ دھوکہ اور فریب نہیں کروں گا ..... اس میں شک نہیں کہ میں نے چابک دستی سے کام لیتے ہوئے تیرے گھوڑے کی زین سے تیرا نیزہ کھینچ لیا پر میں تجھے موقع دوں گا کہ تو اپنی سازش کو میرے خلاف استعمال کرے۔" اس کے ساتھ ہی احمد نے لوہے کا نیزہ اس کی طرف بڑھایا اور کہنے لگا۔

"لے نیزہ اور چلا مجھ پر ..... پھر میں دیکھتا ہوں تو اپنے اس نیزے سے مجھے کیسے اور کس طرح نقصان پہنچاتا ہے۔"

احمد بن یعلیٰ کی اس پیش کش پر مقونش چونک سا اٹھا۔ ہاتھ بڑھا کر اس نے نیزہ لے لیا پھر ایک دم اس نے تلوار نیام میں ڈال لی۔ نیزے پر اسنے گرفت کر کے جب اسے لہراتے ہوئے پھینکنا چاہا تو رک گیا اس لئے کہ احمد اس کے بالکل قریب تھا اور نیزہ مارنے کے لئے اسے کچھ فاصلے چاہیے تھا۔ اس موقع پر احمد نے اپنی تلوار بلند کر لی تھی۔ مقونش سمجھ گیا کہ وہ اس پر حملہ آور ہونے لگا ہے۔ اسے خدشہ ہو گیا تھا کہ اگر اس موقع پر اس نے نیزے کو حرکت لانے کی کوشش کی تو اس وقت تک احمد کی تلوار بلند ہو کر اس پر گرے گی اور اسے ٹکروں میں بانٹ کر رکھ دے گی۔

وہ اسی شش و پنج میں تھا کہ پہلے احمد نے اسے اپنی ڈھال کا نشانہ بنانا چاہا۔ اب احمد بالکل اس کے اس قدر قریب تھا کہ مقونش کا گھوڑا احمد کے گھوڑے سے مس ہو رہا تھا۔ اس بنا پر مقونش نیزے سے کام نہ لے پا رہا تھا۔ جب احمد نے اسے اپنی ڈھال مارنا چاہی تو مقونش نے اس کی ڈھال کو اپنی ڈھال پر روکا۔ اس کے ساتھ ہی احمد کی تلوار بھی بلند ہو چکی تھی۔ اب مقونش کے ہاتھ میں تلوار تو نہیں تھی، نیزہ تھا لہٰذا اس نے اپنے نیزے پر احمد بن یعلیٰ کی تلوار کا وار روکا تھا۔

جس وقت احمد کی تلوار گرتی ہوئی مقونش کے نیزے سے ٹکرائی تھی اس وقت میدان جنگ میں عجیب سی کھنک پیدا ہوئی تھی جس کے اندر خوف ہی خوف، ہراس ہی ہراس تھا۔

جس وقت احمد کی تلوار مقونش کے نیزے سے ٹکرائی تھی اس وقت پلک جھپکتے میں احمد نے اپنی ڈھال پیچھے کر لی پھر اپنی ڈھال اس زور سے مقونش کے دائیں ہاتھ پر ماری کہ مقونش نے جو اپنے دائیں ہاتھ میں نیزہ پکڑ رکھا تھا وہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر گیا تھا۔ اس موقع پر مقونش ایک دم پیچھے ہٹا، ساتھ ہی اس نے اپنی تلوار بھی بے نیام کر لی تھی۔

مقونش پیچھے ہٹ گیا۔ تب احمد بن یعلیٰ نے ہلکا سا ایک قہقہہ لگایا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"دیکھ مقونش! میں نے تمہیں تمہارا حربہ استعمال کرنے کا پورا موقع فراہم کیا تھا۔

تمہارا نیزہ میں چھین چکا تھا۔ چھینتے ساتھ ہی اگر تمہارا نیزہ میں تمہاری پیٹھ پر مار دیتا تو دنیا کی کوئی طاقت تمہیں موت سے بچا نہ سکتی تھی لیکن میں تمہیں دھوکہ دہی سے مارنے کی کوشش نہیں کروں گا۔ سامنے کی طرف سے تم پر وار کروں گا۔ جواں مردوں کی طرح تم پر ضرب لگاؤں گا اور تمہیں ضرب لگانے اور حملہ آور ہونے کا موقع بھی فراہم کروں گا پھر دیکھیں گے خداوندقدوس کی مدد اور حمایت کے بعد کس حرب وضرب کی صناعی اس کے کام آتی ہے اور کون غالب اور فتح مند رہتا ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد احمد رکا پھر دوبارہ وہ مقونش کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ''مقونش! میں نے تمہیں تمہارا نیزہ دے دیا تھا ..... یہ علیحدہ بات ہے کہ تم اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکے ..... اب تمہارا نیزہ تو زمین پر پڑا ہے، نہ تم اسے استعمال کر سکتے ہو نہ وہ مقابلے کے دوران تمہارے کام کا رہے گا..... میرا اور اپنی ذات کا جائزہ لے، میں سادہ لباس پہنے ہوئے ہوں، اس کے نیچے میری ذرہ ہے اور میرے عمامے کے نیچے میرا خود ہے۔''

احمد رکا پھر مقونش کو مخاطب کرتے ہوئے وہ پھر کہہ رہا تھا۔ ''مقونش! ذرا اس معاملے میں اپنی ذات کا بھی جائزہ لے ..... تو نے میری ذرہ کی نسبت زیادہ موٹی کڑیوں کی ذرہ پہن رکھی ہے۔ اپنے دونوں بازوؤں کو دیکھ ہاتھوں کے جوڑ سے لے کر کہنیوں تک تو نے جوشن چڑھا رکھے ہیں ..... دونوں کندھوں پر مضبوط خول ہیں، جو عبا تو نے ان کے اوپر پہنی ہوئی ہے وہ خول اس عبا کے نیچے سے جھانک رہے ہیں ..... اس موقع پر میں تمہیں مشورہ دوں گا کہ یہ عبا اتار دے۔ یہ مقابلے کے دوران تیرے آڑے آ سکتی ہے اور تو بہتر انداز میں مجھ پر حملہ آور نہ ہو سکے گا ..... بے شک تو نے اس عبا سے کندھوں پر چڑھائے ہوئے خول کو چھپا رکھا ہے لیکن وہ چھپ نہیں رہے۔ اپنا آپ ظاہر کر رہے ہیں لہٰذا میں تجھے مقابلے کی ابتدا کرنے سے پہلے مخلصانہ مشورہ دوں گا کہ اگر تو میرے مقابلے میں اپنی کارکردگی بہتر کرنا چاہتا ہے تو عبا کو اتار دے ورنہ جب تو مجھ پر اپنی تلوار کا وار کرے گا تو یہ تیری راہ میں رکاوٹ بھی بن سکتی ہے۔

دیکھ مقونش! تو نے یہ عبا صرف نیزہ پھینکنے کے لئے پہن لی تھی۔ اب تیرا نیزہ تو زمین پر پڑا ہے ..... اسے تو استعمال نہیں کر سکتا لہٰذا عبا اتار، اسی میں تمہاری بہتری ہے ورنہ میرے ہاتھوں بے موت مارا جائے گا۔''

اس موقع پر مقونش ہچکچا رہا تھا۔ عجیب سے انداز میں احمد کی طرف دیکھ رہا تھا۔ احمد نے گھوڑے کو پیچھے ہٹا لیا اور کہنے لگا۔

''تو شاید خوفزدہ ہو رہا ہے کہ جب تو عبا اتار رہا ہو گا تو میں تجھ پر وار کروں گا۔ ہرگز نہیں ..... میں تیری طرح دھوکہ دہی سے کام نہیں لوں گا ..... دیکھ میں نے اپنے گھوڑے کو پیچھے ہٹا لیا ہے ..... آرام سے ذرا اپنی عبا اتار اس کے بعد میرے مقابلے پر آ پھر میں تجھے بتاتا ہوں کہ اس میدان کے اندر میں تیرا کیا انجام اور حشر کرتا ہوں۔''

احمد کے کہنے پر مقونش نے عبا اتار کر ایک طرف رکھ دی تھی۔ اس موقع پر دونوں لشکر بڑے غور سے اس انفرادی مقابلے کا جائزہ لے رہے تھے۔ اس کے بعد احمد نے اپنے گھوڑے کو ایڑھ لگا کر آگے بڑھایا اور مقونش کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''مقونش! اب سنبھل، میں تیرے ساتھ انفرادی مقابلے کی ابتدا کرنے لگا ہوں ..... میں جانتا ہوں مجھ سے ٹکرانے کے لئے تجھے بہت بڑا لوبھ اور لالچ دیا ہو گا ..... تجھ سے مالا مال کرنے کے وعدے کیے گئے ہوں گے پر یہ موت کا میدان ہے ..... جہاں بڑے بڑے سورماؤں کے سانسوں کی تسبیح بکھر جاتی ہے، بڑے بڑے ناقابل تسخیر تیغ زنوں کی دل کی رنگینیاں بے آباد ویرانوں میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ لہٰذا تو بھی اپنے آپ کو سنبھال، مقابلہ کرنے کے لئے استعار ہو جا ..... قبل اس کے کہ میں تیری خواہشوں کو اندھیرے کے حادثوں میں تبدیل کروں ..... تیرے اندر کرب و کسک نمایاں کر دوں، قبل اس کے کہ میں تیری غضب ناکیوں میں اور تیر کھولتے مزاج میں غم اور دکھ کی بستیوں کو آباد کروں، قبل اس کے کہ تیرے دل کی لوح پر سوختہ جان موت خستگی اور بیچارگی کی تحریریں رقم کرے ..... اپنے آپ کو پوری طرح سنبھال لے، میرا مقابلہ کرنے کے لئے اپنی پوری توانائیوں کو مجتمع کر لے اس لئے کہ اگر تو میرے ہاتھوں مارا گیا تو تیرے ساتھ جو لوبھ اور لالچ اور بڑی بڑی رقوم کے وعدے کیے گئے ہوں گے، وہ تو سب بیکار ہی رہ جائیں گے۔''

یہاں تک کہتے کہتے احمد بن یعلیٰ کو رک جانا پڑا اس لئے کہ اس کی اس گفتگو سے مقونش تاؤ کھا گیا تھا۔ بے پناہ غصے کا اظہار کرتے ہوئے اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑھ لگائی پھر گھوڑے کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ دلسوزی اور تباہ کاری پر اترتے

طوفانوں کے خیابانوں اور نوحہ کرتے وقت میں برے حالات کے سرطان کی طرح احمد بن یعلیٰ پر وار کرنے لگا تھا اور احمد بن یعلیٰ اس کے ان حملوں کو بڑی آسانی سے روکنے لگا تھا۔

تھوڑی دیر تک مقونش بڑھ چڑھ کر حملے کرتا رہا اور احمد بن یعلیٰ اس کے حملوں کو روکتا رہا۔ یہاں تک کہ مقونش اپنے حملوں کے لئے پینترا بدلنے کے لئے جب پیچھے ہٹا تب اسے مخاطب کر کے احمد بن یعلیٰ کہنے لگا۔

''مقونش! کسی وہم، کسی بے تعبیر خواب میں نہ ڈوبے رہنا..... جس طرح ہر سیپ کی گود میں گوہر نہیں ہوتا، جس طرح ہر خواب کا مقدر تعبیر نہیں بنتا، اسی طرح تیرے جیسا تیغ زن میدان کے اندر سے کامیاب اور کامران ہو کر نہیں نکلتا۔''

اس کے ساتھ ہی احمد بن یعلیٰ نے اپنا رویہ بدلا، دفاع کے سارے ہی حربے اس نے پس پشت ڈال دیئے تھے۔ اب وہ جارحیت پر اترا اور مقونش پر وہ قسمتوں کو برگشتہ اور رنجور کر دینے والے اجل کے کاروانوں اصنام خیال کے طلسم کو راکھ کرتے رعد شررفشاں اور قطرے کو گوہر کر دینے والی خوش نما امیدوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

احمد کے ان جان لیوا حملوں کو تھوڑی دیر تک مقونش روکتا رہا۔ ساتھ ہی ساتھ وقت کی آنکھ یہ بھی دیکھ رہی تھی کہ آہست آہستہ اس کی حالت ڈراؤنی نفرت کی بازگشت اور دکھ کی تلخ حالتوں سے بھی بری ہونا شروع ہو گئی تھی۔

تھوڑی دیر تک احمد بن یعلیٰ کے حملوں کو روکنے کے بعد مقونش نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ زیادہ دیر تک اس کا مقابلہ نہیں کر سکے گا لہٰذا ستانے یا کسی نئے انداز میں احمد بن یعلیٰ پر حملہ آور ہونے یا اپنے دفاع کو زیادہ مؤثر بنانے کی خاطر وہ اپنے گھوڑے کو ذرا پیچھے لے گیا تھا۔ اس موقع پر احمد بن یعلیٰ نے اسے مسکراتے ہوئے مخاطب کیا۔

''مقونش! اگر اس موقع پر تم یہ خیال کرو گے کہ تم مقابلہ ترک کر کے بھاگ جاؤ گے تو میں تمہیں ایسا تو نہیں کرنے دوں گا..... میں تو بھاگتے ہوئے بھی تیری پشت پر ایسا نیزہ ماروں گا جو تیرے دل کو چیرتا ہوا نکل جائے گا..... اس لئے کہ مجھ پر نیزہ پھینکنے کے لئے جو سازش تو نے تیار کی تھی اس سازش کو ناکام بنانے کے لئے تیرے جیسا ایک نیزہ میں بھی لے کر آیا تھا اور تو نے میرے گھوڑے کی زین کے ساتھ بندھا ہوا وہ نیزہ دیکھ بھی لیا ہو گا..... اگر تو نے مقابلہ ترک کر کے میدان جنگ سے بھاگنے کی کوشش کی تو یاد رکھنا، اپنی زین کے ساتھ بندھا ہوا لوہے کا وہ بھاری بھرکم نیزہ میں اپنی گرفت میں لوں گا اور تاک کر ایسا ماروں گا کہ وہ تیرے دل کو چیرتا ہوا نکل جائے گا لہٰذا مقابلہ چھوڑ کر بھاگنے کی کوشش نہ کرنا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد احمد رکا پھر مقونش کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''مقونش! بتانے والوں نے مجھے بتایا تھا کہ تو چال بازی سے کام لیتے ہوئے مجھ پر نیزہ پھینک کر میرا خاتمہ کرنے کی کوشش کرے گا سو میں بھی تیرے جیسا نیزہ لے کر آیا تھا..... میں نے اپنی منصوبہ بندی یہ کر رکھی تھی کہ میدان میں آ کر تیرے گھوڑے کے ارد گرد چکر لگاؤں گا اور تجھ پر نا صرف گہری نگاہ رکھوں گا بلکہ اپنے نیزے پر اپنی گرفت بھی رکھوں گا..... سو میں نے آتے ہی تیرے گرد چکر لگائے جس وقت میں تیرے گرد چکر لگا رہا تھا یاد رکھنا میرا دایاں ہاتھ میرے نیزے پر تھا۔

مقونش! بتانے والوں نے مجھے یہ بھی بتایا تھا کہ تو پہلے مجھے دھوکہ اور فریب دینے کے لئے اپنی ڈھال اور تلوار فضا میں بلند کیے رہے گا۔ تیرے گھوڑے کی گردن کے قریب تلوار کا خول بندھا ہو گا پھر تو آہستہ آہستہ تلوار کو نیچے لے جائے گا۔ تلوار کو اس نیام میں ڈالنے کے بعد نیزے پر گرفت کرے گا اور مجھے نیزہ مارنے کی کوشش کرے گا..... تیری سازش کی یہ ساری داستان پہلے ہی میرے پاس پہنچ چکی تھی۔

مقونش! میں نے عہد کیا ہوا تھا کہ جونہی تو اپنا ہاتھ اپنے نیزے کی طرف لے جائے گا، اس سے پہلے ہی میرا نیزہ فضا میں حرکت میں آ چکا ہو گا اور تیرے جسم کو چھیدتا ہوا تیرا خون پیتا ہوا نکل جائے گا لیکن تو بڑا خام کار اور بڑا غیر مدبر سا شخص نکلا۔ تو نے خود مجھے بڑی آسانی کے ساتھ موقع فراہم کر دیا کہ میں خود آگے بڑھ کر ترے نیزے کو کھینچ لوں..... سو میں نے تیرا نیزہ تجھ سے چھین لیا۔ اب تیرے اور میرے درمیان موت ہے..... یہ پتا نہیں کہ وہ اب تم پر مسلط ہوتی ہے یا مجھ پر..... لیکن دونوں میں سے کسی ایک کو وہ اپنا شکار ضرور کرے گی۔''

احمد بن یعلیٰ رکا پھر اس نے مقونش کو مخاطب کرتے ہوئے مزید کہنا شروع کیا۔

''تمہاری حالت سے میں یہ بھی اندازہ لگا چکا ہوں کہ تم تھک چکے ہو..... تھکاوٹ محسوس کر رہے ہو..... اس بناء پر میں بھی اپنی جگہ پر رک گیا ہوں..... تم سے

یہ گفتگو میں نے اس لئے کی ہے تاکہ تمہیں ستانے کا موقع مل جائے .....کل کو دیکھنے والے یہ نہ کہہ سکیں کہ میں نے تیری طرح تجھے دھوکہ دے کر مارا ..... میں تجھے ستا ستا کر، تجھے تمہاری کوشش کے لئے ہر موقع فراہم کر کے تمہیں تمہارے انجام تک پہنچاؤں گا ..... دیکھ اب تو نے کافی ستا لیا ہے، اب میں تجھ پر حملہ آور ہونے کی ابتدا کرنے لگا ہوں لیکن اب میں زیادہ وقت نہیں لوں گا اس لئے کہ مجھے واپس اپنے لشکر میں بھی جانا ہے اور اس کے بعد دونوں لشکریوں نے آپس میں ٹکرانا بھی ہے۔''

اس کے ساتھ ہی احمد بن یعلیٰ نے اپنے گھوڑے کو ایڑھ لگائی اور حملہ آور ہونے کے لئے آگے بڑھا۔ مقونش نے بھی اپنی تلوار اور ڈھال آگے کر لی تھی تاہم اس موقع پر اس کے چہرے پر پیلاہٹ اور ماتھے پر خوفزدہ کر دینے ولی شکنیں دکھائی دے رہی تھیں۔

احمد بن یعلیٰ نے آتے ہی اس زور دار انداز میں حملے شروع کیے کہ دونوں تلواریں ایک دوسرے سے ٹکراتے ہوئے بری طرح شور کرنے لگی تھیں۔ گاہے گاہے ڈھالیں بھی آپس میں ٹکراتی تھیں جس کی بنا پر جنگ کا وہ میدان بار بار گونج اٹھتا تھا۔

کچھ دیر تک احمد طوفانی انداز میں مقونش پر حملہ آور ہوتا رہا اور مقونش بڑی مشکل سے اور بڑی تگ و دو سے کبھی دائیں بائیں اور پیچھے ہٹتے ہوئے اپنے آپ کو اس کے جان لیوا حملوں سے محفوظ رکھتا رہا۔ یہاں تک کہ ایک بار احمد نے ایک ساتھ اپنی تلوار اور ڈھال مقونش پر برسا دی تھی۔ مقونش نے ڈھال کو ڈھال، تلوار کو تلوار پر روکا تھا پھر ایک دم احمد نے اپنی تلوار کا پھل مقونش کی تلوار کے پھل کے ساتھ رہنے دیا لیکن دستے کو اس نے ایک دم سے اس انداز میں مقونش کے چہرے کی طرف کیا کہ مقونش سمجھ نہ سکا کہ احمد بن یعلیٰ جو اپنی تلوار کو تھوڑا سا ٹیڑھا کر رہا ہے اس سے کیا فائدہ اٹھائے گا کہ اتنی دیر تک احمد بن یعلیٰ نے اپنی تلوار کا دستہ پوری طاقت اور قوت کے ساتھ مقونش کے چہرے پر دے مارا تھا۔

احمد کی تلوار کا دستہ اس قوت کے ساتھ مقونش کے چہرے پر لگا تھا کہ اس کے چہرے سے خون بہنے لگا تھا۔ لمحہ بھر کے لئے وہ جھکا تھا۔ اس کے اسی جھکاؤ سے احمد نے فائدہ اٹھایا اس کی تلوار بلند ہو کر گری اور مقونش کو خون میں نہلاتی چلی گئی تھی۔ مقونش اپنے گھوڑے سے زمین پر گرا اور دم توڑ گیا تھا۔

جس وقت مقونش اپنے گھوڑے سے گر کر دم توڑ گیا احمد نے اس کا گھوڑا پکڑا اور اپنے لشکر کی طرف ہو لیا تھا۔

دشمن کے متحدہ لشکر میں اس وقت نبرہ کا بادشاہ گارشیا بھی شامل تھا۔ وہ چونکہ ابھی نوجوان تھا لہٰذا جوش جوانی میں جنگ میں حصہ لینے کے لئے خود آ گیا تھا جس وقت احمد بن یعلیٰ مقونش کا خاتمہ کرنے کے بعد واپس جا رہا تھا تب گارشیا اپنے اردگرد کھڑے سالاروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''مسلمانوں کے اس سالار احمد بن یعلیٰ کے انفرادی مقابلے میں کامیابی نے ایک طرح سے مجھے پریشان اور فکرمند کر دیا ہے۔''

گارشیا یہاں تک کہنے کے بعد خاموش ہوا تب اس کے کسی سالار نے تعجب سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔

''مالک! کیسی تشویش.....''

اس پر گارشیا بڑی سنجیدگی میں کہنے لگا۔ ''میں نے مقونش اور مسلمانوں کے اس سالار کا انفرادی مقابلہ بڑے غور سے دیکھا ہے۔ تم نے بھی جائزہ لیا ہو گا کہ جس وقت مقونش نے اسے مقابلے کے لئے للکارا تھا اور وہ اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا میدان سے نکلا تھا، آتے ہی وہ مقونش کے گرد گول چکر لگانے لگا تھا اور ان چکروں کے دوران اچانک جس وقت مقونش اپنی تلوار نیام میں کر کے اپنا نیزہ نکالنا چاہتا تھا کہ مسلمانوں کا وہ سالار اچانک اس کی پشت کی طرف گیا اور جس نیزے سے مقونش نے مسلمانوں کے اس سالار کا خاتمہ کرنا تھا، مسلمانوں کے سالار احمد بن یعلیٰ نے مقونش کا وہی نیزہ کھینچ کر اپنے قبضے میں کر لیا۔ بس اس کی اس حرکت نے ہی مجھے تشویش اور فکرمندی میں ڈال دیا ہے۔ اب میں یہ سوچ رہا ہوں کہ آخر اسے کیسے خبر ہو گئی کہ اسے یہ نیزہ کھینچنا چاہیے۔ اس نے یہ کیسے جان لیا مقونش اپنی تلوار کو نیام میں ڈالنے کے بعد نیزہ سنبھالے گا اور اسی کا نیزہ اٹھا کر زمین پر دے مارا۔ اس کی اس حرکت کی وجہ سے مقونش اس کے ساتھ تیغ زنی کا مقابلہ کرنے کے لئے مجبور ہو گیا تھا۔

اس کی اس حرکت سے دو باتیں ہمارے سامنے آتی ہیں۔ اول یہ کہ ہمارے اپنے عزیزوں میں سے کوئی مسلمانوں کے ساتھ ملا ہوا ہے اور ہماری ساری منصوبہ بندی کی خبریں بڑی رازداری کے ساتھ مسلمانوں کے پاس پہنچا دی جاتی ہیں۔

دوئم مسلمانوں کے مخبر اس قدر تیزی، اس قدر جانثاری سے کام کر رہے ہیں کہ وہ ہمارے اندر بھی گھسے ہوئے ہیں اور ہماری پوری نقل و حرکت اور ہماری ساری جنگی منصوبہ بندی کی خبریں اپنے حکمرانوں تک پہنچاتے ہیں۔ جس کی بناء پر وہ ہماری ہر سازش، ہمارے ہر منصوبے کو ناکام بنا کر رکھ دیتے ہیں۔ اس میدان میں مقوقش کے ساتھ انفرادی مقابلے میں بھی میں یہی کچھ دیکھ رہا ہوں۔

مسلمانوں کے سالا احمد بن یعلیٰ کے آتے ہی مقوقش کا لوہے کا نیزہ کھینچ لینا ہمیں بہت بڑا پیغام دیتا ہے۔ اس کی اس حرکت سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے، اسے خبر تھی کہ مقوقش اس پر نیزہ مارے گا اور اس کا خاتمہ کرے گا۔ لہٰذا مقوقش کے اس حربے نے اسے پہلے ہی ناکام کر دیا تھا۔ یہاں تک تیغ زنی کا مقابلہ ہوا ہے تو میں اسے تسلیم کرتا ہوں کہ تیغ زنی میں مسلمانوں کا وہ سالار یقیناً مقوقش کے مقابلے میں بہتر کارگزاری کا مظاہرہ کر چکا ہے۔ اسی بنا پر اس نے مقوقش کو اپنے سامنے ایک طرح سے اسے کھلاتے ہوئے اس کا کام تمام کر کے رکھ دیا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد گارشیا رکا، اس کے بعد دوبارہ اپنے ان سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''اب مجھے ایک مزید خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ اس جنگ میں ہمیں شکست کا صدمہ اٹھانا پڑا تو ہماری حالت بڑی بری ہو گی۔ تم لوگوں کو خبر ہو گی اس سے پہلے بھی مسلمانوں کا امیر عبدالرحمٰن ان علاقوں کی طرف آیا تھا۔ ایک بار مے میرے باپ کے ساتھ بھی اس کا ٹکراؤ یہاں ہوا تھا۔ پہلے اس نے میرے باپ کو شکست دے کر ناجرہ شہر پر قبضہ کیا۔ اس کے بعد وہ ہمارے مرکزی شہر بنبلونہ کو فتح کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اس بار بھی اگر ایسا ہوا تو میں سمجھتا ہوں میں یہ خیال کروں گا کہ خداوند خدا ہم سے ناراض ہے اور اس ناراضگی ہی کی وجہ سے وہ مسلمانوں کو ہم پر مسلط کرنا چاہتا ہے۔''

یہاں تک کہتے کہتے گارشیا کو خاموش ہو جانا پڑا اس لئے کہ اس نے دیکھا مسلمانوں کے لشکر میں ہلچل ہونے لگی تھی۔ لہٰذا اپنے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''اپنے اپنے حصے کی کمانداری سنبھال لو ..... میں دیکھتا ہوں مسلمانوں کے لشکر

کے اندر ہلچل ہو رہی ہے اور میرے خیال میں وہ یقیناً جنگ کی ابتدا کرنے کی کوشش کریں گے۔''

اس کے ساتھ ہی گارشیا خود پیچھے ہٹ گیا تھا۔ سارے سالار اپنے اپنے لشکر کے حصے کی کمانداری سنبھالنے لگے تھے۔ حملے کی ابتدا امیر عبدالرحمٰن نے کی تھی۔ امیر عبدالرحمٰن کا پورا لشکر اپنے سالاروں کی سرکردگی میں بڑھا پھر امیر عبدالرحمٰن دشمن کے متحدہ لشکر پر ان دیکھے نا آشنا کرب اور آبادیوں کو ویران کر دینے والے عذاب کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔ دوسری طرف تین سلطنتوں کا متحدہ لشکر بھی تشدد اور تباہ کاری پر اترتے آلام کے بگولوں کی طرح مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا تھا ناجرہ شہر کے نواح میں اس طرح دونوں لشکریوں کے درمیان خوفناک اور ہولناک جنگ کی ابتدا ہو گئی تھی۔

لیون نبرہ اور جلیقیہ کے اس متحدہ لشکر میں نبرہ کا بادشاہ گارشیا بذات خود موجود تھا۔ گو وہ عملی طور پر جنگ میں حصہ نہیں لے رہا تھا لیکن وہ لشکر میں اس لئے شامل ہوا تھا کہ اس کی موجودگی کی وجہ سے ان کے لشکر میں ایک نیا جذبہ اور ولولہ پیدا ہو جائے گا۔ وہ اس کی موجودگی ہی کی وجہ سے مسلمانوں کے خلاف جان توڑ کر حصہ لیں گے۔ لیکن جب دونوں لشکر آپس میں ٹکرائے تب گارشیا تو پیچھے پڑاؤ کی طرف چلا گیا تھا۔ اس کے کچھ بڑے سالار اپنے لشکر کے درمیانی حصے میں رہتے ہوئے اپنے دوسرے سالاروں اور لشکریوں کو للکار للکار کر زور دار انداز میں حملہ آور ہونے کے لئے اکسا رہے تھے۔ دوسری طرف مسلمانوں کے حملے ایک سیلاب کی مانند تھے۔ دشمن کی جو صف بھی ان کے سامنے آتی تھی۔ اسے کٹی ہوئی فصل کی طرح وہ زمین پر بچھاتے چلے گئے تھے۔ جس طرح بارش کے ساتھ جب تیز آندھیاں آتی ہیں اور وہ کھڑی ہری اور توانا فصل تک کو بھی زمین پر لٹا کر رکھ دیتی ہیں اسی طرح مسلمانوں کے حملوں نے بھی دشمن کے متحدہ لشکر کی اگلی کافی صفوں کو زمین بوس کر کے رکھ دیا تھا۔

کچھ دیر تک دونوں لشکریوں کے درمیان خوفناک انداز میں جنگ ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ دشمن کے متحدہ لشکر نے اندازہ لگا لیا کہ تھوڑی دیر تک بدترین شکست ان کا مقدر بننے والی ہے۔ لہٰذا بڑے سالاروں نے گارشیا کے ساتھ مل کر اندر ہی اندر یہ فیصلہ کیا کہ پسپائی کے بعد نبرہ کا لشکر تو بھاگ کر اپنے مرکزی شہر بنبلونہ میں محصور ہو جائے جبکہ جلیقیہ اور لیون کے لشکر مختلف سمتوں کو پیچھے ہٹ کر کسی مناسب جگہ جا کر

پڑاؤ کر لیں اور گھات لگا لیں۔

ایسا کرنے سے گارشیا کا مقصد یہ تھا کہ اگر ناجرہ شہر کے نواحی میدانوں میں شکست دینے کے بعد مسلمان نبرہ کی مملکت کے مرکزی شہر بنبلونہ کی طرف بڑھیں تو شہر کے اندر سے نبرہ کا لشکر مدافعت کرے اور باہر سے جلیقیہ اور لیون کے لشکر مختلف سمتوں سے رات کے وقت یا دن کے وقت مسلمانوں پر جان لیوا حملے کرتے ہوئے انہیں بنبلونہ کا محاصرہ اٹھا لینے پر مجبور کر دیں گے۔ یہ فیصلہ تسلیم کرنے کے بعد شکست تسلیم کی گئی۔ لشکر کے اندر شکست کے بگل بجا دیئے گئے جن کی آوازیں سنتے ہی لیون اور جلیقیہ کے بڑے بڑے سالار اپنے اپنے لشکروں کو لے کر مختلف سمتوں کو بھاگ گئے جبکہ نبرہ کا لشکر ایک دم پیچھے ہٹا اور اپنے مرکز کی طرف بھاگا اور شہر کے اندر محصور ہو گیا تھا۔

امیر عبدالرحمٰن نے دشمن کے بھاگتے لشکروں کا تعاقب نہیں کیا۔ امیر کو اس کے مخبروں نے بتا دیا تھا کہ دشمن تین گروہ میں بٹ کر بھاگے ہیں۔ اس سے امیر نے اندازہ لگایا تھا کہ تعاقب کی صورت میں کہیں دشمن کے لشکر کا کوئی حصہ ان کی پشت کی طرف سے حملہ آور ہو کر لشکر کو نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کرے۔ اس بناء پر سب سے پہلے جنگ میں کام آنے والوں کی تدفین کا کام سرانجام دیا گیا۔ زخمیوں کی دیکھ بھال کی گئی۔ دشمن کے پڑاؤ کی ہر چیز اپنے قبضے میں لے لی گئی اور جو کچھ وہاں سے حاصل ہوا امیر نے وہ سب کچھ اپنے لشکریوں میں بانٹ دیا تھا جس کی وجہ سے لشکریوں کے حوصلے پہلے سے بھی زیادہ تیز اور جفاکش ہو کر رہ گئے تھے۔

دشمن کے پڑاؤ پر قبضہ کرنے کے بعد امیر عبدالرحمٰن نے اپنے لشکر کے ساتھ ان میدانوں میں قیام نہیں کیا بلکہ اپنے لشکر کے ساتھ امیر ناجرہ شہر کی طرف بڑھا۔ ناجرہ شہر وہاں سے بالکل قریب ہی تھا۔ اس وقت وہاں دشمن کا ایک دفاعی لشکر بھی موجود تھ۔ ناجرہ میں جب یہ خبر پہنچی کہ لیون، نبرہ اور جلیقیہ والوں کو بدترین شکست ہوئی ہے اور یہ کہ جلیقیہ اور لیون کے لشکر تو مختلف سمتوں کو بھاگ گئے ہیں جب کہ نبرہ کا لشکر بنبلونہ میں محصور ہو گیا ہے تب جو دفاعی لشکر اس وقت ناجرہ میں موجود تھا وہ اپنے لئے خطرہ محسوس کرنے لگا تھا۔

جب مخبروں نے تصدیق کر دی کہ مسلمانوں کا لشکر ناجرہ ہی کی طرف بڑھ رہا

ہے تب ناجرہ کے اندر جو نبرہ کے بادشاہ گارشیا کا لشکر تھا اس کے سالاروں نے فیصلہ کیا تھا کہ اپنے اس لشکر کو لے کر وہ ناجرہ سے نکلے اور اپنے مرکزی شہر بنبلونہ کی طرف بھاگ گئے۔ اب ناجرہ شہر کی حفاظت کے لئے کوئی لشکر نہ تھا۔

ناجرہ شہر کے لوگوں کو جب خبر ہوئی کہ ان کے لشکر کو بدترین شکست ہوئی ہے اور ناجرہ شہر میں جو دفاعی لشکر تھا وہ بھی بنبلونہ کی طرف بھاگ گیا ہے تب انہوں نے ناجرہ شہر کے دروازے کھول دیئے۔ امیر عبدالرحمٰن جب ناجرہ شہر کے قریب گیا تو شہر کے معززین نے باہر نکل کر شاندار انداز میں عبدالرحمٰن اور اس کے لشکریوں کا استقبال کیا۔ ان کے اس رویے کی وجہ سے عبدالرحمٰن بے حد خوش ہوا۔ ایک فاتح کی حیثیت سے وہ اپنے لشکر کے ساتھ شہر میں داخل ہوا۔ سب سے پہلے اس نے شہر والوں کے لئے مکمل امان کا اعلان کیا تھا۔

شہر والوں کو جب خبر ہوئی کہ مسلمان گو شہر میں داخل ہو چکے ہیں لیکن انہوں نے سب لوگوں کے لئے امان کا اعلان کر دیا ہے تب ان کی خوشی اور اطمینان کی کوئی حد نہ تھی۔ لوگ گرجوں اور گلی کوچوں میں جا کر خوشی کا اظہار کرنے لگے تھے۔

امیر عبدالرحمٰن نے ایک جگہ اپنے لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دیا شہر میں داخل ہونے کے بعد اپنے سالاروں کو امیر نے جو پہلا حکم دیا وہ یہ تھا کہ ناجرہ شہر سے اپنے لشکریوں کے لئے خوراک اور ضرورت کا سامان جس قدر ہو سکے حاصل کر لیا جائے۔

ایک روز انجلینا اور قرسینا اپنی خواب گاہ میں بیٹھی تھیں کہ دونوں اچانک چونکنے کے انداز میں اٹھ کھڑی ہوئیں اس لئے کہ اس کمرے کے دروازے پر گوویرہ نمودار ہوا۔ وہ اندر داخل ہونے کی اجازت لینا ہی چاہتا تھا کہ قرسینا نے بڑی بے چینی اور بڑی بے تابی میں اسے مخاطب کرلیا۔

''دروازے پر رکنے کی ضرورت نہیں اندر آجاؤ۔''

اس پر گوویرہ مسکراتے ہوئے آگے بڑھا۔ جس نشست کی طرف قرسینا نے اشارہ کیا تھا آگے بڑھ کر اس نشست پر بیٹھ گیا۔ جب انتہائی بے تابی میں قرسینا نے اسے جنگ کے حالات کی تفصیل بتانے کے لئے کہا تب گوویرہ نے شروع سے لے کر نبرہ لیون اور جلیقیہ کے متحدہ لشکر کی شکست تک تفصیل سے کہہ دیا تھا۔

اس موقع پر کسی قدر فکرمندی اور بے چینی کا اظہار کرتے ہوئے قرسینا کہنے لگی۔

''احمد نے جب ایک بار اس کے گھوڑے کی زین سے اس کا نیزہ کھینچ لیا تھا تو اسے واپس کرنے کی کیا ضرورت تھی۔''

جواب میں گوویرہ کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی انجلینا، قرسینا کی طرف دیکھتے ہوئے خوش کن انداز میں کہنے لگی۔

''قرسینا میری بہن! یہی تو اچھے تیغ زن کی جواں مردی اور اس کی دلیری کا ثبوت ہے۔ میرے خیال میں احمد نے اس کے نیزے پر قبضہ کرنے کے بعد اسے بتا دیا ہوگا کہ اس نیزے سے چونکہ مقونش اس کا خاتمہ کرنا چاہتا تھا لہٰذا وہ اس کے دام اور سازش میں نہیں آیا اور پھر جو تفصیل گوویرہ نے بتائی ہے اس کے مطابق مقونش کو نیزہ واپس کرنے کے بعد احمد بن یعلیٰ اس کے قریب اس قدر بڑھ چڑھ کر رہا کہ مقونش اس قابل نہ رہا کہ نیزہ کو تان کر اسے مار سکتا۔ میرے خیال میں اس موق پر

مقونش نیزہ مار بھی سکتا تو احمد بن یعلیٰ آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیتا، دوبارہ اس سے نیزہ چھین لیتا۔ بہرحال یہ احمد بن یعلیٰ کی طرف سے اس کی شجاعت اور دلیری، اس کی دلنده دلی کا ایک عمدہ ثبوت ہے۔''

انجلینا جب خاموش ہوئی تب خوش کن انداز میں گوویرہ کی طرف دیکھتے ہوئے امید بھرے لہجے میں قرسینا نے اسے مخاطب کیا۔

''کیا تمہارے وہاں قیام کے دوران احمد بن یعلیٰ نے میرے متعلق بھی کچھ کہا اور اس نے تمہارے وہاں قیام کے دوران تمہارے رہنے کا اچھا انتظام کیا۔''

جواب میں گوویرہ مسکرایا اور کہنے لگا۔ ''جہاں تک میرے قیام کا تعلق ہے تو میرا قیام وہاں ایسا ہی اچھا تھا جیسے یہاں ہماری مملکت کے سالار رہتے ہیں۔ بیٹی! جہاں تک تمہاری ذات کا تعلق ہے تو جس وقت میں نے احمد بن یعلیٰ پر اس تیغ زن کے نام اور اس کی واردات کی تفصیل کہی تو وہ بڑا خوش ہوا، کئی بار اس نے آپ کا شکریہ ادا کیا۔ اس موقع پر مجھے احمد کی وہ سب سے اچھی بات لگی اس سے میں بے حد مرعوب ہوا ہوں۔''

قرسینا چونکی اور پوچھ لیا۔ ''کون سی بات؟''

جواب میں ذرا مسکراتے ہوئے وہ کہنے لگا۔ ''میں نے جب اس پر انکشاف کیا کہ وہ ایک رات اس کے پاس ہی قیام کرے گا اس لئے کہ اگلے روز وہ جنگ کا سارا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتا ہے تو اس نے کہا ایک رات تو کیا اگر میں ساری عمر بھی اس کے پاس قیام کروں تو اس کی خوشی اور خوشنودی کا باعث ہوگا۔''

گوویرہ جب خاموش ہوا تب انجلینا اور قرسینا کچھ سوچتی رہیں پھر قرسینا نے گوویرہ کو مخاطب کیا۔

''اب مسلمانوں کا لشکر کہاں ہے.....؟''

جواب میں گوویرہ کہنے لگا۔ ''شکست کھانے کے بعد لیون اور جلیقیہ کے لشکر تو مختلف سمتوں کو بھاگ گئے تھے۔ نبرہ کا لشکر بلبلونہ میں داخل ہو چکا ہے۔ اب وہ کس ردعمل کا اظہار کرتا ہے، اس کا کچھ پتا نہیں جب کہ مسلمانوں کے لشکر نے کچھ دیر تو اسی میدان میں قیام کیے رکھا جہاں جنگ ہوئی اس کے بعد مسلمانوں کے لشکر نے وہاں سے کوچ کیا اور ناجرہ شہر کا رخ کیا۔

ناجرہ شہر میں اس وقت جو ہمارا حفاظتی لشکر تھا اسے جب خبر ہوئی کہ ان کے متحدہ لشکر کو بدترین شکست ہوئی ہے اور لشکر تین حصوں میں بٹ کر مختلف سمتوں کو چلے گئے ہیں تب انہوں نے اپنے لئے ناجرہ میں جان کا خطرہ محسوس کیا لہٰذا جو سالار اس موقع پر وہاں تھے اس لشکر کو لیکر وہ بھی بنبلونہ شہر میں آ گئے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد ہی امیر عبدالرحمٰن اپنے لشکر کے ساتھ ناجرہ شہر کے قریب پہنچا۔ اس وقت میں مسلمانوں کے لشکر میں تھا۔ ناجرہ کے لوگوں نے بڑی فراخدلی کا ثبوت دیا۔ انہوں نے شہر پناہ کے سارے دروازے کھول دیئے اور مسلمانوں کا شاندار انداز میں استقبال کیا اس وقت مسلمانوں کا لشکر ناجرہ شہر ہی میں قیام کیے ہوئے ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد گوویرہ خاموش ہو گیا جواب میں قرسینا اور انجلینا تھوڑی دیر تک سوچتی رہی پھر گوویرہ کی طرف دیکھتے ہوئے قرسینا پھر بول اٹھی۔

''گوویرہ! تمہارا کیا خیال ہے کہ اب مسلمانوں کا ردعمل کیا ہوگا۔ آخر تم ناجرہ شہر تک مسلمانوں کے ساتھ گئے ہو اور .....''

قرسینا کو رک جانا پڑا اس لئے کہ گوویرہ بول اٹھا۔ ''میں احمد بن یعلیٰ کے ساتھ ہی ناجرہ شہر میں داخل ہوا تھا۔ وہاں میں نے کچھ دیر قیام بھی کیا۔ مسلمانوں نے ایک طرح سے ناجرہ شہر فتح کر لیا۔ میں نے احمد بن یعلیٰ سے پوچھا تو نہیں کہ مسلمان اگلا قدم کیا اٹھائیں گے لیکن میرا اندازہ ہے کہ مسلمانوں کا لشکر صرف چند روز تک ناجرہ شہر میں قیام کرے گا اس کے بعد بنبلونہ کا رخ کرے گا اس لئے کہ ماضی میں بھی ایک بار امیر عبدالرحمٰن ان علاقوں پر حملہ آور ہوا تھا۔ پہلے بھی اس نے ناجرہ شہر فتح کیا تھا۔ اس کے بعد بنبلونہ کو بھی اس نے فتح کر لیا تھا لیکن اس وقت ملکہ تھیوڈورہ اور ان کے شوہر شانجہ دونوں نے امیر عبدالرحمٰن سے صلح کر لی تھی بلکہ انہوں نے ساری زندگی امیر کا فرمانبردار اور اطاعت گزار بن کر رہنے کا عہد کیا تھا لیکن انجلینا کے ماموں گارشیا نے نا صرف اس عہد کو توڑ دیا بلکہ مسلمانوں کے خلاف جارحانہ کارروائیوں کی ابتدا کی۔ ایسا اس نے نوجوانی کے جوش و جذبے کے تحت کیا ہے اور جو فیصلے ایسے جوش و جذبے کے تحت کیے جاتے ہیں وہ ہمیشہ ناکام ہی رہتے ہیں۔ اب میرا اندازہ ہے کہ جب امیر عبدالرحمٰن اپنے لشکر کے ساتھ ناجرہ سے نکل کر بنبلونہ کا رخ کرے گا تو شہر کا محاصرہ کرے گا اس محاصرے کے سامنے گارشیا اور ہماری ملکہ تھیوڈورہ کس ردعمل کا اظہار

کرتے ہیں۔ اس کا ابھی کچھ اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد گوویرہ رکا کچھ سوچا پھر باری باری ایک نگاہ اس نے قرسینا اور انجلینا پر ڈالی پھر کہنے لگا۔

''میری دونوں بیٹیو! اس موقع پر اگر آپ دونوں برا نہ مانیں تو میں ایک ایسی بات کہنا چاہتا ہوں جس میں آپ دونوں کی بھلائی ہے۔''

گوویرہ کے خاموش ہونے پر تیز نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے انجلینا بول اٹھی۔ ''کیسی بات .....؟''

''آپ دونوں بیٹیوں کو میرا مشورہ ہے مسلمانوں کا لشکر جب بنبلونہ کا محاصرہ کرے تو آپ دونوں کو کسی نہ کسی طرح شہر سے نکل کر مسلمانوں کے لشکر میں چلے جانا چاہیے اور احمد بن یعلیٰ کے پاس جا کر اپنے آپ کو محفوظ کر لینا چاہیے۔''

گوویرہ جب خاموش ہوا تب تفکرات کا اظہار کرتے ہوئے قرسینا کہنے لگی۔

''گوویرہ! ایسا ممکن نہیں ..... اگر میں اور انجلینا نے ایسا کیا تو یہ ہمارے حق میں انتہا درجہ کا برا ہوگا ..... ہمارے اس طرح شہر سے نکل کر مسلمانوں کے لشکر میں چلے جانے سے ہم پر یہ شک کیا جائے گا ہم نے ہی احمد بن یعلیٰ کو خبر دی کہ مقونش اس پر تیزے کا حملہ کرے گا۔ ورنہ اسے کیسے خبر ہو گئی کہ آتے ہی ایک دم مقونش کا نیزہ کھینچ لیا۔ اس کے علاوہ احمد بن یعلیٰ کا خاتمہ کرنے کے لئے جو دوسری تدبیر کی جا رہی ہے اس کی تکمیل نہیں ہو سکے گی۔ میں یہ پسند کروں گی کہ احمد بن یعلیٰ کے خلاف جو دوسری سازش تیار کی جانے والی ہے وہ بھی ہماری وجہ سے ختم ہو جائے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد قرسینا رکی پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

''گوویرہ! ہم دونوں بہنوں کے علاوہ ہمارے خاندان کے کسی فرد کو مسلمانوں سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اس میں تم بھی شامل ہو ..... لشکر میں احمد بن یعلیٰ شامل ہیں، امیر عبدالرحمٰن مجھے اپنی بیٹی کہہ چکے ہیں ..... اگر مسلمانوں کا لشکر شہر میں داخل ہو گیا تو سب سے پہلے امیر عبدالرحمٰن اور احمد بن یعلیٰ میرے علاوہ میرے سارے اہل خانہ کی حفاظت کا اہتمام کریں گے ..... اس طرح میرا اور انجلینا کو چوری چھپے شہر سے نکل کر مسلمانوں کے لشکر میں حفاظت اور پناہ کی خاطر جانا انتہا درجہ کا خطرناک ہے۔ اس طرح ہمیں

مسلمانوں کا جاسوس سمجھا جائے گا اور اس سے پہلے جس قدر ہمارے خلاف وارداتیں ہوئی ہوں گی ان کا ذمہ دار ہم دونوں کو ٹھہرایا جائے گا اور کسی نہ کسی طریقے سے خفیہ طور پر ہم دونوں کا خاتمہ کرنے کی کوشش کی جائے گی ..... اس طرح میں اور انجلینا چوری چھپے نکل کر مسلمانوں کے لشکر میں جا کر اپنی حالت کو مشکوک نہیں بنانا چاہتیں۔''

قرسینا رکی پھر گوویرہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ ''اب تم جاؤ، جا کر آرام کرو ..... اگر مجھے ضرورت پڑی تو انجلینا کسی نہ کسی طرح تمہیں بلا لے گی اور مجھے امید ہے ضرورت نہیں پڑے گی۔ اب دیکھتے ہیں امیر عبدالرحمٰن اپنے لشکر کے ساتھ کتنے دن ناجرہ میں قیام کرتے ہیں اس کے بعد ناجرہ سے نکل کر وہ کس سمت کا رخ کرتے ہیں۔''

گوویرہ قرسنیا کے کہنے پر اپنی نشست سے اٹھا اور اس کمرے سے نکل گیا تھا۔ جب کہ قرسینا اور انجلینا اسی کمرے میں بیٹھ کر آپس میں کسی موضوع پر گفتگو کرنے لگی تھیں۔

✵

جس قصر کے کمرے میں قرسینا اور انجلینا بیٹھی باہم گفتگو کر رہ تھیں اسی قصر کے ایک کمرے میں ملکہ تھیوڈورہ، اس کا حکمران بیٹا گارشیا اور نبرہ کی مملکت کے سرکردہ عمائدین اور سالار بیٹھے ہوئے تھے۔ جن سالاروں اور امراء کو طلب کیا گیا جب وہ اس کمرے میں آ گئے تب کچھ دیر خاموشی رہی اس کے بعد گفتگو کا آغاز ملکہ تھیوڈورہ نے کیا تھا۔ اپنے سارے سالاروں اور امراء سلطنت کو مخاطب کرتے ہوئے ملکہ تھیوڈورہ کہہ رہی تھی۔

''ہماری اور ہماری مملکت کی بدبختی کہ ہمیں ناجرہ کے نواحی میدانوں میں مسلمانوں کے ہاتھوں دو بار شکست کا سامنا اٹھانا پڑا ہے۔ ایک بار میرے شوہر شانجہ کے دور میں بھی عبدالرحمٰن کے خلاف اختلافات ہو گئے تھے جس کی بناء پر عبدالرحمٰن نے ہم پر لشکر کشی کی تھی اور اس لشکر کشی میں بھی وہی کامیاب اور کامران رہا تھا اور اب ہماری مزید بدقسمتی کہ اس بار بھی ہمیں شکست کا داغ اٹھانا پڑا ہے۔

پہلے جب عبدالرحمٰن ہم پر حملہ آور ہوا تھا اس وقت بھی اس کے مقابلے میں ہم اکیلے نہیں تھے۔ ہمارے حلیفوں اور حواریوں نے ہماری پوری مدد کی تھی لیکن وقت کی ستم ظریفی کہ ناکامی کا منہ ہمیں ہی دیکھنا پڑا۔ اس بار بھی لیون کے علاوہ جلیقیہ کا لشکر بھی ہمارے ساتھ تھا۔ اس کے باوجود ناجرہ کے نواح میں ہمیں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اب جب کہ عبدالرحمٰن میدانِ جنگ سے نکل کر ایک فاتح کی حیثیت سے ناجرہ شہر میں داخل ہو چکا ہے تو بتاؤ اب ہمیں کون سا قدم اٹھانا چاہیے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد ملکہ تھیوڈورہ رکی پھر کچھ سوچتے ہوئے وہ دوبارہ اپنے امراء سلطنت اور سالاروں کو مخاطب کر کے کہہ رہی تھی۔

''کیا ہمارے لئے ایسا سود مند ثابت ہو سکتا ہے کہ ہم شہر میں محصور ہو کر عبدالرحمٰن کا مقابلہ کریں۔ جہاں تک میرے بیٹے اور نبرہ کے بادشاہ گارشیا کا تعلق ہے تو اس کا مشورہ تو یہی ہے کہ ہمیں اپنے شہر میں محصور ہو جانا چاہیے اور عبدالرحمٰن کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ بنبلونہ کا حصار کوئی اتنا غیر مستحکم بھی نہیں ہے کہ عبدالرحمٰن اس پر حملہ آور ہو کر دنوں میں اس پر قبضہ کر لے۔ پہلی بار عبدالرحمٰن ناجرہ کو فتح کرنے کے بعد بنبلونہ پر حملہ آور ہوا تھا تو اس نے بڑی آسانی سے بنبلونہ کو فتح کر لیا تھا لیکن اس وقت ہمارے مرکزی شہر کے استحکامات کوئی زیادہ اہم اور پائیدار نہیں تھے۔ اس کے بعد شہر کی فصیل کو مزید مضبوط اور مستحکم کیا گیا ہے۔ اسے دوہرا کر دیا گیا ہے۔ فصیل کے اوپر نئے اور مضبوط برج بھی بنا دیئے گئے ہیں جن کے اندر رہ کر ہمارے لشکری نا صرف اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکتے ہیں بلکہ حملہ آوروں پر سنگ باری اور تیر اندازی کر کے شہر کی حفاظت کا کام بھی بڑے احسن طریقے سے کر سکتے ہیں۔

میرا بیٹا اور نبرہ کا حکمران گارشیا اس بناء پر مسلمانوں کے خلاف محصور رہ کر جنگ جاری رکھنا چاہتا ہے کہ ناجرہ کے نواحی میدانوں میں شکست اٹھانے کے بعد اس نے لیون اور جلیقیہ کے لشکروں کو دو مختلف سمتوں کی طرف جانے کا حکم دیا تھا اور یہ اس کا احسن اقدام ہے۔ ان دونوں لشکروں کے متعلق ہمارے جو مختلف مخبر خبریں لے کر آئے ہیں ان کے مطابق وہ دور نہیں گئے۔ آس پاس کے کوہستانی سلسلوں کے اندر انہوں نے گھات لگا رکھی ہے۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ اپنے شہر کے اندر محصور رہ کر عبدالرحمٰن کا مقابلہ کریں اور جب عبدالرحمٰن بنبلونہ پر حملہ آور ہوا تو اس کے ساتھ نہ ختم ہونے والے شب خونوں کا ایک سلسلہ شروع کر دیا جائے۔ ہم عموماً ایسا کریں گے کہ رات کے وقت عبدالرحمٰن اور اس کے لشکریوں کو اپنے ساتھ الجھانے کی کوشش کریں گے جب مسلمان ہمارے ساتھ الجھ جائیں گے، مصروف جنگ ہوں گے تو ان کی اس مصروفیت سے فائدہ

اٹھاتے ہوئے گھات میں چلے جانے والے جلیقیہ اور لیون کے لشکر مختلف سمتوں سے نمودار ہوتے ہوئے مسلمانوں پر شب خون مارنے کی ابتدا کر دیں گے۔

میرے خیال میں چند بار ایسا کھیل کھیلا گیا تو عبدالرحمٰن نہ صرف شہر کا محاصرہ ترک کر دے گا بلکہ اپنی عافیت اسی میں جانے گا کہ ان علاقوں سے واپس اپنے مرکزی شہر قرطبہ کی طرف چلا جائے گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد ملکہ تھیوڈورہ جب خاموش ہوئی تب اس کے سامنے عمائدین سلطنت اور سالار بیٹھے ہوئے تھے۔ اس کی تائید کرنے لگے تھے۔ اس طرح عمائدین سلطنت کے علاوہ سارے سالاروں نے ایک طرح سے یہ فیصلہ دے دیا تھا کہ بنبلونہ شہر میں محصور رہ کر مسلمانوں کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ اس کے ساتھ ہی ملکہ تھیوڈورہ نے وہ اجلاس ختم کر دیا تھا۔

جب سب لوگ اٹھ کر قصر کے اس کمرے سے نکل گئے اور وہاں صرف ملکہ تھیوڈورہ اور نبرہ کا حکمران گارشیا رہ گئے تب گارشیا بڑی رازداری میں اپنی ماں ملکہ تھیوڈورہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اماں! یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمارے سارے عمائدین سلطنت اور سالاروں نے ہم دونوں ماں بیٹے کی اس تجویز سے اتفاق کیا ہے کہ شہر میں محصور رہ کر حملہ آور مسلمانوں کا مقابلہ کرنا چاہیے۔

لیکن اس سے پہلے ہم اپنا وہ دوسرا حربہ استعمال نہ کریں جس کے لئے بہت سے پادریوں کو ایک اسقف کی سرکردگی میں بنبلونہ میں روک رکھا ہے اور ان کے ساتھ جانے کے لئے ایک اچھے تیغ زن کا بھی انتظام کر رکھا ہے۔ قبل اس کے کہ مسلمانوں کا حکمران عبدالرحمٰن بنبلونہ کا محاصرہ کرے۔ اگر اس سے پہلے ہی ناجرہ کی طرف پادریوں کے اس گروہ کو بھیجیں تاکہ صلح کی گفتگو کرے ساتھ ہی سالار احمد بن یعلیٰ کا خاتمہ کر دے۔ کیا ایسا کرنے سے مسلمانوں کے اندر بددلی نہ پھیلے گی اور ان کی طاقت اور قوت میں فرق نہ آئے گا۔''

گارشیا جب خاموش ہوا تب بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے ملکہ تھیوڈورہ کہنے لگی۔

''میں تمہارے ان الفاظ سے مکمل نہیں کسی حد تک اتفاق کرتی ہوں لیکن پادریوں

کے اس گروہ کو یہاں سے ناجرہ شہر کی طرف بھجوانا مناسب نہیں۔ اس کے علاوہ میں تم سے یہ بھی کہوں کہ اگر ناجرہ جا کر پادری مسلمانوں کے سالار احمد بن یعلیٰ کا خاتمہ بھی کر دیں تب بھی عبدالرحمٰن کی طاقت اور قوت میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اس لئے کہ کسی ایک فرد کے مارے جانے سے کسی حکمران کے لشکر میں کمزوری کے آثار پیدا نہیں ہوتے۔ ٹھیک ہے اس وقت عبدالرحمٰن کے سالار احمد بن یعلیٰ کی شہرت اور جرأت مندی کی دھوم اپنے عروج پر ہے لیکن اس کے پاس اور بھی کافی سالار ہوں گے جن سے کام لیتے ہوئے وہ اپنی اس مہم کی تکمیل کر سکتا ہے۔

جس مقصد کے لئے ہم نے پادریوں کو یہاں روک رکھا ہے اس مقصد کو ہم بعد میں پورا کریں گے۔ عبدالرحمٰن جب ناجرہ سے نکل کر بنبلونہ کا محاصرہ کرتا ہے، میرا خیال ہے اس وقت پادریوں کو عبدالرحمٰن کے لشکر کی طرف روانہ کریں گے۔ اس موقع پر میں ایک اور فیصلہ بھی کر چکی ہوں۔ جہاں ہم نے احمد بن یعلیٰ کو ختم کرنے کا خطرہ مول لینا ہے وہاں خود عبدالرحمٰن ہی کا کام تمام کیوں نہ کر دیا جائے۔ میں چاہتی ہوں یہ پادری صلح کے بہانے عبدالرحمٰن کی خدمت میں حاضر ہوں اور اچانک اس پر حملہ آور ہو کر اس کا کام تمام کر دیں۔ ظاہر ہے اس وقت عبدالرحمٰن اکیلا تو نہیں ہو گا۔ اس کے پاس اگر کچھ سالار بیٹھے ہوں گے تو ان سالاروں میں احمد بن یعلیٰ بھی ضرور ہو گا۔ اگر جان پر کھیل کر یہ کام کرنا ہی ہے تو پادری پھر عبدالرحمٰن کے علاوہ جس قدر اس کے سالار وہاں بیٹھے ہوں اپنے خنجر تان کر ان پر پل پڑیں اور سب کا خاتمہ کر دیں۔ اگر ایسا ہو جائے تو پھر مسلمانوں کے لشکر کے سامنے صرف ایک ہی راستہ رہ جائے گا اور وہ یہ ہو گا کہ وہ فوراً یہاں سے محاصرہ اٹھا کر قرطبہ جانے پر مجبور ہو جائیں گے۔''

ملکہ تھیوڈورہ کے ان الفاظ کے جواب میں گارشیا تھوڑی دیر تک بڑے خوش کن انداز میں اپنی ماں کی طرف دیکھتا رہا پھر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''ماں! یہ تو اور زیادہ اچھا ہے۔ اگر ہم احمد بن یعلیٰ کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے حکمران کا بھی خاتمہ کر دیں تو حملہ آور مسلمانوں کے لشکر کے سامنے واقعی ہی واپسی کے راستے کے علاوہ کچھ نہ ہو گا اور اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو اماں! یاد رکھنا لیون کے علاوہ جلیقیہ کی مملکت میں بھی ہماری واہ واہ ہو جائے گی۔''

اس کے ساتھ ہی ملکہ تھیوڈورہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی۔

''بیٹے! اب یہ آخری فیصلہ ہے..... فی الحال خاموش رہو، ناجرہ سے نکل کر جب عبدالرحمٰن ہمارے مرکزی شہر کا محاصرہ کرے گا پھر ہم صلح کا بہانہ بنا کر پادریوں کو اس کے لشکر میں بھیجیں گے۔''

گارشیا نے اپنی ماں تھیوڈورہ کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا پھر دونوں ماں بیٹا قصر کے اس کمرے سے نکل کر اپنے رہائشی حصے کی طرف جا رہے تھے۔

عبدالرحمٰن الثالث نے اپنے لشکر کے ساتھ چند روز تک ناجرہ شہر میں قیام کیا۔ وہاں سے اس نے اپنی ضروریات کی اشیاء کی وافر مقدار حاصل کر لی تھی۔ اپنے لشکریوں کو خوب ستانے کا موقع بھی فراہم کر دیا تھا۔ اس کے بعد امیر اپنے لشکر کے ساتھ ناجرہ سے نکلا، بلبلونہ کا رخ کیا اور شہر کا اس نے محاصرہ کر لیا تھا۔

جس روز عبدالرحمٰن نے بلبلونہ کا محاصرہ کیا تھا اسی روز اس کے طلایہ گردوں نے اور مخبروں نے اطلاع کر دی تھی کہ ناجرہ سے باہر کھلے میدانوں میں لڑی جانے والی جنگ کے نتیجے میں لیون اور جلیقیہ کے لشکر مختلف سمتوں کو بھاگ گئے تھے اور اب جب کہ مسلمانوں نے بلبلونہ کا محاصرہ کیا ہے تو وہ دو مختلف سمتوں سے حملہ آور ہو کر شب خون مارنے کا سلسلہ شروع کریں گے۔ مخبروں نے یہ بھی اطلاع کر دی تھی کہ اس سلسلے میں لیون اور جلیقیہ کے لشکریوں کا رابطہ نبرہ کے حکمران گارشیا سے ہو چکا ہے۔ شہر کے اندر سے گارشیا رات کے وقت مسلمانوں کو اپنے ساتھ مصروف رکھے گا جبکہ باہر سے لیون اور جلیقیہ کے لشکر شب خون مار کر فوائد حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔

عبدالرحمٰن نے چونکہ دن کے پہلے حصے ہی میں بلبلونہ کا محاصرہ کر لیا تھا لہٰذا تھوڑی ہی دیر بعد مخبروں نے یہ ساری اطلاعات اسے فراہم کر دی تھیں۔ اب عبدالرحمٰن نے اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ ایک حصہ اپنے پاس رکھا۔ دوسرا احمد بن یعلیٰ اور تیسرا محمد بن حسین کی سرکردگی میں دے دیا تھا۔ خود امیر نے اپنے ذمے یہ کام لیا تھا کہ جس وقت شہر کے اندر سے نبرہ کا لشکر جنگ کی ابتداء کرنا چاہے گا تو عبدالرحمٰن انہیں اپنے سامنے مصروف رکھے گا جب کہ احمد بن یعلیٰ اور محمد بن حسین اپنے حصے کے لشکریوں کے ساتھ شب خون مارنے والے لشکریوں کا انتظار کریں گے اور جونہی وہ قریب آئیں گے ان پر جوابی حملہ کرتے ہوئے ان کی ہر کوشش کو ناکام بناتے جائیں

گے۔ اس طرح نبرہ کے علاوہ جلیقیہ اور لیون کے لشکریوں کا بھی مقابلہ کرنے کے لئے عبدالرحمٰن نے لائحہ عمل کو آخری شکل دے دی تھی۔

اسی روز امیر عبدالرحمٰن جب اپنے سالاروں اور لشکریوں کے ساتھ عصر کی نماز سے فارغ ہوا تب ایک مخبر امیر کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا۔

''امیر محترم! لیون کے حکمران رومیر کی پہلی سازش تو ناکام ہوگئی تھی انہوں نے انفرادی مقابلے کے دوران ہمارے سالار احمد بن یعلیٰ کا خاتمہ کرنے کی کوشش کی تھی لیکن انہیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ اب وہ دوسرا حربہ استعمال کر رہے ہیں۔ پادریوں کا ایک گروہ بنبلونہ شہر سے نکل چکا ہے۔ تھوڑی دیر تک وہ ہمارے لشکر میں داخل ہوگا اور وہ بظاہر صلح کی گفتگو کرنے آ رہے ہیں لیکن وہ خود بھی مسلح ہوں گے اور ان کے اندر ایک اچھا تیغ زن ہوگا جو موقع پاتے ہی امیر عبدالرحمٰن پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے گا۔''

عبدالرحمٰن نے اپنے اس مخبر کی اس کارگزاری پر اسے شاباش دی پھر مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔ ''ان ظالم کے بچوں کو ایسا موقع ملے گا تو حملہ آور ہوں گے ناں۔''

اس کے ساتھ ہی غصے اور خفگی کے عالم میں عبدالرحمٰن نے اپنے قریب کھڑے اپنے سالار محمد حسین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''ابنِ حسین! پادریوں کے اس گروہ کے آنے سے پہلے پہلے کچھ مسلح دستے تیار کر لو جونہی پادریوں کا وہ گروہ ہمارے پڑاؤ میں داخل ہو، انہیں اپنے حصار میں لے کر یہیں میرے سامنے لاؤ۔ میں احمد بن یعلیٰ کے علاوہ دوسرے سالاروں کے ساتھ یہیں کھڑا ہوتا ہوں۔ ان کے گرد ایک حصار بنا کر رکھنا۔ جب وہ یہاں آئیں گے تو پھر ان سب کی تلاشی لینا جس جس کے پاس جو جو ہتھیار ہوگا، وہ اس سے لے لینا اس کے بعد میں ان کا ایسا حشر نشر کروں گا کہ وہ نا صرف لیون کے حکمران رومیر بلکہ نبرہ کے حکمران گارشیا کے لئے بھی بڑا عبرت خیز ہوگا۔''

امیر عبدالرحمٰن کا حکم پا کر محمد بن حسین وہاں سے ہٹ گیا تھا جب کہ عبدالرحمٰن اپنے سارے سالاروں کے ساتھ وہیں کھڑا رہا۔ تھوڑی دیر بعد ابنِ حسین چند مسلح دستوں کے ساتھ ان پادریوں کو لے کر عبدالرحمٰن کے سامنے لایا۔ ان مسلح دستوں نے پادریوں کو پوری طرح اپنے حصار میں لے رکھا تھا۔

جب ان پادریوں کو عبدالرحمٰن کے سامنے لا کر کھڑا کیا گیا تو کچھ دیر تک

عبدالرحمٰن غضبناکی اور خفگی کے عالم میں ان کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر جو مسلح جوان محمد بن حسین کی سرکردگی میں کام کر رہے تھے، عبدالرحمٰن نے تحکمانہ انداز میں انہیں حکم دیا۔

''ان سب کی تلاشی لو ..... ان سب نے جو اپنے اوپر بڑی بڑی دبیز عبائیں ڈال رکھی ہیں، وہ سب اتار دو ..... ان کے جسم کے ایک ایک حصے کی تلاشی لو اور جو کچھ ان سے ہتھیاروں کی صورت میں نکلے وہ ایک طرف جمع کرتے چلے جاؤ۔''

عبدالرحمٰن کا یہ حکم سن کر پادری پہلے سن ہو کر رہ گئے تھے۔ ان میں سے کچھ پر تو کپکپاہٹ طاری ہوگئی تھی۔ جس وقت مسلح جوانوں نے تلاش کا کام کیا تو ایک عجیب و غریب سماں تھا۔ بہت سے پادری لرز رہے تھے۔ پہلے سب کی عبائیں اتار کر ایک طرف رکھ دی گئیں پھر جب ان کی تلاشی لینی شروع کی تو ہر ایک کے پاس سے خنجر اور چھریاں نکلنی شروع ہوئیں۔ اس موقع پر ایک پادری پر غشی طاری ہوگئی اور زمین پر گر کر بے ہوش ہوگیا۔ سب کی تلاشی لیتے ہوئے محمد بن حسین اور اس کے ساتھیوں نے سب کو ایک طرح سے غیر مسلح کر کے رکھ دیا تھا۔

جب ان کی تلاشی کا کام ختم ہوگیا تو جو کچھ ہتھیاروں کی صورت میں ان کے پاس تھا وہ سب نکال کر ایک طرف ڈھیر کر کے رکھ دیا گیا۔ تب لحہ بھر کے لئے عبدالرحمٰن بڑے غور سے ان کی طرف دیکھتا رہا پھر پہلے سے بھی زیادہ غصیلی آواز میں اس نے انہیں مخاطب کیا۔

''میں جانتا ہوں تم سب پادری ہو ..... ہاں تم میں سے ایک شخص ایسا ہے جو پادری نہیں ہے بلکہ وہ اچھی قسم کا تیغ زن ہے ..... اب تم میں وہ شخص جو پادری نہیں ہے بلکہ تیغ زن ہے وہ ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو جائے۔''

امیر عبدالرحمٰن کے ان الفاظ کے جواب میں کوئی ہلچل نہ ہوئی۔ سب اپنی جگہ پر کھڑے رہے۔ پریشان اور فکرمند تھے۔ سب پر کپکپاہٹ طاری تھی۔ امیر نے جب دوسری بار یہ حکم دیا تب بھی کوئی نہ نکلا۔ اس پر عبدالرحمٰن کا غصہ اپنے عروج پر پہنچ گیا تھا۔ ان پادریوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''پادریو! اگر تم لوگوں نے اس تیغ زن کی نشاندہی نہ کی جو تمہارے اندر ہے تو یاد رکھنا میں ابھی اور اسی وقت تم سب کی گردنیں کاٹنے کا حکم دے دوں گا۔''

عبدالرحمٰن کے اس حکم پر ہر کوئی خوف اور وحشت کا شکار ہوگیا تھا اور سب اپنے

درمیان بڑے غور سے ایک شخص کی طرف دیکھ رہے تھے پھر ایک پادری نے اس کی طرف اشارہ کیا اور بلند آواز میں کہنے لگا۔

''امیر! ہمارے اندر یہ پادری نہیں تیغ زن ہے۔''

عبدالرحمٰن کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا۔ ساتھ ہی محمد بن حسین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''ابن حسین! اس کو پکڑ کر ذرا باہر نکالو۔''

غصے کے عالم میں محمد بن حسین آگے بڑھا۔ اس کا بازو پکڑا اور کھینچتا ہوا ایک طرف لے گیا تھا۔ اس موقع پر صرف لمحہ بھر کے لئے عبدالرحمٰن نے اس کی طرف دیکھا پھر ابنِ حسین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ابنِ حسین! میں نے دو بار حکم دیا کہ ان میں سے جو تیغ زن ہے وہ باہر نکلے۔ یہ نہیں نکلا۔ دو بار اس نے میرے حکم کی عدولی کی ہے..... اس کا کام تمام کر دو۔''

ان الفاظ کا ادا ہونا تھا کہ ایک جھٹکے کے ساتھ ابن حسین نے اپنی تلوار نکالی اور اس شخص کو کاٹ کر رکھ دیا تھا۔

اس کام کی تکمیل کے بعد عبدالرحمٰن نے پھر پادریوں کی طرف دیکھا۔ اس تیغ زن کے مارے جانے پر ان پادریوں کی حالت پہلے سے بھی زیادہ بدتر ہو کر رہ گئی تھی۔ ان میں سے کچھ کھڑے نہ ہو پا رہے تھے۔ ڈر اور خوف کے مارے بیٹھ گئے تھے۔ ان کی ٹانگوں میں لرزش آ گئی تھی۔ یہاں تک کہ زور دار آواز میں عبدالرحمٰن نے انہیں مخاطب کیا۔

''اپنی جگہ پر سب کھڑے ہو جاؤ۔''

اس حکم کے جواب میں گرتے پڑتے سب کھڑے ہو گئے۔ انہیں خطرہ تھا کہ کھڑے نہ ہوئے، کہیں حکم عدولی کی سزا میں ان کی بھی گردنیں نہ کاٹ دی جائیں۔ یہاں تک کہ عبدالرحمٰن نے انہیں مخاطب کیا۔

''تم ایک بہت بڑے جرم کا ارتکاب کرنے والے تھے..... میں چاہوں تو ابھی تم سب کی گردن مار دینے کا حکم دے سکتا ہوں..... تمہارا بادشاہ گارشیا، لیون کا حکمران رومیر یا کوئی اور تمہاری اس موقع پر کوئی مدد نہیں کر سکتا..... تم نے ایک انتہائی گھٹیا اور گھناؤنے کام کی ذمہ داری اپنے ذمے لی..... تمہارے اندر جو تیغ زن تھا اسے میں

نے صرف حکم عدولی کی بنا پر اس کا سر قلم کرنے کی سزا دی ہے..... تمہیں میں معاف کرتا ہوں۔ آئندہ تم میں سے اگر کوئی بھی ایسے کسی جرم میں ملوث ہوا تو یاد رکھنا، ایسی بھیانک سزا دوں گا کہ تمہاری کئی نسلیں اسے اپنے لئے عبرت سمجھتی رہیں گی۔ اب تم واپس جاؤ، نبرہ کے بادشاہ گارشیا اور اس کی ماں تھیوڈورہ سے کہنا، جس قسم کے گھٹیا حربے تم لوگ استعمال کر رہے ہو، ایسے حربے ہمارے لئے نقصان کا باعث نہیں بن سکتے۔ واپس جا کر گارشیا اور تھیوڈورہ سے کہنا کہ پہلا حربہ تم نے انفرادی مقابلے کا استعمال کرنا چاہا..... ایک تیغ زن کو نکالا تا کہ وہ نیزہ مار کر احمد بن یعلیٰ کا کام تمام کر دے لیکن ہم نے اسے ناکام بنا دیا..... اب یہ تمہارا دوسرا حربہ بھی ناکام ہو گیا ہے۔ اس کے علاوہ بھی اگر کوئی حربہ استعمال کرنا چاہتے ہو تو وہ کر دیکھو..... خداوند نے چاہا تو ہم اسے بھی ناکام بنا دیں گے۔ اب تم سب جا سکتے ہو۔''

امیر عبدالرحمٰن کے ان الفاظ کو ان پادیوں نے اپنے لئے غنیمت جانا اور اس طرح وہ واپس بھاگے جس طرح بھوکی بھیڑیں باڑے سے نکلتی ہیں۔ تقریباً بھاگتے ہوئے وہ مسلمانوں کے پڑاؤ سے بلبونہ شہر کا رخ کر رہے تھے۔

ان پادریوں کے جانے کے تھوڑی ہی دیر بعد جب کہ امیر عبدالرحمٰن اپنے سالاروں کے ساتھ وہیں کھڑا ہوا تھا جہاں اس نے پادریوں کے ساتھ گفتگو کی تھی کہ دو مخبر اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے پڑاؤ میں داخل ہوئے۔ امیر عبدالرحمٰن سے ذرا فاصلے پر وہ اپنے گھوڑوں سے اترے، امیر عبدالرحمٰن اور سارے سالار بڑے غور سے ان کی طرف دیکھ رہے تھے دونوں قریب آئے پھر ان میں سے ایک عبدالرحمٰن کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''امیر محترم! اس وقت مختلف شہروں سے دشمن کے کافی بڑے لشکر بلبونہ کی مدد کے لئے روانہ ہونے والے ہیں۔ میرے خیال میں دو تین روز تک مختلف شہروں سے کئی لشکر بلبونہ کا رخ کریں گے۔ اس لئے کہ گارشیا اور ملکہ تھیوڈورہ نے مختلف شہروں کو یہ یقین دہانی کروائی ہے کہ کم از کم تین چار دن تک محاصرے کی صورت میں مسلمانوں کو روکے رکھیں گے۔ اس دوران وہ اگر ان کی مدد کے لئے پہنچ جائیں تو مسلمانوں کو پسپا کیا جا سکتا ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد وہ مخبر رکا پھر بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''امیر محترم! جن شہروں سے بڑے بڑے لشکریوں کے دو تین دن تک بنبلونہ کی طرف آنے کی امید ہے ان میں سے زیادہ اہم الحجارہ، مشریط، منیا، فلیوش، کلنا، بقیرہ اور وشقہ جیسے اہم شہر ہیں۔''

آنے والا مخبر رکا پھر دوبارہ وہ کہہ رہا تھا۔ ''امیر! ان سارے شہروں میں سے جس وقت لشکر بنبلونہ والوں کی مدد کے لئے پہنچ گئے تو ان کی تعداد انتہائی زیادہ ہو جائے گی۔ ہمارا اندازہ ہے دشمن کے جس لشکر نے ناجرہ شہر کے نواح میں آپ سے جنگ کی تھی، اگر سارے شہروں کے لشکر جمع ہو گئے تو ان کی تعداد اس لشکر سے کئی گنا زیادہ ہو جائے گی۔''

جب تک وہ مخبر بولتا رہا عبدالرحمٰن بڑے توصیفی انداز میں اس کی طرف دیکھتا رہا۔ جب وہ خاموش ہوا تب ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''فی الحال تم دونوں آرام کرو ..... میں ابھی عصر کی نماز سے فارغ ہوا ہوں ..... تمہارا انعام تمہارے پاس پہنچ جائے گا ..... بہرحال آرام کرنے کے بعد تم لوگ پھر اپنے کام میں لگ جانا۔''

دونوں مخبر وہاں سے ہٹ گئے تھے۔ ان دونوں کے جانے کے بعد تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ عبدالرحمٰن نے اس موقع پر اپنے اطراف میں کھڑے اپنے سالاروں کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''میرے عزیزو! اب بولو تم کیا کہتے ہو ..... دیکھو، ابھی تک ہم نے بنبلونہ کا محاصرہ نہیں کیا۔ اگر ہم اس کا محاصرہ کرتے ہیں تو گارشیا اور اس کی ماں ملکہ تھیوڈورہ کا اندازہ درست ہے کہ محاصرے میں تین چار دن تو لگیں گے۔ اس لئے کہ بنبلونہ میں ایک خاصا بڑا لشکر موجود ہے۔ اس کے علاوہ بنبلونہ کی فصیل کافی بلند، مضبوط اور مستحکم ہے۔ اس کے اوپر جو برج ہیں وہ نئے بنے ہوئے ہیں لہٰذا فصیل کا کچھ حصہ گرنے یا رسوں کی سیڑھیوں کی مدد سے شہر میں داخل ہنے کے لئے ہمیں کچھ دن لگ سکتے ہیں۔ اس دوران ہمارے لئے دو مسائل مزید بھی سامنے آئیں گے۔ پہلا یہ کہ لیون اور جلیقیہ کے لشکر رات کے وقت ہم پر شب خون مار سکتے ہیں۔ وہ اپنی کارروائیاں دن کے وقت بھی کر سکتے ہیں۔ دن کے وقت اگر ہم بنبلونہ پر حملہ آور ہونے کی کوشش کریں تو میرے خیال میں وہ اچانک دائیں بائیں سے نمودار ہو کر ہماری توجہ اپنی

طرف کر کے بنبلونہ کی طرف ہماری کارروائیوں کو روک سکتے ہیں اور اگر اسی دوران ان مختلف شہروں سے بھی لشکر یہاں پہنچ گئے جن کی نشاندہی ہمارے مخبروں نے کی ہے تو میرے خیال میں بنبلونہ کے نواح میں حالات ہمارے لئے خاصے پیچیدہ ہوتے چلے جائیں گے۔''

عبدالرحمٰن الثالث یہاں تک کہنے کے بعد خاموش ہوا تب احمد بن یعلیٰ نے لمحہ بھر کے لئے اس کی طرف غور سے دیکھا پھر کہنے لگا۔

''امیر محترم! اس موقع پر میرے ذہن میں ایک تجویز آئی ہے..... وہ میں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں ..... اگر آپ یہ خیال کریں کہ اس پر عمل کرتے ہوئے ہم سارے دشمنوں کو اپنے سامنے رگیدنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں تو میرے خیال میں اس پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔''

احمد بن یعلیٰ کے ان الفاظ کے جواب میں عبدالرحمٰن نے مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''احمد بن یعلیٰ قسم خداوند قدوس کی ..... میں یہی چاہتا تھا کہ جو کچھ میں نے کہا ہے اس سے متعلق پہلے تم ہی بولو ..... بہرحال تم چونکہ میری امیدوں کے مطابق بولے ہو لہٰذا تفصیل کے ساتھ کہو کیا کہنا چاہتے ہو ..... مجھے امید ہے جو تجویز بھی تم پیش کرو گے اس پر عمل کرتے ہوئے ہمارے سامنے کامیابی اور کامرانی کی بساط بچھتی چلی جائے گی۔''

عبدالرحمٰن کے خاموش ہونے پر احمد بن یعلیٰ نے کہنا شروع کیا۔ ''امیر محترم! میں چاہتا ہوں کہ عشاء کی نماز کے بعد جب لشکری کھانا کھانے سے فارغ ہو جائیں، ہم اپنا پڑاؤ یہاں سے اٹھا لیں۔ فی الحال بنبلونہ کو اس کے حال پر چھوڑ دیں۔ یہاں سے ہٹنے سے پہلے ان علاقوں کی طرف اپنے مسلح جوان اور مخبر پھیلا دیں جن علاقوں میں لیون اور جلیقیہ کے لشکریوں نے ہمارے خلاف گھات لگا رکھی ہے اور جہاں سے نکل کر وہ ہم پر شب خون مارنے کا فیصلہ بھی کر سکتے ہیں۔

اس کارروائی کے بعد پورے لشکر کو لے کر پیچھے ہٹ جائیں تاہم پڑاؤ کے اندر مشعلیں جلتی رہیں۔ بنبلونہ کی فصیل کے اوپر جو لشکری ہیں انہیں خبر نہیں ہونی چاہیے کہ ہم نے یہاں سے پڑاؤ ہٹا لیا ہے۔ یہاں سے ہٹنے کے بعد بنبلونہ سے ذرا فاصلے

پر جانے کے بعد لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر لیا جائے۔ امیر محترم! ایک حصہ آپ اپنے پاس رکھیں، دوسرا میری کمانداری میں دے دیں۔ میں لیون کے لشکر پر شب خون مار دوں گا اور آپ رات کے وقت جلیقیہ کے لشکر پر حملہ آور ہو جانا۔ اس طرح وہ دونوں لشکر جو ہم پر شب خون مارنے کی تیاریاں کر رہے ہیں، ان سے پہلے ہی جب ان پر شب خون مارا جائے گا تو ان کے پاؤں تلے سے زمین نکل جائے گی۔ میں چاہتا ہوں ان دونوں لشکروں پر حملہ آور ہو کر انہیں بدترین شکست دے کر ان کی طاقت اور قوت کو منتشر کرنے کے بعد ہم ان شہروں کا رخ کریں جہاں جہاں سے بھی نبرہ کی سلطنت کو مدد مل سکتی ہے۔ جب ہم ان سارے شہروں کے چھوٹے بڑے لشکروں کو بالکل مفلوج اور منتشر کر کے رکھ دیں گے تو پھر نبرہ کی طرف آئیں گے۔ اسے اطاعت پر مجبور کریں گے اس کے بعد جلیقیہ کا رخ کریں گے۔ میرے خیال میں اگر ہم ایسا کریں تو کوئی بڑی طاقت ہمارے راستے میں حائل نہیں ہو گی۔''

احمد بن یعلیٰ جب خاموش ہوا تب عبدالرحمٰن اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ ''یعلیٰ کے بیٹے! جو کچھ تم نے کہا ہے یہی سمجھ لو یہ ہی حرفِ آخر ہے۔ اسی پر عمل کیا جائے گا اور مجھے امید ہے کہ اس طرح سارے لشکروں پر باری باری حملہ آور ہو کر ہم ان کی کمر توڑ کر رکھ دیں گے اور کہیں بھی ان سارے لشکریوں کو یکجا اور مجتمع ہونے کا موقع فراہم نہیں کریں گے۔

اب تم سب لوگ ایسا کرو مغرب کی نماز سے پہلے اپنا سارا ضروری سامان سمیٹ لو، مغرب کی نماز کے بعد فوراً لشکریوں کے کھانے کا اہتمام کیا جائے۔ پھر عشاء کی نماز کے بعد ہم اپنے کام کی ابتدا کر دیں گے۔''

اس کے ساتھ ہی عبدالرحمٰن وہاں سے ہٹ گیا تھا۔ باقی سارے سالار رات کے وقت کوچ کے انتظامات میں لگ گئے تھے۔

دوسری طرف جب سارے پادری بنبلونہ شہر میں داخل ہوئے تو اس وقت ملکہ تھیوڈورہ اور اس کا حکمران بیٹا گارشیا، انجلینا، اس کا بھائی اورڈینو اور اُن کے کچھ عزیز و اقارب بھی وہاں کھڑے ہوئے تھے۔ پادریوں نے جب واپس آ کر اپنے تیغ زن کے مارے جانے اور اپنے ساتھ کیے جانے والے سلوک کی تفصیل بتائی تب گارشیا اور ملکہ

تھیوڈورہ دنگ رہ گئے تھے۔

کچھ دیر خاموشی رہی پھر ملکہ تھیوڈورہ ان پادریوں کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ ''تم اپنے اپنے کلیسا کی طرف جا کر آرام کرو۔''

ملکہ تھیوڈورہ کے ان الفاظ کے جواب میں سارے پادری وہاں سے چلے گئے تھے۔ ان کے جانے کے بعد بھی تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر ملکہ تھیوڈورہ اپنے بیٹے گارشیا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''گارشیا! سمجھ نہیں آتا کہ اس قدر یقینی اور پائیدار جاسوسی ہمارے خلاف کون کر رہا ہے۔ احمد بن یعلیٰ کا خاتمہ کرنے کے لئے ہم نے جس تیغ زن کا انتخاب کیا، اس کی ناکامی میں بھی ہمارے کسی اپنے آدمی یا عبدالرحمٰن کے جاسوسوں کی اعلیٰ کارکردگی کا اظہار ہے۔ احمد بن یعلیٰ کو کیسے خبر ہو گئی کہ ہمارا وہ تیغ زن اس پر نیزے سے حملہ کرے گا لہٰذا اس نے اس کا نیزہ کھینچ لیا اور اپنے سامنے بے بس کر دیا۔ اور آج عبدالرحمٰن اور اس کے سالاروں کو کیسے خبر ہو گئی کہ ان پادریوں کے اندر ایک ایسا تیغ زن بھی ہو گا جس سے ہم نے کام لینا ہے اور پھر عبدالرحمٰن نے اس تیغ زن کو علیحدہ کر کے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا اور پادریوں کو ان کی عبائیں اتار کر غیر مسلح بھی کیا گیا۔ ان سارے عوامل سے پتا چلتا ہے کہ کوئی ہمارے خلاف کامیابی کے ساتھ جاسوسی کر رہا ہے اور ہمارے سارے افعال، ہماری ساری منصوبہ بندی کو ناکام بناتا چلا جاتا ہے۔''

ملکہ تھیوڈورہ یہاں تک کہنے کے بعد رکی پھر اپنے بیٹے گارشیا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''گارشیا! اب ہمیں گہری نگاہ رکھنی ہو گی کہ کون مسلمانوں کے لئے جاسوسی کرتا ہے یا مسلمانوں کے وہ کون سے جاسوس ہیں جو ہم پر مسلط ہو چکے ہیں۔''

ان کے ساتھ ہی غصے کا اظہار کرتے ہوئے ملکہ تھیوڈورہ قصر کی طرف مڑی۔ گارشیا بھی اس کے ساتھ ہو لیا تھا۔ اس موقع پر انجلینا بڑی پریشان تھی۔ وہ اور اس کا بھائی اور دوسرے عزیز اقارب بھی ملکہ اور گارشیا کے پیچھے پیچھے ہو لئے تھے۔

تھیوڈورہ اور گارشیا جب قصر کے اندر اپنی اپنی خواب گاہ کی طرف چلے گئے تب اورڈینو بھی اس طرف چلا گیا جہاں اس کی رہائش تھی۔ جب کہ انجلینا نے بڑی

فکرمندی سے اپنی خواب گاہ کا رخ کیا تھا۔ جب وہ اپنے کمرے میں داخل ہوئی تو اس وقت حسب سابق قرسینا کمرے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ انجلینا کو پریشان اور فکرمند دیکھتے ہوئے قرسینا اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ انجلینا کمرے میں داخل ہوئی، پہلے اس نے کمرے کا دروازہ بند کیا، اس کے اس طرح کمرے میں داخل ہونے کے بعد کمرے کا دروازہ بند کرنے پر قرسینا مزید پریشان اور فکرمند ہوگئی تھی۔ انجلینا آگے بڑھی، قرسینا کے سامنے بیٹھ گئی کچھ دیر خاموشی رہی پھر انجلینا قرسینا کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''قرسینا میری بہن! حالات اب تیرے ہی خلاف نہیں میرے بھی انتہا درجہ کے خلاف ہوتے چلے جارہے ہیں۔''

اس کے بعد انجلینا نے پادریوں کے ناکام واپس آنے، پادریوں کے اندر جو تیل زن گیا تھا اس کے مارے جانے اور جواب میں اس موقع پر تھیوڈورہ اور گارشیا نے آپس میں جو گفتگو کی تھی اس کی ساری تفصیل قرسینا سے کہہ دی تھی۔

قرسینا کچھ دیر تک خاموش رہ کر سوچتی رہی پھر انجلینا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''اس کا مطلب ہے تمہاری نانی اور ماموں یہ شک بھی کرنے لگے ہیں کہ محل کے اندر بھی کوئی ان کی جاسوسی کرتا ہے۔''

قرسینا اپنی بات مکمل نہ کرسکی اس لئے کہ انجلینا پھر بول اٹھی۔ ''قرسینا میری بہن! تمہارا اندازہ درست ہے اور اگر کسی کو پتا چل گیا کہ ہم گودیرہ سے کام لے رہے ہیں تو میری بہن! سارا الزام ہم دونوں پر آئے گا اور ہم دونوں کو یقیناً موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔ اگر ثابت ہوگیا کہ ہم دونوں بہنیں احمد بن یعلیٰ سے رابطہ رکھتی ہیں اور اس کی بہتری اور بھلائی کے لئے کام کر رہی ہیں تو جو رشتہ میرا ملکہ تھیوڈورہ اور گارشیا کے ساتھ ہے وہ دونوں اس رشتے کو بالکل فراموش کر دیں گے اور میری گردن کاٹنے میں ایک لمحے کی بھی تاخیر نہیں کریں گے۔ ایسی صورت میں میری بہن! ہم دونوں بہنوں کو مصلوب کر دیا جائے گا۔ میں نہیں چاہتی کہ ایسا ہو..... میری یہ بھی خواہش ہے کہ اگر ایسا کوئی سماں آئے تو ہم دونوں بہنیں کسی نہ کسی طرح یہاں سے نکل کر کسی محفوظ جگہ چلی جائیں..... میری بہن! میں تمہاری رفاقت کو ترک نہیں کر

سکتی..... میں دنیا کو چھوڑ سکتی ہوں، ہر ایک کی ناراضگی مول لے سکتی ہوں لیکن جو [illegible]، جو تعلق، جو محبت اور چاہت مجھے تمہارے ساتھ ہے اس پر میں ہر چیز قربان اور [illegible] کرسکتی ہوں۔''

انجلینا کے خاموش ہونے پر کمرے میں پھر تھوڑی دیر تک خاموشی رہی اس کے [illegible] بڑی رازداری اور دھیمی سی آواز میں قرسینا، انجلینا کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''انجلینا میری بہن! جو ہمدردی، جو چاہت تمہیں مجھ سے ہے میں زندگی بھر اس [illegible] کرتی رہوں گی..... پر میں یہ بھی پسند نہیں کرتی کہ میری وجہ سے تم پر کوئی مصیبت [illegible] حرف گیری آئے لہٰذا میں یہ پسند کروں گی کہ اگر کسی کو ہم پر شک ہوگیا تو میں گودیرہ کو لے کر یہاں سے بھاگ جاؤں گی۔ میرے بھاگنے پر سب کو مجھ پر ہی شک ہوگا کہ میں مسلمانوں کے لئے جاسوسی کرتی رہی ہوں..... تمہارے نہ بھاگنے پر سب کو یقین ہو جائے گا کہ تم میرے ساتھ اس خواب گاہ میں رہتی ضرور رہی ہو لیکن جاسوسی کے کام میں میرے ساتھ ملوث نہیں رہی ہو۔''

قرسینا جب خاموش ہوئی تب شکایت بھرے انداز میں انجلینا کہنے لگی۔ ''قرسینا میری بہن! یہ بات تم نے آج کہی ہے آئندہ نہ کہنا..... اگر کوئی ایسا موقع آن پڑا کہ میری بہن کو یہاں سے بھاگنا پڑا تو یاد رکھنا میں تمہیں تنہا نہیں بھاگنے دوں گی۔ تمہارے ساتھ جاؤں گی اس لئے کہ تمہارے یہاں سے چلے جانے کے بعد میں بھی محفوظ نہیں رہوں گی۔ میری نانی اور ماموں کا کوئی نہ کوئی جاسوس شکاری کتوں کی طرح اصلیت کی بو سونگھ کر ان کو بتا دے گا کہ جس کام کی وجہ سے قرسینا بھاگی ہے اس کام میں میں بھی ملوث رہی ہوں۔ لہٰذا تم اکیلی جاتی ہو تو یاد رکھنا تمہارے جانے کے بعد یہ لوگ مجھے مصلوب کرنے میں لمحہ بھر کی بھی تاخیر نہیں کریں گے۔ بہرحال پریشان اور فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اب میں حالات پر گہری نگاہ رکھوں گی اور جب میں نے دیکھا کہ خطرات ہمارے اردگرد منڈلانے لگے ہیں تو پھر دونوں بہنیں اپنی حفاظت کا انتظام کرنے کے لئے ایک لمحے کی بھی تاخیر نہیں کریں گی۔ دیکھو ہماری خواب گاہ کا دروازہ زیادہ دیر تک بند نہیں رہنا چاہیے اس طرح ہر ایک کو شک ہوگا..... میں دروازہ کھولتی ہوں اس کے بعد کسی دوسرے موضوع پر گفتگو کرتی ہیں۔''

قرسینا نے اس سے اتفاق کیا پھر انجلینا اٹھی، اپنی خواب گاہ کا دروازہ اس نے کھول دیا پھر پہلے کی طرح قرسینا کے پاس بیٹھ کر کسی اور موضوع پر گفتگو کرنے لگی تھی۔

اسی روز امیر عبدالرحمٰن نے احمد بن یعلیٰ کی تجویز پر عمل کرنے کی ابتدا کی۔ مغرب کی نماز کے بعد سارے لشکریوں کو کھانا کھلا دیا گیا تھا۔ پڑاؤ کی ہر چیز سمیٹ لی گئی تھی لیکن پڑاؤ کے اندر مشعلیں روشن کر دی گئی تھیں۔ مشعلیں اس لئے روشن کی گئی تھیں تاکہ بنبلونہ شہر کی فصیل کے اوپر جو پہرہ دینے والے محافظ ہیں ان کے ذہن میں یہی بات بیٹھی رہے کہ مسلمان ابھی تک پڑاؤ کیے ہوئے ہیں۔ جب کہ کھانے کے بعد امیر عبدالرحمٰن نے اپنے کچھ مسلح جوان اور مخبر ان علاقوں کی طرف روانہ کر دیئے تھے جہاں جہاں لیون اور جلیقیہ کے لشکروں نے گھات لگا رکھی تھی کچھ مخبر اپنے پاس بھی رکھے جو ان علاقوں تک رات کے وقت رہنمائی کا کام سرانجام دے سکیں۔

آخر عشاء کی نماز کے بعد امیر عبدالرحمٰن نے اپنے لشکر کے ساتھ وہاں سے کوچ کیا تھا۔ بنبلونہ شہر سے کافی دور جانے کے بعد لشکر کو برابر دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ ایک حصہ عبدالرحمٰن نے اپنی کمانداری میں رکھا دوسرا احمد بن یعلیٰ کی سرکردگی میں دے دیا گیا تھا۔

پھر اپنے مخبروں اور طلایہ گروں کی رہنمائی میں امیر عبدالرحمٰن اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ اس سمت بڑھا جہاں جلیقیہ کے لشکر نے گھات لگا رکھی تھی جب کہ احمد بن یعلیٰ لیون کے لشکر کی طرف بڑھا تھا۔

امیر عبدالرحمٰن نے چونکہ اس سے پہلے ان علاقوں کی طرف اپنے مخبر اور مسلح جوان پھیلا دیئے تھے لہٰذا ان مسلح جوانوں نے ادھر اُدھر پھیلتے ہوئے دشمن کے جاسوسوں کا صفایا کر دیا تھا جس کی بنا پر جلیقیہ اور لیون کے لشکر ابھی تک ان ہی سوچوں میں غرق تھے کہ جونہی رات گہری ہو گی وہ اپنی اپنی گھات سے نکلیں گے اور مسلمانوں پر شب خون ماریں گے۔

لیکن ان کی بدقسمتی، اتنی دیر تک احمد بن یعلیٰ رات کی گہری تاریکی میں لیون کے لشکر پر حملہ آور ہو گیا تھا جب کہ عبدالرحمٰن نے جلیقیہ کے لشکر پر یلغار کر دی تھی۔

رات کی گہری تاریکی میں احمد بن یعلیٰ نے لیون کے لشکر کو پوری طرح کھنگال کر رکھ دیا تھا۔ ان کے کافی لشکریوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا باقی کو منتشر ہونے پر مجبور کر دیا تھا اور ایسی ہی حالت لمحوں کے اندر امیر عبدالرحمٰن نے جلیقیہ کے لشکر کی بھی کر دی تھی۔ جلیقیہ کے لشکر کے بھی بہت سے افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ بچنے والے اپنی جانیں بچانے کے لئے ادھر اُدھر منتشر ہو گئے۔ رات کی گہری تاریکی میں اپنی یہ کارروائی کرنے کے بعد صبح کا سورج طلوع ہونے سے پہلے ہی پہلے احمد بن یعلیٰ اور امیر عبدالرحمٰن پھر ایک جگہ اکٹھے ہو گئے تھے۔ اس کے بعد صلاح مشورہ کرنے کے بعد امیر عبدالرحمٰن اپنے پورے لشکر کے ساتھ الحجارہ کی طرف بڑھا تھا۔

لیسانہ ایک روز لیون کے قصر میں اپنے کمرے میں بیٹھی ہوئی تھی کہ اس کے کمرے میں یوراکہ داخل ہوئی۔ آگے بڑھ کر وہ چپ چاپ لیسانہ کے سامنے بیٹھ گئی تھی۔ اس سے پہلے لیسانہ بھی سنجیدگی کے عالم میں تھی جب کہ یوراکہ کے چہرے پر بھی بڑی متانت کے تاثرات تھے۔ کمرے میں تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر گفتگو کا آغاز یوراکہ نے کیا۔ لیسانہ کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

''لیسانہ، میری بہن! یہ ہمارے لئے کیسی بری بری خبریں آنا شروع ہوگئی ہیں۔ لگتا ہے ان مسلمانوں کے مقابلے میں ہماری قسمت، ہمارے مقدر میں کوئی فتح، کوئی کامیابی ہے ہی نہیں۔''

یوراکہ جب خاموش ہوئی تب لیسانہ بھی کسی قدر پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''یوراکہ میری بہن! تمہارا کہنا درست ہے ..... مجھے بھی ان ہی خبروں نے پریشان کر رکھا ہے ..... آج صبح ہی صبح نبرہ کی طرف سے کچھ قاصد آئے تھے اور انہوں نے بڑی تفصیل کے ساتھ خبریں رومیر کو پہنچائی ہیں اور وہ خبریں اب قصر سے باہر نکل کر شہر کے اندر بھی گردش کرنا شروع ہوگئی ہیں اور ان خبروں کی وجہ سے ہمارے لوگ بھی کسی قدر بددلی اور لاچارگی کا شکار ہونا شروع ہو گئے ہیں۔ یہ خبریں سننے کے ساتھ ہی رومیر، اورڈنیو اور شانجہ تو مستقر کی طرف جا چکے ہیں لیکن مجھے ان خبروں نے انتہا درجہ کا پریشان اور افسردہ کر رکھا ہے۔ مسلمان اگر اسی طرح یلغار کرتے رہے تو پھر کوئی قوت بھی ان کے سامنے ٹھہر نہ سکے گی۔ اس وقت وہ بنبلونہ شہر کے گرد و نواح میں ہیں۔ بنبلونہ میں اب کوئی ایسی قوت نہیں جو ان کا مقابلہ کر سکے۔ اگر انہوں نے نبرہ کی مملکت کو اپنے سامنے پوری طرح زیر کر لیا تو میرا اندازہ ہے وہ جلیقیہ کا رخ کریں گے۔ اس لئے کہ نبرہ اور جلیقیہ دونوں نے مسلمانوں کے خلاف رومیر کی مدد کی تھی اور میرے خیال میں مسلمانوں کا حکمران عبدالرحمٰن ان دونوں سلطنتوں کو ان کے اس اقدام کی سزا دینے پر تلا ہوا ہے۔''

لیسانہ جب خاموش ہوئی تو اس جیسی افسردہ اور پریشان کن انداز میں یوراکہ بول اٹھی۔

''لیسانہ میری بہن! مسلمان کہیں بھی کارروائی کریں ہمارے لئے دکھ اور اذیت کا باعث ہے ..... اگر وہ لیون کے خلاف جنگ کرتے ہیں تو لیون ہماری اپنی مملکت ہے ..... ہمارا گھر ہے۔ اس پر حملے کا ہم سب کو دکھ ہوگا ..... اگر وہ جلیقیہ پر حملہ آور ہوتے ہیں تو لیسانہ جلیقیہ تمہارا میکا ہے۔ اس لحاظ سے وہاں بھی ہمارا ایک ناطہ اور رشتہ ہے ..... ان کو اگر تکلیف پہنچتی ہے تو ان کی تکلیف ہماری تکلیف ہے ..... مسلمان اگر نبرہ پر حملہ آور ہوتے ہیں تو نبرہ میرا میکا ہے۔ ان کی تباہی ہماری تباہی ہے ..... لہٰذا مسلمان ان دنوں جس طرف بھی رخ کریں گے، ہمارے لئے دکھ اور تکلیف کا باعث بنیں گے۔''

یہاں تک کہتے کہتے یوراکہ کو رک جانا پڑا اس لئے کہ عین اسی لمحہ کمرے میں رومیر داخل ہوا تھا۔ اپنی حالت سے وہ بڑا بکھرا بکھرا پریشان سا لگ رہا تھا۔ اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے لیسانہ اور یوراکہ دونوں اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ رومیر آہستہ آہستہ آگے بڑھا، دونوں کے سامنے بیٹھ گیا۔ اس موقع پر یوراکہ نے اسے مخاطب کیا۔

''کیا اب پھر کوئی بری خبر ہمارے لئے آ گئی ہے۔''

جواب میں رومیر نے ایک لمبا سانس لیا پھر کہنے لگا۔ ''پہلے ہی بری خبریں سر اٹھانے کا موقع فراہم نہیں کر رہیں۔ اچھا ہوا تم دونو ایک ہی کمرے میں بیٹھی ہوئی ہو۔ میں ایک بہت بڑا قدم اٹھانے لگا ہوں اور وہ قدم اٹھانے سے پہلے تم دونوں کو آگاہ کرنا ضروری ہے۔''

رومیر جب خاموش ہوا تو کچھ دیر تک لیسانہ اور یوراکہ دونوں پریشانی سے اس کی طرف دیکھتی رہیں پھر لیسانہ نے تجسس بھرے انداز میں رومیر کو مخاطب کیا۔

''کیسا بڑا قدم .....؟''

''میں مستقر کی طرف گیا ہوا تھا۔ وہاں سے میں اپنے کچھ قاصدوں کو اپنے

ساتھ لے کر آیا ہوں۔ ان قاصدوں کو میں ایک بہت بڑی مہم پر روانہ کرنا چاہتا ہوں۔ ان کی روانگی سے پہلے تم دونوں سے مشورہ کرنا ضروری تھا۔ ان قاصدوں کو میں نبرہ کی طرف روانہ کر رہا ہوں۔ ملکہ تھیوڈورہ اور گارشیا دونوں سے استدعا کر رہا ہوں کہ قرسینا اور انجلینا دونوں کو گرفتار کر کے کچھ محافظ دستوں کی نگرانی میں میرے پاس بھیج دیں۔''

رومیر کے ان الفاظ پر لیسانہ اور یوراکہ دونوں چونک سی پڑی تھیں پھر بکھری سی آواز میں یوراکہ بول اٹھی۔

''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں .....؟''

گھورنے کے انداز میں رومیر نے یوراکہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔''میں وہی کچھ کہہ رہا ہوں جو تم دونوں نے سنا ہے ..... مسلمان جو جگہ جگہ کامیاب ہو رہے ہیں ان کی کامیابی بغیر کسی علت کے نہیں، اس کی ایک وجہ ہے اور اس کی وجہ سب سے پہلے میری بیٹی قرسینا ہے ..... تم دونوں ذرا ماضی کی طرف جاؤ جس وقت مسلمانوں نے سمورہ شہر فتح کیا تھا اور مجھے ان کے مقابل میں پسپائی ہوئی تھی اور میں نے کوہستانی سلسلے کے اندر پڑاؤ کر لیا تھا۔ وہاں میں نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر کے مسلمانوں کے ایک حصے پر شب خون مارنے کا منصوبہ بنایا تھا تاکہ دوسرا حصہ کوہستانی سلسلے کے اندر گھسے اور میں نا صرف اس لشکر کو نقصان پہنچاؤں بلکہ احمد بن یعلیٰ کو بھی گرفتار کر لوں لیکن تم جانتی ہو ہمارا جو لشکر شب خون مارنے کے لئے گیا، اسے مسلمانوں نے گھیر کر اس کا خاتمہ کر دیا اور احمد بن یعلیٰ مجھ پر حملہ آور ہونے کے لئے کوہستانی سلسلے میں داخل ہی نہ ہوا حالانکہ اس سے پہلے مسلمان یہ منصوبہ بندی کر چکے تھے کہ کوہستانی سلسلے کے اندر داخل ہو کر احمد بن یعلیٰ حملہ آور ہوگا۔ اس منصوبہ بندی سے صرف ایک دن پہلے قرسینا نے احمد بن یعلیٰ کو ترغیب دینے کے بہانے اس سے ملاقات کی تھی۔ اس نے اسے کوئی ترغیب نہیں دی تھی بلکہ میں سمجھتا ہوں قرسینا اب احمد بن یعلیٰ سے محبت کرنے لگی ہے۔ اس نے احمد بن یعلیٰ کو ہماری ساری منصوبہ بندی سے آگاہ کر دیا ہوگا۔ اسی بنا پر ہماری منصوبہ بندی ناکام اور ناکارہ گئی۔

اب جو خبریں نبرہ سے آئی ہیں تو انہوں نے مجھے پختہ یقین دلایا ہے کہ ہمارے خلاف جاسوسی کرنے میں میری بیٹی کے ساتھ ساتھ انجلینا بھی شامل ہے۔ احمد بن یعلیٰ کا خاتمہ کرنے کے لئے انفرادی مقابلے کا اہتمام کیا گیا۔ ہمارے تیغ زن نے اسے نیزہ مارنا تھا اور اس کا خاتمہ کر دینا تھا لیکن احمد بن یعلیٰ نے میدان میں اترتے ہی ہمارے تیغ زن کا نیزہ کھینچ لیا تھا۔ اسے خواب تو نہیں آ گیا تھا کہ اس پر ہمارا تیغ زن نیزہ پھینکے گا۔ اسے کسی نے بتایا تھا کہ نیزے سے تم پر وار کیا جائے گا۔ اس طرح میری بیٹی اور انجلینا ہی کی وجہ سے ہمارا تیغ زن مارا گیا۔ اس کے بعد جب ملکہ تھیوڈورہ نے پادریوں کا ایک وفد صلح کے بہانے بھیجا تاکہ احمد بن یعلیٰ کا خاتمہ کر دیا جائے بلکہ یہ بھی فیصلہ کر لیا گیا تھا کہ ان پادریوں کے ذریعے خود عبدالرحمٰن کا بھی خاتمہ کرا دیا جائے گا۔ لیکن جونہی وہ پہنچے عبدالرحمٰن نے ان میں سے ہمارے تیغ زن کو علیحدہ کر کے اس کا کام تمام کر دیا۔ سارے پادریوں کو نہتا کر کے بلبونہ کی طرف بھیج دیا۔ کیا یہاں بھی عبدالرحمٰن کو کوئی خواب آ گیا تھا کہ پادری ان کے لئے خطرے کا باعث بن سکتے ہیں۔ یہاں بھی عبدالرحمٰن یا احمد بن یعلیٰ کو پہلے اس منصوبہ بندی کی اطلاع کر دی گئی تھی۔

تم دونوں مجھ سے یہ پوچھو گی کہ اس میں قرسینا اور پھر انجلینا کیسے ملوث ہیں تو اس کے لئے میرا جواب ذرا غور سے سنو۔

قرسینا جس وقت یہاں لیون میں تھی اس وقت بھی ہماری منصوبہ بندی خاک میں ملی۔ اب قرسینا میرا اندازہ ہے یوں ہی لیون سے نکل کر نبرہ کی طرف نہیں گئی۔ اس کا مسلمانوں کے ساتھ رابطہ ہوگا۔ اسے خبر دی گئی ہوگی کہ اب عبدالرحمٰن شمالی علاقوں پر حملہ آور ہوگا لہٰذا وہ انجلینا سے ملنے کے بہانے نبرہ چلی گئی۔ اب جو آخری صورت حال ملکہ تھیوڈورہ اور گارشیا کے ذریعے مجھے روانہ کی ہے اس کے مطابق قرسینا اور انجلینا دونوں ایک ہی کمرے میں رہائش رکھتی ہیں۔ تم دونوں مانو یا نہ مانو مجھے اب پورا پکا یقین ہے کہ قرسینا اور انجلینا دونوں کا احمد بن یعلیٰ سے باقاعدہ رابطہ ہے کیونکہ وہاں رہتے ہوئے قرسینا اتنے بڑے بڑے کام اکیلی سرانجام دے ہی نہیں سکتی، نہ ہی اسے نبرہ کے قصر میں کیے جانے والے ایسے فیصلوں کی خبر ہو سکتی ہے۔ ان فیصلوں سے اسے انجلینا آگاہ کرتی ہوگی۔ اس کے بعد قرسینا کسی خاص طریقے سے ساری اطلاعات احمد بن یعلیٰ تک پہنچاتی ہوگی۔ قرسینا میری بیٹی ہے، انجلینا بھتیجی ہے لہٰذا دونوں کو میں خود ہی سزا دوں گا۔ اس بنا پر میں قاصد بھیج رہا ہوں تاکہ دونوں کو گرفتار کر کے یہاں لایا جائے۔''

اس کے ساتھ ہی رومیر اٹھ کھڑا ہوا اور فیصلہ کن انداز میں کہنے لگا۔ ''بس میں یہ بات تم دونوں کے ذہنوں میں ڈالنا چاہتا تھا اور ساتھ ہی تم دونوں سے یہ بھی کہوں گا کہ اس سلسلے میں تم دونوں میں سے کوئی اعتراض نہیں کرے گی۔''

اس کے ساتھ ہی غصے اور خفگی کا اظہار کرتے ہوئے رومیر قصر کے اس کمرے سے نکل گیا تھا۔

انجلینا بھاگتی ہوئی اپنی خواب گاہ میں داخل ہوئی تھی۔ اس وقت سہ پہر کا وقت تھا کمرے میں اس وقت قرسینا اپنا ذاتی سامان درست کر رہی تھی۔ انجلینا جب بھاگتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی تب قرسینا فکرمند ہو گئی۔ کمرے میں آتے ہی بڑے پریشان کن اور تفکرات میں انجلینا بڑی رازداری اور دھیمی آواز میں قرسینا کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''قرسینا میری بہن! جلدی کرو دونوں بہنیں اپنا ذاتی سامان جس قدر سمیٹ سکتی ہیں سمیٹیں، خرجینوں میں ڈالیں اور یہاں سے بھاگنے والی بات کریں۔''

اس موقع پر قرسینا نے جو کپڑے ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھے، پریشانی اور فکرمندی میں وہ کپڑے گر گئے تھے پھر بے پناہ دکھ کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''کیا ہوا میری بہن؟''

جواب میں انجلینا پھر پریشان کن آواز میں کہنے لگی۔ ''ابھی ابھی تمہاری اماں کی طرف سے ایک پیغامبر آیا ہے وہ گودیرہ سے ملا ہے ..... اس نے انکشاف کیا ہے کہ تمہارے باپ نے مجھے اور تمہیں دونوں کو گرفتار کرنے کے لئے کچھ قاصد بھجوائے ہیں۔ وہ قاصد میری نانی اور ماموں سے ملیں گے اور ان سے کہیں گے کہ ہم دونوں کو گرفتار کر کے چند محافظ دستوں کے ساتھ لیون روانہ کر دیا جائے ..... تمہارا باپ مجھے اور تمہیں دونوں کو سزا دینا چاہتا ہے اس لئے کہ اسے یقین ہو گیا ہے کہ ہم دونوں مسلمانوں کے لئے جاسوسی کرتی رہی ہیں۔

جو قاصد تمہارے باپ رومیر نے بھجوائے ہیں اور ابھی تک یہاں نہیں پہنچے، تمہاری اماں کی بڑی مہربانی کہ اس کا بھیجا ہوا قاصد پہلے ہی پہنچ گیا ہے لہٰذا اس نے تنبیہہ کر دی ہے کہ ہم دونوں بہنوں کو فی الفور بنبلونہ سے بھاگ نکلنا چاہیے ..... ورنہ تھوڑی دیر تک تمہارے باپ کے قاصد یہاں پہنچیں گے، ان کے پیغام سننے کے بعد ہم دونوں کو گرفتار کر کے لیون روانہ کر دیا جائے گا ..... ایک بار ہم دونوں بہنیں لیون پہنچ گئیں تو تمہارا باپ ہر رشتے کو فراموش کرتے ہوئے ہم دونوں کو مصلوب کر دے گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد انجلینا رکی پھر دوبارہ کہنے لگی۔ ''جلدی کرو اب سامان سمیٹیں ..... تمہاری ماں کی طرف سے جو قاصد آیا ہے وہ اور گودیرہ دونوں یہاں سے بھاگ گئے ہیں ..... وہ کسی گمنام راستے سے لیون چلے جائیں گے اس لئے کہ کسی کو ان سے متعلق خبر ہی نہیں ہے کہ وہ جاسوسی کا کام سرانجام دیتے رہے ہیں ..... میری بہن! ہمارے لئے یہ بھاگنے کا بہترین موقع ہے اس لئے کہ یہ وقت ہماری گھوڑ دوڑ کا ہے ..... بظاہر دونوں بہنیں گھوڑ دوڑ کے لئے نکلتی ہیں اور اپنا آپ بچا کر بھاگنے والی بات کرتی ہیں ..... جلدی کرو میری بہن! اب دیر نہیں ہونی چاہیے۔''

قرسینا سارا معاملہ سمجھ گئی تھی لہٰذا دونوں بہنیں جلدی جلدی اپنے لباس کے علاوہ نقدی اور اپنا ضروریات کا دوسرا سامان خرجینوں میں بھرنے لگی تھیں۔

قرسینا اور انجلینا دونوں نے اپنے سامان کی دو بڑی بڑی چرمی خرجینیں بھر لی تھیں۔ جب وہ دونوں اپنی تیاری مکمل کر چکیں تب انجلینا اپنے کمرے سے نکل کر آہستہ آہستہ اصطبل تک گئی پھر جلدی سے لوٹ کر آئی اور قرسینا کو کہنے لگی۔

''میری بہن! جلدی کرو اس وقت راستے میں کوئی نہیں ہے ..... ہم دونوں بہنیں خرجینیں لے کر اصطبل میں جاتی ہیں اور گھوڑوں سے باندھ کر نکلنے والی بات کرتی ہیں۔''

قرسینا نے اس سے اتفاق کیا پھر دونوں بہنیں اپنی اپنی خرجینیں اٹھائیں، اس کمرے سے نکلیں اور اصطبل میں داخل ہوئیں۔ جلدی جلدی پہلے انہوں نے اپنے گھوڑوں پر زینیں ڈالیں، انہیں دھانے چڑھائے اس کے بعد زینوں کے ساتھ اپنا سامان بھی انہوں نے باندھ دیا۔ گھوڑوں پر سوار ہوئیں، گھوڑوں کو میانہ روی سے ہانکتی ہوئی وہ پہلے قصر سے نکلیں پھر بنبلونہ شہر سے باہر آئیں، کسی کو ان پر شک نہ ہوا اس لئے کہ وہ وقت ان کی گھوڑ دوڑ کا تھا۔ شہر سے کچھ فاصلے پر جانے کے بعد دونوں نے ایک رخ پر اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑا دیا تھا۔

امیر عبدالرحمٰن الثالث نے اپنے لشکر کے ساتھ الحجارہ شہر کا رخ کیا تھا۔ الحجارہ شہر

دریائے مینا ریز کے کنارے پر واقع تھا اور یہ دریا جنوب کی طرف بہتے ہوئے بڑے دریا تاجہ میں جا گرتا تھا۔ الحجارہ ایک عرصے سے مسلمانوں کا شہر چلا آ رہا تھا۔ یہ شہر دریا کے کنارے ایک بلند قطع زمین پر واقع تھا جس کی بلندی سمندر سے لگ بھگ دو ہزار فٹ تھی۔ رومنوں اور قدیم قوطی قوم کے زمانے میں اس شہر کا نام اتری تھا جس کے معنی پتھر یا حجر کے ہیں۔ اس لحاظ سے جب مسلمانوں نے اس شہر کو فتح کیا تو اس کا نام حجارہ رکھ دیا اور اس کے قریب جو مینا ریز نام کا دریا بہتا تھا اس کا نام دریائے حجارہ رکھ دیا۔

مسلمانوں میں یہ شہر مدینہ الفرج کے نام سے بھی کچھ عرصہ مشہور رہا۔ اس لئے کہ اسلامی عہد کے زمانے میں یہ بربروں کے ایک معزز خاندان بنی فرج کی جاگیر میں شامل رہا تھا۔ اسی بنا پر اس کا نام مدینۃ الفرج بھی رہا مگر زیادہ تر مشہور یہ الحجارہ کے نام سے ہی ہوا۔

الحجارہ کی شہر پناہ نہایت مضبوط تھی۔ اطراف میں جا بجا چشمے بھی بہتے تھے دریائے مینا ریز شہر کے مغربی حصے میں بہتا تھا جس کی وجہ سے وہاں کافی کھیت اور باغات تھے۔ اس شہر میں زیادہ تر زعفران کی پیداوار ہوتی تھی جس کا ذخیرہ کر کے یہاں سے دوسرے علاقوں کو زعفران بھیجا جاتا تھا۔

الحجارہ شہر شروع سے ہی مسلمانوں کے قبضے میں تھا کیونکہ عبدالرحمٰن کے مخبروں نے اطلاع دی تھی کہ الحجارہ کے گرد و نواح میں جو نصرانی آباد ہیں انہوں نے نبرہ والوں کی مدد کے لئے ایک خاصا بڑا لشکر جمع کر لیا ہے لہٰذا عبدالرحمٰن بڑی برق رفتاری سے ان علاقوں کی طرف بڑھا تھا لیکن جمع ہونے والے نصرانیوں کو جب خبر ہوئی کہ ان پر حملہ آور ہونے کے لئے عبدالرحمٰن بڑی تیزی سے ان کا رخ کر رہا ہے تو وہ منتشر ہو گئے اور اپنی جانیں بچانے کے لئے ادھر اُدھر بھاگ گئے۔

امیر عبدالرحمٰن اپنے لشکر کے ساتھ الحجارہ پہنچا۔ پہلے اس نے شہر کے استحکامات کا جائزہ لیا اس کے بعد اس نے شہر پر اپنے ایک سالار مطرب بن موسیٰ کو والی مقرر کیا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ عبدالرحمٰن نے مطرب بن موسیٰ کو اس لئے الحجارہ کا حاکم مقرر کیا کہ اس نے سمورہ کے قریب لڑی جانے والی جنگ میں بڑی شجاعت اور جرأت مندی کا مظاہرہ کیا تھا۔ مطرب بن موسیٰ کا تعلق بنی فرقون سے تھا اور بنی فرقون ایک عیسائی

خاندان تھا جو مسلمان ہو گیا تھا اور اس خاندان نے مسلمان ہو کر سپین میں مسلمانوں کی حکومت کے لئے قابل ذکر خدمات انجام دی تھیں۔

بہر حال نصرانیوں کا وہ لشکر جو الحجارہ کے گرد و نواح میں جمع ہو کر طاقت اور قوت پکڑنے کی کوشش کر رہا تھا، اسے عبدالرحمٰن نے منتشر کر دیا تھا۔ اب اس علاقے پر نظر رکھنے اور دشمن کی قوت پر ضرب لگانے کے لئے مطرب بن موسیٰ کو الحجارہ کا والی مقرر کرنے کے بعد اپنے لشکر کو ستانے کا موقع فراہم کرنے کے لئے عبدالرحمٰن نے الحجارہ کے باہر پڑاؤ کر لیا تھا۔

عشاء کی نماز کے بعد ایک روز امیر عبدالرحمٰن اپنے خیمے میں داخل ہوا تو امیر کے محافظ دستوں کے سالار نے ایک مخبر کو امیر کے سامنے پیش کیا۔ جس پر وہ مخبر بڑی رازداری میں امیر عبدالرحمٰن کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

امیر محترم! یوں جانیں نبرہ کی سلطنت میں ایک انقلاب برپا ہو چکا ہے۔ رومیر کی بیٹی قرسینا مختلف مواقع پر ہمارے حق میں کام کرتی رہی ہے اور اس کام میں اس کی چچا زاد بہن انجلینا بھی اس کی شریک کار تھی۔ رومیر کو اپنی بیٹی اور بھتیجی کی ان کارروائیوں کی خبر ہوگئی ہے اور اس نے کچھ قاصد نبرہ بھجوائے ہیں تاکہ ان دونوں کو گرفتار کر لیا جائے لیکن رومیر کی بیوی اور قرسینا کی ماں نے ان سے پہلے ہی ایک قاصد ان کی طرف بھجوایا جس کی بنا پر وہ دونوں بہنیں بنبلونہ سے بھاگ نکلی ہیں۔

امیر! تھوڑی دیر تک وہ ہمارے پڑاؤ میں داخل ہوں گی۔ ہمارے کچھ مخبر یہ بھی خبریں لے کر آئے ہیں کہ ان کے بنبلونہ سے نکلنے کے بعد رومیر کے قاصد بنبلونہ پہنچے اور دونوں کی گرفتاری کا حکم نامہ ملکہ تھیوڈورہ اور نبرہ کے بادشاہ گارشیا کو پیش کیا جو رومیر نے بھجوایا تھا۔

لیکن جب تھیوڈورہ اور گارشیا نے انہیں گرفتار کرنے کی کوشش کی تو قصر کے جس کمرے میں ان دونوں کی رہائش تھی وہ کمرہ خالی تھا۔ وہ دونوں بہنیں بھاگ چکی تھیں۔ اب گارشیا نے ان دنوں کو گرفتار کرنے کے لئے مختلف سمتوں میں اپنے مسلح جوان روانہ کر دیئے ہیں جب کہ دونوں لڑکیاں بچتی بچاتی ہوئی اب ہمارے پڑاؤ کے بالکل قریب آ چکی ہے۔''

اس مخبر کے اس انکشاف پر ہلکا سا تبسم عبدالرحمٰن کے چہرے پر نمودار ہوا پھر اس نے اپنے محافظ دستوں کے سالار کو اندر بلایا، وہ سالار جب اندر آیا تو اسے مخاطب کر

عبدالرحمٰن کہنے لگا۔

''اس مخبر کے ساتھ چند مسلح جوان بھجواؤ۔ ہماری دو بیٹیاں اپنی جان بچاتے ہوئے ہمارے پڑاؤ میں داخل ہونا چاہتی ہیں۔ ان دونوں کو بڑی عزت، بڑے احترام اور حفاظت کے ساتھ میرے خیمے میں لایا جائے۔''

عبدالرحمٰن کے اس حکم پر وہ سالار حرکت میں آیا اور اس مخبر کے ساتھ اس نے مسلح جوانوں کو روانہ کر دیا تھا جب کہ عبدالرحمٰن اپنے خیمے میں بیٹھ کر قرسینا اور انجلینا کی آمد کا انتظار کرنے لگا تھا۔

تھوڑی دیر بعد مسلح جوان قرسینا اور انجلینا کو لے کر خیمے کے دروازے پر نمودار ہوئے۔ دونوں کو دیکھتے ہی عبدالرحمٰن اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ ہاتھ کے اشارے سے انہیں اندر آنے کے لئے کہا۔ دونوں سہمی سہمی، ڈری ڈری سی خیمے میں داخل ہوئیں اور خیمے کے وسط میں آ کر کھڑی ہوگئی تھیں۔ اس موقع پر عبدالرحمٰن نے باری باری ان دونوں کے سر پر ہاتھ رکھا پھر شفقت اور محبت میں کہنے لگا۔

''تمہارے چہرے بتاتے ہیں کہ تم پر خوف و ہراس طاری ہے۔ پہلے تو اپنے دل میں یہ بات رقم کر لو کہ تم دونوں کی حیثیت میرے ہاں بیٹیوں کی سی ہے۔ بالکل مطمئن اور آسودہ ہو جاؤ۔ یہاں تمہیں کوئی خطرہ نہیں، کوئی تمہاری جان کے درپے نہیں ہے۔ اگر کسی نے بھی تمہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کی وہ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ تم بیٹھو پھر میرے ساتھ گفتگو کرو۔''

امیر عبدالرحمٰن کے ان الفاظ سے قرسینا اور انجلینا دونوں کو کسی قدر ڈھارس ہوئی تھی۔ اپنے کندھوں پر جو انہوں نے دو دو خرجنیں ڈال رکھی تھیں وہ انہوں نے ایک طرف رکھ دیں پھر نشستوں پر بیٹھ گئیں۔ امیر عبدالرحمٰن بھی اپنی نشست پر بیٹھا پھر ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''سب سے پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ تم میں سے قرسینا کون ہے اور انجلینا کون ہے۔''

جواب میں دھیمے سے لہجے میں قرسینا بول اٹھی۔ ''امیر محترم! میں قرسینا ہوں اور میرے باپ کے بڑے بھائی افونش کی بیٹی اور میری بہن ہے۔ ہم دونوں ایک دوسرے کو سگی بہنوں کی طرح چاہتی ہیں۔''

اس کے بعد قرسینا نے امیر عبدالرحمٰن کے کہنے پر لیون سے نکل کر بنبلونہ آنے

اور وہاں احمد بن یعلیٰ کے لئے کام کرنے اور پھر اپنی جان بچانے کی خاطر وہاں
بھاگ کر مسلمانوں کے پڑاؤ تک آنے کی پوری تفصیل کہہ دی تھی۔

قرسینا جب خاموش ہوئی تب عبدالرحمٰن نے اسے مخاطب کرتے ہوئے
شروع کیا۔

بیٹی! اب یہ کہہ تو کیا چاہتی ہے۔"

قرسینا نے کچھ سوچا پھر کہنے لگی۔ "امیر محترم! سب سے پہلے کسی سے کہیں
جب تک ہم آپ کے خیمے میں گفتگو کرتی ہیں اس وقت تک کوئی اور خیمے میں نہ آ۔
اب تک جن لوگوں کو ہمارے یہاں آنے کی خبر ہوئی ہے ان سے یہ بھی کہہ دیں
ہماری یہاں آمد کی اطلاع خصوصیت کے ساتھ احمد بن یعلیٰ کو نہیں ہونی چاہیے۔"

قرسینا کے ان الفاظ پر مسکراتے ہوئے عبدالرحمٰن نے قرسینا کی طرف دیکھا
کہنے لگا۔

"کیا احمد بن یعلیٰ سے تمہاری مخالفت ہو چکی ہے اور کیا تم....."

قرسینا نے امیر عبدالرحمٰن کا جملہ پورا نہ ہونے دیا۔ جھٹ سے بولی، کہنے لگی
"امیر! احمد بن یعلیٰ کے لئے قرسنیا کی جان بھی حاضر ہے لیکن ابھی ایک معاملہ
ہے جس کی وجہ سے میں احمد بن یعلیٰ کا اعتماد اور بھروسہ حاصل کرنا چاہتی ہوں تاکہ
آنے والے دور میں میں اس کی زندگی کی ساتھی کی حیثیت سے کامیاب زندگی بسر
سکوں۔

امیر محترم! جس وقت پہلی بار میں اپنے باپ سے احمد بن یعلیٰ کو ترغیب دینے
بہانہ کر کے احمد بن یعلیٰ کے خیمے میں گئی تھی اس وقت میں نے کوئی ترغیب نہیں دی
تھی بلکہ اپنے ذاتی مقصد کے لئے گئی تھی اور میں نے گفتگو کے دوران احمد بن یعلیٰ
انکشاف کیا تھا کہ میں اس سے محبت کرتی ہوں لیکن احمد بن یعلیٰ نے میری محبت
یقین نہیں کیا تھا اور پھر اس موقع پر اس نے ایک دوسرا موضوع کھڑا کر دیا تھا۔ اس
نے کہا تھا کہ وہ میرے قابل نہیں ہے اس لئے کہ میں قصر میں زندگی بسر کرتی رہی
ہوں جب کہ اس کا کہنا تھا کہ اس کی ایک چھوٹی سی حویلی ہے جو دو کمروں پر مشتمل
ہے جس کے سامنے چھپر نما اصطبل ہے لہٰذا یہ محبت اسی بنا پر پروان نہیں چڑھ سکتی کہ
میں اس کچی اینٹوں کی بنی ہوئی حویلی میں نہیں رہ سکتی۔

امیر! میں احمد بن یعلیٰ کی محبت میں پہلا مرحلہ طے کر چکی ہوں۔ اسے میں یہ تو
یقین دلا چکی ہوں کہ میں اس کے لئے مخلص ہوں اس لئے کہ اپنے لشکر سے متعلق جو
بھی اطلاعات یا انفرادی مقابلے سے متعلق جو کچھ میں نے اطلاعات مہیا کیں وہ سچ
ثابت ہوئیں۔ اس بنا پر احمد بن یعلیٰ پر یہ تو ثابت ہو چکا ہے کہ میں اس سے سچے
جذبے اور تہہ دل سے محبت کرتی ہوں۔

اب اپنی محبت کو کامیاب بنانے اور اسے بامِ عروج تک پہنچانے کے لئے احمد
بن یعلیٰ پر یہ ثابت کرنا ہے کہ قصر تو قصر رہا۔ احمد بن یعلیٰ کی حویلی تو حویلی رہی۔ میں
احمد بن یعلیٰ کے ساتھ بھوک و پیاس سے اٹے ہوئے دشت کے اندر کھلے آسمان تلے
بھی زندگی بسر کرنے کے لئے تیار ہوں۔

امیر محترم! اس موقع پر میری آپ سے گزارش اور التماس ہے کہ مجھے اور میری
بہن انجلینا کو کچھ محافظ دستوں کے ساتھ قرطبہ روانہ کر دیجئے۔ ہم دونوں وہاں احمد بن
یعلیٰ کی حویلی میں رہیں گی۔ اس طرح میں احمد بن یعلیٰ پر یہ ثابت کرنا چاہتی ہوں کہ
میں قرسینا جس نے بے شک لیون کے قصر میں پرورش پائی ہے، وہ اس کی کچی اینٹوں
کی حویلی میں انتہائی آسودگی اور خوشی کے ساتھ زندگی بسر کر سکتی ہے۔

قرطبہ جا کر ہم احمد بن یعلیٰ کی حویلی میں قیام کریں گی اور اس کی حویلی کی اس
طرح دیکھ بھال کریں گی جس طرح اس کے اہل خانہ کیا کرتے ہوں گے۔"

قرسینا جب خاموش ہوئی تب عبدالرحمٰن کچھ دیر سوچتا رہا پھر کہنے لگا۔ "بیٹی! میں
تم دونو کو قرطبہ بھجوانے کے لئے تیار ہوں۔ شاید تمہیں خبر نہیں کہ احمد بن یعلیٰ کے
سارے اہل خانہ مارے جا چکے ہیں۔"

اس کے بعد عبدالرحمٰن نے احمد بن یعلیٰ کے دادا اور بھائیوں کے مارے جانے
کی تفصیل بتا دی تھی پھر جن لوگوں نے اس کے بھائیوں کو قتل کیا تھا ان پر احمد بن یعلیٰ
کے حملہ آور ہونے اور ان کے خاتمے کی بھی تفصیل کہہ دی تھی۔

یہاں تک کہنے کے بعد امیر عبدالرحمٰن رکا پھر خدشات کا اظہار کرتے ہوئے کہنے
لگا۔ "میری بیٹی! اب تک تو کم از کم قصر میں کام کرنے کی عادی تو نہیں ہو گی لہٰذا تم
دونوں اس حویلی میں اکیلی کیسے رہو گی۔"

قرسینا نے کچھ سوچا پھر کہنے لگی۔ "امیر! جہاں تک کام کرنے کا تعلق ہے تو اس

حویلی میں کام کر کے ہی تو میں نے ثابت کرنا ہے کہ میں اس حویلی میں رہ سکتی ہوں لہٰذا اس حویلی میں میرا رہنا انتہائی ضروری ہے تاکہ احمد بن یعلیٰ ان مہموں سے لوٹ کر واپس جائے گا اور مجھے ایک عام لڑکی کی حیثیت سے حویلی میں رہتے اور حویلی کی دیکھ بھال کرتے ہوئے دیکھے گا تو پھر میرے متعلق اسے کوئی شکوہ، کوئی کمی نہیں دکھائی دے گی۔''

قرسینا جب خاموش ہوئی تب عبدالرحمٰن نے ایک لمبا سانس لیا اور کہنے لگا۔

''میری بیٹی! جیسا تو چاہ رہی ہے ایسا ہی ہو گا جو کچھ میں کہنے لگا ہوں ذرا غور سے سننا۔ احمد بن یعلیٰ کی حویلی کے ساتھ ہی ایک یہودی طبیب خروئی کی حویلی ہے۔ اس کا ایک بیٹا اور بیٹی ہے۔ بیٹی کا نام رحیق اور بیٹے کا نام یوحنا ہے۔ وہ دونوں بہن بھائی اب جوان ہو چکے ہوں گے۔ میں کچھ مسلح دستوں کے ساتھ تم دونوں کو قرطبہ کی طرف روانہ کرتا ہوں جو لوگ تمہارے ساتھ جائیں گے ان کا جو سالار ہو گا اسے میں تفصیل سے سمجھا دوں گا۔ پہلے تم دونوں طبیب خروئی کی حویلی میں جانا۔ میرے دستوں کا سالار خروئی کو تمہارے پورے حالات سنا دے گا۔ اس کے بعد دیکھنا وہ تینوں کیسے تمہاری پذیرائی کرتے ہیں اس لئے کہ طبیب خروئی احمد بن یعلیٰ کو اپنا بیٹا جب کہ اس کی بیٹی رحیق اور بیٹا یوحنا احمد بن یعلیٰ کو اپنا بڑا بھائی خیال کرتے ہیں۔ قرسینا میری بیٹی! یہ بھی اہتمام کیا جائے گا کہ جب تک ہم اپنے لشکر کے ساتھ ان مہموں میں مصروف ہیں اس وقت تک کچھ مسلح جوان حکیم خروئی اور احمد بن یعلیٰ کی حویلی پر دن رات گہری نگاہ رکھیں گے تاکہ تم دونوں بہنوں کی حفاظت کا بہترین کام سرانجام دیا جائے اس لئے کہ جب تک ہم یہاں جنگوں میں مصروف ہیں رومیر یا نبروہ کے بادشاہ گارشیا کے کچھ مخبر یا طلایہ گرتم دونوں بہنوں کی وہاں خبر پا کر تمہیں نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں۔ اس بناء پر کچھ مسلح جوان دن رات دونوں حویلیوں پر نگاہ رکھیں گے۔ اس صورت میں کسی کی جرأت نہ ہو گی کہ تمہاری طرف میلی آنکھ بھی اٹھا کر دیکھ سکے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد عبدالرحمٰن رکا پھر اس نے اپنے مسلح دستوں کے سالار کو آواز دی پھر وہ سالار جب خیمے کے دروازے پر نمودار ہوا تب اسے مخاطب کر کے امیر کہنے لگا۔

''وقت ضائع کیے بغیر کھانے کا اہتمام کرو ..... آج کھانا ہم اپنی ان دو بیٹیوں کے ساتھ کھائیں گے۔''

عبدالرحمٰن کے ان الفاظ پر مسلح دستوں کا سالار وہاں سے ہٹ گیا تھا جب کہ قرسینا اور انجلینا دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھتی ہوئی امیر کے ان الفاظ پر مسکرا رہی تھیں۔

امیر نے پھر ان دونوں کو مخاطب کیا۔ ''میری بیٹیو! تھوڑی دیر تک کھانا آتا ہے پہلے کھانا کھاؤ اس کے بعد میرے خیال میں میں نزدیک ہی تم دونوں کے لئے خیمہ نصب کرواتا ہوں۔ اس خیمے میں آرام کرو اور کل فجر کے بعد تم یہاں سے مسلح دستوں کے ساتھ قرطبہ کی طرف روانہ ہو جانا۔''

عبدالرحمٰن کے خاموش ہونے پر بڑے غور سے قرسینا اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''امیر! کیا ایسا ممکن نہیں کہ کھانا کھانے کے بعد ہم دونوں بہنیں آج ہی قرطبہ کی طرف روانہ ہو جائیں۔ اگر ہم نے یہاں رات بسر کی تو مجھے خدشہ ہے ہمارے یہاں قیام اور قرطبہ روانہ ہونے کی خبر احمد بن یعلیٰ کو ہو جائے گی اور میں نہیں چاہتی کہ ایسا ہو لہٰذا میری اس موقع پر آپ سے التماس ہے کہ آپ آج ہی یہاں سے ہماری روانگی کا اہتمام کر دیں۔ ہم دونوں بہنوں کی تھکاوٹ کا کوئی خیال نہ کریں ہم بالکل تازہ دم ہیں۔''

امیر عبدالرحمٰن کچھ کہنا چاہتا تھا کہ دو نوجوان کھانا لے کر آ گئے۔ محافظ دستوں کا سالار ان کے ساتھ تھا۔ کھانے کے برتن انہوں نے ایک طرف رکھ دیئے۔ اس موقع پر ہاتھ کے اشارے سے امیر نے اپنے محافظ دستوں کے سالار کو اپنے پاس بلایا اور اسے سرگوشی کے انداز میں کہنے لگا۔

''لشکر میں کسی کو خبر نہیں ہونی چاہیے کہ یہ دو لڑکیاں رات کے وقت میرے خیمے میں آئی تھیں۔ خصوصیت کے ساتھ احمد بن یعلیٰ تک تو یہ خبر ہرگز نہیں جانی چاہیے۔ اس کے علاوہ مسلح جوانوں کے چند دستے تیار کرو۔ کھانے کے بعد میری یہ دونوں بیٹیاں اپنی منزل کی طرف روانہ ہوں گی اور وہ محافظ دستے ان کے ہمراہ جائیں گے۔ جس کو ان محافظ دستوں کا سالار مقرر کرو گے اسے میری طرف بھیجنا۔ میں اسے سارا معاملہ سمجھا دوں گا۔''

اس کے ساتھ ہی عبدالرحمٰن کے کہنے پر مسلح دستوں کا سالار باہر نکل گیا تھا۔ عبدالرحمٰن، قرسینا اور انجلینا تینوں نے مل کر کھانا کھایا۔ اتنی دیر تک محافظ دستوں کے سالار نے ان دستوں کا اہتمام کر دیا تھا جنہوں نے انجلینا اور قرسینا کے ساتھ جانا تھا اور ان دستوں کے سالار کو بھی امیر عبدالرحمٰن کے پاس لے آیا۔

امیر عبدالرحمٰن کافی دیر تک اس سالار کو سمجھاتا رہا۔ اس کے بعد اس سالار اور محافظ دستوں کے ساتھ قرسینا اور انجلینا دونوں الحجارہ کے نواح سے قرطبہ شہر کی طرف کوچ کر گئی تھیں۔

الحجارہ کے گرد و نواح میں دشمن کی جو قوت مجتمع ہو رہی تھی اسے تو امیر عبدالرحمٰن نشر کر دیا تھا اس کے بعد عبدالرحمٰن یکے بعد دیگرے ان شہروں اور قلعوں کی طرف ہوا جہاں نبرہ کی مملکت کے لئے عساکر جمع ہو رہے تھے۔ جس شہر سے بھی رحمٰن کو ایسی خبریں ملیں اس شہر کی طرف بڑھا اور ہر شہر، ہر قلعے میں اس نے دشمن ت کو روندھ رگید کر رکھ دیا تھا۔

امیر عبدالرحمٰن کے مخبروں نے جس جس قلعے، جس جس شہر سے متعلق خبر دی تھی وہاں دشمن کے لشکر جمع ہو رہے ہیں، عبدالرحمٰن نے ان سب کا خاتمہ کر دیا۔ اب طرح سے اس نے نبرہ کی مملکت کے اردگرد جو بڑے بڑے شہر اور قلعے تھے انہیں لئے بالکل بے خطر بنا کر رکھ دیا تھا۔

امیر عبدالرحمٰن کی ان مسلسل فتوحات سے لیون کا حکمران رومیر ایک طرح سے نفسی کا شکار ہو چکا تھا۔ جس مقام پر بھی وہ امیر عبدالرحمٰن سے ٹکرایا، شکست اس کا ہی۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے اس نے مسلمانوں کے اندر انتشار برپا کرنے کی ش کی۔

امیر عبدالرحمٰن نے اپنے بیٹے حکم کو اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا۔ عبدالرحمٰن کا ایک اور بھی تھا نام اس کا عبداللہ تھا جو اپنی پرہیزگاری کی وجہ سے عبداللہ زاہد کے نام سے ور تھا۔

لیون کے بادشاہ رومیر نے یہ منصوبہ بنایا کہ کسی طرح عبدالرحمٰن کے بیٹے عبداللہ کو سمجھایا جائے کہ وہ اپنے باپ عبدالرحمٰن کے بعد مسلمانوں کی مملکت کا حکمران بننے کا ی کھڑا کر دے۔ اپنے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے رومیر نے پہلے اپنے روں سے مشورہ کیا پھر کچھ مخبر جو اپنے کام میں نہایت ماہر تھے اس نے قرطبہ کی

طرف روانہ کیے۔

ان لوگوں نے دولت کے انبار کا سہارا لیتے ہوئے قرطبہ کے ایک فقیہ سے رابطہ قائم کیا۔ اس فقیہ کا نام عبدالباری تھا۔ یہ فقیہ لیون کے بادشاہ رومیر کے آدمیوں کے بہکاوے میں آ گیا اور رومیر کے آدمیوں کے لئے اس نے کام کرنے کی حامی بھر لی۔

اب اس فقیہ عبدالباری کے عبدالرحمٰن کے بیٹے عبداللہ زاہد کے ساتھ بڑے قریبی اور بڑے شفیقانہ تعلقات تھے۔ رومیر کے آدمیوں کے کہنے پر عبدالباری نے عبداللہ زاہد کو بہکایا کہ عبدالرحمٰن کے بعد سلطنت کا جانشین حکم کو نہیں اسے ہونا چاہیے۔ اس لئے کہ حکم کی نسبت وہ زیادہ خوبیوں کا مالک ہے۔

آخر عبدالباری نے لگاتار عبداللہ زاہد کو بہکانا شروع کر دیا۔ ایک روز عبداللہ بھی اس بہکاوے میں آ گیا اور اس نے ارادہ کر لیا کہ سلطنت کا حکمران میں ہی بنوں گا۔

عبداللہ کو حکمران بننے پر آمادہ کرنے کے لئے لیون کے آدمیوں اور عبدالباری نے بڑی محنت کی تھی اور یہ ان کی بہت بڑی کامیابی تھی۔ آخر لیون کے جاسوسوں، عبدالباری اور عبداللہ زاہد کے درمیان یہ طے پایا کہ امیر عبدالرحمٰن الثالث اور اس کے ولی عہد بیٹے حکم دونوں کو قتل کر دینا چاہیے لیکن لیون کے بادشاہ اور اس کے جاسوسوں کی بدبختی کہ عبدالرحمٰن کا بیٹا حکم جو اپنے باپ کی غیر موجودگی میں سلطنت کا کاروبار چلاتا تھا وہ بڑا دانا عقلمند اور بڑا شجاع تھا۔ اس کے جاسوس بھی اپنا کام کر رہے تھے اور انہوں نے اس صورت حال سے حکم کو آگاہ کر دیا۔ یہ خبر ملتے ہی عبدالباری اور عبداللہ دونوں کو گرفتار کر کے زندان میں بند کر دیا گیا۔ عبداللہ زاہد تو زندان میں مر گیا۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ زندان کے داروغہ نے اس کا گلا گھونٹ کر اس کا خاتمہ کر دیا جب کہ فقیہ عبدالباری نے اس زندان میں خودکشی کر لی تھی۔ اس طرح ایک سازش کھڑی کر کے رومیر جو اسلامی مملکت میں انتشار اور افراتفری برپا کرنا چاہتا تھا اس میں وہ بری طرح ناکام ہوا تھا۔

قرسینا اور انجلینا دونوں محافظ دستوں کے ساتھ ایک روز قرطبہ شہر میں داخل ہوئی تھیں۔ محافظ دستوں کے سالار کو کیونکہ امیر عبدالرحمٰن نے تفصیل کے ساتھ ہدایات جاری کی تھیں لہٰذا طبیب خروئی کی حویلی کے سامنے آ کر جب مسلح دستے رک گئے تب قرسینا اور انجلینا نے بھی اپنے گھوڑوں کو روک دیا تھا۔ محافظ دستوں کا سالار اپنے گھوڑے سے اتر کر جب طبیب خروئی کے دروازے پر دستک دینے لگا تب قرسینا بھی اپنے گھوڑے سے اتر گئی اور دستک دینے سے پہلے اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''میرے عزیز بھائی! کیا یہ حویلی طبیب خروئی کی ہے یا احمد بن یعلیٰ کی.....؟''

سالار دستک دیتے دیتے رک گیا تھا۔ مڑ کے قرسینا کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''میری بہن! جس حویلی کے دروازے پر میں دستک دینے لگا ہوں یہ طبیب خروئی کی ہے اس کے ساتھ جو حویلی ہے وہ احمد بن یعلیٰ کی ہے۔ قرسینا آگے بڑھی، احمد بن یعلیٰ کی حویلی کے سامنے آئی۔ دروازے کو باہر سے زنجیر لگی ہوئی تھی۔ کچھ دیر تک حویلی کو دیکھتے ہوئے مسکرائی پھر محافظ دستوں کے سالار کے پاس آئی اور کہنے لگی۔

''احمد بن یعلیٰ کی حویلی کو باہر سے قفل نہیں لگا ہوا۔ صرف زنجیر لگی ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں اور انجلینا دونوں اپنے گھوڑوں کو اس حویلی میں لے جائیں۔''

جواب میں محافظ دستوں کا سالار مسکرایا اور کہنے لگا۔ ''میری بہن! اس میں تمہیں اجازت لینے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر حویلی کو باہر سے قفل نہیں لگا ہوا صرف زنجیر لگی ہوئی ہے تو دونوں بہنیں اندر جاؤ اور حویلی دیکھ لو۔''

اس سالار کے اس الفاظ پر قرسینا خوش ہو گئی تھی۔ دوبارہ اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''میں اور میری بہن دونوں اپنے گھوڑوں کو اندر لے جاتی ہیں۔''

سالار منہ سے کچھ نہ بولا تاہم مسکراتے ہوئے جب اس نے اثبات میں اپنی گردن ہلائی تب بھاگنے کے انداز میں قرسینا حویلی کی طرف گئی، زنجیر ہٹائی، دروازے کے دونوں پٹ کھولے پھر دونوں بہنیں ایک دوسرے کی طرف مخصوص اشارہ کرتے ہوئے اپنے گھوڑوں کی باگیں پکڑے حویلی میں داخل ہو گئی تھیں۔

صحن میں آ کر قرسینا کھڑی ہو گئی۔ کچھ دیر تک چاروں طرف حویلی کا جائزہ لیتی رہی پھر انجلینا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''انجلینا میری بہن! ہم دونوں کے رہنے کے لئے حویلی بری نہیں ہے ..... میں سمجھتی ہوں یہ حویلی کم از کم میری امیدوں سے کہیں اچھی ہے ..... دیکھو بائیں طرف چھپر نما اصطبل ہے، کھونٹے بھی ہیں، ناندیں بھی ہیں ..... آؤ اپنے گھوڑوں کو پہلے

یہاں باندھتی ہیں اس کے بعد حویلی کے اندرونی حصے کا جائزہ لیتی ہیں۔''

انجلینا نے اس سے اتفاق کیا۔ دونوں نے اپنے گھوڑوں کو اصطبل میں باندھا، اپنا سامان زینوں کے ساتھ ہی لٹا رہنے دیا پھر دونوں ہاتھ میں ہاتھ ڈالے جو حویلی کے سامنے والے کمرے تھے ان کی طرف بڑھیں۔ پہلے دونوں کمروں کے سامنے جو خاصا چوڑا برآمدہ بنا ہوا تھا اس کا جائزہ لیا۔ برآمدے کے ایک طرف خاصا بڑا مطبخ تھا اور دوسری طرف طہارت خانے بنے ہوئے تھے دونوں چیزوں کا جائزہ لینے کے بعد مسکراتے ہوئے قرسینا کہنے لگی۔

''یہاں بڑے اچھے اور خوش کن انداز میں رہا جا سکتا ہے۔''

پھر جب وہ دونوں کمروں کی طرف گئیں تو انہوں نے دیکھا کسی بھی کمرے کو قفل نہیں لگا ہوا تھا۔ دروازہ کھول کر پہلے وہ ایک کمرے میں داخل ہوئیں۔ اندر مختصر سامان تھا اور کچھ مسہریاں دیوار کے ساتھ کھڑی کر دی گئی تھیں۔ کچھ دیر تک اس کمرے کا جائزہ لینے کے بعد دونوں ساتھ والے کمرے میں داخل ہوئیں وہاں کمرے کے ایک کونے میں دو مسہریاں ایک طرف بچھی ہوئی تھیں۔ جن کے اوپر توشک اور رضائیاں طے کر کے رکھی ہوئی تھیں اور ایک صاف ستھری چادر سے انہیں ڈھانپ دیا گیا تھا۔

اس کمرے کے اندر لکڑی کی دو بڑی بڑی الماریاں بھی تھیں۔ قرسینا نے پہلے ایک الماری کا پٹ کھولا، اس کے اندر کچھ چادریں، تولیے، انگوچھے رکھے ہوئے تھے۔ اس سامان کو دیکھ کر قرسینا خوش ہوئی پھر دوسری الماری کو دیکھا وہاں بھی گھر کی ضروریات کا سامان پڑا ہوا تھا۔ کچھ سوچتے ہوئے قرسینا نے اس الماری کا پٹ بھی بند کر دیا۔ اس کے بعد انجلینا کا ہاتھ اس نے پکڑا، برآمدے میں سے ہوتی ہوئی مطبخ میں داخل ہوئی۔

مطبخ کی اس نے ایک ایک چیز کا جائزہ لیا پھر انجلینا کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''انجلینا! اس حویلی میں خوشگوار زندگی بسر کرنے کے لئے ہر چیز موجود ہے۔ صرف ایک چیز کی کمی ہے اور وہ ہے احمد بن یعلیٰ۔''

قرسینا مطبخ سے نکل کر برآمدے میں آئی، کچھ سوچا پھر اس کے بعد انجلینا کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''انجلینا میری بہن! تم نے بھی جائزہ لیا ہوگا، میں نے بھی دیکھا ہے حویلی کی صفائی کوئی کرتا ہے ..... ورنہ تم جانتی ہو احمد بن یعلیٰ تو اپنے لشکر کے ساتھ گزشتہ کئی ماہ سے مختلف مہموں میں مصروف ہے ..... اگر اس حویلی کی کوئی دیکھ بھال کرنے والا نہ ہوتا تو اب تک ہر چیز پر گرد کی اچھی خاصی موٹی تہیں جم چکی ہوتیں لیکن میں دیکھتی ہوں ہر چیز صاف ستھری گرد سے بالکل پاک اور دھلی دھلی سی ہے۔''

قرسینا جب خاموش ہوئی تب مسکراتے ہوئے انجلینا کہنے لگی۔ ''میری بہن! تمہارا کہنا درست ہے..... پر یہ بھی تو سوچو امیر عبدالرحمٰن نے کیا ہم دونوں کو سمجھاتے ہوئے یہ نہیں کہا تھا کہ احمد بن یعلیٰ کے ہمسائے میں طبیب خروئی رہتا ہے ..... اس کی ایک بیٹی ہے نام اس کا رحیق ہے، ایک بیٹا ہے نام جس کا یوحنا ہے اور وہ دونوں ہی احمد بن یعلیٰ کو اپنا بھائی خیال کرتے ہیں لہٰذا میرا اپنا اندازہ ہے کہ اس حویلی کی صفائی طبیب خروئی کی بیٹی رحیق کرتی ہوگی۔''

قرسینا منہ سے کچھ نہ بولی، مسکراتے ہوئے اس نے اثبات میں گردن ہلائی پھر انجلینا کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''میری بہن! یہ بائیں طرف والا کمرہ میرے خیال میں توشک خانے کے طور پر استعمال ہوتا رہا ہے ..... دائیں طرف والے کمرے میں تم نے دیکھا کچھ مسہریاں دیوار کے ساتھ کھڑی کی گئی ہیں ..... میرے خیال میں آؤ اس کمرے میں دو مسہریاں بچھاتی ہیں۔ ساتھ والے کمرے میں کافی بستر پڑے ہوئے ہیں اور وہاں سے بستر لے کر ان مسہریوں پر بچھاتے ہیں ..... اس کے بعد مطبخ کو گرم کرنے کے لئے چیزیں منگاتی ہیں اور یہاں اپنے رہنے کا مستقل سامان کرتی ہیں۔''

انجلینا نے مسکراتے ہوئے قرسینا سے اتفاق کیا تھا پھر دونوں بہنیں دائیں جانب والے کمرے میں مسہریاں بچھا کر ان پر بستر لگانے میں مصروف ہو گئی تھیں۔

دوسری طرف جو مسلح دستے قرسینا اور انجلینا دونوں کو لے کر آئے تھے ان کے سالار نے طبیب خروئی کی حویلی پر دستک دی تھی۔

تھوڑی دیر بعد حویلی کا دروازہ کھلا۔ دروازہ کھولنے والا خروئی تھا۔ اس سالار اور مسلح جوانوں کو اپنی حویلی کے دروازے پر دیکھتے ہوئے خروئی کسی قدر پریشان اور فکرمند ہو گیا تھا۔ اتنی دیر تک رحیق اور یوحنا بھی دروازے پر آ گئے تھے اور وہ بھی

حویلی کے سامنے اتنے مسلح جوانوں کو دیکھتے ہوئے فکرمندی اور پریشانی کا شکار ہو گئے تھے۔

اس موقع پر اس سالار نے حکیم خروئی کو مخاطب کیا۔ ''محترم خروئی! آپ مجھے نہ جانتے ہیں نہ پہچانتے ہیں ..... میں امیر کے لشکر کا ایک چھوٹا سالار ہوں ..... اگر آپ کو زحمت نہ ہو تو آپ ذرا میرے ساتھ اپنے دیوان خانے میں چلئے، میں ایک انتہائی اہم موضوع پر آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں ..... یہ میرے مسلح جوان حویلی سے باہر ہی کھڑے رہیں گے۔''

خروئی ایک طرف ہٹ گیا۔ وہ سالار حویلی میں داخل ہوا۔ خروئی اسے اپنے دیوان خانے کی طرف لے گیا۔ رحیق اور یوحنا ان دونو کے پیچھے پیچھے تھے۔

چاروں دیوان خانے میں داخل ہوئے۔ جب سب نشستوں پر بیٹھ گئے تب سوالیہ سے انداز میں طبیب خروئی اس سالار کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ یہاں تک کہ سالار نے اسے مخاطب کیا۔ اس کے بعد اس نے حکیم خروئی کو قرسینا اور انجلینا کے پورے حالات تفصیل سے کہہ دیئے تھے۔ ساتھ ہی جو احکامات امیر عبدالرحمٰن نے جاری کیے تھے ان سے متعلق بھی آگاہ کر دیا تھا۔

یہ ساری تفصیل جاننے کے بعد رحیق اور یوحنا کی خوشی اور مسرت کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اس موقع پر خود خروئی بھی خوشی کا اظہار کر رہا تھا پھر جذبات سے مغلوب ہو کر رحیق اس سالار کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''میرے محترم بھائی! آپ نے اپنی گفتگو کے دوران جن دو لڑکیوں کا ذکر کیا ہے جن کے نام آپ نے قرسینا اور انجلینا بتائے ہیں وہ کہاں ہیں ..... ہمارے لئے اس سے بڑھ کر کوئی خوشی ہو ہی نہیں سکتی کہ لیون کے بادشاہ رومیری کی بیٹی ہمارے بھائی احمد بن یعلیٰ کو پسند کرتی ہے اور یہ کہ ہمارے بھائی کی محبت میں وہ قصر کی زندگی کو لات مار کر یہاں رہنے کے لئے آ گئی ہے ..... بھائی وقت ضائع نہ کرو، بتاؤ وہ دونوں ہیں کہاں ..... میں ان سے ملوں، ان کی خدمت کروں اور ان کی رہائش اور ان کے کھانے کا اہتمام کروں۔''

رحیق کی اس بے تابی پر وہ سالار بھی مسکرا دیا تھا پھر رحیق کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''میری بہن! تمہیں زیادہ پریشان اور بے تاب ہونے کی ضرورت نہیں ہے وہ چونکہ بڑے برے حالات کے تحت یہاں آنے پر مجبور ہوئی ہیں لہٰذا کچھ مسلح جوان آپ اور امیر احمد بن یعلیٰ کی حویلی کے اطراف میں گھومتے ہوئے ان کی حفاظت پر ہمہ وقت موجود رہیں گے۔ میری بہن! میں چاہتا ہوں کہ تم جا کر پہلے ان دونوں سے مل لو وہ دونوں امیر احمد بن یعلیٰ کی حویلی میں داخل ہو گئی ہیں کیونکہ اپنی رہائش وہ وہیں رکھیں گی۔

اس سالار کا اتنا کہنا تھا کہ رحیق اور یوحنا دونوں آگے پیچھے بھاگنے کے انداز میں احمد بن یعلیٰ کی حویلی کی طرف ہو لئے تھے۔

اس موقع پر طبیب خروئی بھی اٹھا اور اس سالار کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''آپ بیٹھیں ..... میں آپ اور آپ کے ساتھیوں کے خورد و نوش کا اہتمام کرتا ہوں۔''

اس پر وہ سالار مسکراتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔ ''محترم خروئی! آپ کو ایسی زحمت کرنے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ میں اور میرے ساتھ جس قدر مسلح جوان ہیں سب قرطبہ ہی کے رہنے والے ہیں۔ فی الحال تو میں ان سب کو اپنے اپنے گھروں کی طرف بھیج رہا ہوں۔ اس کے بعد کچھ لوگ مستقل یہاں دونوں حویلیوں پر نگاہ رکھیں گے اور وہ یہیں قیام کریں گے اور میں باقی ساتھیوں کے ساتھ واپس لشکر کی طرف چلا جاؤں گا۔ اب آپ مجھے اجازت دیں میں اپنے گھر جاؤں گا۔ لشکری بھی اپنے اپنے گھروں میں جائیں گے۔ تھوڑی دیر بعد جنہوں نے یہاں نگاہ رکھنی ہے وہ ان دونوں حویلیوں کے اردگرد باری باری منڈلاتے رہیں گے۔''

اس کے ساتھ ہی طبیب خروئی سے اس سالار نے مصافحہ کیا پھر وہ حویلی سے نکلا، گھوڑے پر سوار ہوا، گھوڑے کو موڑا اور ایک طرف ہو لیا۔ اس کے ساتھی بھی اس کے ساتھ ساتھ ہو لئے تھے۔

قرسینا اور انجلینا دونوں سامنے والے کمرے میں مسہریوں پر بستر لگانے کے بعد ابھی بستروں پر بیٹھی ہی تھیں کہ اس کمرے میں رحیق اور یوحنا دونوں بہن بھائی داخل ہوئے تھے۔ ان دونوں کو دیکھتے ہی قرسینا اور انجلینا اٹھ کھڑی ہوئیں پھر قرسینا مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

''اگر میں غلطی پر نہیں تو آپ دونوں رحیق اور یوحنا ہیں ..... میرا نام قرسینا ہے۔ میرے ساتھ یہ میری بہن انجلینا ہے۔''

قرسینا کا اتنا کہنا تھا کہ رحیق بھاگی، باری باری دونوں سے بغلگیر ہوئی پھر علیحدہ ہونے کے بعد مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

''میں تم دونوں کو قرطبہ میں خوش آمدید کہتی ہوں۔'' اس کے بعد رحیق نے قرسنیا کی طرف دیکھا اور کہنے لگی۔

''میری بہن! آپ میرے بھائی احمد بن یعلیٰ سے محبت کرتی ہیں اس لحاظ سے آپ ہمارے لئے بڑی محترم اور صاحب.....''

یہاں تک کہتے کہتے رحیق کو رک جانا پڑا اس لئے کہ اسی لمحہ دروازے پر طبیب خروئی نمودار ہوا تھا۔ جسے دیکھتے ہوئے رحیق کو رک جانا پڑا۔ طبیب خروئی مسکراتے ہوئے آگے بڑھا۔ بار باری شفقت بھرے انداز میں اس نے اپنا ہاتھ قرسینا اور انجلینا کے سر پر رکھا پھر کہنے لگا۔

''میں طبیب خروئی ہوں ..... جو سالار آیا ہے اس نے مجھے تفصیل بتا دی ہے کہ آپ دونوں سے امیر عبدالرحمٰن نے میرا ذکر کیا تھا ..... میری بچیو! تم دونوں کو پریشان اور فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے ..... یہ حویلی احمد بن یعلیٰ کی ہے۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ بڑی قرسینا اور چھوٹی انجلینا ہے ..... اس بنا پر میں تم دونوں کو پہچان چکا ہوں۔''

پھر قرسینا کی طرف دیکھتے ہوئے طبیب خروئی کہنے لگا۔

''میری بیٹی! تم نے اپنی محبت اور چاہت کے لئے جس شخص کا انتخاب کیا ہے اور یوں جانو وہ پتھر میں رکھا ہوا ایک ہیرا اور گوہر ہے..... میری بیٹی! لشکر میں شامل ہونے سے پہلے احمد بن یعلیٰ بڑے پرامن انداز میں اپنا ریوڑ چرایا کرتا تھا۔ جس گھوڑے پر سوار ہو کر وہ لشکر میں شامل ہوا ہے وہ گھوڑا اس کا اپنا پالا ہوا ہے اور سدھایہ ہوا ہے ..... وہ ریوڑ چرایا کرتا تھا تو شام کے وقت جب ریوڑ چرا کر لوٹتا تھا تو اس کا ریوڑ آگے آگے ہوتا تھا اس کا گھوڑا اس کے پیچھے پیچھے ہوتا تھا اور شام کو لوٹتے وقت وہ جب اپنی پیٹھ پر لکڑیاں اٹھائے لوٹتا تھا تو بڑا خوبصورت، بڑا بھلا لگتا تھا۔

اس کے ماں باپ مر گئے تھے یہ چار بھائی دادا کے پاس رہتے تھے ..... ان کا دادا بھی مر چکا ہے اور جس طرح اس کے بھائی مارے گئے سالار نے مجھے بتایا ہے کہ

اس کی تفصیل تم دونوں جانتی ہو۔''

یہاں تک کہنے کے بعد طبیب خروئی رکا دوبارہ ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''میری دونوں بیٹیو! احمد بن یعلیٰ اور ہماری حویلی میں کوئی فرق نہیں ہے اس لئے کہ میرے لئے وہ بیٹوں کی مانند ہے ..... قسم موسیٰؑ و ہارونؑ کے رب کی! میں نے کبھی اپنے دل میں یہ خیال نہیں کیا کہ میرا ایک بیٹا ہے ..... میں یہی سمجھتا ہوں اور سمجھتا رہوں گا کہ میرے دو بیٹے احمد بن یعلیٰ اور یوحنا ہیں جبکہ احمد بھی ہمیشہ یہی سمجھتا رہا ہے کہ وہ اکیلا نہیں اس کی ایک بہن ہے نام اس کا رحیق، ایک بھائی ہے جس کا نام یوحنا ہے۔ اس بناء پر یوں جاننا کہ یہ دونوں حویلیاں ایک ہی ہیں ..... اب میری بچیو! یہ فیصلہ تم دونوں کی منشا پر چھوڑتا ہوں کہ تم دونوں اپنی رہائش کہاں رکھنا چاہتی ہو ..... اگر ہماری حویلی میں رہنا چاہتی ہو تو تم دونوں کے لئے ایک کمرہ مخصوص کر دیا جائے گا اور اگر.....''

طبیب خروئی کو رک جانا پڑا اس لئے کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے قرسینا بول اٹھی۔ ''آپ جو پیش کش ہمیں کر رہے ہیں اس کے لئے میں اور میری بہن انجلینا تہہ دل سے آپ کی ممنون اور شکر گزار ہیں ..... آپ سے متعلق ہمیں امیر عبدالرحمٰن نے تفصیل سے بتا رکھا ہے ..... ہم دونوں بہنیں اسی حویلی میں قیام کرنا چاہیں گی ..... بس آپ کو زحمت یہ دینا چاہتی ہیں کہ آپ ہمارے لئے روز مرہ ضروریات کی اشیاء کا ذخیرہ مطبخ میں کر دیں۔''

طبیب خروئی مسکرایا پھر ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ ''تم دونوں پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ تم دونوں کو اپنے اخراجات کے لئے کس قدر رقم کی ضرورت ہے اور تمہیں کن کن چیزوں کی ضرورت ہے وہ ساری چیزیں میں تمہیں بازار سے منگوا دیتا ہوں۔''

طبیب خروئی جب رکا تب قرسینا کہنے لگی۔ ''آپ کو ہمارے لئے رقم کا اہتمام کرنے کی ضرورت نہیں ہے ..... بات دراصل یہ ہے کہ جس وقت ہم امیر عبدالرحمٰن کے پاس سے رخصت ہوئی تھیں اس وقت تو انہوں نے ہمیں کچھ نہیں دیا تھا لیکن جو محافظ دستہ انہوں نے ہمارے ساتھ روانہ کیا، اس کا جو سالار تھا اسے انہوں نے

ہمارے لئے کافی نقدی دی تھی۔ راستے میں اس نے نقدی کی وہ تھیلیاں ہمارے حوالے کر دی ہیں اور وہ نقدی اس قدر ہے کہ ہم اگر اس حویلی میں سالوں تک قیام کیے رہیں تو وہ ہمارے کام آتی رہے۔''

اس کے ساتھ ہی قرسینا کو کچھ یاد آیا پھر طبیب خروئی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ ''آپ ذرا رکیے میں ابھی آتی ہوں۔''

قرسینا بھاگتی ہوئی باہر نکل گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوٹی، اپنے اور انجلینا کے گھوڑوں کے ساتھ جو دو دو خرجنیں بندھی ہوئی تھیں وہ چاروں خرجنیں لے کر کمرے میں آئی۔ ایک خرجین میں ہاتھ ڈال کر نقدی کی تھیلی اس نے نکالی، اس میں سے کچھ سکے نکال کر جب وہ طبیب خروئی کی طرف بڑھی تب طبیب خروئی پیچھے ہٹ گیا کہنے لگا۔

''میری بچی! یہ نقدی تم رکھو اس لئے کہ.....''

طبیب خروئی کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ قرسینا اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہنے لگی۔

''آپ بیٹی بھی کہتے ہیں اور میری بات بھی نہیں مانتے ..... میں نے آپ سے گزارش کی کہ اس وقت ہمارے پاس کافی مقدار میں نقدی ہے ..... آپ مہربانی کریں جو سکے میں دے رہی ہوں یہ رکھیں اور ان سے ہمارے لئے ضروریات کا سامان منگوا دیں ..... میں آپ سے چیزیں نہیں کہوں گی، آپ اپنا گھر بھی چلاتے ہیں جو چیزیں آپ اپنے گھر میں استعمال کرتے ہیں وہ ہمارے لئے بھی لا دیں ..... ساتھ ہی ہمارے گھوڑوں کے چارے کا انتظام بھی ہو جائے وہ بھی کر دیجئے گا۔''

اس کے ساتھ ہی قرسینا آگے بڑھی اور سارے سکے اس نے طبیب خروئی کو تھما دیئے تھے۔

وہاں کھڑے کھڑے طبیب خروئی نے کچھ سوچا پھر یوحنا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ''یوحنا میرے بیٹے! تم کچھ نقدی لے جاؤ، گھوڑوں کے لئے خشک اور ہرے چارے کا اہتمام کر دو ..... اصطبل میں جو پانی کے لئے ناند ہے وہ بھی پانی سے بھر دو ..... گھوڑے پیاسے ہوں گے، لمبا سفر طے کر کے آئے ہیں جب کہ میں بازار جاتا ہوں اور اپنی ان دونوں بیٹیوں کے لئے ساری اشیاء خرید کر لاتا ہوں۔''

اس پر یوحنا، طبیب خروئی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ''آپ یہیں رکیں، طہارت

خانے میں جو برتن پڑے ہوئے وہ بھی میں پانی سے بھر دیتا ہوں اور اصطبل میں جو بڑی ناند ہے اس میں بھی پانی بھرتا ہوں اس کے بعد میں آپ کے ساتھ ہی بازار جاؤں گا ..... دونوں باپ بیٹا ضروریات کی چیزیں بھی لے آئیں گے، گھوڑوں کے لئے چارہ بھی ساتھ ہی لیتے آئیں گے۔''

طبیب خروئی نے اس سے اتفاق کیا۔ اس پر یوحنا باہر نکل گیا تھا۔ اس موقع پر قرسینا نے خروئی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''آپ اس طرح ہمارے سامنے کھڑے ہو کر ہم دونوں بہنوں کو گناہ گار کر رہے ہیں.....''

قرسینا کو رک جانا پڑا اس لئے کہ احتجاج کرتے ہوئے رحیق بول اٹھی۔ ''دو نہیں تین بہنوں کو ..... آپ دونوں میری بہنیں ہیں اور میں بہن ہی کی طرح آپ کی خدمت کروں گی۔''

رحیق کی اس گفتگو سے قرسینا اور انجلینا ایسی خوش ہوئیں کہ باری باری عجیب سے انداز میں دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر دونوں ایک ساتھ آگے بڑھیں۔ رحیق کو انہوں نے اپنے ساتھ لپٹا لیا تھا پھر قرسینا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگیں۔

''آپ ایسا کریں مہربانی کر کے جب تک یوحنا واپس نہیں آتا آپ مسہری پر بیٹھ جائیں۔''

طبیب خروئی مان گیا۔ مسکراتے ہوئے سامنے مسہری پر ہو بیٹھا۔ دوسری مسہری پر قرسینا، انجلینا اور رحیق بیٹھ گئی تھیں۔

کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ یوحنا لوٹ کر آیا۔ اپنے باپ خروئی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''بابا! میں نے اصطبل میں جو ناند ہے اس میں پانی بھر دیا ہے۔ طہارت خانے میں جس قدر برتن ہیں وہ بھی بھر دیئے ہیں۔ دونوں گھوڑوں کی زینیں اتار کر میں نے برآمدے میں رکھ دی ہیں اور ان کے منہ سے دھانے اتار کر کھونٹوں کے ساتھ باندھ دیا ہے۔ میرے خیال میں اب چلیں تاکہ اپنی ان دونوں بہنوں کا سامان لے آئیں۔''

یوحنا کے ان الفاظ کے ساتھ طبیب خروئی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

''چلو بیٹے! دونوں بازار چلتے ہیں۔ مطبخ کے سامان کے علاوہ گھوڑوں کا چارہ بھی لے

آتے ہیں۔''

اس کے ساتھ ہی طبیب خروئی اور یوحنا یوہاں سے نکل گئے تھے۔

خروئی اور یوحنا کے جانے کے بعد قرسینا بڑے غور سے رحیق کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''رحیق میری بہن! جس وقت میں اور انجلینا دونوں بہنیں اس حویلی میں داخل ہوئی تھیں، ہم نے دیکھا حویلی کی ہر چیز صاف تھی توشک، رضائیاں بڑی ترتیب اور قرینے سے ساتھ والے کمرے میں رکھی تھیں اور ان پر ایک صاف ستھری چادر ڈال دی گئی تھی۔ دوسرے بستر بھی تہہ کر کے ڈھانپے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ حویلی کی پوری طرح صفائی اور ستھرائی بھی کی ہوئی تھی۔ کیا یہ سارا کام.....''

قرسینا کو رک جانا پڑا اس لئے کہ جواب میں رحیق مسکراتے ہوئے بول اٹھی تھی۔ ''میری دونوں بہنو! میں نے کبھی بھی اپنی اور اس حویلی میں کوئی فرق اور امتیاز نہیں سمجھا..... میں اور میرا بھائی اس وقت سے احمد بن یعلیٰ سے محبت کرتے ہیں جب وہ قرطبہ کے نواح میں ریوڑ چرایا کرتے تھے اور اب تو وہ امیر عبدالرحمٰن کے لشکر میں ایک بہت بڑے سالار کے منصب پر پہنچ چکے ہیں ..... اس کے باوجود یہ ان کی عاجزی، ان کی انکساری ہے کہ ہمارے ساتھ ان کی محبت اور شفقت وہی ہے جو اس وقت تھی جب وہ چرواہے تھے۔''

رحیق جب رکی تب قرسینا نے کچھ سوچا پھر دوبارہ رحیق کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ ''میری بہن! کیا تم مجھے بتاؤ گی کہ لشکر میں شامل ہونے سے پہلے احمد بن یعلیٰ اور ان کے دادا کی آمدنی کے ذرائع کیا تھے۔''

رحیق نے کچھ سوچا پھر کہنے لگی۔ ''میری دونوں بہنو! ان کی آمدنی کے دو بڑے ذرائع تھے۔ پہلا یہ کہ ان کا بکریوں کا ایک کافی بڑا ریوڑ تھا۔ یہ جو آپ حویلی کے بائیں جانب اصطبل دیکھتے ہیں یہ سارا اصطبل بکریوں سے بھر جاتا تھا اور کچھ بکریاں باہر صحن میں بھی کھڑی رہتی تھیں۔ بکریوں کا دودھ اس قدر ہوتا تھا کہ سنبھالے سے سنبھالا نہیں جاتا تھا۔ بھائی کو ان بکریوں کی کافی آمدنی تھی۔ گاہے گاہے چند مہینے بعد وہ بکریاں بیچ کر معقول رقم حاصل کر لیتا تھا۔ یہ بھائی کی آمدنی کا ایک ذریعہ تھا۔''

رحیق جب رکی تب قرسینا نے پھر اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھ لیا۔ ''بکریوں کے جس ریوڑ کا میری بہن! تم ذکر کر رہی ہو وہ ہے کہاں ..... تم نے خود ہی کہا کہ حویلی کے اندر جو اصطبل ہے نہ صرف وہ بلکہ صحن کا ایک حصہ بھی ریوڑ کی بکریوں سے بھر جاتا تھا لیکن اب ہم یہاں دیکھتی ہیں کہ ایک بکری بھی نہیں ہے۔''

قرسینا کے ان الفاظ کے جواب میں رحیق مسکرائی اور کہنے لگی۔ ''میری بہن! پہلے تو بھائی اپنا ریوڑ خود چرایا کرتے تھے اور اپنی زندگی کے اس انداز میں وہ خوش اور مطمئن بھی تھے پھر جب انہیں اپنے بھائی کے قاتلوں کے پیچھے جانا پڑا تب اپنے ریوڑ کی دیکھ بھال انہوں نے اپنے ساتھی چرواہوں کے حوالے کر دی تھی۔ اس کے بعد جب امیر عبدالرحمٰن نے ان کی شجاعت، ان کی دلیری اور جرأت مندی کو دیکھتے ہوئے انہیں نا صرف اپنے لشکر میں شامل کیا بلکہ سالار کے اعلیٰ منصب پر مقرر کیا تب ساری بکریاں ہم نے بیچ دیں اور ان بکریوں کی ساری قیمت اس وقت میرے باپ کے پاس محفوظ ہے۔ میری بہن! اس رقم میں سے پوری یا کچھ لینا چاہو تو میں بابا سے کہہ کر تمہیں دلوا دوں گی۔''

جواب میں قرسینا مسکرائی کہنے لگی۔ ''میری بہن! تمہیں ہمارے متعلق رقم کے سلسلے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے ..... ہمارے پاس رقم بہت ہے ..... اب تم نے احمد بن یعلیٰ کی ایک آمدنی کی تفصیل تو بتا دی ذرا ان کی آمدنی کا دوسرا ذریعہ بھی کہو۔''

قرسینا کے خاموش ہونے پر رحیق کہنے لگی۔ ''ان کی آمدنی کا دوسرا اور بڑا ذریعہ ان کا باغ اور کھیت ہیں۔ شہر کے شرقی جانب ان کا خاصا بڑا مختلف ثمرات کا باغ ہے۔ اس کے اندر ہی کھیتی باڑی بھی کی جاتی ہے۔ باغ اور زمین دونوں بھائی نے ایک شخص کو آدھے حصے پر دے رکھے ہیں۔ باغ کی دیکھ بھال، کھیتی باڑی وہی کرتا ہے اور جس قدر آمدنی ہوتی ہے اس کا آدھا وہ خود رکھتا ہے اور آدھا بھائی کو دے دیتا ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد رحیق رکی پھر خدشات بھرے انداز میں وہ قرسینا کی طرف دیکھتے ہوئے بول پڑی۔

''میری بہن! جس موضوع پر تم گفتگو کر رہی ہو اس کے سلسلے میں، میں ایک خدشہ اور اندیشہ بھی محسوس کرتی ہوں کہیں.....''

رحیق کو رک جانا پڑا اس لئے کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے قرینا مسکراتے ہوئے بول اٹھی۔

''اس سلسلے میں تم کن اندیشوں کا اظہار کرنا چاہتی ہو.....؟''

جواب میں رحیق بڑی سنجیدگی میں کہہ رہی تھی۔''میرے دل میں یہ خدشات اٹھنا شروع ہو گئے ہیں کہ کہیں بھائی کی آمدنی کے ذرائع سن کر آپ بھائی کو چھوڑ کر واپس ہی نہ چلی جائیں۔''

رحیق کے ان الفاظ پر قرینا ایک دم سنجیدہ ہوگئی تھی۔ کچھ دیر سوچتی رہی پھر کہنے لگی۔''رحیق میری بہن! میں نے احمد بن یعلیٰ سے محبت کی ہے ..... ان کی ذات مجھے عزیز ہے، ان کی آمدنی کے ذرائع نہیں..... یہ بات ذہن میں رکھنا کہ میں خشک راتوں کی سختی، لو سے چلاتے موسموں، اندھے ویران کوئیں سے لمحوں، تنگ دستی کے التہاب اور استبداد کی تنگ وادیوں میں بھی امیر کے ساتھ خوش وخرم زندگی بسر کرسکتی ہوں۔

رحیق میری بہن! جس طرح طبیب کو حکمت کے گوہر، شاعر کو شعروں کی شعریت، ادیب کو الفاظ کی انگڑائی، نقاش کو نقوش کے بولتے رنگ، سنگ تراش کو اپنی صناعی، کیمیا گر کو گم صم کیمیائی اجزاء، کسی سالار کو صف در صف سربکف کھڑے مجاہد اور کسی حکمران کو دکھ درد میں وفا کرنے والے مشیر عزیز ہوتے ہیں ..... اس سے بھی کہیں بڑھ کر مجھے احمد بن یعلیٰ عزیز اور پیارے ہیں۔

احمد بن یعلیٰ میرے قلب کی دھڑکن، میرے ہونٹوں کی کپکپاہٹ، میرے چہرے کے نقوش کی تازگی، میری ذات کی آسودگی، میرے جسم کا بامقصد حصہ، میرے اعصاب کا سکون بن چکے ہیں..... ان کی پامردی اور شجاعت، ان کا عزم و ہمت، ان کی عظیمت اور فراست میرا اثاثہ، ان کی محبت اور چاہت میری زندگی کی پونجی ہے ..... اب وہی میرے خوابوں کی روشن تعبیر، میرے پیار کی کہانی اور میری محبت کا گداز رنگ و روپ ہیں..... رحیق میری بہن! میں دنیا کی ہر چیز ترک کرسکتی ہوں لیکن احمد بن یعلیٰ کو نہیں چھوڑ سکتی ..... میں نے ان کی ذرائع آمدنی سے محبت نہیں کی، قسم خدا کی احمد بن یعلیٰ مجھے اپنی محبت سے نوازتے ہوئے اگر مجھے کسی جنگل میں جھونپڑے کے اندر بھی رکھیں تو ان کی زندگی کی ساتھی کی حیثیت سے میں یہ خیال کروں گی میں دنیا کی خوش قسمت ترین لڑکی ہوں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد قرینا جب رکی تب خجالت کا احساس کرتے ہوئے رحیق کہنے لگی۔

''لگتا ہے میرے ان الفاظ سے آپ کی حوصلہ شکنی ہوئی ہے ..... آپ کے جذبات کو گھاؤ لگا ہے۔ اس کے لئے میں تہہ دل سے معذرت خواہ ہوں۔''

جواب میں قرینا نے پیار سے رحیق کے گال تھپتھپایا پھر کہنے لگی۔''میری بہن! احمد بن یعلیٰ اگر مجھے عزیز نہ ہوتے تو میں اپنے ماں باپ اور دیگر عزیز و اقارب کو چھوڑ کر کیوں ان کی رفاقت میں چلی آتی..... اس موقع پر میں تم سے یہ بھی کہوں گی کہ میرے اور میری بہن انجلینا کے پاس اس قدر ذاتی سرمایہ ہے کہ ہم ساری عمر احمد بن یعلیٰ کے ساتھ بیٹھ کر کھا سکتی ہیں ..... ہم خالی ہاتھ نہیں آئیں، ہمارے پاس کافی سرمایہ ہے جو زندگی بھر ہمارے کام آ سکتا ہے..... میری بہن! تو برا نہ ماننا، میں ویسے ہی احمد بن یعلیٰ کے متعلق یہ تفصیل جاننا چاہتی تھی اس لئے کہ اب وہ میری ذات کا ایک حصہ ہیں اور مجھے ان سے متعلق چھوٹی بڑی بات کی خبر ہونی چاہیے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد قرینا رکی پھر کہنے لگی۔

''رحیق میری بہن! جہاں تک بکریوں کے ریوڑ کا تعلق تھا وہ بیچ دیں وہ بڑا اچھا ہوا۔ جہاں تک باغ، کھیتوں اور زمین کا تعلق ہے تو کیا ایسا ممکن نہیں کہ کسی دن تم مجھے اور انجلینا کو وہاں لے کر چلو تاکہ ہم باغ اور کھیت دیکھیں اور یہ بھی جانیں کہ وہاں کن کن ثمرات کے پھل پودے ہیں۔''

قرینا کی اس گفتگو کا جواب رحیق دینا ہی چاہتی تھی کہ خاموش ہوگئی اس لئے کہ حویلی میں طبیب خروئی اور یوحنا داخل ہوئے تھے۔ دونوں باپ بیٹا گھر کی ضروریات کا سامان اٹھائے ہوئے تھے۔ ان کے پیچھے دو اور آدمی تھے جنہوں نے اپنی پیٹھ پر دو دو گٹھڑیاں اٹھا رکھی تھیں۔ ان دونو واردوں کی وجہ سے رحیق، قرینا اور انجلینا باہر نہ نکلیں، کمرے ہی میں بیٹھی رہیں۔ خروئی نے اور یوحنا نے جس قدر سامان اٹھا رکھا تھا وہ انہوں نے مطبخ میں رکھ دیا تھا۔ پھر دونوں اصطبل کی طرف گئے۔ اتنی دیر تک ان کے پیچھے پیچھے جو اجنبی سامان اٹھائے داخل ہوئے تھے وہ بھی اصطبل کی طرف بڑھے تھے۔ یوحنا نے آگے بڑھ کر ان سے گٹھڑیاں زمین پر رکھوائیں پھر انہیں کھولا۔

ایک گٹھڑی میں بھس تھا۔ دوسری میں ہرا چارہ، تیسرا بورا دانوں سے بھرا ہوا تھا

جب کہ چوتھا جوار اور باجرہ کے چھوٹے چھوٹے پودوں سے بھرا ہوا تھا۔

چاروں گٹھڑیاں اصطبل کے ایک طرف رکھ دی گئی تھیں۔ پھر یوحنا حرکت میں آیا۔ دونوں گھوڑوں کے سامنے پہلے اس نے بھس ڈالا پھر ان کے اندر دانا ملایا تھا۔ دونوں گھوڑے دانا ملا بھس بڑی رغبت سے کھانے لگے تھے اس کے ساتھ ہی خروئی نے ان دونوں آدمیوں کو ان کا معاوضہ دیا اور انہیں رخصت کر دیا پھر دونوں باپ بیٹا اس کمرے میں آئے جس میں قرسینا، انجلینا اور رحیق بیٹھے ہوئے تھے۔ ان دونوں کی آمد پر وہ تینوں کھڑی ہوگئیں۔ اس موقع پر خروئی نے باری باری انجلیا اور قرسینا کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''میری بچیو! میں چاہتا تو نہیں تھا لیکن تمہارے کہنے پر میں نے مطبخ کا سامان لا کر مطبخ میں رکھ دیا ہے۔ میری خواہش تو یہی تھی، تم دونوں ہمارے ساتھ رہتیں، ہمارے ساتھ ہی کھانا کھاتیں لیکن تم نے چونکہ یہاں رہنے کی خواہش کا اظہار کیا ہے اس کے علاوہ امیر نے تم دونوں کی حفاظت کا بھی بہترین اہتمام کر دیا ہے لہٰذا اگر یہاں رہنے میں تمہاری خوشی ہے تو ہماری خوشی بھی اسی میں ہے ..... میرے خیال میں تم دونوں بہنیں بیٹھو، رحیق تمہارے لئے کھانا تیار کرتی ہے ..... اتنی دیر تک میں اور یوحنا اپنی حویلی میں بیٹھتے ہیں۔''

خروئی کے خاموش ہونے پر قرسینا کہنے لگی۔ ''سب سے پہلے تو میں آپ دونوں باپ بیٹے کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ آپ نے ہمیں سامان لا کر دیا اور ہمارے ساتھ اس قدر تعاون کر رہے ہیں..... دوسری بات یہ کہ اب ہم دونوں بہنیں اپنے آپ کو تنہا محسوس نہیں کرتیں ..... یہاں ہمارے ساتھ ایک بہن ہے، ایک بھائی ہے اور ہم پر ایک باپ کا سایہ بھی ہے ..... اس بناء پر میں آپ سے گزارش کروں گی کہ بے شک دونوں باپ بیٹا جا کر حویلی میں بیٹھیں، اپنے روزمرہ کے کام میں لگ جائیں رحیق یہاں رہے گی ..... آج ہم کھانا اس کی رہنمائی میں تیار کریں گی ..... آپ کی حویلی میں آج کھانا تیار نہیں ہوگا جو کھانا یہاں تیار ہوگا وہی سب اکٹھے بیٹھ کر کھائیں گے ..... یہ میری دلی خواہش ہے اور مجھے امید ہے آپ انکار نہیں کریں گے۔''

خروئی آگے بڑھا اور بڑے پیار بھرے اور شفقت آمیز انداز میں اپنا ہاتھ قرسینا کے سر پر رکھا پھر کہنے لگا۔

''میری بچی! جیسا تم دنوں بہنیں چاہو گی ویسا ہی ہوگا..... اب تم دونوں رحیق کے ساتھ کام میں لگ جاؤ ..... میں اور یوحنا جاتے ہیں۔''

اس کے ساتھ ہی خروئی اور یوحنا اپنی حویلی کی طرف چلے گئے تھے جب کہ قرسینا، انجلینا اور رحیق مطبخ کا رخ کر رہی تھیں۔

لیون کے قصر میں ایک روز لیسانہ اور یوراکہ دونوں کھانا تیار کرنے والوں کی نگرانی کر رہی تھیں کہ اتنے میں رومیر وہاں آ گیا۔ دونوں کو اس نے اپنے ساتھ آنے کے لئے کہا۔ لیسانہ اور یوراکہ نے دیکھا رومیر اس وقت سخت غصے اور برہمی کی حالت میں تھا۔ لیسانہ اور یوراکہ دونوں تجسس بھرے انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھتی ہوئی رومیر کے پیچھے پیچھے ہو لی تھیں۔

رومیر ایک کمرے میں داخل ہوا، نشست پر بیٹھ گیا۔ یوراکہ اور لیسانہ بھی اس کے پیچھے پیچھے داخل ہوئیں اور اس کے سامنے خالی نشستوں پر بیٹھ گئیں پھر رومیر نے ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے انتہائی غصے اور غضبناکی میں مخاطب کیا۔

''دیکھا ..... میرے اندازے درست ہوئے ..... میں نے تمہیں کہا تھا کہ میری بیٹی قرسینا اور بھتیجی انجلینا دونوں مسلمانوں کے لئے جاسوسی کر رہی ہیں اور آج ثابت ہو گیا کہ میرے اندازے درست تھے ..... میرا یہ بھی اندازہ تھا کہ قرسینا صرف پہلی دو ہی ملاقاتوں کے دوران احمد بن یعلیٰ سے محبت کرنے لگی تھی ..... تیسری بار جب وہ سمورہ شہر کے نواح میں اس کے خیمے میں اس سے ملنے کے لئے گئی تو قرسینا نے مجھ سے جھوٹ بولا تھا کہ وہ اسے لیون کی طرف لانے کے لئے ترغیب دینے جائے گی ..... اس نے ایسی کوئی ترغیب اسے نہیں دی ..... میرے خیال میں وہ اس سے چونکہ محبت کرنے لگی تھی لہٰذا اس کے خیمے میں اس مقصد کے لئے گئی تھی تاکہ اس پر اپنی چاہت اور محبت کا اظہار کرنے کے بعد وہ واپس اپنے لشکر میں تو آ گئی تھی لیکن بعد کی مہموں میں جب عبدالرحمٰن اور احمد بن یعلیٰ نے شمال کا رخ کیا تب اس سے محبت کرنے کی وجہ سے قرسینا کا دل لیون میں نہ لگا وہ بھی شمال کی طرف چلی گئی ..... وہاں وہ عبدالرحمٰن اور احمد بن یعلیٰ کے لئے جاسوسی کرنے لگی ..... اس کام میں انجلینا بھی اس کا ساتھ دے رہی تھی ..... یہاں سے جو میں نے قاصد تھیوڈورہ اور گارشیا کی طرف روانہ کیے تھے کہ ان دونوں کو گرفتار کر کے یہاں لیون میں میرے پاس بھیج دیا جائے تو ان قاصدوں کے پہنچنے کے ساتھ ہی نجانے کیسے ان دونوں کو خبر ہو گئی کہ میں ان دونوں کو گرفتار کرنے کا ارادہ ظاہر کر چکا ہوں لہٰذا وہ بنبلونہ سے بھاگ گئیں۔

آج جو قاصد میرے پاس بنبلونہ سے آئے ہیں انہوں نے انکشاف کیا ہے کہ قرسینا اور انجلینا دونوں ہی بنبلونہ سے بھاگ چکی ہیں۔ تھیوڈورہ اور گارشیا نے انہیں گرفتار کرنے کے لئے مختلف سمتوں کو اپنے مسلح جوان روانہ کیے تھے لیکن وہ بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئیں۔ میرا اپنا اندازہ ہے کہ وہ دونوں مسلمانوں کے لشکر کی طرف چلی گئی ہوں گی اس لئے کہ وہ ہمارے خلاف مسلمانوں کے لئے جاسوسی کر رہی تھیں اور اپنے تحفظ کی خاطر دونوں نے یقیناً مسلمانوں کے لشکر کا ہی رخ کیا ہو گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد رومیر تھوڑی دیر کے لئے رک گیا تھا۔ اس کے اس انکشاف پر بظاہر تو لیسانہ اور یوراکہ دونوں ہی انتہا درجہ کی پریشان اور فکرمند تھیں لیکن یوراکہ کی نسبت لیسانہ کی حالت مختلف تھی .....اندر ہی اندر وہ خوش ہو رہی تھی کہ اس کی بیٹی قرسینا باحفاظت بنبلونہ سے بھاگ کر کسی محفوظ جگہ چلی گئی ہو گی اس لئے کہ وہ مکمل طور پر اپنی بیٹی کا ساتھ دے رہی تھی۔ وہ خود چاہتی تھی کہ قرسنیا جس سے محبت کرتی ہے اس کے پاس چلی جائے۔ تاہم ظاہری طور پر اس نے اپنے چہرے پر پریشانی اور فکرمندی کے آثار پھیلا رکھے تھے لیکن باطن میں وہ انتہا درجہ کی مطمئن بلکہ خوش تھی۔

رومیر تھوڑی دیر کے لئے رکا پھر وہ اپنی بات کو آگے بڑھانے کی خاطر اپنی پہلی باتوں کو دہراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''میرا اندزہ ہے کہ قرسینا اور انجلینا دونوں بہنیں بنبلونہ سے نکل کر مسلمانوں کے لشکر کی طرف بھاگ گئی ہیں اس لئے کہ جس وقت وہ بنبلونہ سے بھاگی تھیں اس وقت مسلمانوں کے حکمران عبدالرحمٰن نے الحجارہ کے باہر اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا تھا لہٰذا میرا اندازہ ہے کہ قرسینا اور انجلینا دونوں الحجارہ کی طرف گئی ہوں گی۔

جو شخص بنبلونہ سے میرے لئے پیغام لے کر آیا ہے اس نے یہ بھی بتایا ہے کہ جب گارشیا کو پتا چلا کہ قرسینا اور انجلینا دونوں اپنے کمرے میں نہیں ہیں، قصر سے بھاگ چکی ہیں تب اس نے ملکہ تھیوڈرہ سے مشورہ کرنے کے بعد ان دونوں کو پکڑنے

اور تعاقب کرنے کے لئے مختلف سمتوں میں اپنے کچھ مسلح جوان روانہ کیے تھے لیکن ہماری بدقسمتی قرسینا اور انجلینا کی خوش قسمتی کہ کوئی انہیں پکڑ نہ سکا ..... نہ ہی پتا چل سکا کہ وہ کیسے اور کدھر چلی گئی ہیں ..... ابھی تک ان سے متعلق کچھ خبر نہیں کہ وہ کہاں ہیں اور کس جگہ انہوں نے پناہ لی ہے ..... اب میرے لئے یہ بھی بڑی تشویش کی بات ہے کہ ہمارے قاصد پہنچنے سے پہلے ہی ان دونوں کو کیسے خبر ہوگئی کہ انہیں گرفتار کیا جانا ہے لہٰذا اپنے فاع کی خاطر وہ بھاگ گئیں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد رومیر رکا پھر خود ہی کہنے لگا۔''میرا اندازہ ہے کہ ان کے دل میں چور تھا۔ کسی ذرائع سے انہیں پتا چل گیا ہوگا کہ میری طرف سے کچھ قاصد بلبلونہ کی طرف آ رہے ہیں لہٰذا وہ پہلے ہی اپنی جان بچا کر بھاگ کھڑی ہوئیں ..... کاش میں بہت پہلے اس لڑکی کے خلاف حرکت میں آ چکا ہوں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد رومیر رکا کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔''لیسانہ! ایک دو موقع پر قرسینا کی گفتگو سے مجھے شک بھی گزرا تھا کہ وہ احمد بن یعلیٰ کی طرف مائل ہے لیکن میں نے اسے اپنی غلط فہمی اور ایک شبہ سمجھ کر مسترد کر دیا تھا۔ اس لئے کہ کچھ مواقع پر اس نے میرے ساتھ ایسی گفتگو کی تھی کہ جس کی بنا پر میرا شک میں پڑنا صحیح تھا ..... ایک موقع پر اس نے کہا تھا کہ احمد بن یعلیٰ ہماری ترغیب میں آ کر قرطبہ سے نکل کر لیون میں آ جاتا ہے تو قرسینا نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے مزید کہا تھا کہ اسے دھوکہ نہیں دیا جائے گا ..... جن ترغیبات کا اسے وعدہ دیا جائے گا اس پر عمل کیا جائے گا اور یہ کہ اگر میری اس سے شادی کی جائے گی تو اسے کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔

اس کی اس گفتگو نے مجھے شک میں ضرور ڈالا تھا پر بیٹی تھی ..... میں نے ذہن میں اٹھنے والے خیالات کو جھٹک دیا تھا ..... ایک اور موقع پر اس نے میرے سامنے یہ بھی کہا تھا کہ جو ترغیبات ہم اس دے رہے ہیں وہ ان میں آئے گا نہیں ..... گویا قرسینا خود چاہتی تھی کہ وہ ان ترغیبات میں نہ آئے اور جس شخص سے وہ محبت کر رہی ہے ایک طرح سے اس کے کردار، اس کے اخلاق کی بلندی اپنی جگہ قائم دائم رہے۔''

یہاں تک کہتے کہتے رومیر کو رک جانا پڑا اس لئے کہ اس کے قصر کا چوبدار اس کمرے کے دروازے پر نمودار ہوا پھر رومیر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''مالک! اپنا ایک مخبر آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہے ..... وہ کوئی خبر لے

کر آیا ہے اور اسی وقت وہ خبر آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہے۔''

اپنی نشست پر بیٹھے ہی بیٹھے رومیر نے اپنے چوبدار کو مخاطب کر کے کہا۔''آنے والے مخبر کو یہیں اس کمرے میں بھیج دو۔''

چوبدار پیچھے ہٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک مخبر اس کمرے میں داخل ہوا، رومیر نے ہاتھ کے اشارے سے ذرا فاصلے پر پڑی ہوئی ایک نشست پر اسے جب بیٹھنے کا اشارہ دیا تو وہ چپ چاپ وہاں بیٹھ گیا پھر رومیر نے اسے مخاطب کیا۔

''تم کہاں سے اور کدھر سے آئے ہو اور کیا خبر لائے ہو۔''

جواب میں وہ مخبر رومیر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔''مالک! میں شنترین کی طرف سے آیا ہوں۔ شنترین پر گوامیہ بن اسحاق نے قبضہ کرنے کے بعد وہاں اپنی حالت کافی مضبوط اور مستحکم کر لی تھی اور وہاں ایک خاصا بڑا لشکر بھی تیار کر لیا تھا اور اس لشکر کے ساتھ اس نے مکمل طور پر ہم سے یکجہتی کرنے کے ساتھ ساتھ اس نے مسلمانوں کے حکمران عبدالرحمٰن کے خلاف ہمارا ساتھ دینے کا وعدہ بھی کیا تھا لیکن اس کے ساتھ ایک حادثہ پیش آ گیا ہے۔''

اس مخبر کے اس انکشاف پر رومیر نے چونکنے کے انداز میں اس کی طرف دیکھ پھر کہنے لگا۔

''امیہ بن اسحٰق کے ساتھ کیا حادثہ پیش آیا ہے۔''

جواب میں وہ مخبر پھر بول اٹھا۔''مالک! امیہ بن اسحاق اپنے کچھ ضروری امور کی انجام دہی کے لئے شنترین سے باہر گیا ہوا تھا۔ اس کے وہاں سے جانے کے بعد شنترین کے کسی امیر نے اس کے خلاف بغاوت کر دی اور شنترین میں جس قدر لشکر تھا اسے اپنے ساتھ ملا لیا ہے اور اس نے عبدالرحمٰن الثالث کے ساتھ وفاداری اور یکجہتی کا اعلان کر دیا ہے۔

اس حادثے کی خبر جب امیہ بن اسحاق کو ہوئی تو اس کے ساتھ چند دستے تھے جن کے ساتھ وہ شنترین سے باہر گیا ہوا تھا۔ اپنی جان بچانے کی خاطر وہ اب ہمارے علاقوں کا رخ کر رہا ہے۔ شنترین کی طرف نہیں گیا۔ اگر وہ ایسا کرتا تو شاید اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا۔ جہاں تک ہمارا اندازہ ہے وہ کل کسی وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہوگا اور شنترین میں جس مسلمان امیر نے اس کے خلاف بغاوت کر کے

عبدالرحمٰن کے حق میں وفاداری کا اعلان کر دیا ہے اس کے خلاف آپ سے مدد طلب کرے گا۔''

یہ خبر سن کر رومیر پریشان اور فکرمند ہو گیا تھا۔ دوبارہ مخبر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ''شنترین میں امیہ بن اسحاق کے خلاف کس نے بغاوت کھڑی کی ہے۔''

جواب میں وہ مخبر اپنی بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔ ''ابھی تک یہ خبر نہیں ہوئی کہ مسلمانوں کے جس امیر نے شنترین میں امیہ بن اسحاق کے خلاف بغاوت کھڑی کی ہے وہ کون ہے، اس کا کیا نام ہے۔ تاہم یہ حادثہ پیش آ چکا ہے اور امیہ بن اسحاق اپنے چند سرکردہ ساتھیوں کے ساتھ لیون کا رخ کیے ہوئے ہے۔''

رومیر نے کچھ سوچا پھر اس مخبر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ ''ٹھیک ہے! امیہ بن اسحاق کو آنے دو اس کے ساتھ تفصیل سے گفتگو کرنے کے بعد ہم یقیناً امیہ بن اسحاق کی مدد کریں گے اور شنترین میں اس کی حکومت کو ہر صورت میں بحال رکھیں گے تاکہ عبدالرحمٰن الثالث کے خلاف مسلمانوں کا ایک مہرہ تو کم از کم ہمارے ہاتھ میں رہے۔''

اس کے ساتھ ہی رومیر نے اس مخبر کو جانے کی اجازت دے دی تھی۔

ان دنوں امیر عبدالرحمٰن نے اپنے لشکر کے ساتھ اندلس کے انتہائی شمال کے علاقوں میں پڑاؤ کیا ہوا تھا جبکہ اندلس کے شمالی حصوں تک امن و امان قائم کرنے کے لئے عبدالرحمٰن نے ایک لشکر احمد بن یعلیٰ کے حوالے کیا اور جن جن قلعوں، جن جن شہروں کے اندر سے مسلمانوں کے خلاف بغاوت یا سرکشی اٹھنے کا اندیشہ تھا یا جہاں جہاں بھی مسلح دستے مسلمانوں کے خلاف جمع ہو رہے تھے وہاں احمد بن یعلیٰ کو حملہ آور ہونے کا حکم دیا۔

اس حکم کے جواب میں احمد بن یعلیٰ آندھی اور طوفان کی طرح حرکت میں آیا۔ شمال میں جس قدر چھوٹے بڑے قلعے تھے سب کو اس نے نیست و نابود کرنا شروع کر دیا تھا۔ جہاں بھی باغی اور سرکش پناہ لئے ہوئے تھے وہاں وہ حملہ آور ہوا۔ باغیوں اور سرکشوں کا صفایا کرتا چلا گیا حتیٰ کہ اپنی ترک تاز کو اس نے اس قدر وسیع کیا کہ جبل ابرانس کو عبور کرتے ہوئے وہ فرانس کی حدود میں داخل ہو گیا تھا۔

مؤرخین اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ احمد بن یعلیٰ نا قابل تسخیر یلغار اور ترک تاز کرتا ہوا اپنے سامنے آنے والے دشمن کے ہر لشکر کو رگیدتا اور شکست دیتا ہوا فرانس میں داخل ہوا تھا۔

دوسری طرف رومیر نے جب دیکھا کہ عبدالرحمٰن کا لشکر دو جگہ مصروف کار ہے، خود عبدالرحمٰن لشکر کے ایک حصے کے ساتھ اندلس کے شمالی حصے میں پڑاؤ کئے ہوئے ہے جبکہ لشکر کے ایک حصے کے ساتھ احمد بن یعلیٰ شمال کی طرف یلغار کرتے ہوئے فرانس میں داخل ہو چکا ہے تب اس نے اس موقع پر پوری طاقت اور قوت کے ساتھ امیہ بن اسحاق کی مدد کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اتنی دیر تک امیہ بن اسحاق بھی اس کے پاس پہنچ چکا تھا اور شنترین میں جو اس کے خلاف بغاوت اٹھی تھی اس کے خلاف مدد طلب کر لی

تھی۔

صورتِ حال کیونکہ رومیر اور امیہ بن اسحاق دونوں کے حق میں تھی اس لئے رومیر ایک بہت بڑا لشکر لے کر روانہ ہوا اور شنترین کا رخ کیا۔ رومیر اس لئے بھی مطمئن تھا کہ عبدالرحمٰن فی الفور اس کے خلاف کارروائی نہیں کرے گا اس لئے کہ اس کے لشکر کا بڑا حصہ فرانس میں مصروفِ کار تھا اور جب تک اپنے لشکر کو جمع اور مجتمع کرتے ہوئے عبدالرحمٰن شنترین کا رخ کرے گا اس وقت تک شنترین میں جو امیہ بن اسحاق کے خلاف بغاوت اٹھی تھی اسے وہ ختم کر کے شنترین پر پھر امیہ بن اسحاق کا قبضہ کروانے میں کامیاب ہو جائے گا۔

لیکن رومیر اور امیہ بن اسحاق دونوں کی بدقسمتی جس وقت لیون کے قصر میں یہ کھچڑی پک رہی تھی کہ لشکر لے کر شنترین پر حملہ آور ہونا چاہئے اور امیہ بن اسحاق نے لیون میں اس کے قصر ہی میں قیام کیا ہوا تھا۔ مسلمان مخبروں اور طلایہ گروں نے ان کے ارادوں کی خبر عبدالرحمٰن تک پہنچا دی تھی اور اسی روز کچھ مخبر اور قاصد احمد بن یعلیٰ کی طرف روانہ ہو گئے تھے اور عبدالرحمٰن نے اسے فی الفور واپس آنے کا حکم دے دیا تھا۔

یہ حکم ملتے ہی احمد بن یعلیٰ نے فرانس کے اندر اپنی یلغار اور ترک تاز کو روک دیا اور بڑی برق رفتاری سے واپس آیا۔ احمد بن یعلیٰ کے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ واپس آتے ہی عبدالرحمٰن نے جس جگہ پڑاؤ کیا تھا وہاں سے اس نے کوچ کیا اور بڑی تیزی سے اس نے شنترین کا رخ کیا تھا۔

جس وقت عبدالرحمٰن اور احمد بن یعلیٰ اپنے لشکر کے ساتھ آندھی اور طوفان کی طرح شنترین کی طرف بڑھ رہے تھے اس وقت تک رومیر اور امیہ بن اسحاق دونوں نے مل کر شنترین کا محاصرہ کر لیا تھا لیکن شنترین کے اندر جو سالار اور لشکری تھے انہوں نے مردانہ وار رومیر اور امیہ بن اسحاق کا مقابلہ کیا۔ وہ امیر عبدالرحمٰن کے حق میں انتہائی مخلص اور وفادار تھے لہٰذا بڑی جانثاری سے وہ اپنا دفاع کرنے لگے تھے۔

شنترین کے محاصرے کو ابھی دو روز ہی ہوئے تھے کہ شنترین کے اندر جو سالار اور لشکری تھے انہیں خبر پہنچ گئی کہ امیر عبدالرحمٰن اپنے لشکر کے ساتھ ان کی مدد کے لئے طوفانی بگولوں کی طرح شنترین کا رخ کئے ہوئے ہے۔

یہ خبر ملتے ہی نہ صرف شہر کے لوگوں کے اندر بلکہ شہر کے اندر جو لشکر تھا ان میں ایک نیا جذبہ اور ولولہ پیدا ہو گیا تھا اور وہ پہلے سے زیادہ شدت اور دلجمعی کے ساتھ رومیر اور امیہ بن اسحاق کے حملوں کا مقابلہ کرنے لگے تھے۔

دوسری طرف رومیر اور امیہ بن اسحاق کو بھی خبر ہو گئی تھی کہ عبدالرحمٰن اپنے پورے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے شنترین کا رخ کئے ہوئے ہے۔ رومیر اور امیہ بن اسحاق نے شنترین پر حملے بند کر دیئے اور شنترین کے نواح میں کھلے میدانوں کے اندر اپنے پڑاؤ کو مضبوط اور مستحکم کر لیا تھا۔ اب رومیر کی بدبختی وہ شنترین شہر کا محاصرہ ترک کر کے لیون شہر کی طرف بھاگ بھی نہیں سکتا تھا۔ جن راستوں سے ہو کر اس نے لیون کی طرف جانا تھا، انہی راستوں سے امیر عبدالرحمٰن اپنے لشکر کے ساتھ دھول کے بادل اُڑاتا ہوا شنترین کا رخ کئے ہوئے تھا۔

اور پھر رومیر کو یہ بھی پتہ تھا کہ مسلمان مخبر اور طلایہ گر بڑی سرگرمی سے کام کر رہے ہیں اور اگر اس نے کسی اور راستے سے اپنی جان بچانے کی خاطر لیون کا رخ کرنے کی کوشش کی تو عبدالرحمٰن اپنے پورے لشکر کے ساتھ اس کے تعاقب میں لگ جائے گا اور راستے ہی میں پشت کی جانب سے حملہ آور ہو کر اسے نیست و نابود کر کے رکھ دے گا۔ اس بناء پر شنترین کے نواح میں کھلے میدانوں کے اندر رومیر نے پڑاؤ کر لیا تھا۔ شاید وہ چاہتا تھا کہ کھلے میدانوں کے اندر ایک بار پھر عبدالرحمٰن کے خلاف قسمت آزمائے شاید کامیابی کی کوئی کرن دکھائی دے جائے۔

جس روز رومیر اور امیہ بن اسحاق نے شنترین کے نواح میں اپنے لشکر کو استوار کیا تھا، ایک حصہ شہر کی طرف مختص کر دیا تھا تاکہ شہر کے اندر سے کوئی لشکر نکل کر ان پر حملہ آور نہ ہو، اس سے اگلے روز عبدالرحمٰن اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچ گیا اور رومیر کے لشکر کے سامنے اس نے پڑاؤ کیا۔

دیکھتے ہی دیکھتے شہر سے باہر عبدالرحمٰن نے خیموں کا ایک شہر آباد کر کے رکھ دیا تھا۔ دونوں لشکر پورا دن ایک دوسرے کے سامنے پڑاؤ کئے رہے۔ کوئی ہلچل نہ ہوئی۔

جب اگلی رات آئی تب بھی خاموشی رہی۔ امیر عبدالرحمٰن شاید اپنے لشکر کو ایک دن اور ایک رات آرام کرنے اور ستانے کا موقع فراہم کرنا چاہتا تھا اور اس سے اگلے روز وہ جنگ کی ابتداء کرنا چاہتا تھا۔ دوسری طرف رومیر شاید یہ چاہتا تھا کہ جس

وقت عبدالرحمٰن جنگ کی ابتداء کرے اسی وقت اس سے ٹکرایا جائے۔

اس رات شہر کی فصیل کے اوپر شنترین شہر کا لشکر بھی بڑا مستعد رہا۔ فصیل کے اوپر مشعلیں جلتی رہیں۔ عبدالرحمٰن اور رومیر کے لشکریوں میں بھی مشعلیں روشن تھیں۔ رات کسی نہ کسی طرح بیت گئی۔

اگلے روز جب مسلمان لشکری اٹھے تو یہ دیکھ کر دنگ رہ گئے کہ ان کے سامنے جہاں رومیر نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا ہوا تھا وہ میدان خالی پڑا ہوا تھا۔ رومیر رات کی تاریکی ہی میں اپنی جان بچا کر اپنے مرکزی شہر لیون کی طرف بھاگ گیا تھا اور امیہ بن اسحاق بھی اس کے ساتھ چلا گیا تھا۔ اس طرح رومیر اور امیہ بن اسحاق عبدالرحمٰن سے ٹکرانے کی جرأت اور جسارت نہ کر سکے۔

شہر کے اندر جو لشکر تھا اسے اور شہر کے لوگوں کو جب خبر ہوئی کہ امیر عبدالرحمٰن کے آنے کا سن کر رومیر اپنے لشکر کے ساتھ اپنے مرکزی شہر لیون کی طرف بھاگ گیا ہے تب وہ عبدالرحمٰن کا استقبال کرنے کے لئے شہر سے باہر نکلے۔ عبدالرحمٰن بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ سب سے ملا۔ سالاروں کو ان کی کارگزاری پر شاباش دی۔ انہیں انعام اور تحائف سے مالا مال کیا۔ شہر کے سرکردہ لوگوں کو بھی اس نے خوب نوازا اور ان کی بھی دل جوئی کی۔

اس طرح چند روز تک عبدالرحمٰن نے شنترین میں قیام کرنے کے بعد اس کے استحکامات پر توجہ دی۔ برجوں کو پہلے کی نسبت زیادہ مضبوط اور مستحکم کیا۔ شہر کے دفاع کے لئے ایک خاصی بڑی رقم بھی اس نے مختص کی۔ اس کے بعد وہ اپنے لشکر کے ساتھ نبرہ کی مملکت کے مرکزی شہر بنبلونہ کی طرف بڑھا تھا۔ اس لئے کہ اب تک عبدالرحمٰن بنبلونہ کے اطراف میں جس قدر شہر اور قلعے تھے اور جہاں سے دشمنوں کے اٹھ کر بنبلونہ کی طرف کوچ کرنے کے امکانات تھے ان پر حملہ آور ہوتا رہا تھا اور اب عبدالرحمٰن نے تہیہ کر لیا تھا کہ وہ آگے بڑھ کر نبرہ کے مرکزی شہر بنبلونہ کا محاصرہ کرے گا۔ لہٰذا عبدالرحمٰن نے اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے بنبلونہ کا رخ کیا تھا۔

نبرہ کے بادشاہ اور اس کی ماں تھیوڈورہ کو بھی خبر ہو گئی تھی کہ اب امیر عبدالرحمٰن اپنے پورے لشکر کے ساتھ بنبلونہ کا محاصرہ کرنے اور اس پر ضرب لگانے کے لئے پیش

قدمی کر رہا ہے۔ ان دونوں کو مخبروں نے یہ بھی اطلاع دے دی تھی کہ احمد بن یعلیٰ کے فرانس میں داخل ہونے کے باعث رومیر نے شنترین پر دوبارہ قبضہ کر کے وہاں امیہ بن اسحاق کی حکومت بحال کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا اور بزدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے وہ عبدالرحمٰن سے ٹکرائے بغیر اپنے مرکزی شہر لیون کی طرف بھاگ گیا ہے۔

یہ خبریں ملکہ تھیوڈورہ اور نبرہ کے بادشاہ گارشیا دونوں کے لئے یقیناً حوصلہ شکن تھیں لہٰذا جب یہ خبر پہنچی کہ عبدالرحمٰن بنبلونہ کا رخ کئے ہوئے ہے تب ملکہ اور گارشیا نے اپنے سارے امراء اور سالاروں کا اجلاس طلب کیا اور اس سلسلے میں ان سے مشورہ کیا۔

اس مشورے کے جواب میں ہر مشیر، ہر سالار، ہر امیر اور سلطنت کے ہر اعلیٰ منصب دار نے تھیوڈورہ اور گارشیا کو یہی مشورہ دیا کہ عبدالرحمٰن سے مقابلہ کرنا بے کار ہے۔ انہوں نے ملکہ اور گارشیا کو یہ بھی یاد دلایا کہ اس سے پہلے جب گارشیا کا باپ شانجہ نبرہ کا بادشاہ تھا تو اس کے دور میں بھی امیر عبدالرحمٰن سے ٹکرانے کی کوشش کی گئی تھی لیکن عبدالرحمٰن نے بدترین شکست دے کر ایک طرح سے بنبلونہ کو فتح کرتے ہوئے فراخ دلی کا مظاہرہ کر کے شانجہ اور ملکہ تھیوڈورہ کو معاف کر دیا تھا۔ لہٰذا سب نے یہی مشورہ دیا کہ نبرہ کی مملکت کی بہتری اسی میں ہے کہ ملکہ تھیوڈورہ اور بادشاہ گارشیا دونوں اپنے امراء، اپنے سالاروں اور سلطنت کے امراء کے ساتھ بنبلونہ شہر سے باہر نکل کر بڑی فراخدلی کے ساتھ عبدالرحمٰن اور اس کے لشکر کا استقبال کریں اور عبدالرحمٰن سے صلح کی گفتگو کرتے ہوئے آئندہ کے لئے اس کا فرمانبردار اور اطاعت گزار رہنے کے ساتھ ساتھ اس سے اپنے اس رویے کی معافی بھی طلب کی جائے اس لئے کہ ماضی میں بھی شانجہ نے عبدالرحمٰن کا اطاعت گزار رہنے کا وعدہ کیا تھا جبکہ اسے توڑ دیا گیا تھا۔

ملکہ تھیوڈورہ اور اس کے بیٹے گارشیا نے اپنے امراء اور سالاروں کے اس مشورے کو قبول کیا۔ ملکہ تھیوڈورہ اور گارشیا خود عبدالرحمٰن کے خلاف جنگ کی طرح نہیں ڈالنا چاہتے تھے اس بناء پر انہوں نے چند مخبر مقرر کئے جن کے ذمے یہ کام لگایا گیا کہ جس وقت عبدالرحمٰن اپنے لشکر کے ساتھ بنبلونہ شہر سے قریب آئے تو انہیں بروقت اطلاع دی جائے تاکہ شہر سے باہر نکل کر وہ عبدالرحمٰن کا استقبال کریں۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ امیر عبدالرحمٰن اپنے لشکر کے ساتھ جب بنبلونہ کے قریب پہنچا تب ملکہ تھیوڈورہ اور بادشاہ گارشیا کے حکم پر نبرہ کی مملکت کے مرکزی شہر بنبلونہ کی فصیل کے سارے دروازے کھول دیئے گئے۔ ملکہ اور گارشیا بنفس نفیس اپنے سالاروں اور امراء کے ساتھ شہر سے باہر نکلے اور انتہائی شاندار انداز میں نہ صرف عبدالرحمٰن اور اس کے سالاروں کا استقبال کیا بلکہ گارشیا اور ملکہ تھیوڈورہ نے عبدالرحمٰن کی خدمت میں حاضر ہونے کی زحمت بھی کی۔

ملکہ تھیوڈورہ اور اس کا حکمران بیٹا گارشیا دونوں جب امیر عبدالرحمٰن کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عبدالرحمٰن نے ان کی بڑی عزت افزائی اور آؤ بھگت کی۔ بڑے شاندار انداز میں اپنے سالاروں کے ساتھ ان کا استقبال کیا۔ امیر عبدالرحمٰن کے اس سلوک سے ملکہ تھیوڈورہ اور گارشیا بھی بے حد خوش ہوئے تھے۔ اس سے پہلے وہ خوفزدہ تھے کہ دیکھیں امیر عبدالرحمٰن ان دونوں کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے۔ لیکن جب امیر نے ان کی عزت افزائی کی اور ان کے ساتھ نہایت نرمی سے پیش آیا تب ملکہ تھیوڈورہ اور گارشیا نے اس ملاقات کے دوران امیر عبدالرحمٰن کے ساتھ وعدہ کیا کہ آئندہ وہ عبدالرحمٰن کے مطیع اور فرمانبردار بن کر رہیں گے۔ ساتھ ہی یہ بھی وعدہ کیا کہ نبرہ کا اصل حکمران عبدالرحمٰن الثالث کو تسلیم کیا جائے گا جبکہ گارشیا کی حیثیت اس کے ایک ماتحت حکمران کی سی ہوگی۔

امیر عبدالرحمٰن نے ملکہ تھیوڈورہ اور گارشیا کی اس پیشکش پر خوش اور مطمئن ہو کر ان دونوں کو معاف کر دیا حالانکہ اس سے پہلے وہ بنبلونہ پر حملہ آور ہونے کا مصمم ارادہ کر چکا تھا لیکن جب شہر سے باہر نکل کر اور شہر کے سارے دروازے کھول کر ملکہ تھیوڈورہ اور گارشیا اس کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کی اطاعت اور فرمانبرداری کو قبول کرتے ہوئے عبدالرحمٰن نے انہیں معاف کر دیا اور اپنے لشکر کو ستانے اور آرام فراہم کرنے کے لئے اس نے وہاں اپنے لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

عبدالرحمٰن نے چند روز تک اپنے لشکر کے ساتھ نبرہ کے مرکزی شہر کے نواح میں قیام کیا۔ اس کے بعد اپنے سالاروں سے صلاح مشورہ کرنے کے بعد اس نے شنت ماریہ پر حملہ آور ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ شنت ماریہ میں امیر عبدالرحمٰن کے دادا عبداللہ کے دور سے باغی اپنی خودمختاری کا اعلان کر چکے تھے اور امیر عبدالرحمٰن ان باغیوں کو کسی بھی

صورت برداشت کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔

شنت ماریہ ایک درمیانے درجے کا شہر تھا جس کے اندر ایک انتہائی مضبوط اور مستحکم قلعہ بھی تھا۔ آج کل اس کے آثار باقی نہیں ہیں صرف وہ مقام ہے جس پر کبھی قلعہ ہوا کرتا ہے۔ اس کا پرانا نام سانتا ماریہ تھا جس کو عربوں نے معرب کر کے شنت ماریہ کا نام دے دیا۔ اس نام کا کیونکہ اندلس میں ایک اور شہر بھی تھا جو اندلس کے شرقی حصے میں تھا لہٰذا عربوں نے اُسے شنت ماریہ الشرق اور اس کو شنت ماریہ الغرب کا نام دیا تھا۔

شنت ماریہ سے متعلق مؤرخین لکھتے ہیں کہ یہاں ایک بہت بڑا لشکر تھا۔ باغی خود مختاری اختیار کر چکے تھے۔ شنت ماریہ طبیرہ شہر سے بارہ میل کے فاصلے پر ساحل سمندر کے قریب تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کی شہر پناہ سمندر سے اس قدر قریب تھی کہ جب سمندر میں مدوجزر آتا تو سمندر کا پانی شہر کی فصیل کی دیوار پر چڑھ جاتا تھا۔

یہ چھوٹی سی بندرگاہ بھی تھی جہاں مچھیروں کی کشتیوں کے علاوہ تجارتی چھوٹے بڑے جہاز بھی آتے تھے۔ یہاں انگور اور انجیر کے بہت سے باغ تھے۔

شروع زمانہ فتوحات میں پہلی صدی ہجری کے آخری حصے سے لے کر کافی عرصے تک یہ شہر مسلمانوں کے زیر حکومت رہا۔

اندلس کے حکمران امیر محمد کے دور میں جس کا دور 852ء سے 886ء تک تھا ایک عیسائی رئیس زولف نے یہاں بڑی طاقت اور قوت حاصل کر لی تھی۔ اس کے بعد اس کے لڑکے نے اسلام قبول کر لیا۔ اپنا نام اس نے یحییٰ رکھا اور ان علاقوں میں اس نے اپنے باپ سے بھی زیادہ قوت حاصل کر لی۔

یحییٰ نے شنت ماریہ پر قبضہ کر کے اس کے اردگرد کے وسیع علاقوں کو بھی اپنی عملداری میں لاتے ہوئے ایک طرح سے ایک صوبے کی حیثیت دے دی اور سارے علاقے کا خودمختار مالک بن گیا اور شنت ماریہ کو اپنا مرکز حکومت قرار دے دیا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس نے یہاں ایک انتہائی مضبوط اور مستحکم قلعہ بھی بنوایا اور اس میں بڑے بڑے آہنی دروازے لگوائے جن کو بہت شہرت ملی۔

یحییٰ کے بعد وہاں اس کے بیٹے بکر کو حکومت ملی اس نے بھی ایک طرح سے خود مختاری کا اعلان کئے رکھا اور اپنے آپ کو مسلمان حکمرانوں کے ماتحت نہ سمجھا۔

جب بکر ان علاقوں کا حکمران ہوا تو اس وقت مسلمانوں کا حکمران امیر عبدالرحمٰن الثالث کا دادا عبداللہ تھا۔ عبداللہ ان باغیوں کے خلاف حرکت میں نہ آ سکا اس لئے کہ ان دنوں امیر عبداللہ کے خلاف ابن حفصون نے علم بغاوت کھڑا کر رکھا تھا اور اس کی بغاوت ان دنوں اپنے زور پر آ چکی تھی۔ حفصون کے علاوہ چند دوسرے نومسلم خاندان جو اندلس کے مختلف شہروں اور علاقوں میں صاحبِ حکومت ہو گئے تھے وہ بھی خلافت قرطبہ کے برخلاف ابنِ حفصون کے مددگار اور حامی بنے ہوئے تھے۔

شنت ماریہ کا نومسلم حکمران خاندان آہستہ آہستہ بنی بکر کہلانے لگا۔ بظاہر یہ مسلمان تھے لیکن اندرونِ خانہ انہوں نے ابنِ حفصون کی بھی مدد کی۔ اس کے علاوہ چند دوسرے نومسلم حکمران جو باغی اور سرکش ہو گئے تھے ان کو بھی ان کی حمایت حاصل تھی۔ اس بناء پر امیر عبدالرحمٰن نے شنت ماریہ پر حملہ آور ہونے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

بنبلونہ شہر کے نواح سے جب عبدالرحمٰن نے اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کیا اور شنت ماریہ کا رخ کیا تو شنت ماریہ میں جو باغی حکمران تھے انہیں پہلے ہی خبر ہو گئی تھی کہ امیر عبدالرحمٰن سارے چھوٹے بڑے شہروں اور قلعوں کے باغیوں کو سر کرنے کے بعد اب ان کا رخ کئے ہوئے ہے۔ اس بناء پر آس پاس کے چھوٹے بڑے شہروں اور قلعوں کے اندر ان کے حمایتی تھے۔ انہوں نے نہیں اپنی مدد کے لئے طلب کر لیا۔

شہر کے اندر ایک خاصی بڑی طاقت اور قوت جمع کر لی تھی اور یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ شہر کے اندر محصور رہ کر امیر عبدالرحمٰن کا مقابلہ کریں گے۔ ساتھ ہی انہوں نے ایک چھوٹا سا بحری بیڑہ بھی تیار کر لیا جس کے ذمے یہ کام لگایا گیا کہ وہ سمندر کے راستے انہیں اندلس کے مختلف باغی عناصر کی طرف سے رسد اور کمک پہنچاتے رہیں گے۔

شنت ماریہ چونکہ سمندر کے کنارے تھا اور اس کی فصیل جس کا محیط کافی زیادہ تھا، ساحل سمندر تک گئی ہوئی تھی۔ باغیوں نے یہ فیصلہ کیا کہ فصیل کا وہ دروازہ جو سمندر کی جانب تھا اس دروازے کے ذریعے اس بحری بیڑے سے رابطہ رکھا جائے گا جس کے ذمے شنت ماریہ کے باغیوں کو رسد اور کمک پہنچانے کی ذمہ داری سونپی گئی تھی۔

امیر عبدالرحمٰن کو بھی اس کے مخبر اور طلایہ گر اطلاعات فراہم کر رہے تھے کہ شنت

ماریہ والوں نے نہ صرف یہ کہ اپنے شہر اور قلعے کے اندر ایک بہت بڑی طاقت اور قوت جمع کر لی ہے، ساتھ ہی انہوں نے ایک خاصا بڑا بحری بیڑہ بھی تیار کر لیا ہے اور یہ بحری بیڑہ سمندر کے راستے سے انہیں رسد اور کمک پہنچاتا رہے گا۔ اس طرح وہ محاصرے کو طول دے کر مسلمانوں کو اس قدر تھکا مارنا چاہتے تھے کہ وہ تھک ہار کر شہر کا محاصرہ ترک کر کے واپس جانے پر مجبور ہو جائیں۔

شنت ماریہ پہنچ کر امیر عبدالرحمٰن نے اپنے لشکر کے ساتھ سمندر کے بالکل مخالف سمت اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا۔ جس وقت خیمے نصب ہو گئے، لشکر کا ایک حصہ کھانے اور مستعد کر دیا گیا۔ باقی لشکریوں کو آرام کرنے کا موقع فراہم کیا گیا۔

اگلے روز امیر عبدالرحمٰن نے سارے چھوٹے بڑے سالاروں کو اپنے خیمے میں طلب کر لیا تھا تاکہ شنت ماریہ پر حملہ آور ہونے کے لئے منصوبہ بندی کی جائے۔ جب سارے سالار خیمے میں جمع ہو گئے تب امیر عبدالرحمٰن انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''عزیزانِ دیرینہ! جیسا کہ میرے مخبر اور طلایہ گر بتا چکے ہیں کہ شنت ماریہ کے لوگ ہمارا مقابلہ کرنے کے لئے ایک بہت بڑا لشکر جمع کیا جا چکا ہے اور انہوں نے تہیہ کر رکھا ہے کہ وہ محصور رہ کر ہمارا مقابلہ کریں گے اور شہر کا دفاع کریں گے۔

دوسرا اہم پہلو جس کی وجہ سے شنت ماریہ کے حکمرانوں اور لشکریوں کے لوگوں کو ایک طرح کی تقویت حاصل ہے وہ یہ کہ انہوں نے ایک بحری بیڑا تیار کر لیا ہے فرانس کے علاوہ دوسری مختلف سمتوں سے جہاں لوگ ان کے حق میں ہیں وہاں سے بحری رسد اور کمک فراہم کرتا رہے گا۔ شنت ماریہ کے باغی یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ جب تک سمندر کی طرف سے برابر رسد اور کمک ملتی رہے گی تو محاصرہ طول پکڑے گا اور وہ ہم اس قدر تھکا دیں گے کہ ہم محاصرہ اٹھا کر واپس جانے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ لیکن ہم نے ان پر ثابت کرنا ہے کہ نہ ہی ہم اس محاصرے کو طول پکڑنے دیں گے نہ ہی شہر کے اندر جو لشکر ہے اسے موقع فراہم کریں گے کہ وہ ہمیں تھکا مارے۔

تیسرا پہلو یہ کہ نہ ہی بحری بیڑے کو اجازت دیں گے کہ وہ ضرورت کے وقت شہر میں مقیم باغی لشکر کو ضروریات کا سامان فراہم کر سکے۔

یہاں تک کہنے کے بعد عبدالرحمٰن رکا، پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا وہ کہہ رہا تھا۔ ''میرے عزیز ساتھیو! اس وقت شہر پر حملہ آور ہونے اور بلاتاخیر اسے فتح کرنے

کے لئے جو تجویز میرے ذہن میں ہے وہ میں تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں۔ اگر تم میں سے کوئی اس میں ردوبدل کرنا چاہے اور اس تبدیلی میں افادیت ہوئی تو اس پر عمل کیا جائے گا۔

سب سے پہلے لشکر کا ایک چھوٹا سا حصہ علیحدہ کر کے پڑاؤ میں رکھا جائے گا اس کے ذمے دو کام ہوں گے۔ ایک تو وہ پڑاؤ کی حفاظت کرے گا، دوسرے یہ کہ اگر دن اور رات کے کسی بھی حصے میں باغیوں کا کوئی بھولا بھٹکا گروہ یا دانستہ طور پر گھات میں بٹھایا ہوا ان کا کوئی لشکر ہم پر حملہ آور ہونے یا شب خون مارنے کے لئے آئے گا تو وہ حصہ مستعد رہے گا۔ پہلے حملہ آوروں کو روکے گا اس کے ساتھ ہی لشکر کے دوسرے حصے کو بھی اطلاع کرے گا تاکہ حملہ آور ہونے والوں کا مکمل طور پر خاتمہ کر دیا جائے۔

اس کے بعد لشکر کا ایک اور چھوٹا حصہ علیحدہ کیا جائے گا۔ میرے عزیزو! یہاں آنے کے بعد تم لوگوں کے ساتھ میں نے شہر کے دائیں بائیں حصے کا جائزہ لیا تھا۔ اس کے بعد ہم نے سمندر کی مخالف سمت پڑاؤ کیا تھا۔ میں نے بھی دیکھا اور تم نے بھی جائزہ لیا، سمندر کے کنارے اونچی نیچی چٹانوں کے علاوہ چھوٹی چھوٹی چٹانیں بھی ہیں جو دشمن کے بحری بیڑے کو مار بھگانے کے لئے ہمارے لئے بڑی سود مند ثابت ہو سکتی ہیں۔

لشکر کا دوسرا حصہ جو ہم علیحدہ کریں گے وہ سمندر کنارے کی ان ہی چٹانوں اور چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کے اندر گھات میں بٹھا دیں گے۔ ان کا کام صرف یہ ہوگا کہ اگر کوئی دشمن کا لشکر شہر پناہ کے اس دروازے سے باہر نکلتا جو سمندر کی طرف ہے تو وہ اس پر تیر اندازی کر کے یا اس پر حملہ آور ہو کر اس کا خاتمہ کر دے۔ ان کے ذمے جو دوسرا کام ہوگا وہ کچھ اس طرح ہوگا کہ وہ سمندر پر نگاہ رکھیں گے۔ جب اور جس وقت بھی باغیوں کا بحری بیڑہ ان کے لئے ضروریاتِ زندگی لے کر شہر کی فصیل کے سمندر والے حصے کی طرف آئے گا، وہ ان جہازوں پر جلتے پروں والے تیروں کی بارش کر دیں گے۔ اس طرح سمندر کے اندر ان جہازوں کے بادبانوں کو آگ لگا دیں گے۔ بادبانوں کو آگ لگنے کی وجہ سے جہاز بھی آگ پکڑ لیں گے۔ اس طرح جب اس بحری بیڑے کا خاتمہ ہو جائے گا اور شہر والوں کو سمندر کے راستے سے رسد اور کمک نہیں ملے گی تو زیادہ دن یہ باغی ہمارے سامنے اپنا دفاع نہ کر پائیں گے اور پھر ہم انہیں یہ

موقع بھی نہیں دیں گے کہ ان کے پہلے بحری بیڑے کا خاتمہ کرنے کے بعد انہیں اتنی مہلت دے دی جائے کہ وہ کوئی اور جہاز اور کشتیوں کا بندوبست کر لیں۔ اس دوران تک خداوند نے چاہا تو ہم شہر پر حملہ آور ہو کر شہر کو فتح کر چکے ہوں گے۔

اب دو چھوٹے چھوٹے لشکر علیحدہ کرنے کے بعد باقی لشکر کے ساتھ سختی اور انتہائی شدت کے ساتھ شہر پر حملے شروع کر دیئے جائیں گے۔ اس طرح مجھے امید ہے کہ بہت جلد ہم شنت ماریہ کو اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیں گے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد امیر عبدالرحمٰن جب خاموش ہو گیا تب احمد بن یعلیٰ عبدالرحمٰن کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''امیر محترم! یہ ایک انتہائی معقول تجویز ہے اور اس پر عمل کر کے یقیناً ہم بہت جلد شنت ماریہ کو فتح کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ اس میں اگر تھوڑی سی تبدیلی کر دی جائے تو میرے خیال میں شہر کے محافظ لشکر پر ہماری طرف سے شدید دباؤ پڑے گا۔''

عبدالرحمٰن مسکرایا پھر احمد بن یعلیٰ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ ''میرے عزیز! جو تجویز تم کہنا چاہتے ہو کہو۔ اگر سود مند ہوئی تو یقیناً اس پر عمل کیا جائے گا۔''

احمد بن یعلیٰ کے چہرے پر ہلکا تبسم نمودار ہوا پھر کہنے لگا۔ ''امیر محترم! میں چاہتا ہوں کہ لشکر کا وہ حصہ جسے ہم پڑاؤ کی حفاظت کے لئے رکھیں وہ شہر پناہ کے اس حصے میں رہے جہاں ہمارا پڑاؤ ہے۔ جبکہ لشکر کا بڑا حصہ جس نے شہر پر حملے شروع کرنے ہیں وہ شہر پناہ کے دائیں پہلو کی طرف سے حملہ آور ہو کر لشکر کے جس حصے کو ہم نے سمندر کے کنارے گھات میں بٹھانا ہے وہ شہر پناہ کا سمندر کی طرف جو دروازہ ہے اس کے دائیں جانب جو چٹانیں ہیں اور چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں ہیں، ان کے اندر گھات لگائے گا۔

امیر محترم! جب حملوں کی ابتداء کی جائے تو سمندر کے کنارے تو ہمارا وہ لشکر جو چٹانوں کے اندر گھات لگائے بیٹھا ہوگا وہ خاموش نہ بیٹھے بلکہ شہر کی فصیل پر تیز اور لگاتار تیر اندازی کرنا شروع کر دے۔ اس طرح پڑاؤ کی حفاظت کے لئے جو لشکر ہوگا وہ بھی تھوڑا سا آگے بڑھے اور فصیل پر حملوں کی ابتداء کر دے۔ وہ بھی اپنے حملوں کی ابتداء موسلا دھار تیر اندازی سے کرے۔ جبکہ لشکر کا بڑا حصہ جس میں ہم سب لوگ

ہوں گے، شہر پناہ کے بائیں جانب سے حملہ آور ہو جائے گا۔ اس طرح امیر محترم! میرا خیال ہے ہم بہت جلد شہر کو فتح کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

امیر محترم! یہ جو تجویز میں نے کہی ہے اس کا فائدہ یہ ہو گا کہ جب ہمارے پڑاؤ کا محافظ لشکر بھی سمندر کی مخالف سمت سے حملہ آور ہو گا تو دشمن کو اپنے لشکر کا ایک حصہ فصیل کے اوپر اس سمت بھی متعین کرنا پڑے گا۔ اور جب سمندر کے کنارے دائیں جانب چٹانوں کے اندر جو ہمارا لشکر ہو گا وہ بھی تیر اندازی کرے گا اور فصیل کے اوپر ٹہلنے والوں کو اپنا ہدف بنائے گا، فصیل کے برجوں کو بھی اپنا نشانہ بنائے گا تب دشمن چوکنا ہو گا۔ انہیں جب یہ خبر ہو گی کہ ان پر تو تین اطراف سے حملے شروع ہو گئے ہیں تو پہلے ان کے ذہن میں جو بات آئے گی وہ یہ ہو گی کہ مسلمانوں کے تین لشکر بہ یک وقت شدتِ ماریہ پر حملہ آور ہو گئے ہیں۔ اس خیال سے ان کے اندر ایک طرح سے بے دلی اور افراتفری پیدا ہو گی۔

اس کے علاوہ ہمیں ایسا کرنے سے جو سب سے بڑا فائدہ ہو گا وہ یہ کہ دشمن کو اپنی قوت فصیل کے اوپر سے تین حصوں میں تقسیم کرنا پڑے گی۔ اور جب وہ اپنی قوت کو مختلف تین حصوں میں بھاری تعداد میں متعین کریں گے اور اپنے لشکر کے بڑے حصے کے ساتھ فصیل کے بائیں طرف سے حملہ آور ہوں گے تو ہمیں دشمن کی پوری قوت کا مقابلہ نہیں کرنا پڑے گا اس لئے کہ دشمن اپنی عسکری طاقت تقسیم کر چکا ہو گا۔ اپنے لشکر کا کچھ حصہ سمندر کی طرف تیر اندازی کرنے والے ہمارے تیر اندازوں کے لئے مختص کرے گا اور کچھ حصہ پڑاؤ کی حفاظت کرنے والے ہمارے لشکریوں کا سامنا کرنے کے لئے بھی مقرر کر دیئے جائیں گے۔ اس طرح میرے خیال میں دشمن کی طاقت اور قوت کو تین حصوں میں بانٹنے کے بعد ہم آسانی سے شہر فتح کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد احمد بن یعلیٰ رکا، کچھ سوچا پھر وہ مزید کہہ رہا تھا۔

''امیر محترم! میں چاہتا ہوں کہ عشاء کی نماز کے بعد لشکر کو تقسیم کر کے سب سے پہلے ایک حصہ سمندر کے کنارے کی چٹانوں اور پہاڑیوں کی طرف چلا جائے۔ وہاں گھات لگا لے۔ جس لشکر کو پڑاؤ میں مقرر کیا جائے وہ پڑاؤ ہی میں رہے باقی لشکر کو لے کر ہم پڑاؤ سے بالکل پیچھے اتنے فاصلے پر ہٹ جائیں جہاں ہمارے لشکر کی نقل و

حرکت کو فصیل پر پہرہ دینے والے دشمن کے لشکری دیکھ نہ سکیں۔ پھر وہاں سے کاوا کاٹتے ہوئے ہمارے لشکر کا بڑا حصہ شدت ماریہ کے بائیں پہلو کی طرف چلا جائے لیکن شہر کی فصیل کے قریب نہیں آئے۔ شہر سے اتنے فاصلے پر رہے جہاں سے فصیل پر پہرہ دینے والے انہیں دیکھ نہ سکیں۔

جب ایسا ہو چکے تب امیر محترم! سب سے پہلے سمندر کے کنارے گھات لگانے والا ہمارا لشکر حرکت میں آئے۔ پہلے وہ چند جلتے پروں والے تیر فضا میں بلند کرے۔ اس کے بعد شہر کی فصیل پر بڑی تیزی سے تیر اندازی کرنا شروع کر دے۔ فصیل کے اوپر پہرہ دینے والے محافظ جو برجوں کے اندر ہوں، انہیں اپنا ہدف بنائیں۔

جلتے پروں والے یہ تیر ہمارے اس لشکر کے لئے اشارہ ہو گا جو پڑاؤ میں ہو گا کہ سمندر کنارے کا ہمارا لشکر اپنے کام کی ابتداء کر چکا ہے۔ یہ اشارہ پا کر ہمارا پڑاؤ والا لشکر بھی فضا کے اندر آتشی تیر چلائے گا۔ ساتھ ہی پیش قدمی کرتے ہوئے وہ فصیل کے قریب جا کر صرف فصیل پر تیر اندازی کرنا شروع کر دے گا۔

جب پڑاؤ کا لشکر فضا کے اندر آتشیں تیر چلائے گا تو وہ ہمارے لئے اشارہ ہو گا کہ سمندر کے کنارے والے لشکر کے علاوہ پڑاؤ میں جو لشکر ہے وہ بھی دشمن پر تیر اندازی شروع کر چکا ہے۔

امیر محترم! جب شدت ماریہ کی فصیل پر سمندر اور ہمارے پڑاؤ دونوں جانب سے تیر اندازی شروع ہو گی تم ہماری اس کارروائی سے فصیل کے اوپر پہرہ دینے والے دشمن کے لشکری اور سالار چونکیں گے۔ اس وقت تک شدت ماریہ کے بائیں پہلو میں ہمارے لشکر کا ایک بڑا حصہ بالکل خاموش اور بے حس و حرکت رہے گا۔ اس صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے شدت ماریہ کے باغی ضرور یہ سوچنے پر مجبور ہوں گے کہ مسلمان شدت ماریہ پر دو طرفہ حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ ایک پڑاؤ کی طرف سے اور دوسرا سمندر کنارے کی طرف سے۔

اس انکشاف کو سامنے رکھتے ہوئے دشمن اپنے لشکر کا بڑا حصہ اس طرف منتقل کر دے گا۔ امیر محترم! جب ایسا ہو گا تو اس وقت ہم آندھی اور طوفان کی طرح حرکت میں آئیں گے۔ بڑی تیزی سے فصیل کے بائیں پہلو کی طرف آئیں گے۔ آناً فاناً رسوں کی سیڑھیاں پھینک کر فصیل پر چڑھنے کی کوشش کریں گے لیکن فصیل پر چڑھنے سے

پہلے چند دستوں کو مختص کر دیں گے جو فصیل پر کھڑے پہرہ داروں پر تیر اندازی کریں گے۔ اس کا ہمیں یہ فائدہ ہوگا کہ وہ لشکری اپنی جانیں بچانے کے لئے فصیل کے کھلے حصوں سے ہٹ کر برجوں کے اندر چلے جائیں گے۔ جب وہ ایسا کریں گے تو اس وقت تک ہم بھی حرکت میں آ چکے ہوں گے۔ رسوں کی سیڑھیاں فصیل پر پھینک چکے ہوں گے۔ اس کے بعد ہم فصیل پر چڑھنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ ایک بار ہم فصیل کے اوپر چلے گئے پھر شدت ماریہ کا پورا لشکر بھی فصیل کے بائیں حصے کی طرف آ گیا تو ہم اسے اپنے سامنے رگیدنے اور مار بھگانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد احمد بن یعلیٰ خاموش ہو گیا تھا۔ امیر عبدالرحمٰن کے علاوہ سارے سالاروں نے احمد بن یعلیٰ کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ اس کے بعد عبدالرحمٰن اٹھ کھڑا ہوا۔ سارے سالار بھی کھڑے ہو گئے اور لشکر کی تقسیم کا کام سرانجام دینے لگے تھے۔

عشاء کی نماز کے بعد لشکر کا ایک حصہ فصیل سے دور رہتے ہوئے سمندر کنارے کی چٹانوں اور پہاڑیوں کی طرف چلا گیا تھا اور وہاں ایک سالار کی سرکردگی میں لشکر نے گھات لگا لی تھی۔ لشکر کا دوسرا حصہ پڑاؤ ہی میں رہا اور پڑاؤ کے اندر مشعلیں روشن تھیں۔ ان مشعلوں کی روشنی میں پڑاؤ کے اندر لشکری حرکت کر رہے تھے جس سے فصیل کے اوپر دشمن یہ اندازہ لگا رہا تھا کہ مسلمان پڑاؤ کے اندر موجود ہیں۔

جبکہ لشکر کا تیسرا اور بڑا حصہ ایک دم پڑاؤ سے پیچھے ہٹا۔ کافی فاصلے پر دور چلا گیا۔ اس کے بعد اس لشکر نے دائیں جانب رخ موڑا۔ اس لشکر میں امیر عبدالرحمٰن، احمد بن یعلیٰ کے علاوہ دیگر سالار بھی تھے۔ ایک لمبا چکر کاٹتے ہوئے عبدالرحمٰن اور احمد بن یعلیٰ اس لشکر کو شدت ماریہ کی فصیل کے بائیں جانب لے گئے تھے۔

عبدالرحمٰن اور احمد بن یعلیٰ اپنے لشکر کو وہاں لا کر بالکل ساکن ہو گئے تھے۔ لشکریوں کو ہدایت جاری کر دی گئی تھی کہ وہ آپس میں بالکل گفتگو نہ کریں۔ کسی کی آواز تک شہر کی فصیل تک نہیں پہنچنی چاہئے۔ اگر کوئی آپس میں گفتگو کرتا ہے تو وہ دھیمے لہجے اور سرگوشی کے انداز میں کرے گا۔

اس ساری کارروائی کی تکمیل کے بعد آخر سمندر کنارے جو لشکر کا حصہ تھا اس نے اپنے کام کی ابتداء کی۔ اس لشکر سے پہلے کچھ جلتے پروں کے تیر فضا کے اندر چلائے گئے۔ اس کے بعد اس لشکر نے موسلا دھار انداز میں شہر کی فصیل پر تیر اندازی کرنی شروع کر دی تھی۔ ان کی اس اچانک تیر اندازی کی وجہ سے شہر کے وہ محافظ جو برجوں سے باہر کھڑے تھے چھلنی ہو کر فصیل سے نیچے گر گئے تھے۔ جو بچے وہ برجوں کے اندر دبک گئے تھے۔

اسی لمحے پڑاؤ کا لشکر بھی حرکت میں آیا۔ تھوڑا سا آگے بڑھا اور انہوں نے بھی فصیل پر تیز تیر اندازی شروع کر دی تھی۔ انہوں نے بھی فصیل کے کافی محافظوں کو مار گرایا تھا۔ اس طرح فصیل کے ان دو حصوں میں ایک طرح کی ہلچل اور افراتفری سی برپا ہو گئی تھی جس کی بناء پر فصیل کے دوسرے حصوں سے لشکری سمٹ کر ادھر گئے تھے۔

اس کے چند ہی لمحے بعد امیر عبدالرحمٰن اور احمد بن یعلیٰ حرکت میں آئے تھے۔ بڑی تیزی سے وہ آگے بڑھے۔ فصیل کے قریب آ کر انہوں نے جو چند دستے مقرر کئے تھے انہوں نے اتنی تیز تیر اندازی کی کہ فصیل کے کئی محافظوں کو انہوں نے مار گرایا۔ جس وقت اس حصے میں بھی فصیل کے اوپر افراتفری برپا ہوئی تھی، مسلمان لشکری بڑی تیزی سے حرکت میں آئے۔ فصیل کے اوپر انہوں نے رسوں کی سیڑھیاں پھینک کر آناً فاناً چڑھنا شروع کر دیا تھا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے ان گنت مسلمان لشکری فصیل کے اوپر پہنچ گئے تھے۔ برجوں کے اندر پہرہ دینے والے فصیل کے محافظ ان کی طرف لپکے تو ان میں سے اکثر کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس صورتِ حال کی وجہ سے فصیل کے اوپر ایک خوف و ہراس طاری ہو گیا تھا اور دشمن کے لشکری اِدھر اُدھر بھاگتے ہوئے شور کرنے لگے تھے۔

مسلمان بائیں جانب سے فصیل کے اوپر چڑھنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔

یہ خبر فصیل کے اوپر اور شہر کے اندر پھیلی تو ایک شور اور ایک خوف و ہراس چاروں طرف پھیلنا شروع ہو گیا تھا۔ شہر کے اندر جو محافظ لشکر تھا اس نے بھی بڑی تیزی سے فصیل پر چڑھنا شروع کر دیا تھا لیکن اب معاملہ ان کے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ اس وقت تک امیر عبدالرحمٰن کے لشکر کا ایک خاصا بڑا حصہ فصیل کے اوپر چڑھنے کے بعد نیچے اتر رہا تھا۔ پھر اس حصے نے لڑتے بھڑتے شہر پناہ کا جنوبی دروازہ کھول دیا تھا۔ دروازہ کھلتے ہی امیر عبدالرحمٰن اپنے پورے لشکر کے ساتھ شہر میں داخل ہو گیا تھا۔

اب شہر کے اندر گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی تھی۔ فصیل کے اوپر شنت ماریہ کے جس قدر لشکری تھے وہ سارے فصیل سے نیچے اتر آئے تھے جس کی بناء پر وہ لشکر جو پڑاؤ کی حفاظت پر مامور تھا، وہ تو پڑاؤ ہی میں رہا، لشکر کا وہ حصہ جو سمندر کنارے گھات لگائے ہوئے تھا اسے جب خبر ہوئی کہ امیر عبدالرحمٰن شہر میں داخل ہو چکے ہیں تب وہ بھی بڑی تیزی سے حرکت میں آئے اور شہر پناہ کے اس دروازے کی طرف بڑھے جو سمندر کی جانب تھا۔ اس وقت سمندر میں نہ کوئی کشتی تھی نہ کوئی بڑا بادبانی جہاز۔ اس بناء پر شہر کے محافظ لشکر نے اس دروازے سے نکل کر سمندر کی طرف جانے کی کوشش ہی نہ کی۔ اتنی دیر تک امیر عبدالرحمٰن کے لشکر کا ایک حصہ بڑی تیزی سے دشمن کو کاٹتا ہوا شہر پناہ کے اس دروازے کی طرف بڑھا تھا جو سمندر کی طرف تھا۔ وہ دروازہ بھی انہوں نے کھول دیا۔

اس دروازے کے کھلتے ہی چٹانوں کے اندر جو لشکر گھات لگائے بیٹھا تھا وہ بھی شہر میں داخل ہو گیا۔ اب شہر کے محافظ لشکر پر مسلمانوں کا زور بڑھ گیا تھا۔ چاروں طرف سے باغیوں کا قتل عام شروع ہو گیا تھا۔ باغیوں نے جب دیکھا کہ ان کے لشکر کا تو مکمل طور پر صفایا کیا جا رہا ہے تب ان میں سے کچھ نے بھاگنا چاہا لیکن انہیں ناکامی ہوئی۔ اس لئے کہ امیر عبدالرحمٰن کے لشکریوں نے ان سب کو گھیر لیا تھا اور فصیل کے قریب ہی ایک کھل میدان میں سب کا صفایا کر دیا گیا تھا۔

اگلے روز کا سورج جب طلوع ہوا تو شنت ماریہ میں مکمل طور پر باغیوں کا خاتمہ ہو چکا تھا اور شہر پر امیر عبدالرحمٰن کا قبضہ تھا۔ رات کی تاریکی میں اِکا دُکا باغی بچے تھے۔ وہ لیون کے حکمران رومیر کی طرف بھاگ گئے تھے۔

اس طرح شنت ماریہ کو فتح کرنے کے بعد امیر عبدالرحمٰن نے اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پڑاؤ کر لیا تھا۔

دوسری جانب شنت ماریہ سے بھاگنے والے لوگ جب لیون پہنچے اور انہوں نے رومیر کو خبر دی کہ مسلمانوں کے حکمران عبدالرحمٰن نے شنت ماریہ بھی فتح کر لیا ہے اور وہاں جس قدر باغی تھے انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا ہے تب یہ خبر سن کر رومیر بڑا برہم ہوا۔ اسے اس انکشاف پر بڑا صدمہ ہوا کہ شنترین کے بعد مسلمانوں نے اپنی شاندار قوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے شنت ماریہ کو بھی فتح کر لیا ہے۔ حالانکہ شنت ماریہ کے متعلق کہا جاتا تھا کہ وہ ناقابل تسخیر ہے اور کوئی مسلمان حکمران اسے فتح کر کے اپنی مملکت میں شامل نہیں کر سکے گا۔ اس لئے کہ امیر عبدالرحمٰن سے پہلے سارے حکمران کمزور تھے اور وہ باغیوں کے ساتھ اپنی کمزوری کی وجہ سے مصالحانہ رویہ اختیار کئے ہوئے تھے۔ لیکن امیر عبدالرحمٰن نے اپنے سامنے آنے والی ہر باغی قوت کو روند کر رکھ دیا تھا۔

شنت ماریہ کی فتح کی خبر سن کر رومیر نہ صرف پریشان اور فکرمند ہوا بلکہ اس نے مسلمانوں سے انتقام لینے کی ایک ترکیب بھی سوچ لی۔ دراصل رومیر گزشتہ جنگوں میں شکست پر شکست اٹھاتا جا رہا تھا۔ جہاں کہیں بھی وہ امیر عبدالرحمٰن کے لشکر سے ٹکرایا، مسلمانوں نے اس کی جھولی، اس کے دامن میں ناکامیاں اور نامرادیاں ہی بھر کے رکھ دیں۔ اس بناء پر رومیر تو پہلے ہی مسلمانوں کے خلاف انتقامی ہو چکا تھا اب شنت ماریہ کی فتح کا سن کر اسے ایک اور چرکا لگا۔ لہٰذا اس نے مسلمانوں سے اپنی گزشتہ شکستوں کا انتقام لینے کے لئے ایک اور کوشش کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ امیر عبدالرحمٰن اپنے لشکر کے ساتھ جو شمالی اندلس کی طرف گیا ہے تو جہاں کہیں بھی مسلمانوں کے خلاف بغاوت اٹھی تھی اسے رفع کر دیا گیا ہے۔ جس جس شہر، جس جس قلعے کے اندر باغیوں نے مسلمانوں کی اطاعت اور فرمانبرداری سے انکار کر دیا تھا ان سب باغیوں کو کچل کر رکھ دیا گیا ہے اور ان شہروں اور قلعوں پر قبضہ کر کے وہاں عبدالرحمٰن نے اپنی انتظامیہ مقرر کر دی ہے۔ اب رومیر یہ امید لگائے بیٹھا تھا کہ عبدالرحمٰن اپنے لشکر کے ساتھ اب واپس قرطبہ کی طرف جائے گا۔

لہٰذا اس نے فیصلہ کیا کہ جونہی عبدالرحمٰن اپنے لشکر کے ساتھ قرطبہ کی طرف لوٹے گا، وہ راستے میں مناسب جگہ گھات لگائے گا اور جب مسلمان وہاں سے گزریں گے، وہ ان پر حملہ آور ہو کر انہیں ناقابلِ تلافی نقصان پہنچائے گا۔

اپنے اس مقصد کی تکمیل کے لئے اور اپنے آپ کو محفوظ کرنے کے لئے رومیر نے دو قلعوں اور شہروں کا بھی انتخاب کیا تھا۔ ایک برگوش اور دوسرا دشمہ۔ رومیر کا خیال تھا کہ وہ گھات لگانے کے بعد دیکھے گا کہ مسلمان واپسی کا کون سا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ اگر وہ برگوش کے پاس سے گزرے تو وہاں ان پر دن کے وقت حملہ آور ہو گا یا شب خون مارے گا۔ اور اگر انہوں نے دشمہ کا راستہ اختیار کیا تب وہ دشمہ کے قریب

ان پر حملہ آور ہو گا۔ اور اگر اس موقع پر بھی اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا تو پھر وہ اپنے لشکر کے ساتھ دشمہ شہر میں محصور ہو جائے گا۔

رومیر کا خیال تھا کہ اگر اسے مسلمانوں کے خلاف کامیابی ہو گئی تو پھر اپنی مملکت کے علاوہ شمال کی دوسری عیسائی مملکتوں میں بھی اس کی طاقت اور قوت کے علاوہ اس کی بہادری اور جرأت مندی کی واہ واہ ہو جائے گی۔ اور اگر اس مہم میں بھی اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا تو پھر وہ ایک دم پیچھے ہٹ کر دشمہ شہر میں محصور ہو جائے گا۔

رومیر نے اپنے ذہن میں یہ بات بھی بٹھا رکھی تھی کہ امیر عبدالرحمٰن کیونکہ اس وقت اپنے لشکر کے ساتھ واپسی کا سفر کر رہا ہو گا، قرطبہ کی طرف جا رہا ہو گا۔ اس کے سالار اور لشکری بڑی بے چینی سے یہ خواہش کر رہے ہوں گے کہ واپس اپنے اپنے گھروں کو جائیں۔ لہٰذا عبدالرحمٰن دشمہ کا محاصرہ کرنے کی زحمت نہیں اٹھائے گا۔ اس بناء پر رومیر اپنے آپ کو محفوظ کر لے گا۔

ان خیالات کے تحت رومیر اپنے ایک خاصے بڑے لشکر کے ساتھ حرکت میں آیا اور جہاں سے بھی اسے امید تھی کہ امیر عبدالرحمٰن اپنے لشکر کے ساتھ گزرے گا ان علاقوں کے آس پاس اس نے گھات لگا لی تھی۔

قرسینا ایک روز صبح سویرے ہی بیدار ہو گئی تھی۔ کمبل جو اس نے اپنے اوپر لیا ہوا تھا اس نے ایک طرف ہٹایا، دروازے میں سے باہر دیکھا، سورج ابھی طلوع تو نہ ہوا تھا لیکن روشنی چاروں طرف پھیل چکی تھی۔ پھر قرسینا نے ساتھ والی چارپائی پر لیٹی ہوئی انجلینا کی طرف دیکھا۔ اس نے بھی اسی جیسا کمبل لیا ہوا تھا۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے قرسینا مسکرانے لگی۔ اس لئے کہ انجلینا نے اپنے دونوں گھٹنے پیٹ تک کھینچ رکھے تھے۔

کچھ دیر تک مسکراتے ہوئے قرسینا اس کی طرف دیکھتی رہی۔ پھر بڑے پیارے انداز میں اس کے گال پر ہلکی سی تھپکی دی۔ ساتھ ہی اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''انجلینا! اب اٹھ جاؤ۔''

انجلینا فوراً کسی فرمانبردار بچے کی طرح اٹھ کر بیٹھ گئی اور سوالیہ سے انداز میں قرسینا کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ اس موقع پر قرسینا نے اسے مخاطب کیا۔

''کیا ہوا..... تم نے اپنے گھٹنے پیٹ تک لگائے ہوئے تھے لگتا ہے تم سردی محسوس کر رہی تھی۔''

جواب میں انجلینا منہ بسورتے ہوئے کہنے لگی۔ ''مجھے پوری رات نیند نہیں آئی۔ جو کمبل آپ نے لیا ہوا ہے وہ بھاری تھا۔ میرا کمبل ہلکا ہے۔ اس میں ساری رات مجھے سردی لگتی رہی ہے۔ نیند بھی پوری نہیں ہوئی۔''

انجلینا کے خاموش ہونے پر قرسینا کہنے لگی۔

''میں تو یہ کمبل پہلے تمہیں دے رہی تھی لیکن تم ہی نے کہا تھا کہ یہ بھاری ہے لہٰذا تم نے مجھے دے دیا۔ اور یہ کمبل تو تم نے خود لیا ہے۔ اور اگر تمہیں اس کمبل میں سردی لگی تھی تو ساتھ والے کمرے میں اور بہت سے کمبل، توشک اور رضائیاں ہیں۔ اگر سردی لگ رہی تھی تو وہاں سے جا کے رضائی لے آتیں۔ آرام سے سوتی رہتیں۔ اس لئے کہ اب سردی دن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔ چند دن تک رضائی کی ضرورت محسوس ہونے لگے گی۔''

جواب میں انجلینا پھر برا سا منہ بناتے ہوئے کہنے لگی۔ ''بہن! مجھے پتہ تھا کہ ساتھ والے کمرے میں بہت سا سامان ہے لیکن اٹھنے کو جی نہیں چاہ رہا تھا۔ ڈر لگ رہا تھا۔ اکیلی اس کمرے میں نہیں جانا چاہتی تھی۔ اب آپ یہ سوال کریں گی کہ میں نے آپ کو کیوں نہیں جگایا۔ آپ کیونکہ گہری نیند سوئی ہوئی تھیں لہٰذا میں نے آپ کو جگانا مناسب نہیں سمجھا۔ اسی طرح گھٹنے پیٹ کے ساتھ لگا کر بسر کر لی۔

انجلینا جب خاموش ہوئی تب قرسینا سنجیدہ ہو گئی اور اس کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ ''انجلینا میری بہن! جب سے ہم دونوں بہنیں یہاں آئی ہیں، حویلی کے صحن اور اصطبل کی صفائی رحیق کر رہی ہے جبکہ گھر کے دوسرے حصے کی صفائی ستھرائی ہم دونوں بہنیں کر دیتی ہیں۔ لیکن میں اب یہ سلسلہ زیادہ دن تک نہیں چلنے دینا چاہتی میری بہن! یہ حویلی ہی اب ہمارا گھر ہے۔ اس لئے ہم دونوں نے مل کر اسے سنبھالنا ہے۔ میں آج سویرے اس لئے اٹھی ہوں کہ کہیں رحیق صفائی کرنے کے لئے نہ آ جائے۔ اس کے آنے سے پہلے پہلے ہم گھر کی صفائی کا کام ختم کر لیں۔ تم ایسا کرو طہارت خانے سے برتن میں پانی ڈال کر صحن میں چھڑکاؤ کرو۔ اتنی دیر تک میں اصطبل صاف کرتی ہوں۔ گھوڑوں کی لید ایک طرف کر کے ٹوکری میں ڈالتی ہوں اور اس کے بعد

ہمارے باغات اور کھیتوں کی جو لوگ دیکھ بھال کرتے ہیں وہ خود ہی آ کر لے جائیں گے۔ اس لئے کہ وہ اسے کھاد کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ اصطبل کی صفائی کے بعد میں صحن میں بھی جھاڑو لگا دوں گی۔ تم صرف پانی کا ہلکا سا چھڑکاؤ صحن میں کر دو۔''

انجلینا نے جواب میں ایک دم کمبل اتار دیا۔ چھلانگ لگانے کے انداز میں اٹھ کھڑی ہوئی، پھر قرسینا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''آپ بڑی بہن ہیں اور میں چھوٹی۔ لہٰذا جو کام آپ کرنا چاہتی ہیں وہ آپ کو زیب نہیں دیتا۔ آپ صرف صحن کی صفائی کریں گی۔ پانی چھڑک دیں اور صحن میں جھاڑو لگا دیں۔ میں اصطبل کی ساری صفائی خود کروں گی۔ آپ بالکل بے فکر رہیں۔''

قرسینا بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔ کہنے لگی۔ ''میری بہن! وہ کام تم سے نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ.....'' قرسینا کو رک جانا پڑا۔ انجلینا مسکرائی اور کہنے لگی۔

''آپ بولتے بولتے رک گئی ہیں۔ میرے خیال میں آپ یہ کہنا چاہتی ہوں گی کہ مجھے اس کام کا تجربہ نہیں۔ اگر آپ یہ جملہ ادا کرنا چاہتی تھیں تو پھر میں جواب میں یہ کہہ سکتی ہوں کہ آپ کو کون سا تجربہ ہے؟ کیا آپ نے پہلے ایسا کام کیا ہے؟ اس لئے اصطبل کی صفائی آپ کی بہن انجلینا کرے گی اور صحن میں پانی چھڑکنے کے بعد اس میں جھاڑو میری بڑی بہن قرسینا لگائے گی۔''

جواب میں قرسینا مسکرائی۔ نفی میں گردن ہلائی اور کہنے لگی۔ ''نہیں میری بہن! ایسا نہیں ہوسکتا۔''

اس کے ساتھ ہی جب قرسینا کمرے سے نکل کر برآمدے کی طرف جانے لگی تو انجلینا اس سے پہلے ہی بھاگ کھڑی ہوگئی۔ طہارت خانے کے قریب پچھی کے دو جھاڑو پڑے ہوئے تھے ایک جھاڑو اس نے اٹھایا اور بڑی تیزی سے اس نے اصطبل کی صفائی کا کام شروع کر دیا تھا۔ اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے قرسینا مسکرائی۔ طہارت خانے میں گئی۔ پہلے ایک برتن میں پانی لے کر صحن میں چھڑکاؤ کیا، اس کے بعد اس نے صحن میں جھاڑو لگا دیا تھا۔ اس دوران تک انجلینا بھی بڑی تیزی سے حرکت میں آئی تھی۔ اصطبل کی صفائی سے نمٹ چکی تھی۔ اس کے بعد دونوں بہنیں کمرے کی طرف گئیں۔ بستر درست کئے، کمبل تہ کر کے بستر کے اوپر رکھ دیئے پھر قرسینا، انجلینا کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''اب آؤ دونوں بہنیں ہاتھ منہ دھوتی ہیں۔ اس کے بعد کھانا تیار کرتی ہیں، کھانا کھاتی ہیں۔ اتنی دیر تک شاید رحیق بھی آ جائے گی۔ میں نے اس سے کہا تھا کہ آج ہم اس کے ساتھ باغ میں جائیں گی۔ اپنے کھیت دیکھیں گی باغات کے درخت بھی دیکھیں گی۔''

یہاں تک کہنے کے بعد قرسینا رکی، کچھ سوچا پھر کہنے لگی۔ ''انجلینا میری بہن! رحیق نے مجھے بتایا تھا کہ گھوڑوں کے لئے جو ہرا چارہ آتا ہے وہ باغ کے بیچ میں جو کھیت ہیں وہاں سے آتا ہے اور وہ کھیت ہمارے اپنے ہیں۔ جہاں تک بھس اور دانے کا تعلق ہے تو وہ بازار سے آتا ہے۔ ہرا چارہ وہاں سے یوحنا کاٹ کر لاتا ہے۔ آج میں اور تم دونوں رحیق کے ساتھ باغ میں جائیں گی اور خود چارہ کاٹ کر لائیں گی۔ اس لئے کہ یہ ہمارا کام ہے اور جو ہمارا کام ہے وہ ہمیں ہی کرنا ہے۔''

اس کے ساتھ ہی دونوں بہنیں باہر نکلیں۔ پہلے دونوں طہارت خانے میں گئیں، وہاں سے فارغ ہونے کے بعد انہوں نے مطبخ کا رخ کیا۔ کھانا تیار کیا۔ مطبخ ہی میں بیٹھ کر دونوں نے کھانا کھایا۔ پھر دونوں بہنوں نے برتن صاف کر کے ایک طرف رکھ دیئے تھے۔ اس کے بعد جب وہ باورچی خانے سے نکل کر کمرے کی طرف جانے لگیں تو عین اسی لمحے حویلی میں رحیق داخل ہوئی تھی۔

صحن میں چند قدم آگے بڑھنے کے بعد رحیق ٹھٹھک کر رک گئی۔ کبھی وہ صحن کی طرف دیکھتی تھی اور کبھی اصطبل کی طرف۔ اس لئے کہ صحن میں جھاڑو دیا جا چکا تھا اور اصطبل بھی صاف ستھرا کر دیا گیا تھا۔

کچھ سوچتے ہوئے رحیق آگے بڑھی۔ اسے دیکھتے ہوئے قرسینا اور انجلینا دونوں باورچی خانے کے سامنے رک گئی تھیں۔ رحیق آہستہ آہستہ چلتی ہوئی دونوں کے قریب آئی پھر قرسینا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''قرسینا، میری بہن! میں نے کہا تھا کہ تم دونوں بہنیں یہ کام نہیں کرو گی۔ یہ میں خود کیا کروں گی۔ آپ دونوں نے میری بات نہیں مانی۔ صحن کی صفائی ستھرائی بھی کر دی اور اصطبل بھی صاف کر دیا۔''

رحیق جب خاموش ہوئی تب انتہائی سنجیدگی اور متانت سے قرسینا کچھ دیر تک رحیق کی طرف دیکھتی رہی، پھر آگے بڑھی اور اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا اور کہنے لگی۔

''رحیق میری بہن! جب تک ہم دونوں بہنیں زندہ ہیں، تمہاری ممنون اور شکر گزار رہیں گی۔ لیکن یہ کام تم نے ہمیشہ کے لئے تو نہیں کرنا۔ ہم نے چونکہ پہلے یہ کام نہیں کیا ہوا تھا، تم نے چند روز کیا، ہم نے دیکھ لیا کہ یہ کام کیسے کرنا ہے۔ اب تمہیں یہ زحمت اٹھانے نہیں دیں گے میری بہن! ہم دونوں یہاں مہمان نہیں ہیں۔ اس حویلی کی مکین ہیں۔ اس حویلی میں رہتے ہوئے حویلی کے سارے کام ہم ہی نے کرنے ہیں۔ اس بناء پر میری بہن! تم کوئی شکوہ اور گلہ نہ کرنا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد قرسینا رکی، پھر وہ رحیق کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''رحیق! اب آہستہ آہستہ سارے کام ہمیں سنبھالنے دو۔ ہم پر ذمہ داری ڈالو تاکہ ہمیں پتہ ہو کہ اس گھر کے لئے ہمیں کیا کرنا ہے۔ اس گھر کی کیا ذمہ داریاں ہیں جنہیں ہم نے نبھانا ہے۔ میری بہن! جب امیر واپس آ جائیں گے تو کیا یہ کام پھر بھی تم ہی ہمارے لئے کرنے کے لئے آؤ گی؟ کیا ایسا ہمارے لئے شرمندگی کا باعث نہ ہو گا؟ یہ کام ہمیں کرنے دو۔ گلہ شکوہ نہ کرنا۔ اس موقع پر میں تم سے ایک اور بات کہنے لگی ہوں۔ امید ہے بہن کی حیثیت سے تم میری بات مان جاؤ گی۔''

رحیق نے غور سے قرسینا کی طرف دیکھا پھر تجسس بھرے انداز میں پوچھ لیا۔

''اب نیا کام کون سا اٹھ کھڑا ہوا ہے؟''

قرسینا مسکرائی اور کہنے لگی۔ ''میری عزیز بہن! تم نے بتایا تھا کہ ہمارے دونوں گھوڑوں کے لئے جو ہرا چارہ آتا ہے وہ ہمارے باغ سے آتا ہے۔ باغ کے اندر جو کھیت ہیں وہاں یہ چارہ ہوتا ہے۔ اب تم ہمیں باغ اور کھیتوں کی طرف لے کر چلو۔ ہم دونوں بہنیں باغ کا بھی جائزہ لیں گی اور اپنے کھیت بھی دیکھیں گی۔ آج کے بعد یوحنا وہاں سے چارہ نہیں لائے گا۔ چارہ میں اور انجلینا لائیں گی۔ رحیق میری بہن! کوئی اعتراض نہ کرنا۔ نہ ہی اس سلسلے میں ہماری شکایت اپنے ابا سے کرنا۔ اس لئے کہ وہ ڈانٹیں گے اور ہم ان کے سامنے بیٹیوں کی حیثیت سے بول نہ پائیں گی۔ میری بہن! ہم چاہتی ہیں کہ ہم سارا کام اپنے ذمے لیں۔ اپنی ذمہ داریاں خود سنبھالیں۔''

قرسینا جب خاموش ہوئی تب رحیق مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔ ''قرسینا میری بہن! جو گفتگو تُو نے کی ہے اس نے میرا دل خوش کر دیا ہے۔ تمہاری آمد کے بعد میں اکثر سوچتی تھی کہ کیا تم دونوں بہنیں اس حویلی کی ذمہ داریاں سنبھال پاؤ گی۔ اور اب میں

یہ اندازہ لگا چکی ہوں کہ تم دونوں نے یہ ذمہ داریاں سنبھال لی ہیں۔ تم دونوں تھوڑی دیر رکو۔ میں گھر سے وہ رسی لے کر آتی ہوں جس میں یوحنا چارہ باندھ کے لاتا ہے۔ ساتھ ہی چارہ کاٹنے کے لئے درانتی بھی لاتی ہوں۔ پھر تینوں بہنیں باغ اور کھیتوں کی طرف چلتی ہیں۔''

رحیق کے ان الفاظ پر قرسینا خوش ہو گئی تھی اور کہنے لگی۔ ''تم رسی اور درانتی لے کر آؤ۔ اتنی دیر تک میں دونوں گھوڑوں کے آگے چارہ ڈالتی ہوں۔''

رحیق جب واپس چلی گئی تب انجلینا ایک دم حرکت میں آئی۔ بھاگتی ہوئی اصطبل کی طرف گئی۔ پہلے اس نے چمڑے کی چھاگل میں پانی بھر کر دونوں گھوڑوں کو پلایا پھر ان کے آگے بھس ڈال کر اس میں دانہ ملا دیا۔ گھوڑے دانہ ملا بھس بڑی رغبت سے کھانے لگے تھے۔ جب وہ یہ کام کر کے لوٹی تو قرسینا وہیں کھڑی تھی جہاں سے انجلینا گئی تھی۔ انجلینا جب لوٹی تو قرسینا مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ جب وہ نزدیک گئی تو قرسینا نے اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا پھر کہنے لگی۔

''میں سمجھتی تھی کہ میری بہن اس ماحول میں اپنے آپ کو.....'' قرسینا اپنی بات مکمل نہ کر سکی۔ اس لئے کہ انجلینا نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا تھا اور بڑی محبت سے کہنے لگی۔

''اگر بڑی بہن اس ماحول میں اپنے آپ کو سمو سکتی ہے تو چھوٹی کے لئے ایسا کرنا زیادہ آسان ہے۔''

انجلینا شاید مزید کچھ کہتی کہ رحیق درانتی اور رسی لے کر آ گئی تھی۔ دونوں حویلی سے باہر نکلیں۔ حویلی کو باہر سے زنجیر لگانے کے بعد مقفل کیا پھر تینوں وہاں سے چل دی تھیں۔

رحیق کی رہنمائی میں قرسینا اور انجلینا دونوں ایک باغ میں داخل ہوئیں۔ پھر رحیق انہیں مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''یہ ہے احمد بھائی کا باغ جو تمہارا ہے۔ ذرا غور سے اس کی طرف دیکھو۔''

قرسینا اور انجلینا چاروں طرف گھومتے ہوئے باغ کا جائزہ لینے لگی تھیں۔ پھر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے قرسینا کہنے لگی۔

''کافی بڑا باغ ہے۔ اس کے اندر ہر قسم کے پھل دار پودے بھی ہیں۔ باغ کو تو

میری بہن! کسی دن تفصیل سے آ کر دیکھیں گے۔ اس لئے کہ راستہ اب ہم نے دیکھ لیا ہے۔ اب ہم روزانہ اس کی طرف چکر لگائیں گے۔ اس لئے کہ ہم نے چارہ لانے کے لئے آنا ہی ہوگا۔ اب چلو ہمیں کھیت دکھاؤ۔''

رحیق آگے بڑھی۔ تھوڑا سا آگے جانے کے بعد انہوں نے دیکھا، باجرے اور جوار کے کھیت تھے۔ انہوں نے دیکھا ایک طرف کا باجرہ کافی بڑا تھا۔ اس کے لمبے لمبے سٹے بھی نکل آئے تھے۔ وہ پک چکے تھے۔ بائیں جانب جوار تھی، وہ بھی کافی لمبی تھی اور اس کے اوپر گول گول دمچیاں دکھائی دے رہی تھیں جبکہ باجرے اور جوار کے ان بلند کھیتوں کے دائیں جانب چھوٹے چھوٹے باجرے اور جوار کا ایک کافی بڑا کھیت تھا جو شاید چارے کے لئے بویا گیا تھا۔

اس موقع پر رحیق پہلے جوار کے بڑے کھیت کی طرف بڑھی اور وہاں جانے کے بعد ان دونوں بہنوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''یہ جو سامنے تم دیکھ رہی ہو یہ جوار ہے۔ اس کے اوپر جو گول گول سرخ رنگ کی دُمچیاں ہیں ان میں اس پودے کا بیج ہوتا ہے۔ عموماً مویشی یہ دُمچیاں بڑی رغبت سے کھاتے ہیں۔ جوار دو قسم کی ہوتی ہے۔ آؤ میں تمہیں بتاتی ہوں کہ جوار کی ان دو قسموں میں کیسے امتیاز اور تمیز کی جاتی ہے۔''

قرسینا اور انجلینا دونوں تجسّس بھرے انداز میں رحیق کے ساتھ ہو لیں۔ رحیق جوار کے کھیت میں چند قدم آگے گئی پھر ان دونوں بہنوں کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''جوار کی ان دو قسموں میں ایک گنے جیسی میٹھی ہوتی ہے اور دوسری بالکل پھیکی باجرے جیسی۔ اب ان میں کیسے تمیز کرنی ہے کہ جوار کا یہ پودا گنے کی طرح میٹھا ہوتا ہے اور اسے چوسا جاتا ہے اور پھیکا کون سا ہوتا ہے۔''

پھر اس نے دو پودوں کا جائزہ لیا۔ ان کے پتے پکڑ لئے۔ اس کے بعد ان دونوں بہنوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ ''میرے قریب آؤ۔ یہ جوار کے پودے بظاہر ایک جیسے نظر آ رہے ہیں لیکن یہ ایک جیسے نہیں ہیں۔ پتوں کو غور سے دیکھو، جوار کے جس پودے کے پتے کے بیچ میں جو لکیر ہے وہ مدھم ہے وہ جوار کا میٹھا پودا ہے۔ اور جوار کے جس پتے کے بیچ میں سفید رنگ کی گاڑھی لکیر ہے وہ پھیکا ہے۔''

رحیق کے ان الفاظ کے جواب میں قرسینا اور انجلینا دونوں توصیفی انداز میں اس کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ یہاں تک کہ رحیق ان دونوں کو پھر مخاطب کر کے کہہ رہی تھی۔

''اب تم دونوں بہنیں باجرے کے کھیت کی طرف آؤ۔''

جب وہ باجرے کے کھیت کی طرف گئیں تب رحیق کہنے لگی۔ ''باجرہ اب پک چکا ہے۔ تم دیکھو کہ باجرے کے کھیت کے اکثر پودے بغیر سٹوں کے ہیں۔ اس لئے کہ وہ لوگ جو کھیت بوتے ہیں وہ ان سٹوں کو کاٹ کر لے گئے ہیں۔ اب وہ ان سٹوں کو ایک جگہ ڈھیر کریں گے۔ ان کے اوپر بیل چلائیں گے۔ دانے اور بھس علیحدہ کر دیں گے۔ اس کے بعد وہ دانیں بیچیں گے اور آدھی رقم خود رکھ لیں گے اور آدھی امیر کو دے دیں گے۔ تاہم باجرے کے کچھ پودوں کے سٹے دکھائی دے رہے ہیں۔ یہ اچھی طرح پکے نہیں ہیں، اس لئے نہیں کاٹے گئے۔''

پھر ایک سٹہ رحیق نے درانتی سے کاٹا۔ اس سٹے کو دوسرے ہاتھ پر مارا تاکہ دانوں کے اوپر جو بور تھا وہ جھڑ جائے۔ پھر سٹے کو تھوڑا سا کاٹ کر اپنی ہتھیلی کے اوپر رگڑا۔ دانے اور بھس علیحدہ کئے پھر دانے ان دونوں کو تھماتے ہوئے کہنے لگی۔

''دونوں بہنیں ذرا دانے چبا کر دیکھو۔ تمہیں خود ہی محسوس ہو جائے گا کہ کچا باجرہ کیسا مزیدار ہوتا ہے۔'' ساتھ ہی کچھ دانے اس نے اپنے منہ میں ڈال لئے تھے۔ اس کی طرح قرسینا اور انجلینا بھی باجرہ چبانے لگیں تھیں۔ خوشی کا اظہار کرنے لگی تھیں۔

رحیق نے پھر ان دونوں کو مخاطب کیا۔ ''اب تم دونوں میرے ساتھ آؤ۔''

پہلے رحیق اس سمت کی طرف گئی جہاں جوار اور باجرے کے چھوٹے پودے تھے جنہیں چارے کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔ ان کے اوپر سے چکر لگا کر رحیق ان دونوں کو دوسری طرف لے گئی۔ وہاں اب سامنے مکئی کا ایک خاصا بڑا کھیت تھا۔ مکئی کے پودوں کے ساتھ پودے کے وسطی حصے میں بھٹے لٹک رہے تھے۔ ان کے ریشمی بال ہوا کے اندر لہرا رہے تھے اور وہ کھیت اور پودے بڑے خوبصورت دکھائی دے رہے تھے۔

اس موقع پر رحیق نے قرسینا اور رحیق کو مخاطب کیا۔

''یہ مکئی کا کھیت ہے۔ یہ بھی پک چکا ہے ..... کافی بھٹے اس میں سے اتار لئے گئے ہیں ..... وہ پودے جو بعد میں جوان ہوتے ہیں ان میں سے کسی کے ساتھ اب تمہیں بھٹے دکھائی دے رہے ہیں ..... جب سارے بھٹے اتار لئے جائیں گے تو کھیت ہونے والے مکئی کو کاٹیں گے اور اسے بیچیں گے جو رقم حاصل ہوگی وہ بھی آدھی آدھی کر

لیں گے۔''

اس کے بعد رحیق وہاں سے ہٹی اور کہنے لگی۔ ''اب آؤ ..... گھوڑوں کے لئے چارہ کاٹتے ہیں پھر واپس چلتے ہیں۔''

دونوں اس کھیت کی طرف آئیں جو چارے کے لئے بویا گیا تھا۔ وہاں آ کر رحیق ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''تم دونوں بہنیں کھیت سے باہر آرام سے بیٹھ جاؤ میں چارہ کاٹتی ہوں پھر رسی میں باندھ کے چلتی ہیں۔''

اس موقع پر قرسینا آگے بڑھی، رحیق کو اس نے بازو سے پکڑ لیا پھر کہنے لگی۔

''رحیق میری بہن! یوں نہیں پہلے تم ہمیں چند پودے کاٹ کر دکھاؤ اس کے بعد تم پیچھے ہٹ جاؤ گی یہ کام میں خود کروں گی۔''

رحیق نے غور سے قرسینا کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔ ''میری بہن! تیرا تجربہ نہیں ہے ..... تو ہاتھ زخمی کر لے گی اور اگر بھائی نے واپس آ کر تیرا زخمی ہاتھ دیکھ لیا تو میرے خیال میں میری خیریت نہیں رہے گی۔''

قرسینا مسکرائی، ہلکی سی چپت رحیق نے منہ پر لگائی اور کہنے لگی۔ ''میری بہن! ایسا نہیں ہوگا ..... میں بالکل آرام اور آہستگی سے کاٹوں گی۔''

رحیق زمین پر بیٹھ گئی۔ اس نے چند پودے کاٹے۔ جو پودا کاٹتی تھی وہ مٹھی ہی میں رکھتی تھی اس طرح چار پانچ پودے اس کی مٹھی میں ہو جاتے تو پھر ایک جگہ ڈھیر کر دیتی تھی۔ پھر اس نے درانتی قرسینا کو تھمائی کہنے لگی۔

''تم ابھی اناڑی ہو لہٰذا تم مٹھی میں زیادہ پودے جمع نہ کرنا ..... ایک ایک پودا کاٹ کے ڈھیر لگاتی جانا ..... جب تمہارا تجربہ ہو جائے گا تم خود ہی مٹھی بھرتی جاؤ گی اور پودے بھی کاٹتی جاؤ گی۔''

اس موقع پر سارے کام کو انجلینا بڑے غور سے دیکھ رہی تھی۔ جونہی رحیق سے قرسینا نے درانتی لی، انجلینا جھپٹی، ایک دم اس نے درانتی قرسنیا سے چھین لی پھر مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھا اور کہنے لگی۔

''چھوٹی بہن کے ہوتے ہوئے یہ کام بڑی بہن کے کرنے کا نہیں ہے ..... آپ دونوں بہنیں بیٹھیں، میں سمجھ گئی ہوں چارہ کیسے کاٹنا ہے پھر دیکھیں میں چارہ کیسے کاٹتی ہوں۔''

انجلینا کی اس حرکت پر قرسینا مسکرائی تھی جب کہ انجلینا بیٹھ گئی اور واقعی بڑے پیارے انداز میں چارہ کاٹنے لگی تھی۔

انجلینا نے جب دیکھا جس قدر چارہ روز جاتا ہے اتنا اس نے کاٹ لیا ہے پھر وہ رک گئی، کھڑی ہو گئی اور رحیق کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''میری بہن! اب ایک بار یہ چارہ تم ہمیں رسی میں باندھ کر دکھاؤ کہ کس طرح باندھا جاتا ہے پھر میں خود باندھوں گی اور آئندہ یہ کام روزانہ میں ہی کروں گی ..... میری بہن صرف میرے ساتھ آیا کرے گی تاکہ میرے کام کی نگرانی کرتی رہے۔''

اس موقع پر قرسینا مسکرا رہی تھی۔ رحیق آگے بڑھی رسی کو اس نے زمین پر پھیلایا، سارا چارہ اس کے اوپر رکھا۔ اس کے ایک سرے پر حلقہ بنا ہوا تھا۔ دوسرا سرا رسی کے اس حلقے میں ڈال کر کھینچا اور نیچے اس نے گانٹھ لگا دی تھی۔

انجلینا اور قرسینا غور سے دیکھ رہی تھیں جب رحیق پیچھے ہٹی تب انجلینا آگے بڑھی۔ گانٹھ اس نے کھول دی پھر خود ایک طرف کے سرے کو دوسری طرف کے حلقے میں ڈال کر کھینچا اور جس طرح رحیق نے گانٹھ لگائی تھی ایسی ہی گھٹان اس نے لگا دی۔ اس کے بعد انجلینا جب چارہ اٹھانے لگی تو ایک دم رحیق آگے بڑھی۔ اس نے چارہ چھین کر چارہ اپنے سر پر رکھ لیا اور کہنے لگی۔

''آج یہ کام مجھے کرنے دو اور دیکھو میں کس طرح چارہ اٹھاتی ہوں اس کے بعد تم خود کرتی رہنا۔''

قرسینا اور انجلینا مان گئیں پھر تینوں واپس گھر کی طرف ہو لی تھیں۔

تینوں حویلی میں داخل ہوئیں۔ رحیق نے جو چارہ اٹھا رکھا تھا وہ اس نے اصطبل کے ایک صاف ستھرے کونے میں رکھا۔ گھوڑوں نے جونہی ہرا چارہ دیکھا ان کے سامنے ناند میں دانا ملا بھس پڑا ہوا تھا وہ انہوں نے کھانا چھوڑ دیا اور بڑی حریص نگاہوں سے ہرے چارے کی طرف دیکھنے لگے تھے۔ اس موقع پر رحیق نے قرسینا اور انجلینا کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

''میری دونوں بہنوں! میں گھر کا کچھ کام نمٹا لوں اس کے بعد آتی ہوں پھر

اکٹھی بیٹھتی ہیں۔''

قرسینا اور انجلینا نے اس سے اتفاق کیا تب رحیق وہاں سے نکلنے ہی والی تھی کہ عین اسی لمحہ حویلی میں طبیب خروئی اور یوحنا داخل ہوئے۔ برآمدہ کے سامنے کھڑی قرسینا اور انجلینا کے پاس آئے اور خروئی انجلینا اور قرسینا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''میری بچیو! میں تم دونوں کی آمد کا بڑی بے چینی سے انتظار کر رہا تھا اس لئے کہ مجھے قصر کی طرف جانا ہے ..... میں تمہارے لئے ایک خوش خبری رکھتا ہوں۔

کچھ دیر پہلے امیر عبدالرحمٰن کے لشکر کی طرف سے کچھ طلایہ گر آئے ہیں اور انہوں نے یہاں امیر کے بیٹے حکم کو اطلاع کی ہے کہ امیر عبدالرحمٰن نے احمد بن یعلیٰ کو ایک لشکر دے کر شمال کی طرف روانہ کیا تھا اور شمال میں دور دور تک اپنی فتوحات کا سلسلہ پھیلاتا ہوا احمد بن یعلیٰ اپنے لشکر کے ساتھ ایک فاتح کی حیثیت سے فرانس میں داخل ہو گیا تھا۔ اس کے بعد قرسینا میری بیٹی! تیرے باپ رومیر نے شنترین کو باغی احمد بن اسحاق کے لئے جب فتح کرنا چاہا تب امیر عبدالرحمٰن نے احمد بن یعلیٰ کو واپس بلا لیا۔ شنترین کے نواح میں رومیر کو شکست دی۔ اس کے بعد امیر نے اور بہت سے قلعوں کو بھی فتح کیا۔ اس سے پہلے امیر نے نبرہ کے بادشاہ گارشیا اور اس کی ماں تھیوڈورہ کو بھی اپنا مطیع اور فرمانبردار بنا لیا تھا۔ اب جو طلایہ گر آئے ہیں انہوں نے یہ خبر بھی دی ہے کہ امیر اب بہت جلد اپنے لشکر کے ساتھ قرطبہ کا رخ کریں گے ..... لہٰذا میں تم دونوں کے لئے یہ خوش خبری رکھتا ہوں کہ احمد بن یعلیٰ بہت جلد اپنی حویلی میں تم دونوں کے پاس ہوگا۔''

طبیب خروئی کے ان الفاظ پر قرسینا کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے انجلینا بھی بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہی تھی۔ اس موقع پر ایک بار پھر رحیق نے ان دونوں کو مخاطب کر کے کہا۔

''میں جاتی ہوں، بابا کو بھی جانا ہے ..... میں گھر کے کام نمٹانے کے بعد پھر تمہارے پاس آتی ہوں۔''

اس کے ساتھ ہی طبیب خروئی، یوحنا اور رحیق نکل گئے تھے۔ ان کے جانے کے بعد کچھ دیر تک بڑے غور سے قرسنیا نے انجلینا کی طرف دیکھا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔ ''انجلینا! ذرا اپنے دونوں گھوڑوں کی طرف دیکھو ..... انہوں نے دانا ملا بھس کھانا چھوڑ دیا ہے ..... ہرے چارے کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ تم میری بہن ایسا کرو تھوڑا ہرا چارہ ان کے سامنے ڈالو پھر میرے پاس کمرے میں آؤ ایک انتہائی اہم موضوع پر تم سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔''

جواب میں انجلینا سنجیدہ ہو گئی تھی۔ بڑی تیزی سے اصطبل کی طرف گئی۔ دونوں گھوڑوں کے سامنے اس نے ہرا چارہ ڈال دیا تھا پھر لوٹی، قرسینا وہیں کھڑی تھی۔ جب انجلینا اس کے قریب گئی تو ہاتھ بڑھا کر قرسینا نے انجلینا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا پھر اسے اس کمرے میں لے گئی جہاں رات کو دونوں سوتی تھیں۔ دونوں ایک مسہری پر بیٹھ گئیں کچھ دیر خاموشی رہی۔ خاموشی انجلینا کے لئے ناقابل برداشت تھی کچھ دیر تک وہ بڑے غور سے قرسینا کی طرف دیکھتی رہی پھر خدشات بھری آواز میں کہنے لگی۔

''قرسینا میری بہن! یہ جو تمہاری حالت ایک دم بدل گئی ہے اور تم سنجیدہ ہو گی ہو تو کیا میں یہ سمجھ لوں کہ مجھ سے ایسی کوئی غلطی ہوئی ہے جس کی بنا پر میری بہن مجھ سے خفا اور ناراض دکھائی دے رہی ہے۔''

انجلینا کے ان الفاظ پر قرسینا چونکی، پیار سے انجلینا کا گال اس نے تھپتھپایا اور کہنے لگی۔ ''میری بہن! ایسی کوئی بات نہیں لیکن میں ایک انتہائی اہم موضوع پر تم سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں ..... گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے ڈرتی ہوں کہ کہیں تم میری باتوں کا برا ہی نہ مان جاؤ۔''

قرسینا آگے بھی کچھ کہنا چاہتی تھی پھر انجلینا نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا تھا پھر احتجاجی انداز میں قرسینا کو مخاطب کر کے وہ کہنے لگی۔

''میری بہن! آئندہ کبھی میرے لئے ایسے الفاظ استعمال کرنے کی کوشش نہ کرنا۔ میں تمہاری چھوٹی بہن ہوں ..... تم مجھے مارو، پیٹو، میری غلطیوں پر مجھے کڑی سے کڑی سزا دو ..... میں نہ تمہارے خلاف بول سکتی ہوں نہ احتجاج کر سکتی ہوں ..... اب بولو تم کیا کہنا چاہتی ہو ..... بلا جھجک کہو۔ انجلینا خود سے ناراض ہو سکتی ہے لیکن اپنی بہن سے نہیں۔''

انجلینا کے ان الفاظ سے قرسینا کو کچھ حوصلہ ہوا۔ گلا صاف کیا، اپنے خوبصورت ہونٹوں پر زبان پھیری پھر انجلینا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''انجلینا! دراصل میں تمہارے مستقبل سے پریشان اور فکرمند رہنے لگی ہوں .....''

یہاں تک کہنے کے بعد قرسینا کو رک جانا پڑا اس لئے کہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے انجلینا بول اٹھی۔

''میری بہن! میں بھی تمہارے مستقبل سے پریشان اور فکرمند رہنے لگی ہوں۔''

''وہ کس بنا پر.....'' تیز نگاہوں سے انجلینا کی طرف دیکھتے ہوئے قرسینا نے پوچھ لیا تھا۔

''وہ اس بنا پر کہ امیر احمد بن یعلیٰ اپنی مہموں سے لوٹ رہے ہیں ..... امیر جب اپنی حویلی میں آئیں گے اور ان کا سامنا میری بہن تم سے ہوگا اور اگر انہوں نے تمہیں اپنی زندگی کا ساتھی بنانے سے انکار کر دیا تب بولو تمہارا کیا بنے گا ..... ان ہی سوچوں سے میں پریشان اور فکرمند رہتی ہوں۔''

جواب میں قرسینا کھل کر مسکرائی اور کہنے لگی۔ ''میری بہن! جیسا تو سوچ رہی ہے ایسا ہوگا نہیں ..... کبھی کسی بھی موقع پر امیر نے مجھ سے نفرت کا اظہار نہیں کیا ..... وہ دو وجوہات کی بنا پر مجھے اپنی زندگی کا ساتھی نہیں بنانا چاہتے تھے۔ پہلی یہ کہ ان کا مجھ پر اعتماد نہیں تھا۔ وہ میں نے کئی مواقع پر بحال کر دیا ہے ..... مجھے اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کے لئے ان کے پاس ایک یہ بھی وجہ تھی کہ میں ان کی اس کچی حویلی میں زندگی بسر نہیں کر سکتی۔ ان کا خیال تھا کہ میں قصر میں رہتی رہی ہوں قصر سے نکل کر کچی اینٹوں کے مکان میں ان کے ساتھ نہ رہ سکوں گی ..... اب میں نے یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ میں قصر سے نکل کر کچی اینٹوں کے اس مکان میں بھی رہ سکتی ہوں لہٰذا انجلینا ایک بات یاد رکھنا! اب وہ مجھے ٹھکرائیں گے نہیں ..... میں شرطیہ کہتی ہوں کہ وہ اب مجھ سے محبت کا اظہار کریں گے اس سے پہلے ان کے خیمے کے اندر میں نے ان پر اظہار کیا تھا کہ میں ان سے محبت کرتی ہوں، انہیں پسند کرتی ہوں، ان کی زندگی کا ساتھی بننا چاہتی ہوں اور میرے خداوند کو منظور ہوا تو اب خود امیر احمد بن یعلیٰ مجھ سے اپنی محبت کا اظہار کریں گے اور بخوشی مجھے اپنی بیوی اور اپنی زندگی کا ساتھی بنانا پسند کریں گے۔''

قرسینا جب خاموش ہوگئی تو بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے انجلینا کہنے لگی۔

''خدا کرے ایسا ہی ہو.....''

جواب میں انجلینا بھی مسکرا دی تھی اور کہنے لگی۔ ''ایسا ہی ہوگا ..... تم فکر نہ کرو لیکن مجھے اب کوئی فکر، کوئی تشویش ہے تو وہ صرف تمہارے متعلق میری بہن! میں جانتی ہوں تو نے زندگی میں کسی سے محبت نہیں کی، نہ کسی کو چاہا ہے ..... اگر تم یہاں قرطبہ میں کسی کو اپنی زندگی کا ساتھی بنانا چاہو تو اس میں میری خوشیاں شامل ہوں گی اور اگر تم ایسا نہ کرنا چاہو تو پھر میرے پاس ایک تجویز ہے.....''

قرسینا مزید کہنا چاہتی تھی کہ اسے رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ اس سے پہلے ہی انجلینا بول اٹھی۔

''قرسینا میری بہن! جس موضوع پر آپ نے گفتگو کی ہے وہ انتہائی سنجیدہ ہے اور میں خود بھی اس پر بڑی سنجیدگی سے غور کرنا چاہتی ہوں ..... میں یہاں قرطبہ شہر میں کسی کو پسند کرنے نہیں آئی ..... میری بہن! اگر میرے متعلق تمہارے ذہن میں کوئی تجویز ہے تو وہ تجویز ایسی ہونی چاہیے کہ ہم دونوں بہنیں اکٹھی پیار اور محبت سے رہ سکیں ..... اس کے علاوہ میں کچھ نہیں چاہتی ..... میں یہ بھی پسند نہیں کروں گی کہ کسی کو اپنی زندگی کا ساتھی بنا کر میں اس کے ساتھ تمہیں چھوڑ کر کسی دوسرے شہر چلی جاؤں ..... یہ یقیناً میرے لئے ناقابل برداشت ہوگا، نہ ہی میں ایسا کروں گی اور نہ ہی ایسا کرنے دوں گی ..... لہٰذا اس وقت جو تجویز تمہارے پاس ہے اگر وہ ایسی ہے کہ ہم دونوں بہنیں اکٹھی رہ سکیں پھر تو میں اسے قبول کر لوں گی ..... آنکھیں بند کر کے ہاں کہہ دوں گی ..... اگر وہ تجویز میرے اور آپ کے درمیان حد فاصل جدائی کی لکیر کھینچتی ہے تو پھر اس تجویز کو اپنے ذہن تک ہی محدود رکھو، مجھ سے کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔''

انجلینا کے ان الفاظ پر قرسنیا تھوڑی دیر تک مسکراتی رہی پھر شاید وہ اس کے ان الفاظ سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔ اس کے خاموش ہونے پر چند لمحوں تک قرسینا نے بڑے غور سے اس کی طرف دیکھا پھر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے وہ کہنے لگی۔

''انجلینا! جو الفاظ تو نے ادا کیے ہیں ان الفاظ کی وجہ سے مجھے حوصلہ ہوا ہے اور میں سمجھتی ہوں کہ تو نے، جو کچھ میں کہنا چاہتی ہوں اس کے لئے میری ساری ہی مشکلیں آسان کر دی ہیں ..... انجلینا میری عزیز بہن! یہ بات تو طے شدہ ہے کہ امیر عبدالرحمٰن مجھے اپنی زندگی کا ساتھی بنا لیں گے ..... میں چاہتی ہوں میرے ساتھ تم بھی ایسا ہی کر لو ..... ہم دونوں امیر سے شادی کر لیتی ہیں اور دونوں مخلص اور جانثار بیویوں کی حیثیت سے اس کی خدمت کریں گی۔ اب بولو تم کیا کہتی ہو۔''

انجلینا اس موقع پر منہ سے کچھ نہ بولی اس کے چہرے پر مسکراہٹ ہی مسکراہٹ، سکون ہی سکون، طمانیت ہی طمانیت تھی۔ مسکراتے ہوئے آگے بڑھی زور دار انداز میں اس نے قرسنیا کو اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ کئی بار اس کی پیشانی، گال، منہ چوما پھر کہنے لگی۔

''اس سے پہلے جو الفاظ میں نے ادا کیے تھے میری بہن! میں نے اشارہ دے دیا تھا اس اشارے کو میری بہن! تم نے بالکل واضح کر دیا ہے ..... میں احمد بن یعلیٰ کے ساتھ شادی کرنے کے لئے تیار ہوں اور مجھے امید ہے کہ ہم دونوں بہنیں ان کی خوب خدمت کریں گی ..... دونوں انہیں بھی خوش رکھنے کی کوشش کریں گی اور خود بھی ان کے ساتھ خوش رہیں گی۔''

یہاں تک کہنے کے بعد انجلینا رکی پھر پہلے سے بھی زیادہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔ ''جب ہم دونوں امیر احمد بن یعلیٰ سے شادی کر لیں گی تو میرے خیال میں امیر دنیا کے سب سے خوش قسمت انسان ہوں گے کہ انہیں ہم جیسی خوبصورت دو بیویاں ملیں گی۔''

اس موقع پر قرسینا نے بڑے غور سے انجلینا کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔ ''میں تمہارے ان الفاظ سے اتفاق نہیں کرتی ..... اس موقع پر میں تو یہ کہنا چاہوں گی کہ ہم دونوں خوش قسمت ہوں گی کہ ہم دونوں کو امیر احمد بن یعلیٰ جیسا شوہر نصیب ہوا۔ ایسا شوہر جنہوں نے بڑے بڑے تیغ زنوں کو اپنے سامنے زیر کر کے رکھ دیا ..... انہوں نے چڑھتے طوفانوں جیسے سورماؤں اور شمشیر بازوں کو پلک جھپکتے میں عدم کی طرف دھکیل دیا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد قرسینا جب خاموش ہوئی تب فکرمندی کے انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے انجلینا کہنے لگی۔

''قرسینا میری بہن! جو تجویز ہم نے بنائی ہے اس پر عمل کیسے ہوگا ..... کون امیر کو یہ تجویز پیش کرے گا کہ ہم دونوں ہی ان سے شادی کرنا چاہتی ہیں اور ان کی بیویوں کی حیثیت سے اسی حویلی میں رہنا چاہتی ہیں۔''

قرسینا نے بڑے پیارے انداز میں انجلینا کا شانہ تھپتھپایا اور کہنے لگی۔ ''میری بہن! اس سلسلے میں تمہیں پریشان اور فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس موضوع پر گفتگو میں خود امیر سے کروں گی اور تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ امیر میرا کہا ٹالیں گے نہیں۔''

قرسینا جب خاموش ہوئی تو انجلینا کچھ دیر سوچتی رہی پھر غور سے قرسینا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ ''قرسینا میری بہن! امیر کی آمد سے پہلے پہلے ہم ایک کام نہ کریں ..... اس طرح امیر ہم دونوں سے خوش بھی ہو جائیں گے اور.....''

انجلینا کو رک جانا پڑا اس لئے کہ اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے قرسینا کہنے لگی۔ ''تمہارا اشارہ کس کام کی طرف ہے۔''

''میری بہن! ہم دونوں کے پاس اس قدر نقدی ہے کہ ہم دونوں اپنے شوہر کے ساتھ اگر ساری زندگی بھی کھاتی رہیں تو ختم نہ ہو..... میں چاہتی ہوں کہ نقدی میں سے ایک حصہ علیحدہ کر کے اسے حویلی کے لئے مختص کر دینا چاہیے۔ اس کچی حویلی کی جگہ ایک انتہائی شاندار اور خوبصورت حویلی کا کام شروع کر دیں ..... ہمارے ایسا کرنے سے کیا امیر خوش نہ ہوں گے۔''

انجلینا کے ان الفاظ سے قرسینا ایک دم سنجیدہ ہو گئی تھی کہنے لگی۔ ''نہیں میری بہن! ایسا نہیں ہوگا ..... میں تو اس لئے یہاں آئی تھی کہ میں امیر پر ثابت کرنا چاہتی تھی کہ ان کی بیوی کی حیثیت سے کچی حویلی میں بھی رہ سکتی ہوں ورنہ میں لشکر ہی میں امیر سے ملتی ..... میرا دل کہتا تھا کہ جب میں اور تم امیر عبدالرحمٰن کی خدمت میں حاضر ہوئی تھیں اس وقت بھی میں امیر احمد بن یعلیٰ کے خیمے میں رہتی تو وہ میری محبت کے جواب میں ضرور محبت کا اظہار کرتے ..... پر میں ان کا یہ شکوہ دور کرنا چاہتی تھی کہ میں کچی حویلی میں رہ سکتی ہوں لہٰذا میری بہن! ان کے آنے تک اس حویلی میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں کی جائے گی نہ ہی ہم اپنی طرف سے اس گفتگو کی ابتدا کریں گے کہ حویلی کی ہیت کو بدلنا چاہیے ..... ہاں امیر اگر خود اس حویلی کو ازسرنو تعمیر کرنا چاہیں تو پھر ہم اس سلسلے میں ان کا ساتھ دیں گے۔ پوری رقم ان کے حوالے کر دیں گے پھر جس قدر وہ چاہیں رقم خرچ کریں اس لئے کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ امیر کا ہے۔''

اس موقع پر انجلینا کو کوئی بات یاد آئی۔ قرسینا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ ''انجلینا میری بہن! ساتھ والے کمرے میں لکڑی کا کافی بڑا صندوق پڑا ہوا ہے جس کو قفل لگا ہوا ہے۔ رحیق نے کہا تھا کہ وہ لکڑی کا صندوق سامان سے بھرا ہوا ہے اور جو قفل اسے لگا ہوا ہے اس کی چابی امیر رحیق کے بابا خروئی کو دے گئے تھے۔ ایک دو موقع پر رحیق نے کہا تھا کہ ہمیں وہ قفل کھول کر اس کے اندر جو سامان ہے اسے دیکھنا چاہیے اس کے اندر جو کپڑے ہیں انہیں ہوا لگوانی چاہیے۔''

جواب میں قرسینا کہنے لگی۔ ”نہیں میری بہن! اس صندوق کو قفل ہی لگا رہنے دو ..... مجھے امید ہے اب امیر چند روز تک یہاں آ جائیں گے ..... اس صندوق میں نجانے انہوں نے کیا کیا چیزیں رکھی ہوں گی ..... ان کی غیر موجودگی میں اس صندوق کو ہمیں نہیں کھولنا چاہیے ..... وہ خود آ کر اگر صندوق کو کھولیں اور چیزیں ہمیں دکھائیں تو پھر اس میں ہمارا اطمینان اور خوشی ہو گی ..... اب آؤ وقت ضائع نہ کریں پہلے مطبخ کا کام نمٹا لیں۔“ انجلینا نے قرسینا کی اس بات سے اتفاق کیا تھا پھر دونوں بہنیں مطبخ کی طرف چل دی تھیں۔

لیون کے بادشاہ رومیر نے گو امیر عبدالرحمٰن اور اس کے لشکریوں کو نقصان پہنچانے کے لئے ایک خاص جگہ گھات لگا لی تھی لیکن امیر عبدالرحمٰن کے مخبر اور طلایہ گر بڑی سرعت اور بڑی جانثاری کے ساتھ اپنے فرائض انجام دے رہے تھے۔ لہٰذا انہوں نے نا صرف امیر عبدالرحمٰن کو رومیر کے خطرناک اداروں سے آگاہ کر دیا بلکہ اس جگہ کے محل وقوع سے بھی مطلع کر دیا جہاں رومیر نے اپنے لشکر کے ساتھ گھات لگا رہی تھی۔

یہ خبر سننے کے بعد امیر عبدالرحمٰن نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ اس نے ارادہ کر لیا تھا کہ جس جگہ لیون کے بادشاہ رومیر نے گھات لگا رکھی ہے۔ وہاں ایک طرف سے خود عبدالرحمٰن حملہ آور ہو گا اور دوسری طرف سے احمد بن یعلیٰ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ ضرب لگائے گا۔ اس طرح لیون کے اس لشکر کو تباہ و برباد کر دیا جائے گا۔

رومیر کو بھی اس کے مخبروں نے اطلاع کر دی تھی کہ اس کی گھات کی اطلاع مسلمانوں کو ہو چکی ہے اور انہوں نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے اور مختلف سمتوں سے اس پر حملہ آور ہو کر اسے نا قابل تلافی نقصان پہنچائیں گے۔

رومیر کو جب امیر عبدالرحمٰن کے ان ارادوں کی خبر ہوئی تب وہ بڑا خوف زدہ اور پریشان ہوا۔ اس نے ارادہ کر رکھا تھا کہ امیر عبدالرحمٰن پر ضرب لگانے کے بعد وہ اپنی عسکری قوت کو دو قلعوں میں منتقل کر دے گا۔ ایک قلعہ برگوش اور دوسرا دشمہ۔

اسے جب خبر ہوئی کہ امیر عبدالرحمٰن نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ ایک حصہ امیر عبدالرحمٰن کی سرداری میں ضرب لگائے گا دوسرا احمد بن یعلیٰ کی۔ تب وہ اپنے لشکر کے ساتھ گھات سے نکلا، دشمہ شہر کی طرف بھاگا اور شہر کے قلعے میں

وہ محصور ہو گیا۔

عبدالرحمٰن کو بھی مخبروں نے اطلاع کر دی تھی کہ رومیر گھات سے نکل کر دشمہ شہر میں محصور ہو گیا ہے۔ چنانچہ مؤرخین لکھتے ہیں کہ امیر عبدالرحمٰن نے اس صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے دشمہ شہر کا رخ کیا۔ شہر پر وہ حملہ آور ہوا۔ پہلے شہر کے گرد جو فصیل تھی اس کے اندر شگاف ڈالنے کے بعد وہ شہر میں داخل ہوا جس کسی نے بھی مزاحمت کی اسے موت کے گھاٹ اتار دیا اور شہر کے ایک حصہ پر اس نے قبضہ کر لیا۔

دوسری طرف رومیر کو جب خبر ہوئی کہ امیر عبدالرحمٰن فصیل کا ایک حصہ توڑ کر شہر میں داخل ہو گیا ہے تو اس صورت حال سے رومیر بڑا خوفزدہ اور پریشان ہوا لہٰذا وہ اپنے لشکر کے ساتھ دشمہ کے قلعے سے نکلا اور اپنے مرکزی شہر لیون کی طرف بھاگ گیا تھا۔

عبدالرحمٰن نے پہلے دشمہ پر اپنا قبضہ مکمل کیا۔ یہاں ضرورت کی جو بھی چیز اسے ملی وہ اس نے حاصل کی اور اپنے لشکریوں میں تقسیم کر دی۔ چند روز تک اس نے دشمہ ہی میں قیام کیا۔ اس قلعے کے دفاعی انتظامات کو اس نے بالکل تباہ و برباد کر کے رکھ دیا تا کہ آنے والے دنوں میں رومیر اس قلعے کو مسلمانوں کے خلاف استعمال نہ کر سکے۔

اس کے بعد امیر عبدالرحمٰن اپنے لشکر کے ساتھ دشمہ سے نکلا۔ اب اس نے دوسرے قلعے برگوش کا رخ کیا۔ برگوش کے اندر جو دشمن کا لشکر تھا جب اسے خبر ہوئی کہ رومیر اپنی جان بچا کر اپنے لشکر کے ساتھ اپنے مرکزی شہر کی طرف بھاگ گیا ہے، دشمہ کو مسلمانوں نے فتح کر لیا ہے اور اب امیر عبدالرحمٰن ایک طوفانی صورت میں برگوش کی طرف بڑھ رہا ہے تب برگوش کے محافظ شہر چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اس طرح امیر عبدالرحمٰن کے سامنے کوئی مزاحمت نہ ہوئی اور وہ بڑی آسانی سے شہر میں داخل ہو گیا۔

برگوش شہر سے امیر عبدالرحمٰن نے اپنی ضروریات کا سارا سامان حاصل کیا۔ اس کے بعد اس نے شہر کو خاک و خاکستر بنا کر رکھ دیا تھا۔ امیر عبدالرحمٰن نے اپنے لشکر کو چند یوم تک وہاں قیام کر کے ستانے کا موقع فراہم کیا۔ اب شمال کی نصرانی حکومت میں کوئی قوت ایسی نہ تھی جو اس کے خلاف سر اٹھا سکتی یا بغاوت اور سرکشی کا مظاہرہ کرتی۔ اس بنا پر امیر عبدالرحمٰن نے اپنے لشکر کے ساتھ قرطبہ کا رخ کر لیا تھا۔

احمد بن یعلیٰ ایک روز اپنی حویلی کے دروازے پر نمودار ہوا۔ اس نے دیکھا حویلی کا دروازہ بند تھا تاہم اسے باہر سے زنجیر نہ لگی ہوئی تھی۔ وہ گھوڑے سے اتر کر اپنی حویلی میں داخل ہونے ہی لگا تھا کہ اسی لمحہ یوحنا بن خروئی اپنی حویلی سے نکلا، بھاگ کر اس نے احمد بن یعلیٰ کے گھوڑے کی باگ پکڑی پھر انتہائی رازداری میں احمد بن یعلیٰ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''بھائی! فی الحال آپ اپنی حویلی میں داخل نہ ہوں اس لئے کہ آپ کی حویلی میں کچھ اجنبی مہمان رکے ہوئے ہیں لہٰذا آپ ہمارے ہاں آئیں ..... پہلے ہماری حویلی میں گھوڑا باندھنے کے بعد دیوان خانے میں بیٹھیں اس کے بعد آپ کو ان مہمانوں سے متعلق تفصیل بتائی جائے گی ..... تفصیل جاننے کے بعد آپ اپنی حویلی میں آ سکتے ہیں۔''

اس موقع پر احمد پریشانی اور فکرمندی سے یوحنا کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ اسے مخاطب کر کے کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھتے ہوئے یوحنا نے احمد بن یعلیٰ کو خاموش رہنے کا کہا۔ ساتھ ہی مسکراتے ہوئے گھوڑے کی باگ کھینچتا ہوا وہ احمد بن یعلیٰ اور اس کے گھوڑے کو اپنی حویلی کے دروازے پر لایا۔ حویلی میں داخل ہوا، گھوڑے کو وہ اصطبل میں باندھ آیا پھر احمد بن یعلیٰ کا ہاتھ پکڑا اور کہنے لگا۔

''بھائی! آپ میرے ساتھ آئیں۔''

احمد بن یعلیٰ چپ چاپ اس کے ساتھ ہولیا۔ یوحنا اسے دیوان خانے میں لے گیا۔ دیوان خانے میں اس وقت طبیب خروئی اکیلا بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے جب اپنے بیٹے یوحنا کے ساتھ احمد بن یعلیٰ کو دیکھا تو وہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس موقع پر اس کی خوشی، اس کی مسرت کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اپنے بازو پھیلاتا ہوا احمد بن یعلیٰ کی طرف

بھاگا پھر اسے اپنے ساتھ لپٹا کر اس کی پیشانی چومتے ہوئے اپنی خوشی، اپنی مسرت کا اظہار کر رہا تھا۔

علیحدہ ہونے کے بعد خروئی اپنی نشست پر بیٹھ گیا تب احمد بن یعلیٰ بھی اس کے سامنے بیٹھ گیا پھر خروئی کی طرف دیکھتے ہوئے تعجب خیز انداز میں اسے مخاطب کر کے احمد بن یعلیٰ کہنے لگا۔

''عم! یوحنا نے مجھے عجیب و غریب الجھن میں مبتلا کر دیا ہے ..... میں اپنے گھوڑے سے اتر کر اپنی حویلی میں داخل ہونے لگا تھا تو یہ کھینچتے ہوئے مجھے یہاں لے آیا ہے اور ساتھ یہ بھی کہتا ہے کہ میری حویلی میں کچھ اجنبی مہمان آئے ہوئے ہیں ..... لہٰذا اس وقت مجھے اپنی حویلی میں نہیں جانا چاہیے ..... کیا میں جان سکتا ہوں کہ آپ نے کن اجنبی مہمانوں کو میری حویلی میں ٹھہرایا ہوا ہے ..... وہ کون ہیں، کہاں سے آئے ہیں.....؟''

''بیٹے! کیا تجھے ان مہمانوں کی خبر نہیں جنہوں نے تمہاری حویلی میں قیام کیا ہوا ہے۔''

جواب میں عجیب سے انداز میں خروئی کی طرف دیکھتے ہوئے احمد بن یعلیٰ نے جب نفی میں گردن ہلائی تب خروئی اسے مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''بیٹے! کیا تم دو ایسی لڑکیوں کو جانتے ہو جن کے نام قرسینا اور انجلینا ہوں۔''

یہ نام سن کر احمد بن یعلیٰ چونکا تھا۔ خروئی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ ''جہاں تک قرسینا کا تعلق ہے اسے میں جانتا ہوں ..... اس سے میری کم از کم تین بار ملاقات ہو چکی ہے ..... جہاں تک انجلینا کا تعلق ہے اس کا نام میں نے سن رکھا ہے، اسے دیکھا نہیں ..... اس لئے کہ وہ رومیر کے بڑے بھائی افونش کی بیٹی ہے ..... ہم نے جس وقت قرطبہ کی طرف واپس آتے رومیر کے خلاف آخری جنگ کی تھی تو واپسی پر ہمیں پتا چلا کہ رومیر نے جو اپنے بھائی افونش کو زندان میں ڈال دیا تھا اس کا بڑا بھائی زندان ہی میں مر گیا ہے ..... بہرحال آپ اس موضوع کو چھوڑیں، آپ نے جن دو لڑکیوں کے نام لئے ہیں یہ نام آپ نے کس بنا پر لئے ہیں۔''

جواب میں خروئی نے مزے لے لے کر قرسینا اور انجلینا کے امیر عبدالرحمٰن سے ملاقات کرنے کے بعد حویلی میں قیام کرنے، دونوں بہنوں کے ایک ساتھ احمد بن یعلیٰ

سے شادی کرنے کے ارادے، باغ میں جا کر گھوڑوں کے لئے چارہ خود لانے اور ہر روز حویلی اور اصطبل کی صفائی ستھرائی سے متعلق سب کچھ تفصیل سے کہہ دیا تھا۔

خروئی جب ساری تفصیل کہہ چکا تب احمد بن یعلیٰ تھوڑی دیر خاموش رہتے ہوئے مسکراتا رہا پھر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا کہنے لگا۔

''ذرا میں ان دونوں سے مل لوں ..... دیکھوں ان کے کیا ارادے ہیں۔''

اس پر یوحنا تڑپ کر اپنی جگہ سے اٹھا، احمد بن یعلیٰ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہنے لگا۔

''بھائی! اس وقت رحیق اور ہماری بہن قرسینا دونوں کھیتوں میں گھوڑوں کے لئے چارہ لینے گئی ہوئی ہیں ..... آپ کو بتانے کے لئے حیرت انگیز بات یہ ہے کہ آج بہت دنوں کے بعد رحیق ان کے ساتھ گئی ہے ورنہ اس سے پہلے قرسینا اور انجلینا دونوں بہنیں نا صرف پوری حویلی کے علاوہ اصطبل کی صفائی کرتی رہی ہیں بلکہ گھوڑوں کے لئے ہرا چارہ خود ہی لانے کے لئے باغ کی طرف جاتی رہی ہیں ..... بڑی دلیر اور محنتی لڑکیاں ہیں اس کے علاوہ.....''

یہاں تک کہتے کہتے یوحنا کو رک جانا پڑا اس لئے کہ اس کی طرف تعجب خیز انداز میں دیکھتے ہوئے احمد بن یعلیٰ کہنے لگا۔

''یہ تم کیا کہہ رہے ہو ..... قرسینا اور انجلینا دونوں بہنیں گھوڑوں کا چارہ لانے کے لئے کھیتوں کی طرف جاتی رہی ہیں اور خود چارہ کاٹتی رہی ہیں اور یہ سارے کام وہ خود کرتی رہیں، اصطبل کی صفائی، حویلی کی ستھرائی ..... یہ مجھے عجیب سا لگ رہا ہے۔''

اس موقع پر مسکراتے ہوئے یوحنا بول اٹھا۔''بھائی! میں آپ سے کیا کہوں ..... میں تو قرسینا اور انجلینا دونوں بہنوں کو پہلے خود ہی چارہ لا کر دیتا تھا ..... میں نے انہیں منع کر دیا تھا کہ وہ یہ کام نہیں کریں گی، حویلی کی صفائی اور اصطبل کی ستھرائی پہلے رحیق کر دیا کرتی تھی لیکن انہوں نے مجھے اور رحیق دونوں کو منع کر دیا ..... اب وہ حویلی کی صفائی بھی خود کرتی ہیں اور چارہ بھی دونوں بہنیں خود ہی لاتی ہیں۔''

احمد بن یعلیٰ تھوڑی دیر تک خاموش رہا۔ اس کی حالت سے لگتا تھا کہ وہ کہیں کھو گیا ہو پھر وہ دوبارہ تعجب خیز انداز میں کہہ رہا تھا۔

''مجھے ان دونوں لڑکیوں کے ارادوں پر تعجب اور حیرت ہو رہی ہے ..... دونوں نے قصر میں شاہانہ زندگی بسر کی ہے اور میں حیران ہوں کہ اب وہ کیسے اور کس طرح

ایک کچی حویلی میں زندگی کے دن گزار رہی ہیں۔''

اس کے ساتھ ہی احمد بن یعلیٰ اٹھ کھڑا ہوا اور یوحنا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''میں ذرا حویلی کی طرف جاتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ انجلینا کہاں ہے ..... جب قرسینا، رحیق کے ساتھ آئے گی تو اسے بھی مل لوں گا۔''

یوحنا فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔ مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔''بھائی! آپ تھوڑی دیر رکیں پہلے میں آپ کے گھوڑے کو پکڑ کر حویلی میں لے کر جاتا ہوں ساتھ ہی اپنی بہن انجلینا کو بھی آگاہ کرتا ہوں کہ امیر واپس آ گئے ہیں ..... جہاں تک ان دونوں بہنوں نے ہمیں تفصیل بتائی ہے اس کے مطابق قرسینا آپ کو جانتی اور پہچانتی ہے لیکن انجلینا سے آپ کی ملاقات اس سے پہلے نہیں ہوئی لہٰذا آپ اکیلے حویلی میں داخل ہوں گے تو وہ پریشان ہو جائے گی ..... میں پہلے جا کر آپ کی آمد کی اطلاع دیتا ہوں۔ اس کے بعد آپ میرے پیچھے پیچھے حویلی میں داخل ہوں۔''

یوحنا کے ان الفاظ پر احمد مسکرا دیا اور کہنے لگا۔''تم میرا گھوڑا لے کر نہ جاؤ، گھوڑا میں خود ہی لے کر آتا ہوں ..... فکر نہ کرو تم پہلے حویلی میں جاؤ اور انجلینا سے میری آمد کا کہہ دو۔''

یوحنا فوراً دیوان خانے سے نکلا، صحن کی طرف بھاگا پھر اپنی حویلی سے نکل کر احمد بن یعلیٰ کی حویلی میں داخل ہوا۔ اس نے دیکھا انجلینا اس وقت اصطبل میں بندھے اپنے دونوں گھوڑوں کو پانی پلا رہی تھی۔ یوحنا جب بھاگتا ہوا اس کی طرف آیا تب ہاتھ میں پکڑا ہوا پانی کا برتن انجلینا نے زمین پر رکھ دیا اور پریشانی سے یوحنا کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ یوحنا قریب آیا اور بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''انجلینا میری بہن! امیر احمد بن یعلیٰ لوٹ آئے ہیں اور تھوڑی دیر تک وہ حویلی میں داخل ہوں گے۔''

یوحنا کے اس انکشاف پر انجلینا کی حالت ایک دم بدل گئی تھی۔ چہرے پر خوشیاں ہی خوشیاں ہجوم کی صورت میں امڈ آئی تھیں۔ اس موقع پر وہ یوحنا کو مخاطب کرتے ہوئے کچھ کہنا چاہتی تھی کہ عین اسی لمحہ اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے احمد بن یعلیٰ حویلی میں داخل ہوا۔ یوحنا نے اس موقع پر پھر انجلینا کو مخاطب کیا۔

''لو بھائی احمد بن یعلیٰ آ ہی گئے ہیں۔''

کچھ دیر تک انجلینا ستون کی طرح اپنی جگہ پر جمی رہی۔ بے حس و حرکت تھی پھر نجانے اسے کیا سوجھی تیزی سے آگے بڑھی، اتنی دیر تک احمد بن یعلیٰ صحن کے وسطی حصے میں آ گیا تھا۔ انجلینا نے آگے بڑھ کر مسکراتے ہوئے سلام کیا پھر کہنے لگی۔

''میں.....''

احمد نے اسے اپنی بات مکمل نہ کرنے دی اور اس کا سر تھپتھپاتے ہوئے کہنے لگا۔

''میرے خیال میں تم یہ کہنا چاہو گی کہ میں انجلینا ہوں ..... کیا میں نے درست کہا ہے۔ تمہیں اپنا تعارف کروانے کی ضرورت نہیں ہے ..... میں جانتا ہوں تم انجلینا ہو۔''

احمد بن یعلیٰ کے ان الفاظ پر انجلینا خوش ہو گئی تھی۔ اس موقع پر دونوں کو وہیں چھوڑ کر دبے پاؤں یوحنا باہر بھاگ گیا تھا۔ انجلینا نے ہاتھ آگے بڑھایا اور کہنے لگی۔

''امیر! میں آپ کا گھوڑا اصطبل میں باندھتی ہوں۔''

احمد بن یعلیٰ نے پیارے انداز میں اس کا گال تھپتھپایا اور کہنے لگا۔ ''یہ تمہارا کام نہیں ہے ..... گھوڑے کو میں اصطبل میں خود باندھتا ہوں اور لگتا ہے تم گھوڑوں کو پانی پلا رہی تھی ..... پیچھے ہٹ جاؤ یہ کام بھی میں خود کرتا ہوں۔''

اس موقع پر تیز نگاہوں سے انجلینا نے احمد بن یعلیٰ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

''امیر! اگر سارے کام آپ ہی کریں گے تو ہمارے کرنے کے لئے کیا رہ جائے گا ..... آخر ہمیں سارے کاموں میں شرکت کی اجازت تو ہونی چاہیے۔''

اس کے ساتھ ہی اس نے دونوں گھوڑوں کو پانی پلایا۔ اتنی دیر تک احمد بن یعلیٰ نے اپنے گھوڑے کو کھونٹے کے ساتھ باندھ دیا تھا۔

انجلینا فوراً حرکت میں آئی، ایک طرف جو دانا ملا بھس رکھا تھا وہ اس نے احمد بن یعلیٰ کے گھوڑے کے سامنے ڈال دیا۔ ساتھ ہی جب وہ گھوڑے کے منہ سے دھانا اتارنے لگی تو احمد بن یعلیٰ نے لپک کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس موقع پر انجلینا بے چاری شرما سی گئی تھی۔ گردن اس کی جھک گئی تھی۔ احمد بن یعلیٰ نے اسے مخاطب کیا۔

''انجلینا! یہ کام میں خود کروں گا ..... تمہارے کرنے کا نہیں ہے۔''

اس پر انجلینا کہنے لگی۔ ''نہیں امیر! یہ کام آپ کے نہیں ہمارے کرنے کے ہیں۔''

ساتھ ہی اس نے جلدی جلدی گھوڑے کے منہ سے دھانا اتار دیا تھا۔ اتنی دیر تک احمد بن یعلیٰ نے گھوڑے کی زین کے ساتھ بندھی ہوئی کچھ خرجنیں اتاریں، انہیں زمین پر رکھ دیا۔ گھوڑے کی زین اتار کر ایک طرف ڈال دی۔

اس کے بعد احمد بن یعلیٰ جب پیچھے ہٹ کر وہ خرجنیں اٹھانے لگا تب انجلینا لپک کر آگے بڑھی، کچھ خرجنیں اس نے جب اٹھانا چاہیں تو گھورنے کے انداز میں احمد بن یعلیٰ نے اس کی طرف دیکھا کچھ کہنا چاہتا تھا کہ بڑے پیارے انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے انجلینا کہنے لگی۔

''امیر! آپ مجھ سے ناراض نہ ہوں ..... کم از کم آپ ہمیں گھر کا کام کرنے سے نہ روکیں، نہ منع کریں ..... سارے کام آپ کے کرنے کے نہیں ہیں بلکہ ان سارے کاموں میں ہماری شمولیت لازمی ہے۔''

ساتھ ہی اس نے دو خرجنیں اٹھا لی تھیں باقی احمد بن یعلیٰ نے اٹھائیں پھر دونوں ایک ساتھ اس کمرے میں داخل ہوئے جس میں قرسینا اور انجلینا شب بسری کرتی تھیں۔

خرجنیں دونوں نے کمرے کے ایک کونے میں رکھ دیں پھر احمد بن یعلیٰ ان دو مسہریوں کی طرف دیکھنے لگا تھا جن پر بستر لگے ہوئے تھے اور جہاں انجلینا اور قرسینا سوتی تھیں پھر آہستہ آہستہ احمد بن یعلیٰ انجلینا کے قریب ہوا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''انجلینا! قرسینا کے آنے سے پہلے پہلے میں تم سے ایک انتہائی اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔''

احمد کے ان الفاظ پر انجلینا بے چاری کپکپانے لگی تھی۔ جسم اس کا لرزنے لگا تھا۔ ساتھ ہی احمد کچھ کہنا چاہتا تھا کہ انجلینا کی کیفیت دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''اچھا رہنے دو ..... میں پھر کبھی تم سے اس موضوع پر گفتگو کروں گا ..... تم تو میرے یہ الفاظ سن کر خوف سے لرزنے کانپنے لگی ہو ..... تمہاری حالت تو ایسی ہو گئی ہے جیسے میں تمہارا دشمن ہوں اور تمہارے خلاف حرکت میں آنا چاہتا ہوں۔''

جواب میں انجلینا نے اپنے چہرے پر مسکراہٹ بکھیر لی اور کہنے لگی۔ ''میں آپ سے نہ ڈر رہی ہوں نہ خوفزدہ ہوں ..... کہیں، کیا کہنا چاہتے ہیں۔''

احمد بن یعلیٰ آگے بڑھا، ایک مسہری پر بیٹھ گیا۔ کہنے لگا۔

''نہیں ..... جس موضوع پر میں تم سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں بعد میں کر لوں گا فی

الحال تم بیٹھو میں قرسنیا کی طرف جاتا ہوں ..... یوحنا نے مجھے بتایا ہے کہ وہ اور رحیق باغ میں چارہ لینے گئی ہیں۔''

احمد بن یعلیٰ جب اپنی جگہ سے اٹھنے لگا تب انجلینا نے بڑی جرأت اور ہمت سے کام لیا۔ ایک دم آگے بڑھی، احمد بن یعلیٰ کا بازو پکڑ کر اس نے مسہری پر دوبارہ بٹھا دیا پھر اس کے پہلو میں بیٹھ گئی اور کہنے لگی۔

''دیکھئے! میں نہ آپ سے ڈر رہی ہوں اور نہ خوفزدہ ہوں ..... اگر میں آپ سے ڈر رہی ہوتی تو میں یوں آپ کا بازو نہ پکڑتی اس طرح پیار سے آپ کے پہلو سے پہلو ملا کر نہ بیٹھ جاتی۔ جس وقت آپ نے میرے جسم کو لرزتے ہوئے دیکھا تھا وہ یوں جانیں کہ ایک نسوانی جذبہ تھا جو آپ سے آپ نمودار ہو جاتا ہے اس کے علاوہ.....''

انجلینا کے ان الفاظ پر احمد بن یعلیٰ مسکرانے لگا تھا پھر اس کی بات کاٹتے ہوئے کہنے لگا۔

''اچھا! اگر یہ بات ہے تو اپنا کان میرے قریب لاؤ۔''

انجلینا نے جھٹ سے اپنا کان آگے کیا۔ اس پر احمد بن یعلیٰ اپنا منہ اس کے کان کے قریب لے گیا اور پھر رازدارانہ سرگوشی کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''انجلینا! جھوٹ نہ بولنا ..... مجھے طبیب خروئی نے بتایا ہے کہ قرسینا اور تم دونوں مجھ سے شادی کرنے کا ارادہ رکھتی ہو ..... کیا قرسینا نے تمہیں ایسا کرنے پر مجبور کیا ہے، وہ چاہ رہی ہو گی کہ تم بھی اس کے ساتھ رہو ..... اس طرح دونوں بہنوں کو اکٹھے رہنے کا موقع مل جائے گا ..... دیکھو اگر قرسینا اس معاملے میں تم سے زبردستی کر رہی ہے تو میں یہ زبردستی نہیں ہونے دوں گا اس لئے کہ.....''

انجلینا نے فوراً اپنا کان پیچھے ہٹا لیا پھر ایک دم اپنا گداز ہاتھ اس نے احمد بن یعلیٰ کے منہ پر رکھ دیا اور کہنے لگی۔

''اس سے آگے امیر کچھ نہ کہیے گا۔ اس سلسلے میں قرسینا نے مجھ پر زور ڈالا ہے نہ مجھے مجبور کیا ہے، نہ اس نے مجھے کوئی ترغیب دی ہے ..... آپ سے شادی کرنے کے لئے میں اپنی رضامندی، اپنی خوشی سے تیار ہوئی ہوں ..... اب بولیں آپ کیا کہتے ہیں۔''

اس موقع پر احمد بن یعلیٰ اٹھ کھڑا ہوا اور انجلینا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''انجلینا! آؤ دوسرے کمرے کی طرف چلیں ..... میں طبیب خروئی سے چابی لے کر آیا ہوں ..... اس کمرے میں ایک بڑا صندوق پڑا ہوا ہے اسے قفل لگا ہوا ہے۔ اس قفل کی چابی طبیب سے لایا ہوں ..... اسے کھولو، اس میں دیکھو تمہاری ضروریات کا کیا کیا سامان نکل سکتا ہے اس لئے کہ پہلے میری ماں اپنے بیٹوں کے لئے اس کے بعد میرا دادا اپنے پوتوں کی شادی کے سلسلے میں کچھ خریداری کرتے ہوئے سامان وہاں رکھتے رہے ہیں ..... اگر اس سامان سے کوئی چیز تم لوگوں کو پسند نہ آئے تو پھر تمہاری ضرورت کی ہر شے ابھی اسی وقت بازار سے آئے گی۔''

احمد بن یعلیٰ کے ان الفاظ پر انجلینا مسکرانے لگی تھی پھر احمد کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''آپ آئیں میرے ساتھ۔''

دونوں ساتھ والے کمرے میں داخل ہوئے۔ احمد نے چابی انجلینا کو تھما دی۔ انجلینا نے قفل کھولا اور جب اس نے صندوق کا پٹ اٹھایا تو صندوق سامان سے بھرا ہوا تھا۔ دونوں سارا سامان نکال کر ان مسہریوں پر رکھنے لگے تھے جن کے اوپر تہہ کیے ہوئے توشک اور رضائیاں تھیں اور جنہیں صاف ستھری چادر سے ڈھانپ دیا گیا تھا۔ سارا سامان جب صندوق سے نکال دیا گیا تب انجلینا احمد کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''یہ تو سارا سامان ہی اچھا ہے ..... اس میں بہت سے خوبصورت جوڑے سلے رکھے ہوئے ہیں اور کافی خوبصورت زیورات بھی ہیں۔''

احمد کچھ دیر تک اس سامان کا جائزہ لیتا رہا پھر کہنے لگا۔ ''میں دیکھتا ہوں اس وقت سردیاں اپنے عروج پر ہیں ..... انجلینا! جو لباس تم نے پہن رکھا ہے یہ کم از کم سردی نہیں روک سکتا اور اس لباس میں تم کیسے موسم کی سردی برداشت کرتی ہو۔''

احمد کے ان محبت بھرے الفاظ پر انجلینا پگھل گئی تھی کہنے لگی۔

''آپ ٹھیک کہتے ہیں سردی کی وجہ سے مجھے چند دن پہلے بخار بھی ہو گیا تھا لیکن طبیب خروئی نے دوا دی اور میں ٹھیک ہو گئی۔''

اس موقع پر تھوڑی دیر کھڑے ہو کر احمد نے کچھ سوچا پھر جو وہ خرجینیں لے کر آیا تھا ان میں سے ایک خرجین کے اندر سے اس نے نقدی کی تھیلی نکالی پھر انجلینا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''انجلینا! جو خرجنیں میں لے کر آیا ہوں ان سب میں بڑا قیمتی سامان ہے وہ سارا.....''

احمد بن یعلیٰ کو رک جانا پڑا اس لئے کہ انجلینا بول اٹھی۔ ''قرسینا کو آنے دیں اس کی موجودگی میں ان خرجینوں سے سامان نکالا جائے گا ..... میں اکیلی اس سامان کو ہاتھ نہیں لگاؤں گی اس لئے .....''

جواب میں جب احمد مسکرانے لگا تب انجلینا رک گئی حتیٰ کہ احمد بول اٹھا۔

''میں تمہارا اشارہ سمجھ گیا ہوں ..... بہرحال میں بازار کی طرف جاتا ہوں دونوں بہنوں کے لئے کچھ خریداری کر کے لاتا ہوں ..... پہلے یہ کہو کہ پھلوں میں تم کھانے میں کیا پسند کرتی ہو۔''

جواب میں انجلینا مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔ ''جو مل جائے میں کھا لیتی ہوں۔''

احمد نے نفی میں گردن ہلائی کہنے لگا۔ ''یوں نہیں مجھ سے کچھ چیز چھپاؤ نہیں ..... اب تمہارے ساتھ میرا ایک تعلق، ایک رشتہ ہے۔''

انجلینا مسکرائی کہنے لگی۔ ''میں خشک خوبانیاں بہت پسند کرتی ہوں۔''

احمد مسکرا دیا دوبارہ انجلینا کو مخاطب کیا ''اور قرسینا.....؟''

انجلینا پھر مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔ ''اس کی اور میری پسند ایک سی ہے۔''

احمد بن یعلیٰ دروازے کی طرف بڑھا اور انجلینا کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔ ''اچھا تم بیٹھ کر آرام کرو۔ میں تھوڑی دیر تک آتا ہوں ..... زیادہ وقت نہیں لگاؤں گا۔''

اس موقع پر انجلینا، احمد بن یعلیٰ کو مخاطب کر کے کچھ کہنا چاہتی تھی کہ احمد بن یعلیٰ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا حویلی سے نکل گیا تھا۔

کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ احمد بن یعلیٰ لوٹ کر آیا۔ اس کے ساتھ چار مزدور بھی تھے جو ڈھیروں سامان اٹھائے ہوئے تھے۔ اس موقع پر انجلینا اس کمرے میں چلی گئی جہاں ان کے سونے کی دو مسہریاں تھیں۔ احمد بن یعلیٰ ان مزدوروں کو ساتھ والے کمرے میں لے گیا۔ سارا سامان اس کمرے میں رکھوایا۔ ان چاروں کو کچھ نقدی دے کر رخصت کر دیا جب وہ چلے گئے تب احمد بن یعلیٰ ساتھ والے کمرے میں آیا اس وقت تک انجلینا نے بھی ان مزدوروں کو باہر نکلتے ہوئے دیکھ لیا تھا لہٰذا وہ بھی کمرے سے نکلی، احمد بن یعلیٰ نے اسے مخاطب کیا۔

''قرسینا ابھی تک نہیں آئی.....''

جواب میں انجلینا مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔ ''میرے خیال میں وہ اور رحیق چارہ کاٹنے کے ساتھ ساتھ باغ میں بھی گھومنے لگی ہوں گی۔''

احمد بن یعلیٰ کچھ متفکر ہو گیا۔ دوبارہ انجلینا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ''اچھا تم بیٹھو میں ان دونوں کو لے کر آتا ہوں۔''

اس موقع پر انجلینا نے پھر بڑی جرأت مندی مظاہرہ کیا۔ آگے بڑھی، احمد بن یعلیٰ کا ہاتھ اس نے پکڑ لیا اور کہنے لگی۔

''آپ ابھی سفر سے لوٹ کر آئے ہیں ..... آتے ہی بازار چلے گئے اور اب کہتے ہیں کہ باغ کی طرف جاؤں گا ..... آپ رکیں میں یوحنا بھائی کو بھیجتی ہوں، ان کا پتا کر کے آتا ہے۔''

یہ کہنے کے بعد انجلینا جونہی دروازے کی طرف بڑھی، حویلی میں قرسینا اور رحیق داخل ہوئیں۔ قرسینا نے چارہ اٹھایا ہوا تھا۔ گھر میں داخل ہوتے ہوئے اس کی نگاہ صرف انجلینا پر پڑی تھی جونہی وہ چند قدم آگے بڑھی اس نے دیکھا سامنے احمد بن یعلیٰ کھڑا ہے تو جو چارہ اس نے اٹھا رکھا تھا وہ خوشی اور تعجب میں اس کے ہاتھوں سے گر گیا تھا۔ کچھ دیر تک اپنی جگہ پر کھڑے ہو کر مسکراتے ہوئے احمد بن یعلیٰ کی طرف دیکھتی رہی پھر آگے بڑھی اور انتہائی محبت اور چاہت میں احمد بن یعلیٰ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''آپ کب آئے.....''

احمد مسکرایا کہنے لگا۔ ''میں تو کافی دیر کا آیا ہوں اور کیا قصر سے نکل کر یہی کام کرنے کے لئے تم اس کچی حویلی میں آئی تھی۔''

لمحہ بھر کے لئے قرسینا نے احمد کی طرف غور سے دیکھا پھر کہنے لگی۔ ''ہاں! یہی کام کرنے کے لئے آئی تھی ..... آپ پر یہ ثابت کرنے کے لئے کہ قصر کو لات مار کر میں آپ کی رفاقت میں کچی حویلی میں بھی زندگی بسر کر سکتی ہوں۔''

اتنی دیر تک رحیق بھی قریب آئی۔ احمد بن یعلیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔ ''بھائی! میں آپ کی آمد پر خوشی کا اظہار کرتی ہوں۔ ساتھ ہی جو فتوحات آپ نے

حاصل کیں ان پر مبارکباد بھی دیتی ہوں۔ میں اب واپس ابا کے پاس جاتی ہوں اور تم تینوں کی شادی کا اہتمام کرواتی ہوں اس لئے کہ ابا نے فیصلہ کیا ہوا تھا کہ احمد بھائی جونہی مہم سے واپس آئیں گے تم تینوں کی شادی کا اسی روز اہتمام کر دیا جائے گا۔''

اس کے ساتھ ہی تقریباً بھاگنے کے انداز میں رحیق اپنی حویلی کی طرف چلی گئی تھی۔

رحیق کے جانے کے بعد قرسینا مزید احمد بن یعلیٰ کے قریب ہوئی، انتہائی محبت اور شیریں آواز میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''آپ کس وقت آئے ..... کیا انجلینا سے آپ کا تعارف ہو گیا ہے۔''

جواب میں احمد مسکرایا اور کہنے لگا۔

''میں کافی دیر کا آیا ہوں..... پہلے یوحنا مجھے پکڑ کر اپنے ہاں لے گیا اور طبیب خروئی نے مجھے تم دونوں سے متعلق تفصیل سے بتا دیا ..... قرطبہ میں داخل ہوتے وقت مجھے یہ خبر نہ تھی کہ تم دونوں بہنیں یہاں قیام کیے ہوئے ہو ..... بہرحال میں تم دونوں کو اس کچی حویلی میں خوش آمدید کہتا ہوں۔''

احمد کے ان الفاظ سے قرسینا خوش ہو گئی تھی پھر جواب طلب انداز میں انجلینا کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے پوچھ لیا۔

''کیا ان کی آمد پر تم نے انہیں کھانے پینے کو بھی کچھ پوچھا ہے.....؟''

انجلینا مسکراتے ہوئے دونوں کے قریب ہوئی۔ ایک میٹھی نگاہ پہلے اس نے احمد پر ڈالی پھر قرسینا کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''انہوں نے مجھے کچھ کرنے کا موقع ہی نہیں دیا ..... رحیق کے ہاں سے اٹھ کر یہاں آئے، تھوڑی دیر یہاں بیٹھے اس کے بعد بازار چلے گئے ..... ذرا بائیں طرف والے کمرے میں جا کر دیکھیں کس قدر سامان خرید کر لائے ہیں۔''

اس موقع پر قرسینا نے بھی سوالیہ سے انداز میں احمد کی طرف دیکھا پھر احمد ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''تم دونوں میرے ساتھ آؤ۔''

اس کے ساتھ ہی احمد بائیں طرف کے کمرے کی طرف چل دیا۔ قرسنیا اور انجلینا دونوں اس کے پیچھے پیچھے ہو گئی تھیں۔

آگے جا کر احمد نے سامان کی ایک گٹھڑی کھولی، اس میں سے اس نے دو انتہائی قیمتی دوشالے نکالے۔ ایک دوشالہ پکڑ کر اسے پھیلایا اور پھر اس دوشالے کو پہلے قرسینا کے کندھے پر ڈالنے کے بعد اس کے جسم کو اس سے ڈھانپ دیا۔ ساتھ ہی بڑی اپنائیت میں کہنے لگا۔

''سردی کافی ہو گئی ہے ..... تم دونوں بہنیں احتیاط نہیں کرتی ہو ..... بیمار ہو جاؤ گی۔''

اس موقع پر بڑی ممونیت سے قرسینا نے احمد کی طرف دیکھا کچھ کہنا چاہتی تھی کہ احمد پھر حرکت میں آیا۔ دوسرا دوشالہ اس نے اٹھایا اور جس طرح پیار اور محبت میں اس نے قرسینا کو اوڑھایا تھا اسی انداز میں انجلینا کو بھی اوڑھا دیا۔ دونوں بہنیں بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اس موقع پر احمد کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

احمد نے کچھ سوچا پھر انجلینا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''انجلینا! پہلے مجھے پانی پلاؤ۔''

اس پر انجلینا دوشالے کو سنبھالتی ہوئی بڑی تیزی سے باہر نکل گئی تھی۔ اس کے جانے کے بعد احمد مزید قرسینا کے قریب ہوا۔ پیار بھرے انداز میں اس کے شانے پر ہاتھ رکھا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''قرسینا! میں نے انجلینا کو پانی لینے کے بہانے باہر بھیجا ہے۔ اس لئے کہ میں ایک انتہائی نازک موضوع پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں..... دیکھو جس وقت میں اس مہم سے واپس لوٹ رہا تھا تو راستے میں ہمیں خبر ملی تھی کہ انجلینا کا باپ زندان میں مر چکا ہے۔ اب تم کہو یہ خبر انجلینا سے کہنی چاہیے کہ نہیں ..... میں تمہارے لئے ہی رکا تھا، تم سے مشورہ کرنے کے بعد میں کوئی قدم اٹھانا چاہتا ہوں ..... یہ خبر میں نے طبیب خروئی اور یوحنا سے بھی کہی تھی لیکن انہوں نے سختی سے منع کر دیا تھا کہ یہ خبر وہ فی الحال انجلینا تک نہیں پہنچائیں گے ..... اب تم کہو اس سلسلے میں ہمیں کیا قدم اٹھانا چاہیے۔''

احمد جب خاموش ہوا تب پیار بھرے انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے قرسینا کہنے لگی۔

''فی الحال بالکل خاموش رہیں ..... انجلینا کو اس کے باپ کے مرنے کی اطلاع نہیں ہونی چاہیے ..... وہ پہلے ہی اپنے باپ کے زندان میں جانے کے غم کو بھولی ہوئی

ہے ..... یہاں آ کر وہ بے پناہ خوش اور مطمئن ہے اور ہم نے اسے اس کے ابا کے مرنے کی اطلاع دے دی تو وہ کئی دنوں تک سنبھل نہیں پائے گی۔''

یہاں تک کہنے کے بعد قرینا رکی پھر دوبارہ احمد کی طرف دیکھتے ہوئے اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''میں بھی انجلینا سے متعلق آپ سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔''

قرینا یہاں تک کہتے کہتے رک گئی اس لئے کہ احمد بول پڑا۔

''یقیناً تم یہ کہو گی کہ تمہارے علاوہ انجلینا بھی میری ساتھی کے طور پر اس حویلی میں رہنا پسند کرتی ہے۔''

عین اسی موقع پر انجلینا بھی پانی لے کر کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ اس نے احمد کے یہ الفاظ سن لئے تھے۔ اس موقع پر وہ بھی مسکرا رہی تھی۔ یہاں تک کہ قرینا نے پھر احمد کو مخاطب کیا۔

''آپ کو کس نے صورت حال سے آگاہ کر دیا ہے۔''

جواب میں احمد مسکرایا پھر قرینا کی آمد سے پہلے اس کی جو گفتگو طبیب خروئی اور انجلینا سے ہوئی تھی اس کی تفصیل اس نے کہہ دی تھی۔

''اتنی دیر تک مسکراتے ہوئے انجلینا قریب آ گئی تھی۔ پانی کا پیالہ اس نے احمد کو پیش کیا۔ احمد نے پانی لے کر پی لیا اور انجلینا نے ایک طرف رکھ دیا پھر قرینا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''آتے ہی انہوں نے صندوق سے سارا سامان باہر نکلوایا ہے ..... میں نے دیکھا نہیں ..... میں نے ان سے کہا تھا کہ قرینا آئے گی تو وہ خود ہی سارے سامان کا جائزہ لے گی اور یہ جو سامان دیوار کے ساتھ پڑا ہوا ہے یہ ابھی ابھی جا کے بازار سے لائے ہیں۔ جو دوشالے انہوں نے ہمیں اوڑھائے ہیں، یہ بھی بازار ہی سے لائے ہیں۔''

قرینا آگے بڑھی، سامان کا اس نے جائزہ لیا۔ پہلے ایک ٹوکرے کی طرف دیکھا جس کا منہ کاغذ سے بند کر دیا گیا تھا۔ جب اس نے کاغذ اٹھایا تو اچھا خاصا بڑا ٹوکرا خشک خوبانیوں سے بھرا ہوا تھا۔ اس کے بعد اس نے دوسرے ٹوکروں کا جائزہ لیا۔ ان میں بھی خشک اور تازہ پھل تھے۔ کچھ گٹھڑیوں کا جائزہ لیا ان میں ان دونوں کے لئے گرم کپڑوں کے علاوہ ضرورت کا دوسرا سامان تھا۔

سارے سامان کا جائزہ لینے کے بعد آہستہ آہستہ مسکراتے ہوئے قرینا احمد کے قریب آئی پھر میٹھی آواز میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''آتے ہی اس قدر سامان خریدنے کی کیا ضرورت تھی اور یہ آپ نے کیسے جان لیا کہ گھر میں خوبانی آنی چاہیے ..... میرے خیال میں کسی نے آپ کو بتایا ہے کہ.....''

یہاں تک کہنے کے بعد قرینا رکی، غور سے انجلینا کی طرف دیکھا پھر مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

''میرے خیال میں انجلینا نے آپ ر انکشاف کیا ہو گا کہ خشک پھلوں میں خود میں اور انجلینا خوبانی پسند کرتی ہیں۔''

اس پر انجلینا مسکراتے ہوئے قرینا کے قریب آئی، اس کے شانے پر ہاتھ رکھا پھر کہنے لگی۔

''میں نے ان پر ایسا کوئی انکشاف نہیں کیا ..... انہوں نے مجھ سے پوچھا تھا کہ میں اور آپ خشک پھلوں میں کیا پسند کرتی ہیں ..... ان کے زور دینے پر میں نے انہیں بتا دیا اور یہ اتنا بڑا ٹوکرا لے آئے ہیں۔''

جواب میں قرینا تھوڑی دیر مسکراتی رہی پھر احمد کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''اب میں آپ سے دو انتہائی اہم سوال کرنے لگی ہوں ..... ذرا اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر جواب دیجئے گا ..... کیا آپ کو اب میرے علاوہ انجلینا پر بھی اعتماد اور بھروسہ ہے.....؟''

احمد نے تیز نگاہوں سے قرینا کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔ ''ایسا ویسا اعتماد اور بھروسہ ..... یہ الفاظ تو اب بہت پیچھے رہ گئے ہیں ..... ہم تینوں تو ان سے بہت آگے نکل چکے ہیں۔''

احمد بن یعلیٰ کے ان الفاظ پر قرینا مسکرا کر رہ گئی تھی پھر دوبارہ بول اٹھی۔

''کیا آپ کو یہ بھی یقین آ گیا ہے کہ آپ کی زندگی کی ساتھی اور آپ کی بیوی کی حیثیت سے میں آپ کے ساتھ اس کچی حویلی میں رہ سکتی ہوں؟''

''بالکل رہ سکتی ہو ..... تم نے ثابت کر دیا ہے کہ تم احمد بن یعلیٰ کی بیوی بننے کے لئے پیدا ہوئی ہو۔''

اس موقع پر قرسینا کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی دوبارہ بول اٹھی۔

''کیا آپ ہماری اس تجویز سے بھی اتفاق کرتے ہیں کہ اب ہم دونوں کو اپنی زندگی کا ساتھی بنائیں گے اور ہم سے یکساں سلوک کریں گے.....؟''

احمد بن یعلیٰ دوبارہ ان کی طرف دیکھتے ہوئے اور مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''خاتون! ایسا ویسا یکساں سلوک ..... میں تو تم دونوں کے ساتھ ایسا رویہ رکھوں گا کہ تم میرے انصاف، میرے عمدہ سلوک کی تعریف کرتی رہ جاؤ گی۔''

احمد بن یعلیٰ کے ان الفاظ پر قرسینا تھوڑی دیر تک لطف اندوز ہوتی رہی پھر کہنے لگی۔

''آپ کو بھوک لگی ہوگی ..... میں پہلے آپ کے لئے کھانا تیار کرتی ہوں پھر انجلینا کے ساتھ مل کر یہ سارا سامان سمیٹتی ہوں۔''

اس موقع پر لپک کر احمد بن یعلیٰ نے قرسینا کا بازو پکڑ لیا کہنے لگا۔

''تمہیں کھانا تیار کرنے کی ضرورت نہیں ہے ..... شام کو تینوں اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھائیں گے پھر دیکھیں گے کہ گھر میں کیسا عمدہ ماحول پیدا ہوتا ہے۔''

قرسینا نے اپنا بازو احمد بن یعلیٰ کی گرفت ہی میں رہنے دیا۔ تھوڑی دیر تک گرفت کی طرف دیکھتی رہی پھر خوش کن انداز میں احمد بن یعلیٰ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''میری ایک عرصے سے یہ خواہش تھی کہ کسی موقع پر آپ میرا بازو تھام کر مجھ سے اپنی محبت، اپنی چاہت کا اقرار کریں ..... میں خوش ہوں کہ آج میں اپنی اس خواہش کی تکمیل دیکھ رہی ہوں۔''

قرسینا جب رکی تب احمد بن یعلیٰ اسے مخاطب کر کے کچھ کہنا چاہتا تھا کہ عین اسی لمحہ حویلی میں حکیم خروئی، یوحنا اور رحیق داخل ہوئے۔ انہیں دیکھتے ہوئے احمد خاموش رہا۔ ساتھ ہی وہ کمرے سے نکل کر صحن کی طرف آیا۔ قرسینا اور انجلینا دونوں اس کے پیچھے پیچھے تھیں۔ طبیب خروئی جب ان کے قریب آیا۔ تب احمد کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''احمد میرے بیٹے! تمہاری آمد سے پہلے میں نے رحیق، یوحنا، قرسینا اور انجلینا سے یہ وعدہ کیا تھا کہ جس روز تم آؤ گے اسی روز تم تینوں کی شادی کا اہتمام کر دیا جائے گا لہٰذا میں ابھی اور اسی وقت شہر کے قاضی کی طرف جا رہا ہوں اور آج شام سے پہلے پہلے تم تینوں کے نکاح کا اہتمام کیا جائے گا۔ رحیق یہ چاہتی ہے کہ یہ نکاح پورے شان و شوکت کے ساتھ ہو جب کہ میں چاہتا ہوں بالکل خاموشی اور سادگی کے ساتھ نکاح کی رسم اپنے انجام کو پہنچ جائے ..... اب تینوں مل کر یہ فیصلہ کرو کہ یہ رسم کیسے ادا کی جانی چاہیے۔''

جواب میں احمد نے پہلے باری باری ایک نگاہ قرسینا اور انجلینا پر ڈالی پھر کہنے لگا۔

''میرے محترم! میں تو چاہتا ہوں یہ رسم حویلی میں چند مہمانوں کی موجودگی میں سادگی کے ساتھ ادا کر دی جائے۔ مہمانوں میں محلے کے چند سرکردہ لوگ ہوں گے۔ خود امیر عبدالرحمٰن بھی شامل ہوں گے۔ میں چاہتا ہوں میرے ساتھی سالار اور دوسرے جاننے والے بھی شرکت کریں لیکن یہ سارا کام سادگی سے ہو ..... یہ میری ذاتی خواہش ہے لیکن میں اپنی ذاتی خواہش پر قرسینا اور انجلینا کی خواہش کو ترجیح دوں گا لہٰذا سب سے پہلے انہیں پوچھا جائے گا جیسا یہ دونوں کہیں گی ویسا ہی ہوگا۔''

اس موقع پر قرسینا خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔ ''امیر! آپ کا فیصلہ ہم دونوں کے لئے قابل قبول ہے ..... آپ جو بھی فیصلہ کریں گے یوں جانیں اسی میں ہم دونوں کی خوشی ہوگی ..... میں خود چاہتی ہوں یہ سارا اہتمام انتہائی سادگی سے ادا کر دیا جائے۔''

قرسینا جب خاموش ہوئی تب احمد نے انجلینا کی طرف دیکھا۔

''انجلینا! تم نے اپنے خیالات کا اظہار ابھی تک نہیں کیا۔''

جواب میں انجلینا بھی مسکرائی کہنے لگی۔

''قرسینا نے جو الفاظ ادا کیے ہیں یوں جانیں یہ میری ہی زبان سے نکلے ہیں۔''

اس گفتگو پر طبیب خروئی خوش ہو گیا تھا پھر اپنی بیٹی رحیق کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''رحیق میری بیٹی! احمد کی ماں اور اس کے بعد اس کے دادا نے احمد اور اس کے بھائیوں کی بیویوں کے لئے بڑا سامان تیار کیا تھا۔ اب وہ صندوق کھولو، اس میں سے سارا سامان نکالو۔ اس میں سے جو سب سے اچھے اور شاندار لباس ہیں وہ ان دونوں بہنوں کو پہناؤ ..... میں پہلے امیر عبدالرحمٰن کی خدمت میں حاضر ہوں گا، کچھ سالاروں کو بھی ساتھ لے کر آؤں گا ..... قاضی شہر بھی آئیں گے اور تھوڑی دیر بعد ان تینوں

کے نکاح کا اہتمام کر دیا جائے گا۔ اس کے ساتھ ہی طبیب خروئی اور یوحنا باہر نکل گئے تھے۔

طبیب خروئی اور یوحنا کے جانے کے بعد احمد باری باری قرسینا اور انجلینا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''قرسینا! مجھے یہ خبر نہ تھی کہ تم دونوں بہنیں یہاں حویلی میں قیام کیے ہوئے ہو ..... قرطبہ کی طرف آتے ہوئے ایک موقع پر سلطان نے مجھے اپنی رہائش تبدیل کرنے کا اشارہ دیا۔ انہوں نے قصر زہرہ کے قریب مجھے ایک حویلی مہیا کر دی ہے اور وہ مجھے یہ بھی کہہ رہے تھے کہ وہ یہ پسند کریں گے تم اپنی کچی حویلی سے نکل کر اس قلعہ نما حویلی میں منتقل ہو جاؤ ..... شاید ایسا وہ تم دونوں بہنوں کی وجہ سے کہہ رہے تھے۔''

احمد جب خاموش ہوا تب قرسینا محبت بھری آواز میں کہنے لگی۔

''ہم تینوں کی شادی کا اہتمام اسی حویلی میں ہو گا ..... شادی کے بعد بھی ہم تینوں اسی حویلی میں رہیں گے۔ اس کے بعد سوچیں گے، آپس میں تینوں مل کر مشورہ کریں گے کہ ہمیں اپنی زندگی اسی حویلی میں گزارنی ہے یا قصر زہرہ کے پاس جو قلعہ نما حویلی میں جو آپ کو مہیا کی گئی ہے۔ فی الحال میرا یہاں سے منتقل ہونے کا کوئی ارادہ نہیں۔ میں تو اسی حویلی میں رہنا پسند کروں گی۔ انجلینا کی بھی یہی خواہش ہے اس لئے کہ اس حویلی سے آپ کے آباؤ اجداد، آپ کے ماں باپ کی یادیں واسطہ ہیں۔''

قرسینا کے ان الفاظ سے احمد بن یعلیٰ خوش ہو گیا تھا پھر چاروں ساتھ والے کمرے میں گئے اور سامان سمیٹنے لگے تھے۔ اسی روز شام سے کچھ پہلے امیر عبدالرحمٰن کے علاوہ سارے بڑے بڑے سالاروں کی موجودگی میں احمد بن یعلیٰ، قرسینا اور انجلینا کی شادی کا اہتمام کر دیا گیا تھا۔

ختم شُد